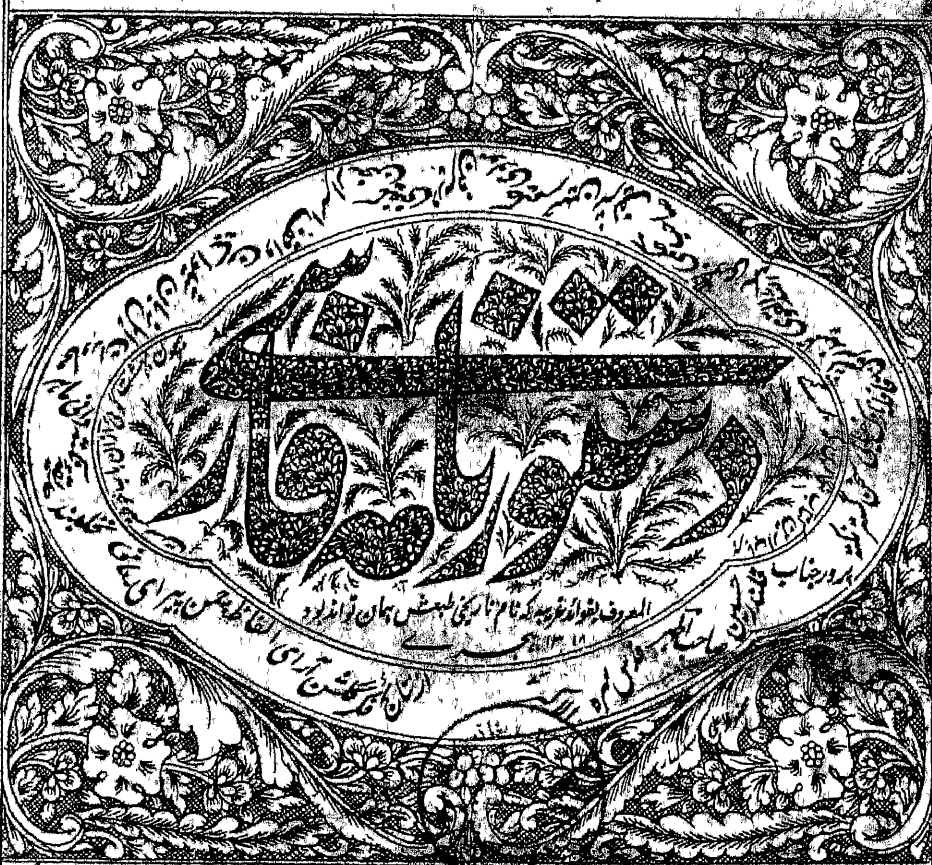


بعون الله الواكب فاضلت انتساب تحقيق راہ جمع تدقیق را آب کہ رسائی طبع را بر حد تعریفش معترف نیامی غنی



بسم الله الرحمن الرحيم و قد تم في هذا اليوم الحادي عشر من شهر ربيع الثاني سنة ١٢٨٥ هـ الموافق لـ ١٩٦٤ م

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# فہرست بجات ستونہ فارسی

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۸	اسماء اعداد مرکبہ غیر امتزاجیہ	۲۹	اسم جامد کی تعریف اور اسکے اقسام	۱۲	مقدمہ معنی قانون و مناسبت مابین
۴۰	نکتہ کے جملہ اولے پر دو شعبے -	۳۰	نکۂ کی تعریف اور اسکے اقسام	۱۳	معنی لغوی و اصطلاحی آن
۳۹	مضمون سابق اس طرز پر ادا ہو تو شبہ	۳۱	اسماء ہوات اور ان پر نظر تحقیق	۱۴	تشبیہ اندو کے متعدی و لازم مفرد و
۴۱	خالی ہو یعنی توجیہ جملہ اولیٰ نکتہ کی اپنی	۳۲	ایدر زمانی و مکانی	۱۵	افعال کے استعمال کا بیان
۴۲	جانب سے -	۳۳	اسماءے کنایات	۱۶	آردو میں بعض افعال کا لازم و
۴۳	حقیقت حقوق -	۳۴	بابان و بہران و باستا کا بیان	۱۷	متعدی مضمون میں اشتراک
۴۴	اسامی اعداد کو مقیس علیہ حروف	۳۵	بیان لفظ چند	۱۸	قائدہ استعمال افعال ہندیہ کا ایک
۴۵	قرار دینے میں شبہ قوی -	۳۶	بیان چندین و چندان	۱۹	وہنگ انوکھے طرز پر -
۴۶	اسامی حروف و ذوات حروف پر	۳۷	نختہ و تختہ کا بیان	۲۰	اہل لسان کی زبان پر غیر و ان کا
۴۷	اس مشبہ قوی کا نہ چلنا -	۳۸	چند و چندین و چندان استثنائی	۲۱	اعراض بیجا ہے -
۴۸	اسامی حروف میں حروف اول کے	۳۹	و استقبالی -	۲۲	علم ادب کی تعریف
۴۹	میں سے ہونے میں نکتہ -	۴۰	تیز اس کنایہ کی معرفت مکرہ مفرد	۲۳	و جہت کتاب دستور نامہ فارسی
۵۰	و جہت اس حروف پر اقسام اسامی اعداد	۴۱	جمع مقدم موخر -	۲۴	زبان یعنی سخن کی ضرورت کا بیان
۵۱	نکتہ عبد الواسع کا دوسرا جملہ	۴۲	تیز کا حذف -	۲۵	معنی دلالت -
۵۲	نکتہ کے جملہ ثانیہ کی تثنیہ پر شبہ	۴۳	تیز کا لفظ از کے ساتھ آنا -	۲۶	دوال اربع کا بیان
۵۳	جملہ تثنیہ اس طور پر ادا کیا جائے	۴۴	چندین پر بلے رائے کا لانا -	۲۷	خطوط کا بیان
۵۴	خالی از شبہ ہو -	۴۵	بیان چنان و چنین	۲۸	عقود کا بیان
۵۵	تیز اعداد کا بیان -	۴۶	چنان و چنین یعنی جیسے ویسے -	۲۹	فردوسی کے مشہور شعر کثا
۵۶	تیز اعداد میں عمومیت و خصوصیت	۴۷	چنان اور چنین پر سے کاف بیان	۳۰	محمود الخ کا بیان
۵۷	با اعتبار اہم عدد ہونی چاہیے -	۴۸	کا حذف -	۳۱	بیان فرق عقد و اشارہ
۵۸	تیز اعداد کے افراد و جمع کا بیان	۴۹	ان کنایات کا توام شے مجمل	۳۲	حروف تہجی کے ہنسی ہونیکا بیان
۵۹	تیز کا اپنے اسمی اعداد سے مقدم ہونا	۵۰	کے لئے استعمال -	۳۳	حرکات اور سکون اور تشدید کی حقیقت
۶۰	مشہور شریف کے مشہور الحاقیہ شعر -	۵۱	ان کنایات توام پر نہ اکانا تہذیب	۳۴	بیان حقیقت تشدید -
۶۱	بہر سہ بار بار و تہذیب ام الخ میں تاویل -	۵۲	و تہذیب کے مضے پیدا کرتا ہے -	۳۵	فارسی زبان میں حروف تہذیب ہیں
۶۲	اسامی اعداد کے اقسام -	۵۳	چنان چون بننے چنانکہ -	۳۶	تہذیب کا بیان -
۶۳	مرکب غیر امتزاجی کا بیان	۵۴	بیان اسماءے اعداد	۳۷	تفسیر و ہمیشہ اسم نہ سے
۶۴	ترکیب تعدادی و وضعی کا بیان اور	۵۵	تعریف العدد علی راسی الحقیقین	۳۸	تہذیب سبب تہذیب و تہذیب
۶۵	ان میں باہمی نسبت -	۵۶	بیان ہول اعداد	۳۹	لفظ مطلق کی تقسیم
۶۶	ترکیب امتزاجی اسمائی اعداد -	۵۷	فرسہ جو کہ ہول اعداد کے ہر دو	۴۰	لفظ موضوع کی تقسیم
۶۷	اس رسم کے حذف کا بیان	۵۸	لک کر دیکھا ہول اعداد فارسی سے نہ ہونا	۴۱	لفظ مفرد کی تعریف -
۶۸	واو اور واو دو ویکھے اظہار اخفا کا بیان	۵۹	اسماءے اعداد مفردہ -	۴۲	مرکب کی تعریف -
۶۹	معرفہ کی تعریف اور اسکے اقسام علم کا بیان	۶۰	اسماءے اعداد مرکبہ امتزاجیہ	۴۳	مرکب کی تعریف اور اسکے اقسام
				۴۴	بحث اسم -

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۶	تست و تش توالت اور توازن کا مخفف ہے۔	۵۵	ضمیر کی تیسری وجہ تسمیہ اور فعل اضنی کے صیغہ واحد کی تشریح کے سائر ضمایر پر مقدم	۴۶	اسامی کتب علم جنس میں یا اسم جنس
۴۱	سٹین ضمیری کو زائد بھی لاتے ہیں	۵۶	جو اسٹیمیکہ ضمایر منفصلہ بوجہ شائبہ یا اسامی ظاہر پر مقدم اور اولیت کے مستحق ہیں	۴۷	اعلام کی تکمیل
۴۲	ضمائر جمع متصلہ کبھی اپنے اتصال پر رہتی ہیں تو لفظیات اضافت متصل ہوتی ہیں۔	۵۷	ضمیر اپنے مرجع پر مقدم ہو جاتی ہے۔	۴۸	اسم اشارہ کی تعریف
۴۳	کبھی علامات اضافت منفصلات کی طرح اٹکے صاف پر داخل ہو جاتی ہے۔	۵۸	ضمیر مطلقاً موصوفہ واقع ہو جاتی ہے کہ ضمیر واحد شکم کی کچھ نہیں	۴۹	محسوسیت کی تحقیق اور اس کے اقسام
۴۴	ضمیر واحد غائبہ کی تحقیق لفظی اور اسی کو ضمیر جمع غائبہ ایشان کی تحقیق لفظی کی تسمیہ سمجھنی چاہیے۔	۵۹	ضمیر موصوفہ کو اپنی صفت کے تمام افراد و جمع میں مطابقت شرط نہیں۔	۵۰	محسوس بالذات بلا واسطہ
۴۵	ضمیر جمع غائبہ ایشان کا بیان اشتراک اسمہ اور ای اور ہوا	۶۰	ضمیر متصل کی تعریف۔	۵۱	محسوس بالذات بالواسطہ
۴۶	ای اور وہ اور یہ۔	۶۱	ضمیر منفصل کی تعریف۔	۵۲	محسوس بالعرض۔
۴۷	من را کی سند۔	۶۲	ضمیر واحد غائبہ مرفوع متصل کا استعارہ و بروز۔	۵۳	افوار و صوا کی محسوسیت بالذات میں کلام
۴۸	ضمائر منفصلہ غائبہ کا فیروزی العقول کے لیے استعارہ کر لینا۔	۶۳	ضمائر مرفوعہ متصلہ کا بقرینہ مقام مقدم ہونا	۵۴	زہین وغیرہ کا دن میں زرد اور شب میں سفید نظر آنا بوجہ خصوصیت اجرام
۴۹	ضمائر متصلہ یا منفصلہ کا اسی جگہ استعمال جہاں اردو میں لفظ اپنا بولا جاتا ہے۔	۶۴	بیان التفات۔	۵۵	ستارگان۔
۵۰	ضمائر منفصلہ یا متصلہ کا لانا بالفاظ جائز ہے۔	۶۵	ضمیر و مرجع میں کبھی مطابقت کمی کا لحاظ نہیں ہوتا۔	۵۶	اشارہ کے حالات۔
۵۱	لفظ خود پر ضمائر متصلہ کا الحاق بنظر تاسید ہی۔	۶۶	ضمائر متصلہ کے حرف ماقبل پر حرکت فتح او لے ہے۔	۵۷	اشارہ حسیہ میں جس کس معنی پر بولا گیا ہو
۵۲	مطلقاً ضمائر پر لفظ زائد کا الحاق علی الخصوص ضمیر شکم مع الغیر کا زائد ہونا بیان اسمائے موصولہ۔	۶۷	چشم اور کش اور کٹ اور کم کا بیان	۵۸	نظر کرنے کا بیان۔
۵۳	حروف وصل باعاطفہ یعنی داؤ اور نا محقق کا باہمی فرق امتیازی۔	۶۸	مرعاطفہ و زانیہ کا مابہ الامتیاز	۵۹	ایک ہی چیز نزدیک سے بڑی اور دور سے چھوٹی کیوں نظر آتی ہے۔
۵۴	ترکیب شعر بطریق دیگر۔	۶۹	سٹین ضمیری و مصدری کا مابہ الامتیاز	۶۰	اسم اشارہ قریب اور اسم اشارہ بعید کا بیان
۵۵	ترکیب شعر ایک اور ڈھنگ پر	۷۰	بعض وقت ہمزہ قبل ضمیر متصل گرایا نہیں جاتا یا سختانی سے بدلا جاتا ہے	۶۱	اسم اشارہ قریب مصغرہ۔
۵۶	شرح اشعار سنگد زنامہ جو جہان پادشاهی تراست کی حجت ہو	۷۱	کبھی اس ہمزہ مبدلہ کو ساکن کر دیتے ہیں	۶۲	اس قریب و بعد کے معنی۔
۵۷	توسلے پر لفظ ہوتے ہوئے ماضی کا ماضی و مجزوع لانا جائز ہے۔	۷۲	کبھی اسکی حرکت بحال رکھتے ہیں	۶۳	اسامی اشارہ اور اسم ضمیر کا مابہ الامتیاز
۵۸		۷۳	ضمائر متصلہ منصوبہ کی مثالیں۔	۶۴	اسامی اشارہ اور مشتار الیہ پر ادوات جمع
۵۹		۷۴	ترکیب نحوی شعر مشہور بدوستان	۶۵	لائیکا طریقہ اور اسکی وجہ
۶۰		۷۵	مدح آدم زمان ہمہ بوستان	۶۶	اسامی اشارہ و مشتار الیہ کی ترکیب نحوی
۶۱		۷۶	آدم کے فعل تہس ہونے پر شاہد۔	۶۷	لفظ اسم کی تحقیق۔
۶۲		۷۷	مجزوعہ ضمیر و ن کی مثالیں	۶۸	دی و پار و پیر اور ام کا مابہ الامتیاز
۶۳		۷۸	ضمائر جمع متصلہ کا بجا موصوفہ استعمال	۶۹	ایہ بجائے این متصل ہوتا ہے
۶۴		۷۹	ضمائر مرفوعہ متصلہ بجائے منفصلہ	۷۰	لفظ ایہ کی حقیقت کیا ہے۔
۶۵		۸۰	کیوں نہیں مستعمل ہوتے ہیں	۷۱	اشب کا اطلاق شب گذشتہ پر
۶۶		۸۱		۷۲	شب بجای دی شب متصل ہوتا ہے
۶۷		۸۲		۷۳	امروز بخیر زمانہ حال
۶۸		۸۳		۷۴	روز بمعنی مطلق وقت و زمانہ
۶۹		۸۴		۷۵	ضمیر کا بیان اسکی تعریف اور وجہ تسمیہ
۷۰		۸۵		۷۶	ضمائر میں نسبت اسماء خبر خدا و اہلہم پر
۷۱		۸۶		۷۷	ضمیر کی دوسری وجہ تسمیہ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
	ماوہ مضاف الیہ کا ہے -	۴۵	اس کا ت ہی کے موصول ہونے پر	۴۳	جمع افراد کی کا بیان -
۹۰	بجائے تعلق ماوہ اضافت یعنی از -		ارو کے لفظ جو سے تائید -	~	ہر کا موصوع تنکیر میں استعمال
~	بیان اضافت با و فی ملا بہت	~	کبھی ہاں کان کو عزت بھی کرتے ہیں	~	کہ وجہ کا استفہام کے لیے استعمال
~	بیان اضافت صفت جانب موصوف	~	ریاضی کے شعر میں صاحب مجلس	~	چہ کا استفہام میں استعمال -
۹۱	اضافت موصوف کی جانب صفت -		کی اصلاح -	~	کہ اور چہ کے حقیقی و مجازی استعمال
~	اس امر میں اپنی تحقیق -	۴۶	کان کو ماوہ غیر موصولہ ماننے کی	~	کے بیان میں -
۹۲	دنیا بمعنی مطلق عالم -		تقدیر پر اشارہ شالیہ میں تاویل -	~	حقیقت کا حقیقت شے کے سوال
~	ترکیب اضافی والتصافی ایک جگہ جمع	~	کان کے موصول ماننے کی صورت میں	~	میں واقع ہونا -
~	ہو جائیں تو قرب والتصال سکھو ہوتا		احتراس عدم مطابقت موصوف و صفت	~	کبھی حکم ضرورت ہمزہ کی حرکت فتح کو یا
۹۳	بیان حذف مضاف -		من حیث التعلیف والتشکیر -	~	بدلہ پر بحال رکھنا -
~	بیان حذف مضاف الیہ	۴۷	وجہ اسم موصول اور اسماء اشارات	~	کہ اور چہ کا اسمی اشارہ کے
~	مضاف الیہ کی مضاف پر تقدیم		کے بہم کہنے کی -	~	ساتھ بھی استعمال -
~	ہی طرح صفت کی موصوف پر تقدیم	~	معرفہ کی پانچویں قسم -	۴۸	بعض متنبین یا طے موصوف کو
~	بیان ان مضافوں کا جن پر علامت	~	معنوی اضافت کا بیان	~	موصول قرار دیتے ہیں -
~	اضافت نہیں لائی جاتی -	۴۸	اضافہ بمعنی برودر	~	حضرت امام بخش صہبائی رحمۃ اللہ علیہ
۹۴	بیان ان مضافوں کا جن پر اکثر علامت	~	اضافہ بیانیہ تشبیہی	~	کی رائے دوبارہ اسم موصول -
~	اضافہ نہیں لاتے -	~	اضافہ تشبیہی میں من حیث الجمع	~	دوبارہ اسم موصول ان اوراق پریشان
~	یہ امر بھی مضاف کی خصوصیت ہے		والا افراد مطابقت شرط ہے -	~	کے مؤلف کی تحقیق -
۹۵	مضاف الیہ کی خصوصیت کہ	~	ایک جنس کے دو اسموں کی	~	اسی کہ کا تنکیر کا افادہ دینا -
~	اضافہ کا کرنا -		اضافہ میں تاویل	~	اسی کہ کا لفظ کے لیے استعمال
۹۶	مرکب اضافی سے جب وضع ثانوی	۴۹	اضافہ مجازی	~	ہر موصوف پر کسی صفت مصدر کا موصول
~	میں کسی شے کا نام رکھ لیا جاتا ہو	۵۰	اضافہ تملیکی	~	ہے یا تختائی تو صیغہ کی عدم ضرورت
~	بوجہ غلو بیت لحاظ ترکیب ہمیشہ کو	~	اضافہ انبی -	~	اسما و اشارہ اور لفظ ہر کے بعد یا
~	مقطوع الاضافہ کر دیا جاتا ہے -	۵۱	اضافہ ان دو اسموں میں جو معرفت	~	توصیفی کا - لانا واجب نہیں ایک
~	جن الفاظ کو پہنے اکثر تک علامت		اور صدق میں مساوی ہیں ممتنع	~	تجوہزی استحسانی امر ہے
~	اضافہ کے ساتھ استعمال ہونا چاہیے		ہے پس زر طلا و طلا سے زر و دیر	~	اسم اشارہ اور لفظ ہر یا تو صیغہ کی
~	تھا انہیں کا کبھی کسرو اضافہ کے		آپ وغیرہ متادل ہیں -	~	ایک وقت میں جمع پہچانا -
~	ساتھ استعمال اور تالاب و سیلاب کو	~	صاحب حیات سودی کے محاکمہ پر	۵۵	ہمہ کے دخول پر باکا استعمال
~	حیثیت اسی سے قطع نظر کے اضافہ		جو دوبارہ بوستان و غرائب کیا گیا	~	ہر کا کل مجموعی کے معنوں میں استعمال
~	کے ساتھ سیلاب و تالاب آب کہنا		ہے مؤلف کتاب کی رائے -	~	ہر کو موکہ ہمہ کے ساتھ کرتے ہیں
۱۰۰	آخر حرف مضاف کا یا مخفی ہو تو علامت	۵۶	اضافہ موصوف جانب صفت	~	ہر کا دخل غلبہ جمع اور مخفی بیا ہونا
~	اضافہ کیا ہوتی ہے -	~	اضافہ صفت جانب موصوف	~	ہر کے دخل کا کمر ہونا -
~	حقیق ہمزہ جو ملے مخفی پر لایا	~	اضافہ بیانیہ یعنی از -	~	حتمی کے بعد ابتدا یا جو تو صیغہ
~	جاتا ہے -	~	بیان اس اضافہ کا جہیں مضاف	~	نہیں لاتے -



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۱۰	مصادر جعلی میں شمار کیا ہے۔	۱۰۲	وجه ثالث غیوبت منادا	۱۰۲	مثال دیہ کی لیے ثناء کے ساتھ
۱۱۱	اس جعل خاص کے لیے جو حالیہ سے	۱۰۳	وجه خاص غیوبت منادا	۱۰۳	لفظ ذہ لفتح زائے مجہ کی تحقیق
۱۱۲	حاصل ہوتا ہے تعدیت جدید بشرط ہے۔	۱۰۴	وجه ثانی خطاب منادا	۱۰۴	لفظ ذہ کی تحقیق جو معدوم معروف ہے۔
۱۱۳	حضرت صہبائی رح نے خوابینہ کے	۱۰۵	منادا پر کلمات نداء کیہ کا مکرر لانا	۱۰۵	ہمزہ فنی کے لیے فارسی زبان میں
۱۱۴	نون کو نازنین و نگنان کے نون	۱۰۶	تعجب حسرت آرزو ہمتا کے لیے	۱۰۶	بھی آتا ہے۔
۱۱۵	کی طرح زائد محض مانا ہے پٹھیک	۱۰۷	مصدر کے تین درجے۔	۱۰۷	خہ خہ اور پہ پہ کا اس قاعدے سے
۱۱۶	نہیں۔	۱۰۸	فعل نازوے عمل مصدر کے لیے	۱۰۸	مستعمل ہونا۔
۱۱۷	مصدر پر پائے زائد حسن کلام کے	۱۰۹	اصل ہے اور مصدر نازوے سے تعلق	۱۰۹	تائے مدد جو حالت وقتی میں ہاں جاتی
۱۱۸	لئے بہت کم لاجی ہوتی ہے۔	۱۱۰	فعل کے لیے اصل	۱۱۰	ہے بحساب جمل کے اسکے عدد کی ت
۱۱۹	بسودن میں باجوہر کلمہ کی ہے	۱۱۱	مصادر ناقص التصریف	۱۱۱	خدا تعالیٰ پادشاهی کی ہمزہ کی عدد کیا
۱۲۰	زائد نہیں۔	۱۱۲	مصادر معدوم المشتقات	۱۱۲	یعنی چاہیے۔
۱۲۱	مصادر کے اخیر میں الف زائد	۱۱۳	فارسی میں علامت مصدر	۱۱۳	حرف حرکت کیلئے علامت بن سکتا ہے
۱۲۲	بھی جن کلام کے لیے لایا جاتا ہے	۱۱۴	مصادر کے تین حال لازم متحد	۱۱۴	الف اور باکی مجموعی حالت کا ہمزہ میں
۱۲۳	بیان حاصل بالمصدر۔	۱۱۵	مشترک۔	۱۱۵	موجود ہونے کا ثبوت۔
۱۲۴	بیان مصدر معروف و مجهول۔	۱۱۶	مصادر معروف۔	۱۱۶	لائے التعمین نذرنا منادا کو معرفہ
۱۲۵	حاصل بالمصدر میں معروف و	۱۱۷	مصادر مجهول۔	۱۱۷	نہیں بناتا۔
۱۲۶	مجهول کا اعتبار۔	۱۱۸	فارسی میں عربی کی طرح معروف	۱۱۸	کلمات نداء کی تعریف۔
۱۲۷	حاصل بالمصدر کی وجہ تسمیہ	۱۱۹	مجهول کے لیے ایک ہی صورت	۱۱۹	غائب حقیقی۔
۱۲۸	حاصل بالمصدر کا مصدر حقیقی کی	۱۲۰	معنی شعر شہور سے خواہم از	۱۲۰	غائب مجازی۔
۱۲۹	زبی میں آنا اور اسکا بمعنی مفعول	۱۲۱	خدا و نئے خواہم از خدا	۱۲۱	نداء حقیقی۔
۱۳۰	مستعمل ہونا۔	۱۲۲	تعریف اصلی و وضعی	۱۲۲	نداء مجازی۔
۱۳۱	حاصل بالمصدر کا مطلق ماضی کے	۱۲۳	تعریف مصدر جعلی	۱۲۳	نداء حقیقی و تقدیری کا بیان
۱۳۲	زبی میں آنا اور اسکا بمعنی مفعول	۱۲۴	مصدر جعلی کے اعلام سے ترکیب	۱۲۴	منادا کے ذکر میں نکتہ۔
۱۳۳	مستعمل ہونا اور اسکی جانب	۱۲۵	مصادر عربیہ سے مصدر جعلی کی	۱۲۵	اللہ نداء کے مقرر کرنے میں نکتہ
۱۳۴	مفعول اضافت۔	۱۲۶	ترکیب۔	۱۲۶	کسی نکتہ کی غرض سے منادا کا ذکر
۱۳۵	حاصل بالمصدر دو ماضیوں	۱۲۷	مصادر فارسی سے مصدر جعلی	۱۲۷	عین حالت نداء میں وہ اسم جسکو نداء کرتے
۱۳۶	کی صورت میں۔	۱۲۸	کی ترکیب	۱۲۸	ہیں باعتبار حقیقت حضور و غیوبت
۱۳۷	حاصل بالمصدر فصل رابط کے ساتھ	۱۲۹	مصادر ہندیہ سے مصدر جعلی کی ترکیب	۱۲۹	کے بین میں رہتا ہے اور باعتبار استہلال
۱۳۸	حاصل بالمصدر حاضر کی زبی میں	۱۳۰	بیان ان مصادر کا جو ہندی اور	۱۳۰	عرب کے اکثر صیغہ غائب ہے اور
۱۳۹	حاصل بالمصدر در صورت	۱۳۱	فارسی میں مشترک ہیں	۱۳۱	فارسی میں صیغہ حاضر اکثر ہے۔
۱۴۰	امراض مفعول کے معنوں میں۔	۱۳۲	صیغہ حالیہ سے مصدر جعلی کی ترکیب	۱۳۲	وجه اول غیوبت منادا
۱۴۱	بریدن بمعنی قطع کا امر برین	۱۳۳	نگہداشتن و کشہ شدن مصادر جعلی	۱۳۳	وجه ثانی غیوبت منادا
۱۴۲	بھی آتا ہے	۱۳۴	نہیں میں مگر صاحب قوانین و تنگی	۱۳۴	وجه ثالث غیوبت منادا
۱۴۳	حاصل بالمصدر ماضی اور امر کی صورتیں	۱۳۵	اور صاحب ہفت قلزم نے ان کو	۱۳۵	وجه استعمال حاضر منادا

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۳۴	اسم پر پائے تعنائی زیادہ کر نیسے۔	۱۲۹	بعض اساتذہ تحقیق نے دسوزگی	۱۲۳	حاصل بالمصدر اور امر حاضر اور ماضی مطلق
۱۳۵	اسم فاعل بجسے نسبت۔	۱۳۰	و خردگی و فرزندگان و قمر بیکان	۱۲۴	کی صورت میں۔
۱۳۶	نسبت بجسے فاعل۔	۱۳۱	کے کان کو بغیر انقلاب از بارائند	۱۲۵	حاصل بالمصدر صورت ماضی کے اخیر۔
۱۳۷	تکار اور ناک کے استعمال میں فرق	۱۳۲	محض مانا ہے۔	۱۲۶	بین الف و را کے الحاق سے۔
۱۳۸	پروردگار بمعنی مطلق مرئی	۱۳۳	ریدک و کوک میں کان تصغیر	۱۲۷	یہ الف و را و الا حاصل بالمصدر ماضی
۱۳۹	صاحب تحقیق القوائین کے مصادر	۱۳۴	کا نہیں۔	۱۲۸	للفاعل و لفعول ہر دو آتا ہے۔
۱۴۰	فارسی پر پائے فاعلی کے ماننے پر	۱۳۵	فارسی میں بغیر ارادہ تسمیہ و ثانی	۱۲۹	حاصل بالمصدر صیغہ ماضی مطلق کے
۱۴۱	مفعول مطلق اپنے فعل کی کسیت و	۱۳۶	بے حقیقی زائد بھی آتا ہے۔	۱۳۰	اخیر میں بے معروف کے الحاق سے۔
۱۴۲	کیفیت کے اظہار کا دوسرا سہوتا	۱۳۷	بیان مشتق۔	۱۳۱	حاصل بالمصدر امر حاضر کے اخیر میں
۱۴۳	مفعول مطلق بغیر لفظہ	۱۳۸	بیان اسم فاعل۔	۱۳۲	الف کے الحاق سے۔
۱۴۴	مفعول مطلق پر پائے زائد مجہول	۱۳۹	بیان اسم فاعل ترکیبی	۱۳۳	امر حاضر کے اخیر میں شین ماقبل
۱۴۵	بے نہ معروف۔	۱۴۰	اول اسم اور امر واحد حاضر کی	۱۳۴	مکسور کا الحاق۔
۱۴۶	بخشودن و بخشیدن ہر دو معنی ہم	۱۴۱	ترکیب سے۔	۱۳۵	یہ شین قبل مکسور والا حاصل مصدر
۱۴۷	واعطاء میں متعل ہوتے ہیں	۱۴۲	اس اسم اور امر کے درمیان	۱۳۶	اسم مفعول کے معنوں میں بھی آتا ہے
۱۴۸	رستنی میں یا یو لیاقت ہو نہ فاعلی	۱۴۳	کے فاصلہ کا بیان۔	۱۳۷	شین ضمیری کا شین مصدر کی
۱۴۹	یائے لیاقت میں لفظ لیاقت کا	۱۴۴	اسم فاعل ترکیبی کے جزو اول	۱۳۸	ساتھ قافیہ واقع ہونا۔
۱۵۰	بمعنی امکان ہے اور اس امکان	۱۴۵	یعنی اسم پر پائے مجہول اور جزو ثانی	۱۳۹	استادان سخن متحرک کو ساکن اور
۱۵۱	اعم العوام مراد ہے۔	۱۴۶	یعنی امر پر لفظ می کی زیادتی۔	۱۴۰	ساکن کو متحرک کرنے کے مجاز میں
۱۵۲	اعم العوام واجب و متنع و ممکن خاص	۱۴۷	اسم اور نہی کی ترکیب سے بھی	۱۴۱	تغیر حرکت و تبدیل لہجہ بھی تفرس
۱۵۳	و غیر سب کو شامل ہے	۱۴۸	معنی فاعلیت پیدا ہوتے ہیں۔	۱۴۲	کے لئے کفایت کرتا ہے۔
۱۵۴	اسم مفعول کا بیان۔	۱۴۹	آن ترکیبی اسم فاعل کے جزو	۱۴۳	حضرت صہبائی رح نے بعض موقع میں
۱۵۵	اسم مفعول اسم و امر کی ترکیب سے	۱۵۰	اول کی تحقیق۔	۱۴۴	شین مصدر کی مکسور الماقبل
۱۵۶	بتنا ہے۔	۱۵۱	دوسرا اسم اور ماضی مطلق	۱۴۵	کو زائد بھی مانا ہے۔
۱۵۷	صرف صیغہ امر واحد حاضر معنی	۱۵۲	کی ترکیب سے۔	۱۴۶	حاصل بالمصدر اسم اور ماضی مطلق
۱۵۸	اسم مفعول نہیں دیتا۔	۱۵۳	تیسرا امر واحد حاضر کے اخیر میں	۱۴۷	کی شکل میں۔
۱۵۹	اسم اور نہی کی ترکیب سے معنی	۱۵۴	الف زیادہ کرنے سے۔	۱۴۸	حاصل بالمصدر اسم جامد متضمن
۱۶۰	اسم مفعول پیدا ہوتے ہیں۔	۱۵۵	چوتھا ماضی مطلق کے اخیر میں	۱۴۹	معنی وصفی پر الف کا الحاق۔
۱۶۱	اسم اور ماضی مطلق کی ترکیب سے	۱۵۶	الف و را زیادہ کرنے سے۔	۱۵۰	حاصل بالمصدر اسم جامد و غیر جامد
۱۶۲	معنی اسم مفعول حاصل کرتے ہیں	۱۵۷	اس الف و را میں نسبت کا	۱۵۱	پر پائے معروف کے الحاق سے
۱۶۳	امر واحد حاضر کے اخیر میں الف کے	۱۵۸	احتمال بھی ہے۔	۱۵۲	اہل عجم مصدر عربی کو صفت کے
۱۶۴	زیادہ کرنے سے معنی اسم مفعول	۱۵۹	اسامی غیر مشفقہ کا معنی غایت	۱۵۳	معنوں میں لیتے ہیں۔
۱۶۵	حاصل ہو جاتے ہیں۔	۱۶۰	میں استعمال۔	۱۵۴	اعلام و غیر اعلام سے جب معنی
۱۶۶	صیغہ ماضی مطلق پر الف و را کے الحاق	۱۶۱	ایک تو صرف اسم جامد ہو	۱۵۵	وصفی مراد لئے جاتے ہیں انکی
۱۶۷	سے معنی اسم مفعول حاصل ہوتے ہیں	۱۶۲	یا مصدر عربی۔	۱۵۶	دلالت عام ہو جاتی ہے۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۳۸	صرف مصدر عربی بغیر ترکیب مفید	۱۳۸	ہندی الاصل ہیں -	۱۳۸	معنی اسم مفعول ہوتا ہے
۱۳۸	لیا جائے تو صلاحت ترکیب	۱۳۸	ستان طرف زبان کیلئے بھی آتا ہے	۱۳۸	یاے تختانی کے الحاق سے معنی
۱۳۸	اضافی کی تشبیہی ہو یا حقیقی دونوں	۱۳۸	الفاظ مذکورہ بلا ارادہ کثرت بھی	۱۳۸	اسم مفعول حاصل کرنا -
۱۳۸	اسم نہیں متحقق ہوگی -	۱۳۸	آتے ہیں -	۱۳۸	پائے مختفی سے نسبت مفعولی
۱۳۸	صفت مشبہ ترکیبی کے دونوں	۱۳۸	بیان اسم آلہ -	۱۳۸	حاصل کرنا -
۱۳۸	اسم نہیں ترکیب اضافی کی صلاحت	۱۳۸	اسم آلہ اسم اور امر کی ترکیب	۱۳۸	لفظ کار نسبت مفعول کے لئے -
۱۳۸	صفت مشبہ ترکیبی کے دونوں اسموں	۱۳۸	حاصل ہوتا ہے -	۱۳۸	بیان اسم ظرف ترکیبی -
۱۳۸	صفت مشبہ ترکیبی کے دونوں اسموں	۱۳۸	اسم آلہ صیغہ امر پر پائے نسبت کے	۱۳۸	اسم اور امر کی ترکیب سے
۱۳۸	بین طرف و منظور کا علاقہ	۱۳۸	الحاق سے -	۱۳۸	دو اسموں کی ترکیب سے -
۱۳۸	بیان صفت مشبہ ترکیبی کا ایک	۱۳۸	بیان اسم حالیہ -	۱۳۸	ستان کا بیان -
۱۳۸	نا درطرز پر -	۱۳۸	آمر حاضر برالف و نون زیادہ کرنی	۱۳۸	چند حروف کی ترکیب سے معنی
۱۳۸	بحث فعل -	۱۳۸	سے حالیہ بنتا ہے -	۱۳۸	ظرفی متضمن معنی مبالغیت
۱۳۸	تعریف فعل -	۱۳۸	حالیہ کے ایراد شکل کو کیا منظور ہے	۱۳۸	و کثرت ہوتے ہیں -
۱۳۸	درحقیقت زمانے دو ہیں -	۱۳۸	حالیہ اسم فاعل اور اسم مفعول کی	۱۳۸	ستان کی سین کو حرکت
۱۳۸	تحقیق حال -	۱۳۸	زری میں بھی آتا ہے -	۱۳۸	ستان کا مخفف سان بھی متصل ہو
۱۳۸	حال کو زمانہ کی قسم ٹھہرانا	۱۳۸	حالیہ اسم فاعل ترکیبی اور اسم مفعول	۱۳۸	شارسان کی تحقیق -
۱۳۸	اطلاق مجازی ہے -	۱۳۸	ترکیبی کی زری میں -	۱۳۸	زار کا بیان -
۱۳۸	فعل کا حد ث نسبت و اقتران	۱۳۸	روحی برخاک عجزی نالم - میں عزم	۱۳۸	لفظ بانار کی تحقیق -
۱۳۸	زمان پر اشتمال -	۱۳۸	دلیل کا الزام بجا نہیں	۱۳۸	لفظ سار کا بیان -
۱۳۸	مادہ حدث پر ہیئت اقتران پر	۱۳۸	جامد غیر مشتق کا حال واقع ہونا	۱۳۸	ساران و سارہ مزید علیہ سار بھی
۱۳۸	دلائل کریمہ فعل مرکب نہیں بجاتا	۱۳۸	جمل حالیہ میں لایط و عائد کی ضرورت	۱۳۸	آتا ہے -
۱۳۸	مجموعہ معانی فعل میں نسبت غیر مستقل	۱۳۸	حال مستداخلہ -	۱۳۸	سار کا مخفف سربھی آتا ہے
۱۳۸	کے دخل رہنے سے فعل کے مستقل	۱۳۸	امشبان -	۱۳۸	لفظ بار کا بیان -
۱۳۸	میں فرق آجاتا ہے -	۱۳۸	حال مترادفہ -	۱۳۸	جو تبار کو تخفیف یا جو بار بھی
۱۳۸	شاعر مولانا جامی رح کا معنی دلاتا	۱۳۸	بنظر ناکید صیغہ حالیہ کا تکرار	۱۳۸	کہتے ہیں -
۱۳۸	کو دلیل حصرتین اعم رکھنے کی وجہ -	۱۳۸	اور اس میں تخفیف -	۱۳۸	بیان لاخ کا -
۱۳۸	اس عمومیت پر شبہ اس واسطے کہ	۱۳۸	اسم اور امر کی ترکیب قدر اور انداز	۱۳۸	بیان لان کا -
۱۳۸	تضمنی لامطابق نہیں پائی جاتی -	۱۳۸	تعریف صفت مشبہ -	۱۳۸	بیان کند کا -
۱۳۸	معنی فعل کو اجمال اور تفصیل کے	۱۳۸	صیغہ صفت مشبہ کا بوزن	۱۳۸	بیان دان کا -
۱۳۸	لحاظ سے مستقل و غیر مستقل بنانا -	۱۳۸	اسم مفعول -	۱۳۸	لفظ کش اپنے منظور پر آتا ہے
۱۳۸	تقسیم فعل اسبوسے لازم متعدی	۱۳۸	صیغہ صفت مشبہ کا اسم حالیہ	۱۳۸	لفظ دان بھی اپنے مادہ پر
۱۳۸	تعریف فعل لازم -	۱۳۸	کے وزن پر -	۱۳۸	لایا جاتا ہے -
۱۳۸	تعریف فعل لازم میں اعتبار عدم ضرورت کا کافی	۱۳۸	لفظ جہان کی تحقیق -	۱۳۸	ستان اور کند درحقیقت
۱۳۸	فعل لازم کا بلا توسط حرف	۱۳۸	صفت مشبہ ترکیبی کے دونوں	۱۳۸	
۱۳۸	چار مفعول بہ زبان عربی میں -	۱۳۸		۱۳۸	

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۳۹	زبان فارسی میں -	۱۳۹	صیغہ مضارع مشترک ہے بلکہ معنی	۱۳۹	زبان اردو میں -
۱۴۰	تقریبت فعل متعدی -	۱۴۰	امر کے لیے بھی صیغہ مضارع	۱۴۰	بیان فعل ماضی و طریقہ اشتقاق وغیرہ
۱۴۱	بیان فعل ماضی و طریقہ اشتقاق وغیرہ	۱۴۱	مشترک ہے -	۱۴۱	ماضی ناقص اگر ارادہ تنا و شرط سے
۱۴۲	ماضی ناقص اگر ارادہ تنا و شرط سے	۱۴۲	امر واحد حاضر میں علامت حاضر	۱۴۲	خالی ہو دوام و استمرار کے معنی دیتا ہے
۱۴۳	خالی ہو دوام و استمرار کے معنی دیتا ہے	۱۴۳	یا بے تختانی کے حذف کی وجہ -	۱۴۳	یہ علامات بلا وصف و قنا و استمرار
۱۴۴	یہ علامات بلا وصف و قنا و استمرار	۱۴۴	اسی صیغہ مرفوعہ محذوف الیا و کا معنی	۱۴۴	محض حسن کلام کے لیے بھی لائے
۱۴۵	محض حسن کلام کے لیے بھی لائے	۱۴۵	مضارع عربی استعمال -	۱۴۵	جاتے ہیں -
۱۴۶	جاتے ہیں -	۱۴۶	الف والے دعائیہ صیغے امر کے	۱۴۶	یا بے مجهول والی ماضی ناقص کے
۱۴۷	یا بے مجهول والی ماضی ناقص کے	۱۴۷	صیغے ہیں -	۱۴۷	تین صیغے واحد و جمع حاضر اور جمع ماضی
۱۴۸	تین صیغے واحد و جمع حاضر اور جمع ماضی	۱۴۸	نہی اور دعائیہ الف والے صیغوں	۱۴۸	قلیل الاستعمال ہیں بشرط استعمال
۱۴۹	قلیل الاستعمال ہیں بشرط استعمال	۱۴۹	پر نفی کے لیے میم لائی جاتی ہے -	۱۴۹	نہیں -
۱۵۰	نہیں -	۱۵۰	اگر نہی میں ترخیم اور دعائیہ صیغہ	۱۵۰	صیغہ ماضی کو بجائے مضارع لائے
۱۵۱	صیغہ ماضی کو بجائے مضارع لائے	۱۵۱	میں زیادتی نہ تو نفی کے لیے زن	۱۵۱	میں نکلتے -
۱۵۲	میں نکلتے -	۱۵۲	ہی لایا جائیگا -	۱۵۲	است و بود و باید و تناید و توان
۱۵۳	است و بود و باید و تناید و توان	۱۵۳	اگر در میان نفی اور منفی کے چلے	۱۵۳	توان کی ترکیب سے وہ مرکب کلام
۱۵۴	توان کی ترکیب سے وہ مرکب کلام	۱۵۴	واقع ہو جب بھی بجائے میم	۱۵۴	بجائے کلمہ نہیں رہتا -
۱۵۵	بجائے کلمہ نہیں رہتا -	۱۵۵	نون ہی نفی کے لیے لایا جائیگا -	۱۵۵	توان و توان کا مابہ الامتیاز
۱۵۶	توان و توان کا مابہ الامتیاز	۱۵۶	ان صیغوں کی نفی کے لیے میم کے	۱۵۶	لفظ توان کی تحقیق -
۱۵۷	لفظ توان کی تحقیق -	۱۵۷	خاص کرنے کی وجہ -	۱۵۷	صیغہ ہائے جمع غائب کا بجائے
۱۵۸	صیغہ ہائے جمع غائب کا بجائے	۱۵۸	شبه بر ترتیب ذکر سی -	۱۵۸	مجهول استعمال -
۱۵۹	مجهول استعمال -	۱۵۹	جواب شبه -	۱۵۹	زبان اردو میں بھی صیغہ جمع سچا
۱۶۰	زبان اردو میں بھی صیغہ جمع سچا	۱۶۰	وجہ اول -	۱۶۰	مجهول استعمال ہے -
۱۶۱	مجهول استعمال ہے -	۱۶۱	وجہ دوم -	۱۶۱	صیغہ جمع غائب کے محذوف الف ظاہر
۱۶۲	صیغہ جمع غائب کے محذوف الف ظاہر	۱۶۲	وجہ سوم -	۱۶۲	ہونے کی دوسری تاویل -
۱۶۳	ہونے کی دوسری تاویل -	۱۶۳	تائید ان وجوہ کی اساتذہ کے کلام سے	۱۶۳	صیغہ معلوم مفرود کا محذوف الفاعل
۱۶۴	صیغہ معلوم مفرود کا محذوف الفاعل	۱۶۴	رشدی عکس ترتیب کے قائل ہیں	۱۶۴	مستعمل ہونا بھی سہی طرح متاثر ہے
۱۶۵	مستعمل ہونا بھی سہی طرح متاثر ہے	۱۶۵	حرف نفی و اثبات ایک فعل پر	۱۶۵	صاحب غرض سخن حضرت صہبائی
۱۶۶	صاحب غرض سخن حضرت صہبائی	۱۶۶	جمع پڑنے سے حرف اثبات پر	۱۶۶	نے توان کو بجائے توان استعمال کرنا
۱۶۷	نے توان کو بجائے توان استعمال کرنا	۱۶۷	نفی کیون مقدم ہوتی ہے اسکی	۱۶۷	جائز فرمایا ہے غلطی کا تہ کی وجہ
۱۶۸	جائز فرمایا ہے غلطی کا تہ کی وجہ	۱۶۸	وجہ اول -	۱۶۸	سے دہوکہ کھایا ہے -
۱۶۹	سے دہوکہ کھایا ہے -	۱۶۹	حرف نفی و اثبات ایک فعل پر	۱۶۹	مضارع کا بیان -
۱۷۰	مضارع کا بیان -	۱۷۰	کیون بہت جمع ہوتے ہیں اسکا	۱۷۰	حال اور استقبال کے معنوں کو
۱۷۱	حال اور استقبال کے معنوں کو	۱۷۱	استعمال اکثر میں کیون نہیں		
		۱۷۱	وجہ ثانی تقدیم حرف نفی بر حرف		
		۱۷۱	اثبات -		
		۱۷۱	مضارع متعین الاستقبال پر لفظ		
		۱۷۱	می -		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
	دعا حاضر و شکم کے موقع میں برابر مستعمل ہوتا ہے۔		تاویل میں مصدر کے ہو کر اس کا مفعول یہ ہو جاتا ہے کوئی اُسکو مستقل فعل یعنی نوع کلمہ سے نہیں سمجھتا۔	۱۵۹	اس علامات اور فعل میں فصل جائز ہے۔
	تو ان کو صیغہ جمع غائب تو انہ سے کیوں بنایا۔		اسٹ و بود و باشد کی ترکیب سے بھی حمل فعلیہ بنتے ہیں۔		برخلاف قاعدہ اکثر یہ علامت کو چھوڑ کر عین فعل پر بھی حرف نفی کبھی یہ می یا بھی ماضی کی طرح مضارع میں دوام اور استمرار کو مفید ہوتے ہیں۔
۱۶۶	غیبت و حضور و شکم کسوجہ سے لیا جاتا ہے۔	۱۶۱	محی اور بھی علامت کیسے بن سکتے ہیں۔		لفظ خواہد کو علامت استقبال کہنے میں مجھے سخت تامل ہے۔
	تو ان کا مفعول کبھی محذوف ہوتا ہے۔	۱۶۲	نواہد والی ترکیب میں فصل بھی واقع ہوتا ہے۔		لفظ خواہد علامت مستقبل نہیں اور اسکا فعل مستقبل نہیں تو اور کیا ہے۔
	تو ان کے مفعول کے ذکر میں چند حال پیش آتے ہیں۔		اور یہ ترکیب مکون بھی ہو جاتی ہے۔	۱۶۳	یہی حال تو ان اور تو ان کی ترکیب کا ہے۔
	تو ان کا مفعول کبھی مفرد ہوتا ہے۔		خواست کی ترکیب سے بھی افادہ معنی استقبالیات کا ہوتا ہے۔		تو انہ اور خواہد کا اور ان کے بعد جو مصدر صورت ماضی میں مذکور ہوتا ہے فاعل علی سبیل التنازع ایک ہو اسی وجہ سے چونکہ حقوق ضائر مرفوعہ متصلہ خاصہ فعل ہے اسی تو انہ و خواہد پر ہوتا ہے ان کے مدخل مصدر ماضی صورت پر نہیں ہوتا۔
	کبھی جملہ مصدر بکاف ہوتا ہے۔		مضارع میں یا سے مجہول زائد اور استمرار تو انہ اور شرط کیلئے لایا جاتی ہے ماضی کی طرح مضارع میں بھی		اسی طرح بود و است و باید و شاید وغیرہ کو سمجھنا چاہیے کہ مفرد فعل یعنی وہ نوع کلمہ سے نہیں۔
	کبھی اس جملہ پر سے کاف مصدر کی حذف کیا جاتا ہے۔		الف زائد لایا جاتا ہے۔		اس مرکب بلفظ خواہد کے مستقبل کے نام سے مشہور ہونے کی وجہ۔
۱۶۷	باب الالٹ	۱۶۳	مضارع اور ماضی میں الف زائد لایا جاتا ہے۔		یہاں شبہ یہ کہ خواہد خود مضارع مبہم الاستقبال تو دوسرے میں تعین استقبالیات نہیں کر سکتا۔
	قاعدہ اثبات الف بعد حذف علامت مصدر۔	۱۶۴	مضارع اور ماضی میں الف زائد لایا جاتا ہے۔		اسکا جواب۔
	تبس امر کا اخیر الف ہوا اسکے بعد با سے زائد بھی لانا جائز ہے۔		مضارع اور ماضی میں الف زائد لایا جاتا ہے۔		دوسرا شبہ یہ کہ استقبال زمانی کی ایک قسم ہے تقدم کے لئے ضرور نہیں زمانی ہو ذاتی ہو سکتا ہے۔
	قاعدہ تبدل۔		مضارع اور ماضی میں الف زائد لایا جاتا ہے۔		اسکا جواب۔
۱۶۸	واذن کے امر وہ میں کسہ کی وجہ۔		مضارع اور ماضی میں الف زائد لایا جاتا ہے۔		است و بود و باشد و شاید و باید و تو انہ و خواہد کو ان کے مدخل سے کیا تعلق ہے۔
	وہ کو بجائے لایا کے ساتھ دیا بھی کہتے ہیں۔		مضارع اور ماضی میں الف زائد لایا جاتا ہے۔		یہی خواہد مضارع پر آتا ہے اور مضارع
	قاعدہ استقاط الف۔		مضارع اور ماضی میں الف زائد لایا جاتا ہے۔		
	استادوں کا امر تاسی بھی آیا ہے۔		مضارع اور ماضی میں الف زائد لایا جاتا ہے۔		
	استادوں اور ایب نادوں پر سے الف حذف کیا جاتا ہے۔		مضارع اور ماضی میں الف زائد لایا جاتا ہے۔		
	ستادوں بمعنی قیام اور معنی گرفتن میں ماہہ الامتیاز۔		مضارع اور ماضی میں الف زائد لایا جاتا ہے۔		
۱۶۹	استاد بالضم کا مخفف ستاد اور اسکا مرید علیہ شانہ کا بیان۔		مضارع اور ماضی میں الف زائد لایا جاتا ہے۔		
	ستانہ بمعنی گرفتن پر مرزا غالب کا اعتراض کیسا ہے۔		مضارع اور ماضی میں الف زائد لایا جاتا ہے۔		
	استاد کی مضارعی استانہ لانا ہے۔		مضارع اور ماضی میں الف زائد لایا جاتا ہے۔		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۴۹	فرتادون کی بحث مضارع حذف تاو زیا تاتی یا کے ساتھ فرس متعل ہے مگر فصیح نہیں۔	۱۴۹	مرد کا برو کے ساتھ قافیہ۔ گرد بالکسر کا گرد باضم کے ساتھ قافیہ قاعدہ زیادت یاو تختانی قبل را مہملہ مردن میں قاعدہ بلا زیادت اثبات کا بھی جاری ہوتا ہے۔ استقاط مع الزیادۃ۔ کروں کے امر کن میں ضمہ کی وجہ	۱۴۹	فرتادون کی بحث مضارع حذف تاو زیا تاتی یا کے ساتھ فرس متعل ہے مگر فصیح نہیں۔
	<b>باب الحاء</b>		<b>باب الزاء</b>		<b>باب الحاء</b>
	آموختن کو جو بمعنی سیکھنا ہے لازم قرار دینا نا صواب ہے۔ مثال کروں بیط۔ مثال کروں مؤلف۔ جناب آرزو کے آموختن کو لازم کہنے پر مؤلف کی رائے۔ سعد الدین راقم کے شعر میں تاویل دوسرے شعر میں بجائے بار تقدیر زاو بیانیہ کی تقدیر پر ترکیب شعر۔ باو تقدیر سے زان لازم کا شکی بنجنا۔ دوسری تبدیل سین مہملہ کے ساتھ تیسری تبدیل شین بمعنی کے ساتھ فروختن بمعنی اضافت و بخشنے بیج کا ماہہ الاتیانہ۔ دوختن بمعنی سینا اور بمعنی دوہنا دونوں میں جدا شناس۔ گسیختن کی بحث امر مسموع نہیں۔ آختن اور ایختن مقتضاب نہیں انکے مضارع آزو اور آہیخ کلام اساتذہ میں آئے ہیں۔ آختن اور یختن ایختن کے مخفف ہیں۔		زوں بمعنی ضرب و مخفف آزون میں مسرق۔ زوں اکثر زیادت میں متعل ہو۔ ہنگنان ہنگان کا مزید علیہ ہے		آموختن کو جو بمعنی سیکھنا ہے لازم قرار دینا نا صواب ہے۔ مثال کروں بیط۔ مثال کروں مؤلف۔ جناب آرزو کے آموختن کو لازم کہنے پر مؤلف کی رائے۔ سعد الدین راقم کے شعر میں تاویل دوسرے شعر میں بجائے بار تقدیر زاو بیانیہ کی تقدیر پر ترکیب شعر۔ باو تقدیر سے زان لازم کا شکی بنجنا۔ دوسری تبدیل سین مہملہ کے ساتھ تیسری تبدیل شین بمعنی کے ساتھ فروختن بمعنی اضافت و بخشنے بیج کا ماہہ الاتیانہ۔ دوختن بمعنی سینا اور بمعنی دوہنا دونوں میں جدا شناس۔ گسیختن کی بحث امر مسموع نہیں۔ آختن اور ایختن مقتضاب نہیں انکے مضارع آزو اور آہیخ کلام اساتذہ میں آئے ہیں۔ آختن اور یختن ایختن کے مخفف ہیں۔
	<b>باب الفاء</b>		<b>باب السین</b>		<b>باب الزاء</b>
	قاعدہ اثبات فا۔ شکفتن بھی قاعدہ اثبات میں داخل ہو شکفتن شکفتن کا مصدر عری ہو شکفتن متعدی بھی آیا ہے۔ دوسرا قاعدہ زیادت۔ خفتن خفتن کا امر نہیں بلکہ خفتن خود اسکا مصدر عری ہو خواب خفتن کا امر نہیں مصدر جعلی خوابیدن کا امر ہے۔ خسب ایک جدا گانہ امر ہے اسکی بحث مصدر متعل نہیں اور خسپیدن اسکا مصدر جعلی ہے۔ خفتن بالفتح مقتضاب ہے۔ تیسرا قاعدہ تبدیل فقط۔ یاختن شکفتن کی بحث امر میں تبدیل اور واو ہر دو کے ساتھ جائز ہے۔ تبدیل صرف واو کے ساتھ۔ شنون اور شنیدن کی تحقیق۔ نوشیدن اور نوشیدن بمعنی سح شنویدن کا قلب اور مزید علیہ ہے تمکن ہے نوشیدن اصل واو مستقل مصدر ہو اور نوشیدن اس کا مخفف۔		سین اور لام میں مبادلت۔ حذف صرف۔ حذف مع زیادت فون حذف مع زیادت واو۔ حذف مع زیادت فون و وال۔ حذف سین مع زیادت یا و فون۔ نشتن کا تقدیر نشاختن و نشان و نشاندن و نشانستن آیا ہے نشتن کی بحث مصدر و بحث امر محذوف المصدر یعنی نشستن و نشین بلانوں بھی متعل ہے۔ اس محذوف المصدر کا تقدیر شاندن آیا ہے۔ نشتن کے محمول پر بجائے برو و صلہ بھی آیا ہے۔		<b>باب الزاء</b>
	<b>باب الشین</b>		<b>باب الشین</b>		<b>باب الزاء</b>
	فائدہ اثبات شین بمعنی۔ کشتن باضم بمعنی قتل شین قبل مکسور کا قافیہ واقع ہوجاتا ہے۔ قاعدہ زیادت واو بعد شین۔ شدن در اصل شون بالواو کا		فائدہ اثبات شین بمعنی۔ کشتن باضم بمعنی قتل شین قبل مکسور کا قافیہ واقع ہوجاتا ہے۔ قاعدہ زیادت واو بعد شین۔ شدن در اصل شون بالواو کا		یاب الرا میں قاعدہ اثبات خوردن بمعنی لازم۔ خوردن ایسے کلمہ کا قافیہ بھی واقع ہوجاتا ہے جو رائے قبل مضموم ہو ہش کا خوش کے ساتھ قافیہ گردہ کا برو کے ساتھ قافیہ۔



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۴۹	شعوبین کبھی داؤ حذف ہو کر شینین اور کبھی یا حذف ہو کر شندون اور کبھی داؤ اور یا دونوں حذف ہو کر شندن رہ جاتا ہے۔	۱۴۹	کبھی یا دونوں مطلق پاک و صاف کرنے کے معنوں میں آتا ہے۔	۱۴۹	مفضل کی اضافت مفضل علیہ کی طرف شرط بشرط ہے۔
۱۵۰	شینین پر الف زیادہ کر کے شینین بھی کہتے ہیں۔	۱۵۰	باب الواو میں قاعدہ زیادت بھی ہے چونکہ وہ مصادر شاذہ الاستعمال میں لایا جاتا ہے بیان نہیں کیا۔	۱۵۰	استعمال تفضیل بطریق اضافت و بطریق تحلیل میں نسبت عموم ملحقہ تعلق ہوگی۔
۱۵۱	شینین پر الف زیادہ کر کے شینین بھی کہتے ہیں۔	۱۵۱	مصدر ہیسودن کی تحقیق۔	۱۵۱	مفضل اگر معنی وضعی کو متضمن ہو علم یا کوئی اور اسم ہو تو متادل ہوگا
۱۵۲	شینین پر الف زیادہ کر کے شینین بھی کہتے ہیں۔	۱۵۲	باب الیاء	۱۵۲	آز براے استعانت۔
۱۵۳	شینین پر الف زیادہ کر کے شینین بھی کہتے ہیں۔	۱۵۳	قاعدہ حذف	۱۵۳	آز جلیہ بچنے برائے۔
۱۵۴	شینین پر الف زیادہ کر کے شینین بھی کہتے ہیں۔	۱۵۴	قاعدہ زیادت۔	۱۵۴	آز سببیہ۔
۱۵۵	شینین پر الف زیادہ کر کے شینین بھی کہتے ہیں۔	۱۵۵	مصدر ویدن کی تحقیق۔	۱۵۵	فرق در میان اجلیہ اور سببیہ کیا ہے
۱۵۶	شینین پر الف زیادہ کر کے شینین بھی کہتے ہیں۔	۱۵۶	چیدن بچیف یا چدن بھی آیا ہے۔	۱۵۶	آز عملہ اضافت۔
۱۵۷	شینین پر الف زیادہ کر کے شینین بھی کہتے ہیں۔	۱۵۷	حذف الحرف	۱۵۷	اس تحلیل سے شکم کو کونسا فائدہ
۱۵۸	شینین پر الف زیادہ کر کے شینین بھی کہتے ہیں۔	۱۵۸	حروف جر کا بیان اور انکی وجہ تسمیہ	۱۵۸	مطلوب ہے۔
۱۵۹	شینین پر الف زیادہ کر کے شینین بھی کہتے ہیں۔	۱۵۹	آز ابتدائیہ کی علامت	۱۵۹	صحت اضافت کے لئے کوئی مناسبت
۱۶۰	شینین پر الف زیادہ کر کے شینین بھی کہتے ہیں۔	۱۶۰	آز ابتدائیہ بقرینہ مقام حذف بھی کیا جاتا ہے۔	۱۶۰	بھی کفایت کرتی ہے تو ازاد کی کو
۱۶۱	شینین پر الف زیادہ کر کے شینین بھی کہتے ہیں۔	۱۶۱	آز بیانیہ۔	۱۶۱	محلہ میں کیوں مرج نہ کر دیا۔
۱۶۲	شینین پر الف زیادہ کر کے شینین بھی کہتے ہیں۔	۱۶۲	آز بیانیہ علامت لفظی۔	۱۶۲	آز ماؤ می۔
۱۶۳	شینین پر الف زیادہ کر کے شینین بھی کہتے ہیں۔	۱۶۳	آز بیانیہ بقرینہ مقام حذف کیا جاتا ہے	۱۶۳	مجرور ازادہ حقیقی بھی ہوتا ہے
۱۶۴	شینین پر الف زیادہ کر کے شینین بھی کہتے ہیں۔	۱۶۴	آز تبعیضیہ۔	۱۶۴	اور ادعائی بھی۔
۱۶۵	شینین پر الف زیادہ کر کے شینین بھی کہتے ہیں۔	۱۶۵	آز انتزاعیہ۔	۱۶۵	آز برائے قسمت
۱۶۶	شینین پر الف زیادہ کر کے شینین بھی کہتے ہیں۔	۱۶۶	آز انتزاعی بقرینہ مقام حذف کیا جاتا ہے	۱۶۶	آز بچنے در۔
۱۶۷	شینین پر الف زیادہ کر کے شینین بھی کہتے ہیں۔	۱۶۷	آز اعراضیہ۔	۱۶۷	آز بچنے ہائے مرکبہ الصالیہ۔
۱۶۸	شینین پر الف زیادہ کر کے شینین بھی کہتے ہیں۔	۱۶۸	آز تفضیلیہ۔	۱۶۸	جزو صفت۔
۱۶۹	شینین پر الف زیادہ کر کے شینین بھی کہتے ہیں۔	۱۶۹	مفضل یا مفضل علیہ کے حذف میں کوئی نکتہ مقصود ہوتا ہے۔	۱۶۹	حروف روابط مطلقاً جزو صفت واقع ہو سکتے ہیں خصوصیت از کی
۱۷۰	شینین پر الف زیادہ کر کے شینین بھی کہتے ہیں۔	۱۷۰	مفضل علیہ کی مفضل پر تقدیم بعض اسم متضمن معنی تفضیل میں	۱۷۰	اس باب میں کچھ نہیں۔
۱۷۱	شینین پر الف زیادہ کر کے شینین بھی کہتے ہیں۔	۱۷۱	بعض حروف تفضیل مفضل نجاتے ہیں	۱۷۱	آز جزو صفت کا حذف۔
۱۷۲	شینین پر الف زیادہ کر کے شینین بھی کہتے ہیں۔	۱۷۲	کبھی ان سے معنی تفضیلی کی تجرید کر لیا جاتی ہے تو حروف تفضیل یعنی لفظ	۱۷۲	آز وصلہ۔
۱۷۳	شینین پر الف زیادہ کر کے شینین بھی کہتے ہیں۔	۱۷۳	تربہ ترین ان پر داخل کیے جا کر	۱۷۳	آز وصلہ پر سیدن وغیرہ کا ہے
۱۷۴	شینین پر الف زیادہ کر کے شینین بھی کہتے ہیں۔	۱۷۴	بعد حذف حرف جر صیغہ تفضیل کو مفضل	۱۷۴	فاعل اور مفعول اول اور ثانی
۱۷۵	شینین پر الف زیادہ کر کے شینین بھی کہتے ہیں۔	۱۷۵	علی کی جانب اضافت کر سکتے ہیں	۱۷۵	پر لایا گیا ہے۔
۱۷۶	شینین پر الف زیادہ کر کے شینین بھی کہتے ہیں۔	۱۷۶	آز ابتدائیہ۔	۱۷۶	آز زائدہ۔
۱۷۷	شینین پر الف زیادہ کر کے شینین بھی کہتے ہیں۔	۱۷۷	کلام میں حروف زائدہ فائدہ بخشی سے اضافی نہیں رہتے۔	۱۷۷	کلام میں حروف زائدہ فائدہ بخشی سے اضافی نہیں رہتے۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
~	کَاف علیہ۔	۱۹۸	حذف در۔	۱۹۲	آزیر اور زیر کی تحقیق۔
~	کَاف غائبہ۔	~	لفظ بر کا بیان۔	~	آز اور را اور بر سے یا بر وغیرہ
~	حذف کاف علیہ۔	~	بر بر سے استعمالے حقیقی۔	~	ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں۔
۲۰۳	کَاف تمثیلیہ۔	~	بر اسمی یعنی اسپر یا رتسمیہ لگا کر	~	آز اول اور از پیش وغیرہ میں
~	کَاف تفریعیہ۔	~	برہ کہتے ہیں۔	~	از کیسا ہے۔
~	کَاف شرطیہ۔	~	بر اسمی یعنی نزدیک۔	۱۹۳	آز بر سے اور از اول کے دونوں
~	کَاف جزائیہ۔	~	بر اسمی و حرفی میں ما بہ الامتیاز	~	زائدہ از میں فرق۔
~	صاحب جوابہ الحروف اس کاف	~	بر ازومیہ۔	~	ناگاہ اچانک کے معنی کیوں دیتا ہو
~	کوزنہاریہ کہتے ہیں اور چند شرطوں	~	بر سببیہ۔	~	از اگر اپنے ماقبل کلمہ کے ساتھ ملتا
~	سے ساتھ مشروط کرتے ہیں۔	۱۹۹	بر اجلیہ۔	~	ہے الف کی حرکت ماقبل کو دے کر
۲۰۵	کَاف ازومیہ۔	~	بر اتصالیہ۔	~	الف کو گرا دیتے ہیں۔
~	کَاف فحائیہ الفاقیہ۔	~	بر یعنی مقابل و پیش و نزد۔	~	تا و انتہائیہ سادہ۔
~	کَاف عاطفہ اضرایہ۔	~	بر یعنی الی۔	~	علامت تا و انتہائیہ کی۔
~	کَاف اضرایہ جسمین ترقی	~	بر یعنی در۔	۱۹۲	حذف تا و انتہائیہ۔
~	معطوف مقصود نہیں۔	~	بر مفعولی۔	~	تا و ابتدائیہ تضمنیہ۔
~	کَاف اضرایہ جسمین ترقی	~	بر یعنی با وجود۔	~	تا و انتہائیہ تضمنیہ۔
~	معطوف مقصود ہے۔	~	بر زائدہ تاکیدیہ۔	~	تا یعنی حے۔
~	کَاف عاطفہ سادہ یعنی واو۔	۲۰۰	بر زائدہ تزیینیہ۔	~	تا و علی و سببیہ۔
۲۰۶	وقت قیام قرینہ حذف کاف خزا	~	بیان را۔	۱۹۵	تا و ازومیہ۔
~	کَاف تفصیلیہ۔	~	را یعنی برائے تخصیصیہ۔	~	تا و بیانیہ۔
~	کَاف مقولہ کی تحقیق۔	~	مرخداے راین مرزائدہ نہیں ہو	~	تا و نہاریہ تاکیدیہ۔
۲۰۷	اس کاف مقولہ کا مصدر یہ نا	~	تاکید اختصاص کرتا ہے۔	۱۹۶	تا و اسمی بمعنی جہہ و ظرف
~	رکھنا انسب ہے۔	۲۰۱	را توسلیہ۔	~	بیان لفظ در۔
۲۰۸	اس کاف کو در صورت خصوصیت	~	را علیہ۔	~	ظرف زمان و مکان میں در کا استعمال
~	معنی قول کاف تفسیر کہنا چاہیے۔	~	را سببیہ۔	~	حقیقی ہے اور غیر ہما میں مجاز۔
~	کَاف دعائیہ۔	~	را سے علیہ کا حذف۔	~	در یعنی بر۔
~	حذف کاف دعائیہ۔	~	راء استعلا۔	~	در یعنی قرب۔
~	کَاف قسم۔	~	را ظرفیہ۔	~	در یعنی پیش۔
~	حذف کاف قسم۔	۲۰۲	را یعنی از۔	۱۹۷	در بجائے را مفعول۔
~	کَاف تشبیہ۔	~	را یعنی با۔	~	در تمیزیہ۔
۲۰۹	کَاف بیانیہ۔	~	را محملہ اضافت۔	~	در اتصالیہ۔
~	کَاف تردیدیہ۔	~	را زائدہ محض۔	~	در ضربیہ۔
~	کَاف زائدہ۔	۲۰۳	حذف را سے علامت مفعول	~	در زائدہ تاکیدیہ۔
۲۱۰	کہ اسمی موصول۔	~	بیان کاف۔	۱۹۸	در زائدہ تزیینیہ

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
	کے لئے فعل متعلق کا سینہ ماضی	۲۱۵	ہائے تقدیر -	۲۱۰	کہ استخباری -
	ہونا شرط ہے -	"	اور حروف کو حرف تقدیر کہیں کہتے	"	کہ تقریری -
۲۱۹	بسا کے جواب میں کاف کا مقدر	"	ہائے صلہ -	"	کہ انکاری -
	یا محفوظ ہونا ضرور ہے -	"	ہائے زائدہ -	"	استفہام انکاری میں دوسری تاویل
"	افہار تاسف و تحسر کے لئے اس پر	"	ہائے معنی یا بے مرکب -	۲۱۱	کہ اور چہ استفہام کا موضع استعمال
"	حرف مذامبی لایا کرتے ہیں -	"	ہائے معنی باوجود -	"	کہ اور چہ ایک جگہ جمع ہو کر معنی
"	نہیں اور بسے کا بیان -	۲۱۶	بیان ہائے مرکب -	"	چرا کا دیتے ہیں -
"	مدخل بسا مفرد و جمع دونوں	"	ہائے مرکب معیت -	"	دونوں کے دو کافوں کا ایک جگہ اجتماع
"	طرح مستعمل ہے -	"	ہائے مرکب عاطفہ -	"	ہائے الصافیہ -
"	واو قسمیہ کا بیان -	"	ہائے مرکب بھنے اے -	"	ہائے الصافیہ -
"	تعریف تشبیہ -	"	ہائے مرکب ظرفیہ -	۲۱۲	ہائے مصاحبت -
"	استعارہ تحقیقی -	"	ہائے مرکب استعلا -	"	ہائے الصافیہ اور باجمعیہ کا ماہ الامتیاز
"	استعارہ بالکنایہ -	"	ہائے مرکب بھنے اذ -	"	ہائے استعانت -
۲۲۱	استعارہ تخیلیہ -	"	ہائے مرکب بجاے رائے محلہ	"	ہائے توسل -
"	تعریف تجرید -	"	ہائے مرکب بھنے تصرف -	"	ہائے غایت بھنے برائے -
"	تشبیہ میں پانچ چیزوں کا ہونا واجب	"	ہائے مرکب بھنے اختصاص -	"	ہائے علت و سبب -
"	اگر چہ تشبیہ کیلئے پانچ چیزوں کا ہونا	"	ہائے مرکب بھنے باوجود -	"	ہائے معاوضہ و مقابلہ -
"	واجب ہے مگر ارکان اور اجزا کو تشبیہ	۲۱۷	ہائے مرکب معنی پیش و تقابل	۲۱۳	ہائے موافقت -
"	صرف چار ہیں -	"	ہائے مرکب بھنے معاوضہ -	"	ہائے لیاقت -
"	غرض تشبیہ ارکان سے خارج ہے	"	ہائے مرکب برائے استعانت	"	ہائے تصرف -
"	تشبیہ میں دوسری شے اصل ہیں -	"	ہائے مرکب عاطفہ -	"	ہائے مقداریہ -
۲۲۲	ایک شے کو دوسری شے کے ساتھ	"	ہائے مرکب صلہ -	"	ہائے تمیز -
"	تشبیہ دینے سے کیا منظور ہے -	۲۱۸	دو حروف خواہ ایک نوع کے ہوں	"	ہائے قسمیہ -
"	جہاں تشبیہ سے اتنی اور اگل کا وجود	"	خواہ ہوں کسی کلمہ پر جمع ہوں ان	"	ہائے ابتدائیہ -
"	محال ہوتا ہے تو کبھی اضعاف نقص	"	میں ایک حذف کر دیا جاتا ہے -	"	ہائے معنی تا انتہائیہ
"	ہی کو تشبیہ بہ بنا دیتے ہیں -	"	دو کاف کا ایک جگہ جمع ہو جانا شاذ ہی	۲۱۴	ہائے معنی آلی -
"	کبھی میں تشبیہ بہ بنا دیا جاتا ہے	"	فرا کا بیان -	"	ہائے معنی پیش -
۲۲۳	چاروں کن تشبیہ کے مذکور -	"	فرا بجاے ہائے صلہ -	"	ہائے معنی نرد -
"	تشبیہ کے چاروں کن مذکور ہوں -	"	فرا ظرفیہ -	"	ہائے معنی زیر -
"	صرف تشبیہ محذوف باقی مذکور -	"	فرا بھنے بر استعلا -	"	ہائے تشبیہی -
"	صرف اواد تشبیہ محذوف باقی مذکور	"	فرا بھنے پیش -	"	ہائے ظرفیہ بھنے و -
"	صرف وجہ تشبیہ محذوف -	"	فرا زائد -	"	درجہ بندی کی ہائے ظرفیہ سے تفہیم
"	تشبیہ اور اواد یہ دونوں محذوف	۲۱۵	بیان بسا اور اس کا مخفف بس	"	حذف ہائے ظرفیہ
"	باقی مذکور -	"	چونکہ بسا انشائے کثیر محققہ کیلئے	"	ہائے استعلا بھنے ہر -

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۲۳	مشبہ اداءہ - وجہ - شبہ - یہ نینوں محذوف صرف مشبہ مذکور۔	۲۲۳	تاکہ کو مشکبہ پر نہ اور شد بدیز سے تشبیہ دینا، بھی اسی قبیل سے ہے	۲۲۳	اسی قسم کا تشبیہ بلیغ نام ہے۔
۲۲۴	تشبیہ بلیغ اور استعارہ کا ماہہ اللہ تعالیٰ	۲۲۴	طرقین سے کیسا کا وصف مذکور ہو۔	۲۲۴	تشبیہ بلیغ اور استعارہ کا ماہہ اللہ تعالیٰ
۲۲۵	مشبہ اور مشبہ بہ مذکور باقی محذوف۔	۲۲۵	صرف مشبہ کا وصف مذکور ہو۔	۲۲۵	مشبہ اور مشبہ بہ مذکور باقی محذوف۔
۲۲۶	مشبہ مع اداءہ مذکور باقی محذوف۔	۲۲۶	طرقین کا وصف مذکور ہو۔	۲۲۶	مشبہ مع اداءہ مذکور باقی محذوف۔
۲۲۷	ارکان ثلثہ کی افراد ترکیب و تعداد	۲۲۷	یہاں وصف سے کونسا وصف مراد ہے۔	۲۲۷	ارکان ثلثہ کی افراد ترکیب و تعداد
۲۲۸	اعتبار سے تشبیہ کی تقسیم	۲۲۸	تشبیہ مفصل۔	۲۲۸	اعتبار سے تشبیہ کی تقسیم
۲۲۹	جمع ارکان ثلثہ مرکب۔	۲۲۹	تقسیم نوع ثالث تشبیہ باعتبار وجہ۔	۲۲۹	جمع ارکان ثلثہ مرکب۔
۲۳۰	بعض مرکب اور بعض مفرد۔	۲۳۰	تشبیہ قریب مبتذل۔	۲۳۰	بعض مرکب اور بعض مفرد۔
۲۳۱	متعدد و مرکب میں کیا فرق ہے	۲۳۱	تشبیہ بعید غریب۔	۲۳۱	متعدد و مرکب میں کیا فرق ہے
۲۳۲	تعدد و طریقین۔	۲۳۲	وجہ مشبہ کی مناسبت میں جب کمال بعد ہوتا ہے جب بھی پایہ بلاغت سے گرجاتی ہے۔	۲۳۲	تعدد و طریقین۔
۲۳۳	تعدد و وجہ۔	۲۳۳	باعتبار حذف و ذکر ارکان ثلثہ	۲۳۳	تعدد و وجہ۔
۲۳۴	تقسیم تشبیہ باعتبار طریقین۔	۲۳۴	تشبیہ قوی و ضعیف ہو جاتی ہے	۲۳۴	تقسیم تشبیہ باعتبار طریقین۔
۲۳۵	ملفوظ مرتب۔	۲۳۵	صرف مشبہ بہ مذکور باقی ارکان محذوف۔	۲۳۵	ملفوظ مرتب۔
۲۳۶	ملفوظ غیر مرتب۔	۲۳۶	مشبہ و مشبہ بہ مذکور باقی محذوف۔	۲۳۶	ملفوظ غیر مرتب۔
۲۳۷	تشبیہ مفروق۔	۲۳۷	یہ دونوں قسمیں اقویٰ ہیں۔	۲۳۷	تشبیہ مفروق۔
۲۳۸	وجہ متعدد جس کے کل اجزاء حسی ہیں۔	۲۳۸	چاروں رکن کا ذکر کرنا تشبیہ کو اضعف کر دیتا ہے۔	۲۳۸	وجہ متعدد جس کے کل اجزاء حسی ہیں۔
۲۳۹	وجہ متعدد بجمع اجزاء عقلی۔	۲۳۹	باقی بین بین ہیں در میان ضعف و قوت۔	۲۳۹	وجہ متعدد بجمع اجزاء عقلی۔
۲۴۰	وجہ مشبہ مختلف بعض حسی اور بعض عقلی	۲۴۰	مشبہ کے استہر اور خص اور کمال	۲۴۰	وجہ مشبہ مختلف بعض حسی اور بعض عقلی
۲۴۱	تقسیم ارکان باعتبار حسی و عقلی۔	۲۴۱	اوصاف وجہ مشبہ بنائی جاتی ہے نہ مطلق اوصاف۔	۲۴۱	تقسیم ارکان باعتبار حسی و عقلی۔
۲۴۲	حسی سے ہماری بیان کیا مراد ہے	۲۴۲	تقسیم باعتبار تقیید و عدم تقیید ارکان	۲۴۲	حسی سے ہماری بیان کیا مراد ہے
۲۴۳	تشبیہ وہی۔	۲۴۳	طرقین اور وجہ مطلق یعنی غیر مقید۔	۲۴۳	تشبیہ وہی۔
۲۴۴	تفرق وہی و خیالی۔	۲۴۴	مشبہ و مشبہ بہ غیر مقید۔	۲۴۴	تفرق وہی و خیالی۔
۲۴۵	تشبیہ خیالی وہی کا ماہہ الامتياز۔	۲۴۵	صرف مشبہ مقید۔	۲۴۵	تشبیہ خیالی وہی کا ماہہ الامتياز۔
۲۴۶	خیالات کی طرح و عیات حسی ہیں	۲۴۶	صرف مشبہ بہ مقید۔	۲۴۶	خیالات کی طرح و عیات حسی ہیں
۲۴۷	تحسوس کو معقول کے ساتھ تشبیہ	۲۴۷	وجہ مشبہ مطلق۔	۲۴۷	تحسوس کو معقول کے ساتھ تشبیہ
۲۴۸	نہ دینے کی وجہ۔	۲۴۸	وجہ مشبہ مقید۔	۲۴۸	نہ دینے کی وجہ۔
۲۴۹	تشبیہ بجمع اجزاء حسی۔	۲۴۹	غرض راجع بسوے مشبہ کی پہلی قسم	۲۴۹	تشبیہ بجمع اجزاء حسی۔
۲۵۰	تشبیہ بجمع اجزاء عقلی۔	۲۵۰	یعنی مشبہ غریب منفع الوقوع	۲۵۰	تشبیہ بجمع اجزاء عقلی۔
۲۵۱	بعض اجزاء حسی بعض عقلی۔	۲۵۱		۲۵۱	بعض اجزاء حسی بعض عقلی۔
۲۵۲	مثیل اور ضرب المثل کسکو کہتے ہیں	۲۵۲		۲۵۲	مثیل اور ضرب المثل کسکو کہتے ہیں
۲۵۳	تقسیم باعتبار وجہ۔	۲۵۳		۲۵۳	تقسیم باعتبار وجہ۔
۲۵۴	تشبیہ مجمل۔	۲۵۴		۲۵۴	تشبیہ مجمل۔
۲۵۵	وجہ مشبہ کمال ظاہر	۲۵۵		۲۵۵	وجہ مشبہ کمال ظاہر
۲۵۶	وجہ مشبہ نہایت پوشیدہ ہو	۲۵۶		۲۵۶	وجہ مشبہ نہایت پوشیدہ ہو

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۳۷	بیان اداتہ تشبیہ۔	۲۳۷	ان چاروں حال میں مستعمل ہے۔	۲۳۷	بیان آن اداتہ تشبیہ کا جو اسم ہیں۔
۲۳۸	مثال آن اداتہ تشبیہ کا جو اسم ہیں۔	۲۳۸	حرف متنا پر حرف مذالائی کی غرض۔	۲۳۸	مثال عینہ جو اداتہ تشبیہ میں اسم ہے۔
۲۳۹	بیان آن اداتہ تشبیہ کا جو فعل ہیں۔	۲۳۹	آیا و آیا۔	۲۳۹	بیان آن اداتہ تشبیہ کا جو فعل ہیں۔
۲۴۰	مثال اسما بالقصر۔	۲۴۰	آیا کے لئے صمد جملہ میں واقع ہونا ضروری ہے۔	۲۴۰	بیان آن اداتہ تشبیہ کا جو حرف ہیں۔
۲۴۱	مثال آسا بالمد و ساروسان۔	۲۴۱	آیا استعجاب و مستعجاب کیلئے۔	۲۴۱	مثال آسا بالقصر۔
۲۴۲	مثال ویش۔	۲۴۲	بیان نہ و نے مشبہ بہ نیست۔	۲۴۲	مثال آسا بالمد و ساروسان۔
۲۴۳	مثال ویش۔	۲۴۳	کبھی یہ کلمات نفی محذوف الہم بھی آتے ہیں۔	۲۴۳	مثال ویش۔
۲۴۴	مثال ویش۔	۲۴۴	بیان نہ نفی جنس۔	۲۴۴	مثال ویش۔
۲۴۵	مثال وار۔	۲۴۵	اسم نہ نفی جنس کا جب علم ہوتا ہے۔	۲۴۵	مثال ویش۔
۲۴۶	لفظ سان کی تحقیق کہ وہ براستلزام کی طرح اسم اور حرف دونوں ہے۔	۲۴۶	تو متا ول ہوتا ہے۔	۲۴۶	مثال ویش۔
۲۴۷	حرف تشبیہ چون اور اس کے مخفف چو کا بیان۔	۲۴۷	فرق نفی جنس و مشبہ بہ نیست کا۔	۲۴۷	مثال وار۔
۲۴۸	لفظ چون کیفیت یا سبب سے کی طلب و اخبار کے لئے بھی آتا ہے۔	۲۴۸	ذکی اصل باختصاص ہے کبھی اسے ظاہر کے ساتھ مستعمل ہوتی ہے۔	۲۴۸	لفظ سان کی تحقیق کہ وہ براستلزام کی طرح اسم اور حرف دونوں ہے۔
۲۴۹	چون بجای چہ استعمال ہوتا ہے۔	۲۴۹	بیان نا و بے نافیہ کا۔	۲۴۹	حرف تشبیہ چون اور اس کے مخفف چو کا بیان۔
۲۵۰	چون متضمن معنی شرط۔	۲۵۰	صفتا صفتا مشتق پرنا کا داخل ہونا۔	۲۵۰	لفظ چون کیفیت یا سبب سے کی طلب و اخبار کے لئے بھی آتا ہے۔
۲۵۱	چون مشروطیہ۔	۲۵۱	اسما و غیر مشتق پر کسی اور ترکیب سے معنی و صفتی حاصل کر کے نا داخل کرنا۔	۲۵۱	چون بجای چہ استعمال ہوتا ہے۔
۲۵۲	حروف مشبہ بالفعل۔	۲۵۲	اسم غیر مشتق متضمن معنی صفت پرنا کا داخل ہونا۔	۲۵۲	چون متضمن معنی شرط۔
۲۵۳	ہمانا کا بیان۔	۲۵۳	لبعض اسماء غیر صفت و غیر متضمن معنی صفت کو بغیر کسی ترکیب صفت کے معنوں لیکر نا داخل کرنا۔	۲۵۳	چون مشروطیہ۔
۲۵۴	لفظ خود کی تحقیق۔	۲۵۴	نا توان ناخوان ناوار ناوان سے الفاعلی حذف کیا گیا ہے یعنی یہ مخرج سینہ ہیں۔	۲۵۴	حروف مشبہ بالفعل۔
۲۵۵	لفظ خود متضمن معنی ضمائر کا الحاق نا مانا۔	۲۵۵	ناکا استعمال غلات اقتضاسے قیاس۔	۲۵۵	ہمانا کا بیان۔
۲۵۶	لفظ خود و ضمائر و مفصلہ ہر و لاقی ہو سکتی ہیں۔	۲۵۶	نا داشت مجازاتے غیرت اور نیکے کو بھی کہتے ہیں۔	۲۵۶	لفظ خود کی تحقیق۔
۲۵۷	ہمانا کی تحقیق۔	۲۵۷	نا ساز و نا قبول میں ساز و قبول یعنی سازگاری ہو کر مستعمل ہونا کا استعمال حقیقت ہو گا۔	۲۵۷	لفظ خود متضمن معنی ضمائر کا الحاق نا مانا۔
۲۵۸	مانا مخفف ہمانا۔	۲۵۸	بضرورت الف ناک حذف بھی کیا جاتا ہے۔	۲۵۸	لفظ خود و ضمائر و مفصلہ ہر و لاقی ہو سکتی ہیں۔
۲۵۹	مانا اداتہ تشبیہ و مانا بمعنی باقی اس بحث سے خارج ہے۔	۲۵۹	موضع استعمال ہے۔	۲۵۹	ہمانا کی تحقیق۔
۲۶۰	دوسرا حروف مشبہ میں سے گویا۔	۲۶۰	بجساب معنی بیدار و ظلم کی تحقیق۔	۲۶۰	مانا مخفف ہمانا۔
۲۶۱	تیسرا آ رنگ۔	۲۶۱	بے داؤ معنی ظلم و معنی ظالم ہر دو کی تحقیق۔	۲۶۱	دوسرا حروف مشبہ میں سے گویا۔
۲۶۲	بلکہ جو غلبہ ظن میں مستعمل ہے۔	۲۶۲	نئے داؤ پر کلمات نسبت فاعلی کے الحاق سے بیدار و گرو نے داؤ نہ کہنا جائز ہے۔	۲۶۲	تیسرا آ رنگ۔
۲۶۳	لیکن۔	۲۶۳	لبعض موضع میں نے نافیہ غلات معتصفا قیاس بجائے نا مستعمل ہے۔	۲۶۳	بلکہ جو غلبہ ظن میں مستعمل ہے۔
۲۶۴	فرق لے اور لیک میں۔	۲۶۴	لفظ گروشت بھی کلمات استثنائے جو کلمہ استثناء جو گروشت سے استثناء ہے۔	۲۶۴	لیکن۔
۲۶۵	کاش۔	۲۶۵	حکم قبل کا ابد کے لئے بھی ثابت کیے ہیں۔	۲۶۵	فرق لے اور لیک میں۔
۲۶۶	لغات کاش۔	۲۶۶	کلمات استثناء اسما سے افعال سے ہیں۔	۲۶۶	کاش۔
۲۶۷	کاش کلمات و مشتقات عقلی و عادی۔	۲۶۷	بعض استثناء میکنم نہ حروف۔	۲۶۷	لغات کاش۔





صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
~	مین جائز ہے۔	صفحہ	صرف آنگاہ یعنی بعد ازان ہے۔	صفحہ	دیتے ہیں اور اس الف کو کتا یہ کبھی
~	یا کا استعمال اختلاف کیفیت میں	~	پس میں تہیب یا مہلت مقصود ہوتی	~	باقی رکھتے ہیں کبھی گرا دیتے ہیں۔
~	کبھی تو یہ لفظ حذف کردہ ہیں۔	~	ہے اگرچہ اکمال امر عقب تراخی	~	و او عاطفہ او معطوف کے درمیان
۲۷۹	یا ترودیدہ صرف معطوف علیہ پر	~	کے ساتھ ہو۔	~	فصل بھی واقع ہو جاتا ہے۔
~	لانا جائز ہے۔	۲۷۷	پس تقریبیہ۔	~	بیان با عاطفہ۔
~	بیان اگر ترودیدہ اور اسکا اہل غرض	~	تفریع اور تعقیب میں فرق۔	۲۷۵	بیان تا عاطفہ۔
~	کے ساتھ اختصاص۔	~	بیان باز عاطفہ۔	~	ہم عاطفہ کا بیان۔
~	اگر کا یاے ترودیدہ کی طرح معطوف	~	باز میں ترتیب مہلت اور تراخی کے	~	ہم عاطفہ معطوف و معطوف علیہ
~	و معطوف علیہ ہر دو پر لایا جانا	~	ساتھ مقصود ہو کر قی ہے۔	~	دونوں پر داخل ہوتا ہے۔
~	اور اتفاق و اختلاف کیفیت میں	~	باز عاطفہ کا معطوف کے اول و آخر	~	ہم عاطفہ کے ساتھ بنظر تاکید واؤ
~	اسکا استعمال۔	~	دونوں جملہ لانا جائز ہے۔	~	عاطفہ بھی لایا جاتا ہے۔
~	یا ترودیدہ اور اگر ترودیدہ میں فرق	~	باز عاطفہ کے ساتھ بنظر تاکید واؤ عاطفہ	~	ہم عاطفہ مفرد اور جملہ دونوں پر داخل
۲۸۰	لفظ اگر کی حقیقت۔	~	کا لانا بھی جائز ہے۔	~	ہوتا ہے خصوصیت جملہ کی کچھ نہیں۔
~	خواہ ترودیدہ کا بیان۔	~	کاف عاطفہ کا بیان۔	~	ہم عاطفہ معطوف کے اول و آخر ہر دو
۲۸۱	خواہی سے خواہ بنانے میں	~	باز متصلہ مفتی عاطفہ کا بیان۔	~	لانا جائز ہے۔
~	نکتہ کیا ہے۔	~	نہ عاطفہ کا بیان۔	~	ہم عاطفہ کا نیز عاطفہ کیساتھ جمع ہوا
~	خواہ اتفاق و اختلاف کیفیت	۲۷۸	بیان کلمات عاطفہ ترودیدہ	~	ہم عاطفہ کا مزید علیہ ہاں بھی متصل ہو
~	اور انشا و خبر میں یا کی طرح	~	یا اور اگر اور خواہ ان تینوں کلموں	~	ہاں عاطفہ کے ساتھ نیز عاطفہ بنظر
~	برابر استعمال ہے۔	~	کو معطوف و معطوف علیہ دونوں	~	تاکید لے آتے ہیں۔
۲۸۱	کاف ترودیدہ۔	~	پر لانا جائز ہے۔	~	نیز عاطفہ کا بیان۔
~	واؤ ترودیدہ کا بیان۔	~	یا اور خواہ کے استعمال میں	~	نیز عاطفہ بھی مکرر اور مقدم اور مؤخر
۲۸۲	تقاریر و توارنخ۔	~	فرق ہے یا نہیں۔	~	ہم عاطفہ کی طرح متصل ہے۔
~	فقط	~	یا کا استعمال متفق الکینیت میں	~	بیان پس عاطفہ۔
~		~	یا کا استعمال خبر اور انشا دونوں	~	پس آنگاہ میں پس یعنی بعد نہیں ہر

## صحت نامہ اغلاط دستور نامہ فارسی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵	۷	جو	چو	۳۲	۱۱	نقداد	نقداد مین	۱۱۷	۱۷	خواہید	خولہ بنید
۶	۱۳	جو	چو	۴۵	۶	اسمائی	اسمائی	۱۱۹	۱۴	کوبندگی	کوبندگی
۷	۱۲	گوئی	گویی	۵۳		غیائیہ	یعنی ایم	۱۲۰	۱۲	مین سے	مین سے
۸	۵	خارہ	خارہ	۵۴	۱	اختصار	اختصار کے	~	۱۴	اوسبب	اور سبب
۱۳	۲	حیران	حیران	~	۱۴	پسند	پسند خاطر	۱۲۲	۱۴	مرانیت	مرانیت
۱۵	۱۰	ہنسی	ہنسنے	۵۶	۱۶	خود پرست	خود پرست	۱۲۳	۲۲	بہ	یہ
۲۰	۲۲	غزا	غزا	۵۷	۲۱	اسکو	اسکو ماضی میں	~	۲۳	اور	اور
۲۳	۲۱	صور و حروف	صور و حروف	۶۱	۱۱	یہا	بہا	۱۲۴	۹	جنگ	جنگ
۲۴	۶	وجوبیت	وجوب	۶۳	۹	سامعائی	سامعائی	۱۲۵	۱۲	آباد	آباد
۲۵	۱	ہدایت	ہدایت	۶۴	۱۱	ور	ور	~	~	سرخین قافلہ	سرخین قافلہ
~	۲۲	وہ	وہ	~	۱۳	اون	اون	۱۲۹	۲۲	بائی ہصدی	بائی ہصدی
۲۶	۱۹	لھا	لھا	~	۲۳	نہ خبر	نہ خبر	۱۳۰	۱۵	آب	آب
~	۲۳	لسا	لسا	۶۶	۱۴	مرگیا	مرگیا	۱۳۱	۱۲	زود خیر	زود خیر
۲۷	۱	لسا	لسا	~	۲۳	کا	کے	۱۳۸	۱۵	بہ عمری	بہ عمری
~	۱۲	سے	سے	۶۹	۴	بخشش	بخشش	~	۲۳	تشاندت	تشاندت
۲۸	۱۵	در نہ اہل عرب	اس واسطے کہ عرب	۷۲	۱۲	شپر	شپر	۱۳۱	۱۰	گنج خانہ	گنج خانہ
		بغیر ہمزہ اخیر	حروف کو ہستہ بقیہ	۷۳	۱۱	اسم	کسی	۱۳۱	۲	بہر آن دہ	بہر آن دہ
		استعمال نہیں کرتے	بغیر ہمزہ اخیر استعمال کرتے ہیں اور عرب	۷۴	۱۱	مجلس	مجلس	~	۱۴	اضافت	انصاف
			بغیر ہمزہ اخیر کو	۷۵	۵	کہ گو	گو	~	۱۵	یا پیل	یا پیل
			لازم اور ضروری	۸۶	۹	رکھتا ہو	رکھتا ہو	۱۳۶	۷	پارسا	پارسا
			سیجے بین	~	۲۱	خلافت	خلافت	~	۸	ان گار	ان گار
۲۹	۹	قسم	قسمین	۹۰	۱	ہو	ہو	~	۲۰	خرفش	خرفش
۳۱	۲۱	بضغ	بضغ	۹۳	۲۳	جزو ہر	جزو ہر	۱۳۷	۳	سر اپانار	سر اپانار
۳۶	۱۰	ساز	ساز	۹۸	۶	کمان	کمان	~	۲۱	گہٹون نٹون	گہٹون نٹون
۳۸	۱۴	منطقہ البروج	منطقہ البروج	~	۱۳	بہ	یہ	~	~	دیخو مین دہ	دیخو مین دہ
		کے بین	کے بین	۹۹	۱۶	گیسوئے	گیسوئے	~	~	آن ہوگی	آن ہوگی
۳۹	۹	حرف	حرف	۱۰۰	~	فرنگنا ہی	فرنگنا ہی	~	~	کھٹہ منٹ دغہ	کھٹہ منٹ دغہ
~	~	حرف	حرف	~	~	کے لپٹا کیلئے	کے لپٹا کیلئے	۱۳۸	۲	واسع نہیں	واسع نہیں
۴۰	۳	شبہ	شبہ	~	~	وقت	وقت	۱۳۹	۳	مصرعہ اول	مصرعہ اول
~	~	حرف	حرف	۱۰۹	۱۳	لایا	لے آیا	۱۵۰	۲۳	پو	چو
۴۱	۵	لی	کی	۱۱۷	۱۲	خواہد	خواہد	۱۵۲	۱۳	آغار	آغار
								۱۵۳	۴	آبادما	آبادما

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۵۳	۲۰	پھون	پھون	۱۸۲	۱۸۲	پھون	پھون	۱۸۲	۱۸۲	پھون	پھون
۱۵۴	۲۲	چبے ب	چبے ب	۲۰	۲۰	چبے ب	چبے ب	۲۰	۲۰	چبے ب	چبے ب
۱۵۵	۶	مشت	مشت	۱۸۵	۱۸۵	مشت	مشت	۱۸۵	۱۸۵	مشت	مشت
۱۵۶	۱۴	دیتے من	دیتے من	۱۸۶	۱۸۶	دیتے من	دیتے من	۱۸۶	۱۸۶	دیتے من	دیتے من
۱۵۷	۱۵	سین	سین	۱۸۷	۱۸۷	سین	سین	۱۸۷	۱۸۷	سین	سین
۱۵۸	۲۰	اور فروت	اور فروت	۱۸۸	۱۸۸	اور فروت	اور فروت	۱۸۸	۱۸۸	اور فروت	اور فروت
۱۵۹	۲	دیار بہا	دیار بہا	۱۸۹	۱۸۹	دیار بہا	دیار بہا	۱۸۹	۱۸۹	دیار بہا	دیار بہا
۱۶۰	۵	قصوری	قصوری	۱۹۰	۱۹۰	قصوری	قصوری	۱۹۰	۱۹۰	قصوری	قصوری
۱۶۱	۲۶۲	۲۶۲	۲۶۲	۱۹۱	۱۹۱	۲۶۲	۲۶۲	۱۹۱	۱۹۱	۲۶۲	۲۶۲
۱۶۲	۱۶۳	۲۶۳	۲۶۳	۱۹۲	۱۹۲	۲۶۳	۲۶۳	۱۹۲	۱۹۲	۲۶۳	۲۶۳
۱۶۳	۱۵	بود کہ	بود کہ	۱۹۳	۱۹۳	بود کہ	بود کہ	۱۹۳	۱۹۳	بود کہ	بود کہ
۱۶۴	۶	پنا	پنا	۱۹۴	۱۹۴	پنا	پنا	۱۹۴	۱۹۴	پنا	پنا
۱۶۵	۸	استدن	استدن	۱۹۵	۱۹۵	استدن	استدن	۱۹۵	۱۹۵	استدن	استدن
۱۶۶	۵	گم	گم	۱۹۶	۱۹۶	گم	گم	۱۹۶	۱۹۶	گم	گم
۱۶۷	۲۰	ثانیہ	ثانیہ	۱۹۷	۱۹۷	ثانیہ	ثانیہ	۱۹۷	۱۹۷	ثانیہ	ثانیہ
۱۶۸	۱۳	ز آتش	ز آتش	۱۹۸	۱۹۸	ز آتش	ز آتش	۱۹۸	۱۹۸	ز آتش	ز آتش
۱۶۹	۳	نیارید	نیارید	۱۹۹	۱۹۹	نیارید	نیارید	۱۹۹	۱۹۹	نیارید	نیارید
۱۷۰	۶	یافتی	یافتی	۲۰۰	۲۰۰	یافتی	یافتی	۲۰۰	۲۰۰	یافتی	یافتی
۱۷۱	۱۸	آتش	آتش	۲۰۱	۲۰۱	آتش	آتش	۲۰۱	۲۰۱	آتش	آتش
۱۷۲	۱۲	زیر	زیر	۲۰۲	۲۰۲	زیر	زیر	۲۰۲	۲۰۲	زیر	زیر
۱۷۳	۱۹	ولہ	ولہ	۲۰۳	۲۰۳	ولہ	ولہ	۲۰۳	۲۰۳	ولہ	ولہ
۱۷۴	۱۵	آؤ	آؤ	۲۰۴	۲۰۴	آؤ	آؤ	۲۰۴	۲۰۴	آؤ	آؤ
۱۷۵	۲۰	دشمن دشمن	دشمن دشمن	۲۰۵	۲۰۵	دشمن دشمن	دشمن دشمن	۲۰۵	۲۰۵	دشمن دشمن	دشمن دشمن
۱۷۶	۱۲	سد	سد	۲۰۶	۲۰۶	سد	سد	۲۰۶	۲۰۶	سد	سد
۱۷۷	۶	بضمہ	بضمہ	۲۰۷	۲۰۷	بضمہ	بضمہ	۲۰۷	۲۰۷	بضمہ	بضمہ
۱۷۸	۱۱	نشستن	نشستن	۲۰۸	۲۰۸	نشستن	نشستن	۲۰۸	۲۰۸	نشستن	نشستن
۱۷۹	۱۴	قاعدہ	قاعدہ	۲۰۹	۲۰۹	قاعدہ	قاعدہ	۲۰۹	۲۰۹	قاعدہ	قاعدہ
۱۸۰	۹	یزم	یزم	۲۱۰	۲۱۰	یزم	یزم	۲۱۰	۲۱۰	یزم	یزم
۱۸۱	۱۱	شگفت	شگفت	۲۱۱	۲۱۱	شگفت	شگفت	۲۱۱	۲۱۱	شگفت	شگفت
۱۸۲	۱۴	مادرش	مادرش	۲۱۲	۲۱۲	مادرش	مادرش	۲۱۲	۲۱۲	مادرش	مادرش
۱۸۳	۲	صباد	صباد	۲۱۳	۲۱۳	صباد	صباد	۲۱۳	۲۱۳	صباد	صباد

ضمیمہ بقیہ حاشیہ دستور نامہ فارسی بقید صفحہ وسط

صفحہ	سطر	عبارت
۱۰	۱۶	(توان) نظامی مدح بکری ۵ نہ در طبع نیرو نہ در تن توان ۶ خمیدہ شد از باد سر و جوان ۶
۲۸	۳	(واقع ہو جایا کرتا ہے) مگر عربی میں سوائے ضرورت شعری کے دوسری جگہ مستعمل نہیں جیسے متنی نے اس شعر میں بکاء بالمد کو بکا بالقصر پڑھا ہے ۵ و ماذا بمصر من المضحکات ۶ و لکنہ ضحاک کا لیکا ۶
۲۸	۱۵	(ورنہ اہل عرب الخ) اور کلام مجید و فرقان جمید کے اوائل سورین حروف مقطعات جو بلا مد پڑے جاتے ہیں جیسے طہ اور ہا و یا کھلیص اور حاسم مصق اور مرا الراین امر تو فیفی ہے قیاس وقاعدہ کو اس میں کیا دخل جیسے ذکر یاء بالمد کو ذکر یا قصر کے ساتھ پڑھتے ہیں مثلاً تھی کے وقت قصر کرنا بوجہ کثرت استعمال ہے۔ علامہ غفر شری فرماتے ہیں والسبب فی ان قصر ہن متہججۃ و مدت حیث مسما الاعراب ان حال التبعی خلیقۃ بالاختلاف
		الا وحز و امتعالہا فیہ اکثر و اسد قل لے اعلم بالصواب ۱۲
۵۱	۱۹	(حافظ شرب لعل کش الخ) دلہ گر رنج پیشیت آید و گر راحت اسے حکیم ۶ نسبت مکن بغیر کہ اینہا خدا کند ۶
۵۷	۲	(نظامی) دلہ زوجگان و گواند آمد نخست ۶ کہ تو طفل بازی بدین کن درست ۶
۷۹	۱	(اسی طرح اور جانین) مولوی معنوی مدح شعری آن دے اور کہ تطیب عالم ست ۶ جان جان جان جان آدم ست ۶
۸۵	۲۲	(رگ کوہ) مولوی معنوی مدح شعری رفت ذوالقرنین سے کہ کوہ قاف ۶ دید کہ راکر زمر و بود صاف ۶ گرد عالم طلقہ کردہ او محیط ۶ ماندہ حیران اندر ان خلق بسط ۶ گفت تو کو پہ در پا چسبند کہ بہ پیش عظم تو باز ایستند ۶ گفت رگہا سے نشد آن کو ہبا ۶ مثل من نبونہ در فرو ہبا ۶ من بہر شہر سے رگی دارم نہاں ۶ بہر قوم بہتہ اطراف جہان ۶ حق چو خود ابد زلزلہ شہر سے مرا ۶

صفحہ	سطر	عبارت
۹۳	۲۳	امر فرماید کہ جنباں عرق را پس بجنبانم من آن رگ را بقہر کہ بدان رگ متصل بود دست شہرہ
۹۴	۳	فردوسی <sup>۱۳۳</sup> شعری کس از نامداران پیشین زمان نہ کردند آہنگ زبانی آسمان
۹۸	۶	(تو ہمہ ما) نظامی <sup>۱۳۳</sup> شعری پیش چنین کس ہمگی پیش کش نہ در نہ قلم بر سہمہ خویش کش
۱۳۴	۱۰	سعدی <sup>۱۳۳</sup> شعری برون بنیم اوصاف شد از حساب نہ گنج درین تنگ میدان کتاب
۱۳۸	۲۲	(اخیرین شین مجہ) نظامی <sup>۱۳۳</sup> شعری سز بچہد چونکہ نخواہ شکست
		دین جہش امروز درین خاک ہست
		(نشانزدت روزگار) دلہ <sup>۱۳۳</sup> شعری گویم اگر شدہ بود آموزگار حق یہ کہ بیان بھی لفظ کا نسبت فاعلی کے لئے ہے۔ چونکہ
		آموختن سیکھنے اور سکھانے کے دونوں معنوں میں مستعمل ہے یہاں بلحاظ معنی اول نسبت فاعلی ملحق کی گئی ہے یعنی
		سیکھنے والا۔ جہاں بمعنی استاد آتا ہے وہ بلحاظ معنی ثانی ہے یعنی سکھائی والا۔
۱۳۹	۱۷	(اصل اسکی امانت ہے) یعنی ابا پر لفظ زار جو مفید معنی کثرت ہے لایا گیا ہے۔ مولوی معنوی کا شعر ہے <sup>۱۳۳</sup> شعری
		علم دیگ و آتش از بود ترا نہ از شر نے دیگ ماند نے ابا
۱۴۰	۱۷	(اور لائح) نظامی <sup>۱۳۳</sup> شعری در قف این باد یہ دیو لائح نہ خانہ دل تنگ و غم دل فراخ نہ۔
۱۴۵	۱۳	(دوسرا اسم حالیہ) مولوی معنوی <sup>۱۳۳</sup> شعری در دردن شیران بدنجان لاغر ان نہ درنگ گاو ان را بودندی خوران
۱۵۲	۹	(اسی صیغہ مفعول کا) حافظ <sup>۱۳۳</sup> شعری من گویم کہ چکن باکہ نشین و چہ نبوش نہ کہ تو خود دانی اگر زیرک و عاقل باشی
۱۵۷	۲۳	(لفظ باد) حافظ فرماید تابدضای باد یارت نہ جز عیش مباد و بیج کارت و لہ کارت ہم حفظ ملک دین باد
		تا باد ہمیشہ این چنین باد اے تا باد شد الخ منہ ۱۲
۱۶۰	۱۷	(معنی استقبال کو) مولوی معنوی <sup>۱۳۳</sup> شعری کہ چہ خواہم نور و مستقبل عجب نہ لوت فردا از کجا سازم طلب
۱۶۳	۱	(مضموم الماقبل) حافظ <sup>۱۳۳</sup> شعری چنان زندگانی کن اندر جہاں نہ کہ چون مردہ باشی نگویند مرد
		شود مست و صدمت ز جام است نہ ہر آنکو چہ حافظ سے صاف خود
۱۶۶	۱۲	(بستن بند الخ) یہ مصدر لازم بھی مستعمل ہوا ہے جیسے صائب <sup>۱۳۳</sup> شعری زانم کہ لعل او بشکر خندہ باز شد نہ
		در نیکو ز عشہ غیرت شکر نہ بست و لہ شود زرق ہما اگر استخوان من زبیتابی نہ عجب دادم و گرد آستخوان منتر ہما بندہ
۱۸۶	۱۲	(با نچوان از اعراضیہ) نظامی <sup>۱۳۳</sup> شعری بے طبعیم از ہمہ سازندہ نہ جز تو نذریم نوازندہ
۲۵۲	۱۲	(سیطرہ لفظ گوشت) لفظ بیرون بھی کلمات استشنا سے ہے مگر اسکے مدخل یعنی مستثنیہ پر اس کے صلہ میں
		کلمہ از ضرور ہوتا ہے۔ حافظ و مخمس خود فرماید من از تو بجز وفا بخیم نہ بیرون ز گل و دفا بنویم
۲۵۳	۱۶	(حرف شرط میں سے ایک اگر ہے) یہ حرف بمعنی کاش تناسبی آیا ہے۔ حنین فرماتے ہیں شعری گران جان تر
		ز شبنم نیست جسم ناتوان من نہ اگر می بود با من روے گرمی آفتابش را بے لے کاش می بود جیسے کلام عرب میں
		کلمہ لو جو مردف اگر بمعنی لیت مستعمل ہے چنانچہ تفسیر یہ کہ یہ یوہ احدہم لو یعمر الف سنۃ میں قاضی
		بیضادی فرماتے ہیں و لو بمعنی لیت اور علامہ زنجشیری اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں حکایۃ لوداد تھم
		ولو فی معنی تمہنے و کان القیاس لو اعظم و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب منہ ۱۲
۲۶۳	۵	(بلی کا امالہ معلوم ہوتا ہے) بلی کے الف کو بے مخفی سے بدل کر بلکہ کہنا لوطیوں اور مقامرون کی مطلق ہے
		میر نجات صاحب کل شتی کا شعر ہے گندہ از بندہ و زنجشیدین عصیان از تست نہ بلہ ستار کہ ستاری
		رندان از تست نہ لے آئے اسی سنار پردہ پوشی مانگہ گاران از تو آید ۱۲ منہ (فقط)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

صِبْ اِيَّايَ طَبِيعَ فَيَصْرَعُ عَلَيْهِمْ وَفَتْنُوهُمْ رَحِمَ اللهُ شَيْخَنا وَشَوْجَنا مَوْلَاوِنا حَقِّقْ مُحَمَّدٌ عَبْدُ اللهِ اَصْحَمُ

مَجْتَبَا وَاقِعِ مَطْبُوعِ





بجوشد چو فیضان او چون سحاب  
ستون را چو شد لطف او پشیمان  
کے را بختش نماند دست جاے ق  
که با وصف قدرت نیارودگر  
سخنهای من کاندین داو ریت  
بعزم نکو خواه دل کرده سخت  
بانصاف بین هر چه من گفتم  
بیا و روم از کادش مغرکاه  
همه سر بر سر گوهر نابود  
بستم درین نامبر آئین نگر  
چو کردم همه راز از سینه باز  
به آهنگ معنی زدم ساز را  
بود راز سر بسته را باز جاے  
چه مایه قلم نکتہ نغز زاد  
نباید که دوزی بشهرت نگاه  
زبانست ز پیناره کوتاه کن  
هر آن دعا کو غریب اوقاد  
بهر دعوی اش حجت انجمن  
به تفصیل محمل شدم مشتعل

شود لشکر سیر از مشت آب  
بجوشش بنالید چون ذی بهشان  
که قربش بجدیست نزد خداے  
تو انا حسد او ند چون او بشر  
ز اعجاز آن فیض نامهیست  
بصحرانها دم گرانمایه رخت  
همه در ناسفته راستم  
گهر های روشن تر از مهر ماه  
که از مهر دمه گوے سبقت ربود  
که ماند صنم خانه چین بگر  
بجا هست اگر نامش گنج راز  
چه آسان کشادم در راز را  
به تحقیق گردد ترا رهنمای  
زهر گونه تدقیق دروے نهاد  
به تحقیق حق جوئی همواره راه  
به اثبات حق رفت چیدن سخن  
بذکر دلشش قریب اوقاد  
ز طول میل رشته بگشتم  
که نام پسند اختصار مغل

بلفظ در ملاحظه  
دست که وقت سکون  
دور از لفظ اسوده را از یاد  
نماند یکبار جوهر گلشن  
و آن شش است از یون  
بالفحس خفت میسودن  
بغنی بودن است فوری  
در دست تن دم مار فتن  
سپارش بود و فایده  
شعرتان را با در آن  
نموده که در بند چون گوهر  
ببوده  
شش از این چنین شایه  
شدن سعد و شایه  
اینرا ده ناله تن و داند  
کرمی تحقیق زوری که  
نیکو شایه  
در نگار  
گره که در این آید  
بین راسه که تحقیق ادرا  
باز راسه که  
ماد و مستقر نظامی قدس  
فرایه شعر و شایه  
شاید بکافه که  
پایه در اندر راسه  
چنین کن می بگوید  
که در کلام من که ظاهر طول  
طویل طعن من و آنکه در  
من آن که در آن بیان  
اثبات و خواستی این  
کشم که در میان آمده  
در ضمن دلیل و دوی باشد  
بفصل حال در راسه  
نماند علم

لطف پشیمان  
شش در ملاحظه  
دست که وقت سکون  
دور از لفظ اسوده را از یاد  
نماند یکبار جوهر گلشن  
و آن شش است از یون  
بالفحس خفت میسودن  
بغنی بودن است فوری  
در دست تن دم مار فتن  
سپارش بود و فایده  
شعرتان را با در آن  
نموده که در بند چون گوهر  
ببوده  
شش از این چنین شایه  
شدن سعد و شایه  
اینرا ده ناله تن و داند  
کرمی تحقیق زوری که  
نیکو شایه  
در نگار  
گره که در این آید  
بین راسه که تحقیق ادرا  
باز راسه که  
ماد و مستقر نظامی قدس  
فرایه شعر و شایه  
شاید بکافه که  
پایه در اندر راسه  
چنین کن می بگوید  
که در کلام من که ظاهر طول  
طویل طعن من و آنکه در  
من آن که در آن بیان  
اثبات و خواستی این  
کشم که در میان آمده  
در ضمن دلیل و دوی باشد  
بفصل حال در راسه  
نماند علم







۵۰  
 چو در وقت  
 از پرده نشین یعنی  
 حاضر تفرات  
 شعر عابدی  
 سرایان را  
 سان سحرانچیز  
 کمان یکدیگر  
 ۵۱  
 زلف دزدان که داد  
 حرف دل غمزدان  
 شعر پیر و درخت  
 آستان نورد  
 دین ایام و هیئت  
 بوی خوش و قطار  
 اعداد و زدن  
 مهر و تیز که داد  
 نایب جهانست

چو شد پروا خست این گنج حکمت  
تلم در صنعت اجد گهر سفت  
دگر لب زو بمجم سال در را  
دگر تار یخ گفت بسکه مرغوب  
تلم آن اصل دانش ما من فضل  
دگر بین کز سه انصاف در سفت  
دگر باره سر و شمع گفت در حال  
دگر از صنعت تفسیق دانی

هزار دهنه صد و ده بد ز بھرت  
ر موز نغز تار یخ دگر گفت  
ز چشم حاسدان محفوظ پا و  
پا زیبا با تحفه بسا خوب  
دگر ره گفت سالت گلشن فضل  
منش گنجینه فضل و نھر گفت  
مضامین و متیق علیہ سال  
بدادش حق فروغ جاودانی

قطعه در تاج

دوش دیدم بفلک تیر فلک  
گفتش گوئی سن نامه من

کرد حل سلم علم بھن  
گفت گنجینه اسرار سخن

قطعه دیگر در تاج

چو تمام گشت رساله ام پے سال جست دلم نشان  
بزرنگار و به بینات و بھر ز مجھے ہملہ

فلکم چو دید بفلک تش بدلم بخت ہمان زمان  
کہ زہے خزینہ اہل تحقیق ست سال تمام

عہ صنعت تفریق یعنی بعد از تفریق  
اعداد حروف ہملہ غیر منقوطہ از اعداد حروف  
منقوطہ ہر جہان مہمان تاریخ و سال این  
تصنیف خواہد بود بدین تفصیل

مادہ تاریخ ہر دہ دین حق فروغ جاودانی

حروف منقوطہ	حروف غیر منقوطہ	اعداد
۲	۱	۲۱
۳۰۰	۱	۲۰۸
۱۰۰	۲	۲۰۷
۱۰۰۰	۳	۲۰۶
۳	۱	۲۰۵
۵۰	۲	۲۰۴
۱۰	۱	۲۰۳

مجموعہ اعداد منقوطہ	۱۵۴۵
مجموعہ اعداد ہملہ	۲۳۵
مجموعہ اعداد	۱۳۱۰

تاریخ ہر دہ دین حق فروغ جاودانی  
تاریخ ہر دہ دین حق فروغ جاودانی  
تاریخ ہر دہ دین حق فروغ جاودانی  
تاریخ ہر دہ دین حق فروغ جاودانی  
تاریخ ہر دہ دین حق فروغ جاودانی  
تاریخ ہر دہ دین حق فروغ جاودانی  
تاریخ ہر دہ دین حق فروغ جاودانی  
تاریخ ہر دہ دین حق فروغ جاودانی  
تاریخ ہر دہ دین حق فروغ جاودانی  
تاریخ ہر دہ دین حق فروغ جاودانی

حروف ہملہ	حروف منقوطہ	اعداد
۲۰۹	۱۵۱۹	۲۰۹
۱۵۱۹	۲۰۹	۱۳۱۰





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي اَرٰنَا الْحَقَّ حَقًّا وَرَزَقَنَا الْيَتٰمٰةَ ۚ وَارٰنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَرَزَقَنَا  
اِلْحْتِنَابًا ۚ جَلَّ جَلَالُهُ وَعَمَّ نَوَالُهُ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَيِّدِ الرَّسُلِ ۚ وَخَاتَمِ  
الْاَنْبِيَاءِ ۚ وَ عَلٰی اٰلِهِ سُرِّحِ السَّبِيْلِ ۚ وَ اَعْلَامِ الْهُدٰى ۚ

بعد حکمی آئیمہ سرہرزہ لائے بیہودہ گوئے یا فہ سرہرے در گرامی خدمت والا ہوا در ازمن برین  
مہربان تردوست وفا پیشہ آشنا پرور راستی اندیشہ داو گسترہ سخن سخن دانش گراے فروہیدہ  
فرہنج صائب رائے نقطش سیراب کن کوثر آب روستے سلبیل لفظش فصاحت را ہادی بلاغت را  
دلیل منشی محمد عابد اللہ الحسین الخلیل سلمہ اللہ الخلیل صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ بجز تسلیم خم  
کردن آدابے ندانند و غیر از دوست بستہ از ہیبت نفس گستہ خموش بمعرض ضاعت ایستادن بر زبان  
القابے نراند نظم

دلسوزہ  
تنگ دلش غل  
دیگران ہونہ  
دکان ہمیل  
نہادہ  
تجربہ ساز  
سند مدرسہ  
زادہ دلسوزہ  
غلغ ستورہ  
چون مجسمہ

<p>سلامے کہ سرتا سرش رحمت است سلامے کہ شیرین تر از لعل یار ز حکمی آنجیدہ دل خستہ جان ز ہر داد و دانش و را آگہی نزدادش بلند و ہیبت بلند برائے آفتاب و بعزم آسمان نکورائے و دل سوزہ نیک خواہ</p>	<p>سر موئے زان بگذری زحمت است کہ صد جان پہرود اندر کنار بسوئے خلیل آن بدل مہربان برائے و بفرہنگ ازو فرہی بہ اختر خجستہ بہ نخت ارجند بغیر و ہنر یادگار مہبان ابا جسم او کوہ یک پڑ کاہ</p>
--	--









بوسیله اس قانون کے اپنے مضمون کو اس زبان میں درستی سے لکھ سکتا ہے مثلاً اہل و کمن لغت اردو بولتے ہیں لیکن علامت فاعل کے استعمال اور فعل کے تابع کرنے میں حیران رہ جاتے ہیں کہیں فاعل لازم پر علامت فاعلی نے کو دہرنے ہیں کہیں فعل لازم کو مفعول کے تابع کرتے ہیں وہ اگر اس قاعدہ کو جان لیں کہ فعل متعدی صیغہ ماضی معلوم کے فاعل پر علامت فاعل یعنی نے کو لایا کرتے ہیں اور یہ لفظ نے فاعل اور فعل کے درمیان کا فاعل کو عمل سے روکنے والا ہوتا ہے اس واسطے اس فعل کو تانیث و تذکیر میں تابع مفعول کے کر دیتے ہیں جیسی زید نے کتاب لکھی ہندہ نے خط لکھا۔ اگر مفعول پر بھی علامت مفعول یعنی لفظ کو داخل ہوگا اسکو بھی عمل سے روک دیا گیا کس واسطے کہ یہ بھی حروف کا فاعل ہے پس اس وقت فعل کسی کے تابع نہ رہیگا یعنی وہ فعل نہ مکر رہیگا نہ مؤنث بلکہ اپنی حیثیت اطلاق پر رہیگا جیسے زید نے کتاب کو لکھا ہندہ نے کتاب کو لکھا زید نے خط کو لکھا ہندہ نے خط کو لکھا لیکن اس فعل کا مذکر کا بھیس پانا دراصل مطلق کا اپنے فرد کامل کی زشی میں آنا ہے یعنی جس علاقہ کی وجہ سے مطلق کہہ کر فرد کامل مراد لیتے ہیں اسی علاقہ کو ملحوظ نظر رکھ کر ذکر فرد کامل سے مطلق مراد لیا گیا اور یہ قاعدہ اس وقت تک کہ اس فعل کا دوسرا مفعول نہ ہو ورنہ وہ فعل اس دوسرے مفعول کے تابع ہو جاتا ہے جیسے زید نے عمر کو کتاب دی ہندہ نے خولہ کو خط لکھا۔ لیکن چند متعدی فعل اس سے مستثنیٰ ہیں جیسے بولنا پکارنا بمعنی فغان کرنا لانا دھلانا لگنا چٹنا ملنا بھولنا جھپٹنا جیتنا مارنا سوچنا وغیرہ یعنی میں نے لایا اس نے چٹا نہیں کہتے اور سوائے مطلق ماضی کے حال اور استقبال کے فاعل کو نہ پکارا نہ نہیں لاتے اولن میں بھی چند ماضی معلوم جو مطلق قریب بعید شکی کی قیود سے پاکجولان میں مختص ہیں جیسے زید نے لکھا یا لکھا ہے یا لکھا تھا یا لکھا ہوگا نسیم لکھنوی کا شعر ہے شعر بولاشکا کا اک سپاہی چ جاتی ہے ارم کو فوج شاہی ولہ بولی وہ حسین کہ میں پر ہی ہوں چ اس دیو کے بس میں آگئی ہوں چ میر حسن دہلوی شعر پکارا وہ جس تس کو فریاد کر نہ پہونچا کوئی کاروان بھی ادھر نسیم لکھنوی شعر آیا کوئی لے کے نسخہ نور چ لایا کوئی جا کے سرمہ طور ولہ خرسید سا آفتاب لائے چ منہ ہاتھ ہر ایک کے دھلائے چ بعضوں کے نزدیک لانا مرکب فرجی لے آینکا ہے نسیم لکھنوی شعر دوسرا ضرب ملے خوش آہنگ چ دراز ادب لکھے بصدنگ چ اسیر شعر وادی عشق ہے یہ عصہ شطرنج نہیں چ نقد جان مار گیا چال جو انسان بھولا چ نسیم شعر اک بلی جو جھپٹی چو ہے کو بجان چ نیوے نے بھگا دیا دکھا سانپ ولہ بولی ہزار عجز و زاری چ تم جیتے میان میں تم سے ہاری ولہ دن چاکے

تم لایا اس کے متعدی و لازم صرف و مرکب فاعل کے استعمال کا بیان

ایک پکارنا بمعنی فغان کرنا لانہ چ جیسے کرنا اور نہ چ لیکن نہیں بلکہ ماضی بصورت متعدی ماضی ہے پس چیت متعدی کے خارج ہے چ چند ماضی معلوم ہیں ماضی متکالی و زمانی وغیرہ کے لائے ہیں لایا جائیگا

وہ سوچی اسکو بے لاگ : لے چلیے تو راجہ لائے گا راگ : غرض یہ تمام حال افعال مفردہ کا تھا۔  
 اور فعل مرکب میں خواہی ترکیب اسکی ثنائی ہو یا ثلاثی اخیر فعل کا اعتبار کیا جاتا ہے یعنی وہ فعل اخیر اگر  
 اس قسم کے افعال متعدیہ سے ہے کہ جنکی ماضی پر علامت فاعل نے لایا کرتے ہیں تو ان مرکبات کی ماضیوں  
 پر بھی علامت فاعل لائی جائیگی ورنہ نہیں اور قبل کے افعال کا کچھ اعتبار نہیں کیا جائیگا خواہ متعدی ہو  
 خواہ لازم مثلاً ترکیب ثنائی میں جسکے دونوں فعل لازم ہوں جیسے زید آچکا کو ارگیا عمرو رو بیٹھا۔ یا دونوں  
 متعدی جیسے زید نے تمہارا کہنا مان لیا سو من خان کا شعر ہے : شعر چین نے مضطرب کیا مجھکو : تیرے  
 ملنے نے کھو دیا مجھکو : یا اول لازم دوسرا متعدی جیسے بلی نے کبوتر آدیا یا زید نے رو دیا موٹن بات  
 کہنے میں رو دیا میں نے : جو جواب آیا سو دیا میں نے : یا اسکا عکس جیسے زید لے آرا اور حکم را میں بعض  
 مقننین لازماً بھی اسی اصل میں درج ہے اور یہی حکم ترکیب ثلاثی کا ہے جیسے زید اٹھا لگیا عمرو لجا  
 چکا لیکن بعض مرکبات اس حکم سے مستثنیٰ ہیں کسواسطے کہ انکی ترکیب سے یا تو جزو اول کے معنی لزوم  
 میں فرق نہیں آتا جیسے ہنس دیا اور رو لیا میں یا انکی باہمی ترکیب سے معنی لازمی از سر نو پیدا ہوا و ان  
 جیسے دکھائی دیا اور کہنے پایا یا انکی ترکیب مفید معنی استمرار ہو جیسے رویا کیا میں میر حسن دہلوی کا شعر ہے  
 شعر بجاتی رہی میں وہ صبح تک : یہ رویا کیا سامنے بید مرگ : کہ بغل کھول کر دونوں آپس میں مل :  
 وہ رویا کیئے دیر تک متصل : نسیم شعر کیا کہتی وہ دم بخود سنائی : سوچی سمجھی رضا خدا کی : اگر افعال  
 لازمہ و متعدیہ خواہی انپر علامت فاعل آسکتی ہو یا نہ آسکتی ہو متعدی کر لیئے جائیں کا فاعل علی کا الحاق  
 انپر واجب ہوگا جیسے زید نے رو لایا ہنسا یا عمرو نے اٹھایا بٹھایا۔ زید نے بلایا چٹھایا عمرو نے بلوایا  
 لگایا لگوایا وغیرہ مگر سوچنا جو تعدیہ سوچنے کا ہے شاذ ہے نسیم کا شعر ہے شعر اک دن پنجر اڑا کے لائی :  
 حسن آرا کو وہ کل سمجھائی : اسکے مقابلہ میں بعض افعال لازمہ پر کا فاعل علی لایا جاتا ہے جیسے موتنا اور  
 کوسنا۔ جان صاحب کا شعر ہے شعر دو گانہ جانکے بچے نے موتنا محمد نمازی پر : میانی تر ہوئی ساری پڑا  
 آدھا بدن دھونا : بعض افعال لازم و متعدی دونوں طرح متعل بہن پس کا فاعل علی بحسب موقع لایا جاتا ہے  
 جیسے سمجھنا۔ پلٹنا۔ بدلنا۔ پکڑنا وغیرہ۔ نسیم شعر وہ چوٹ پہ تھی یہ میل سمجھی : بازی چوسکی کھیل سمجھی :  
 آتش شعر بسکہ تھی اس سے عیان سینہ عارف کی صفا : چہرہ یار کو میں نے دل روشن سمجھا : ظفر علیہ الرحمۃ  
 شعر خط میں جب آپ نے تحریر سراسر لپیٹ : میں نے جانا میری تقدیر سراسر لپیٹ : اسیطرح میرا دل بدلا

اردو میں بعض افعال لازم و متعدی متعین ہیں اشتراک

مین نے پوشاک بدلی۔ میرا گلہ پڑا یعنی آواز بیٹھ گئی۔ مین نے ہاتھ پکڑا <sup>مستعدی</sup> وَاللّٰهُ تَعَالٰی سَآئِئُكَ اَعْلَمُ بِاَصْنَوٰ  
اب میری تمنا ہے کہ اس استقرا کو یہاں موقوف رکھوں اور اُس قاعدہ یا مادہ کو درج کر کے جو اسی بارہ میں قبل از  
ترتیب رسالہ ایک عزیز کی استدعا سے قلمبند کیا گیا ہے اپنے دستور نامہ کو درج جو اس فیض بناؤں اور اس اجمال  
جملہ جمال و ایجاز مہماز و اعجاز کو بلفظہ سلک تحریر میں منسلک کروں اور مجھ کو چونکہ طبائع وقت پسند و سہل جوے  
سہر و کی لطف اندوزی بالطبع منظور ہے اسکی کچھ تشریح کرنی بھی بعد میں ضرور ہے۔

### وہو هذا

یہ قاعدہ مطلق فعل مرکب میں نہیں ہے بلکہ مادہ فعل کہیے یا اصل فعل کے ساتھ وہ فعل ترکیب پاوے  
بشرطیکہ مقصود اُس سے عطف تعقیبی ہو جیسے آدیا۔ آ یہاں اصل فعل ہے نہ امر اور آنا بعد و بانا مقصود  
ہے پس ہنس دیا رو کیا مین کوئی فعل ماضی اصل فعل سے مرکب نہیں تعقیب کا کیا ذکر محض  
ہنسی اور رونے مین لفظ دیا اور لیا بڑا کر معانی مختلفہ حاصل کیے مین جیسے عربی مین ایک ہی مادہ  
کو مختلف ابواب مین لیا کر مختلف معانی حاصل کرتے مین، انتہی جانتا چاہیے کہ یہ قاعدہ یعنی  
استعمال علامت فاعل بر تقدیر تعدیہ فعل اخیر مرکب مطلق فعل مرکب مین نہیں بلکہ مادہ فعل  
کہیے یا اصل فعل جس کو ہم دوسرے عنوان مین حاصل مصدر بیط کے ساتھ بھی تعبیر کر سکتے مین  
اور وہ کبھی مطلق امر اور کبھی مطلق ماضی کے بھیس مین ہوگا تو اُس مادہ فعل کے ساتھ وہ فعل  
اخیر متعدی ترکیب پاوے بشرطیکہ مقصود اُس ترکیب سے عطف بواسطہ عطف  
(جیسے بعض مواضع مین ہوتا ہے مثلاً پکڑ کر مارا کہ بواسطہ لفظ کر عطف ہوا ہے) نہ ہو بلکہ عطف تعقیبی ہو  
کیا معنی کہ مقصود و امر افعال مرکب مین ترتیب ذکر می ہو یعنی جزو ثانی جزو اول سے ثالث ثانی سے  
قصد مین مؤخر ہو جیسے آدیا یا مثال فعل مرکب مقصود العطف المذکور کی ہے اس واسطے کہ لفظ  
آیہاں یعنی اس ترکیب مین اصل فعل ہے جو زبانی امر مین صورت پذیر ہوا ہے نہ عین صیغہ  
امر اور مقصود اول آنا جو مفاد جزو اول ترکیب مذکور تمثیلی آدیا ہے اور بعد مفاد جزو ثانی یعنی  
و بانا مقصود متکلم ہے اس واسطے کہ آنے کو دبانے پر کم از کم تقدم ذاتی ہوگا پس اور باقی  
افعال مرکب جیسے ہنس دیا رو کیا مین کوئی فعل ماضی اصل یا مادہ فعل سے  
مرکب نہیں ہے چونکہ یہ تعقیب ضابطہ قانون کے نزدیک اُس ترکیب مذکور کی فرع ہے تو تحقیق

قاعدہ استعمال افعال ہند یہ کا ایک نکتہ و سنگ الوکے طرز پر



فروع کا بدون متفرعات کے صورت پذیر ہو نہیں سکتا کس واسطے کہ یہاں پہننے اور دینے رونے اور لینے رونے اور کرنے میں تعدد مقصود ہی نہیں اور ترکیب بغیر تحقق تعدد متصور نہیں پس ان مواد خاص میں تعقیب کا کیا ذکر کس واسطے کہ محض پہننے اور رونے میں جو مفاد جزئیں اولین افعال مرکبہ مثالیہ لفظ دیا ہندیا میں اور لیا رولیا میں وغیرہ یعنی کیا رو یا کیب میں بڑھا کر معانی بہر فعل مرکب کے باعتبار اسکے مجرد اور مزید ہونے کے مختلفہ حاصل کیے ہیں جیسے عربی کے علم صرف میں مبین ہو گیا ہے کہ ایک ہی مادہ مثلاً کرم کو مختلف ابواب افعال تفعیل و تفعیل وغیرہ میں لیجا کر مختلف معانی جنکو خواص ابواب بھی نام دیتے ہیں مثلاً لازم و تعدیہ و تکلف وغیرہ حاصل کرتے ہیں ان ترکیب قسم ثانی کا بھی در باب تغیر لفظ و معنی وہی حال ہو جس طرح مواد عربیہ میں تغیرات خواص ابواب سے ہوتا ہے و بس ناظرین باتمکین کی خدمت میں عند خواہ ہوں کہ میں نے کلام میں فصاحت اردو کے بڑا تفصص کیا اور نہایت ہی فکر و قیاس کو کام میں لایا اس عرق ریزی میں محض خیر خواہی و آگاہی اہل وطن پیش نہاد خاطر رہی علی الخصوص باعث قوی اس امر کا اپنے مہربان ہرادر معظم مغفور کی فرمان واجب الاداعان کا امتثال ہے۔

نظم

زگر و یتیمی رحمہ پاک کرد  
زہر آرزو ساختم بے نیاز  
چنان کہ کسے درجہاں کس ندید  
دل چاکم از رشتہ مہر و دخت  
روانم نہ ہر درد و غم کرد پاک  
سرے پرزدانش دلے پرزدین  
سپاسش فراوان نہ بانم کیست  
وراز ہر دمان صد زبان آورم  
ندانم حد شک او ہچنان  
کہ یا بدہشت برین باز جاے  
کہ باشد خنک در تب و تاب حشر

گرامی برادر کہ آن را در مرد  
رہاند او مرا از غمان دراز  
ز بے چارگیہا مرا و اخذ  
بچیداشک او چشم من دل بسوخت  
برافشاںد گرد و زرخ کند خاک  
بدادش خداے جہان آستین  
بشکرش زبان مرا روئے نیست  
بہر سوے گرد و دمان آورم  
گراں ہر زبان آورم صد بیان  
ہمان بہ کہ خواہم بصدق از خدا  
دعا و آبرویش خداوند نشر

روستائے  
میں سے  
و طاقت  
صائب  
شعر  
ساز  
روستائے  
کہ میں  
نہایت  
میں سے  
باز  
بہشت

چونکہ یہ میری زبان نہیں اور نیز اپنی ناستعدی کی وجہ سے خطائے قیاسی و غلطی استقراء کا قومی احتمال ہے میری خطائیں دامن عفو میں چھپائیں **نظم**

چون منم اندر قلب کان خویش	مسترف عجز بنقصان خویش
ہست امیدم کہ سخن پروران	چون نگردد از رہ بینش دران
عیب یکے نیست کہ جویند باز	چون ہمہ عیب ست چہ گویند باز
خسروہ نگیرند بزرگی کنند	دنبہ چنان نیست کہ گرگی کنند

غرض کہ ان قوانین کے جاننے سے اُنکے کلام میں غلطی بہت کم واقع ہوگی اس سے یہ بات بھی سمجھ میں آگئی ہوگی کہ جب کوئی نے وساطت سطر کشیدہ کاغذ کے سیدھی سطر لکھ سکتا ہو اسکو سطر کی کچھ ضرورت نہیں پڑتی بلکہ وہ یہ بھی نہیں جانتا کہ سطر سے کس قدر بلندی اور کس قدر پستی سے کون کون حروف لکھے جائیں اسطرح اہل زبان کو ان قوانین سے کوئی ضرورت متعلق نہیں بلکہ وہ ان باتوں کو جانتے بھی نہیں ان جب وہ بولتے ہیں اپنی زبان کو غیر ان قانون پر تولتے ہیں بلکہ ہمارے قوانین کے شواہد انہیں کے کلام میں یعنی قبل از انضباط قوانین اہل زبان کا وجود چاہیے تاں اس سے قوانین کا استنباط درست ہو پس ہر کوئی اس بات کو سمجھ لے گا کہ بعض مہندیوں نے گو علوم عربیہ اور جمیع علوم و فنون کے عالم و ماہر ہی کیوں نہ ہوں اہل فارس جیسے شیواے طوس فردوسی اور الفصح الفصحی سعدی علیہ الرحمۃ اور سند اللتاخرین علی حزین کے کلام پر جو اعتراض کئے ہیں اور انہیں اصلاح بھی دی ہے بڑی داسیات ہے ان مضامین اور مطالب پر اعتراض اور اصلاح کی گنجائش ہو تاہم ایسوں سے چھوٹا منہ بڑی بات ہے مضمون آفرینی کسی کے گھر کی ملک نہیں ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم اختصار کلام یہ ہے کہ جب کسی زبان کے سیکھنے کی آسانی اُسکے قواعد اور قوانین کی نگہداشت پر موقوف ہوئی اور اَدَبِ نفیثین لغت میں نگاہداشت حد ہر چیز کو کہتے ہیں تو اسی مناسبت سے خاص کسی زبان کے قواعد اور قوانین کی مراعات کے جاننے کا (جسکی وجہ سے اپنے کلام کی نگاہداشت لینے اپنے کلام کو خلل اور خلاف محاورت سے بچایا جاتا ہے) علم ادب نام ہے پس چاہیے کہ پہلے اُسکو بڑی تحقیق اور صحت کے ساتھ حفظ کر لیا جائے تا کلام کے صواب و خطا پر آگہی پائے پھر اپنی مطلب ادائی میں بہت کم خطا کھائے تو بہام خدا چند فارسی قواعد اُردو عبارت میں بحسب فرمان

اہل سانس کی زبان پر غم کا اعتراض بجا ہے

علم ادب کی تعریف

واجب الاذعان معرض عرض میں لاتا ہوں گو یہ میری زبان نہیں اگر کوئی بات خلاف محاورہ اُردو ترجمہ پر معتمد ہوں ہاں طریق اداسے اصل مطلب میں شکورین کھانا البتہ قابلِ عذر نہیں پھر کیا کیجئے اس نامستعدی اور جہالت کا بڑا ہونہیں معلوم کہان کہان شکورین کھلائیگی اور کس کس جگہ دھوکے دلائیگی اللہم استرنا یستتر الخ الجلیل خدا کرے یہ میری سعی مشکور ہو حصولِ دولت قبول اسکے ہمراہ ضرور ہو۔ چونکہ اس خط میں زبان فارسی کا قانون مذکور ہوگا دستور نامہ فارسی اسکا نام رکھنا البتہ ارتجال سے دور ہوگا اور سخن شگرت اسکا سال ہے۔ رب حلیل سے التجا غے خیر مال ہے۔ و بس نظم

وجہ تسمیہ کتاب دستور نامہ فارسی

بار خدا یا من خاسل براز گر چہ کہ امروز جمال من ست چون ز تو شد این ہمہ ناچیز چیز عیب شناسان بکین من اند تو بکرم عیب من عیب کوش سرمہ انصاف بہ ہر چشم ساسے داغ قبولی بکش اندر سرش	این ورق سادہ کہ بستم طراز عاقبتہ الامر وبال من ست ہم تو کنی در دل غلتے عزیز بے ہتران جملہ بکین من اند و نظر عیب شناسان پوش بکین من آنگاہ برایشان نامے تا نکند باد خزان ابترش
--	--

### تہیہ

یہ بات ظاہر ہے کہ اسد جل جلالہ و عم نوالہ نے آدمی کی شرافت کا زینہ تمامی مخلوقات کے درجہ سے اوپر اٹھایا ہے باوجود اسکے اسکو مدنی بطبع بنایا ہے۔ بہ نسبت اور جانداروں کے اُس میں تکلفات بھی زیادہ آگے مثلاً غورِش و پوشش میں دیکھیے کس بلا کے تکلفات نکلتے جاتے ہیں کیسی کیسی ناوار چیزیں اختراع پاتی ہیں جان بچانے کے لئے کسی ایک خاص غلہ کا اسی طرح پھانک لینا یا ابال کر کھالینا کافی نتھاجو اس طرح کے پلاؤ متنبہ قورے کی ضرورت پڑی اور پوشش ستر اور دفعِ حر و برد کے لئے کسی ایک خاص کپڑا اور کھالینا اور باندھ لینا بس نتھاجو اس طرح کے مٹرز لمبوسات کی حاجت ہوئی غرض انسان کو بسبب ان تکلفات کے چند و چند حاجتیں پڑ گئیں بہ نسبت اور جانداروں کے غرضیں بڑھ گئیں تو باقتضا سے تمدن لینے نوع کے ساتھ بغیر ملے جلے جینا و بال ٹھہرا اور اپنے جی کی آرزو اور دل کے مقصد کو بدون بتلائے ایک دوسرے کے تعیش محال ٹھہرا تو زیادہ احتیاج سمجھنے سمجھانے کی پڑی یعنی ایک کو اظہار مافی الضمیر کی دوسرے کو اُس کے

زبان یعنی سخن کی ضرورت کا بیان

اخذ کی ضرورت سر پر اکٹھری ہوئی ناچار کوئی ایسی چیز دھونڈھنی چاہیے کہ جسکے وسیلہ سے ایک کے جی کی بات دوسرے کے جی پر کھل جائے۔ پس اصطلاح میں کسی کے اسطر چہرہ ہونے کو کہ جسکے جاننے سے ایک نامعلوم شے کا علم ہو جاوے دلالت کہتے ہیں اور اُس شے کو جس سے علم ہوا ہے وال اور جس کا علم ہوا ہے اُسکو مدلول کہتے ہیں اور اس رہنمائی کا وسیلہ یا تو لفظ ہونگے یا سواے لفظ کے کوئی اور شے۔ ہر ایک ان میں سے کئی طرح ہے ایک تو یہ کہ وال اور مدلول میں کوئی ایک علاقہ ذاتیہ ہوگا جسکی وجہ سے وال مدلول تک رہنمائی کرے مثال اول کی جیسے کوئی شخص ہماری آنکھوں سے غائب ہو کر کچھ بول رہا ہو مجھدا شمع ہماری عقل اس بات پر رہنما بن جائیگی کہ یہاں وجود کسی بوٹے والے کا ضرور ہے ثانی یعنی غیر لفظی جیسے دھوئین اور آگ کے دیکھنے سے آگ اور حرارت کی طرف رہنما نہ بننا عقل سے دور ہے اس طرح کی دلالت کا عقلمیہ نام ہے۔

دوسرے یہ کہ واضع کی جانب سے وال اور مدلول میں کوئی علاقہ وضع کار کھدیا جاوے اول یعنی لفظیہ مثلاً واضع نے زندہ گویا کو مقابل میں مردہ کے اور لفظ زندہ کا بمقابلہ ایک شخص خاص کے وضع کر دیا ہے اور ثانی یعنی غیر لفظیہ جیسے دوال اربع کی دلالت اپنے موضوعات پر مثلاً خطوط و عقود و نصب و اشارات اور خطوط جیسے یہ پڑی ہوئی لکیر — نفی پر دلالت کرتی ہے اسی طرح دو لکیروں کا موازی ہونا = مساوات پر اگر ایسا نہ ہو بلکہ دونوں کے سرے کسی ایک جانب مل پڑیں < > کمی اور زیادتی پر اور ایک کا دوسری سے تقاطع کرنا اگر سیدھے پڑے ہوئے خط کا سیدھے کھڑے ہوئے خط سے ہے کہ جس سے چار قائے پیدا ہو جائیں جیسی یہ شکل + جمع پر اگر اس طرح کا تقاطع نہ ہو تو قائمہ پیدا کریں جیسے یہ X ضرب پر اور ایک پڑے ہوئے خط کے نیچے اوپر ایک ایک نقطہ کا لگا دینا جیسے یہ ب تقسیم پر اور ان دونوں نقطوں میں سے خط کو اٹھا دینا جیسے یہ : نسبت پر دلالت کرتا ہے اسی طرح نقوش اعداد مثلاً یہ نقش ۴ چار پر اور یہ ۵ پانچ پر دلالت کرتا ہے اسی طرح نقوش حرفوں کے جو ایک صوت مخرج خاص پر دلالت کرتے ہیں۔ اور عقود مثلاً سب اب کے سر کو ابہام کی جڑ میں پہونچا دین تو یہ عقدہ نو پر دلالت کرتا ہے اور سر خضر کو ہتیلی کے سر پر رکھنا ایک کے لئے اور اُسکے ساتھ بنصر بھی رکھ لیجاوے دو کے لئے اور وسطی بھی اُنکے ساتھ دبا لیجاوے تین کے لئے موضوع ہے اب اگر اُس عقدہ نو کو تین والے عقود کے ساتھ جمع کریں بالکل بندھی ہوئی مٹھی نظر آئیگی اسی سبب سے اس سے بخل اور نلے فیضی کی جانب

کنا یہ کرتے ہیں جیسے اسکے مقابل میں کشادہ دست کو فیض و سخا سے چنانچہ فردوسی علیہ الرحمہ نے سلطان محمود غازی کی ہجو میں کہا ہے شعر کشف شاہ محمود عالی تبار ۴ نہ اندر نہ آمد سیہ اندر چہار ۴ اور نصب جیسے دو مناروں کا عمارت پر پھینا ویسا رکھ کر دینا مسجد کو اور پتھروں یا پٹیوں کا ڈھیر لگاتے چلے جانا رگزر کو بتلار ہے یہ رسم زمانہ قدیم کی تھی اور راہوں میں میلوں کا گار دینا ایک خاص مسافت مکانی کو بتلار ہے اس طرح گھڑیوں میں سوئی ایک خاص مسافت زمانیکو بتلاتی ہے اور اشارات جیسے کسیکو بلانے کے لئے پھیلے ہوئے ہاتھ کی انگلیوں کو اپنی جانب موڑیں انکار کے لئے دائیں بائیں ہلا دین اور ایک کے لئے ایک انگلی دو کے لئے دو انگلیاں چار کے لئے اگلوٹھے کو دبا کر چاروں انگلیاں کھڑ کر دین یہ سب اشارات ہیں لیکن عقد اور اشارہ میں اتنا فرق ہے کہ اشارات میں اشار الیہ کے ہیأت کو کچھ دخل ہوتا ہے اور عقد میں اس طرح نہیں ہوتا۔ اسی قبیل سے ہر ملک کے دخول و خروج پر توپوں کا چلنا تقارون کی چوٹ سے سپر کا ڈھلنا ان تمام کا دلالت وضعیہ نام ہے۔

تیسری وہ دلالت ہے کہ جب مدلول عارض ہوتا ہے تو خواہ مخواہ طبیعت سے اسکے دال کا اصدات ہوتا ہے اول یعنی لفظیہ جیسے لَحَّاح کرنا سینہ کے درد اور کھانسی پر دلالت کرتا ہے اور کسیکا اونٹ اونٹ کرنا کھڑ کو لٹا کہتے ہیں اسکے درد جسم پر دلالت کرتا ہے۔ ثانی یعنی غیر لفظیہ جیسے سُرخ ہونا چہرہ اور دیدن کا غضب پر اور آنکھوں کا نیچا کر لینا شرم و حیا پر دلالت کرتا ہے اس قسم کی دلالت کا طبعیہ نام ہے۔ جب متنی دلالتوں کا حال جان لیا اور آدمی کی کثرت احتیاج کو مان لیا تو ضرور عقلیہ اور طبعیہ کا رآمد نہونا معلوم کر لیا ہوگا کسواسطے کہ اخذ مانے الضمیر و فہم مطلوب کے لئے انضباط ضرور ہے اور یہاں عقول اور طبائع کے اختلاف کی جہت سے انضباط کو سون دوسے تو ضرور وضعی اس میں بھی لفظی کو اختیار کرنا مختار ہوگا اسواسطے کہ غیر لفظیہ مثل دوال اربع میں ہزاروں تکلفات کا سامنا ہوگا۔ بعض وقت کوئی بات بن نہ آئیگی جیسی صفات ظاہر ہے یہاں تک کہ اشارات ہی کیوں نہوں کم از کم ان میں اتنی ضرورت تو ہوگی کہ جبکو اشارہ کر رہے ہیں وہ اُس اشارہ کے سامنے ہو پھر صحت بنائی کے ساتھ روشنی بھی ہونا اسکو دیکھے قطع نظر اسکے خداوند تعالیٰ شانہ کا آدمی کو بازار دنیا میں نقد عمر کے گرہ وجود میں باندھ کر بھیجنا اپنی رضا کی خریداری کے لئے ہے یہ امر عقائد حقہ کے استحکام اور شریعت غرا کے احکام کی تسلیم پر منحصر ہے تو ان میں ایسی ایسی باتوں کے سمجھنے سمجھانے کی ضرورت پڑیگی کہ وہ معقولات صرفہ ہونگی تو ان میں غیر لفظیہ دلالتوں سے

کام چلتا نظر نہیں آتا غرض لفظی و ضعی سے ایفائے مطلب بخوبی ہو سکتا ہے اور ون میں ایسا ہو نہیں سکتا اور خلاق عالم نے جیسا اس انسان کو طرح طرح کی حاجتوں میں پابند کر رکھا ہے بغیر دوسرے کو مطلع کر نیکے حاجتوں کا پورا ہونا معلوم مثلاً ہمارے پاس روپیہ رکھا ہوا ہے اور کھانیکہ سخت ضرورت ہے تو روپیہ کو کھاپی نہیں سکتے غلہ کی جستجو ہوگی اسی طرح اور کسی کے پاس غلہ اسکی حاجت سے افزون ہے لیکن اسکو پوشاک کی ضرورت ہے تو اسکو کپڑوں کی تلاش ہوگی اسی طرح اور کسی کے پاس کپڑا اسکی حاجت سے سوا ہے لیکن اسکو کسی اور شے کی ضرورت ہے تو ہم اس غلہ والے سے یا وہ غلہ والا ہم سے اپنے مانے الضمیر کو ظاہر کرے گا آپس میں روپیہ اور جنس کی مبادلت ہو جاوے گی اور وہ پھر کپڑے دے سے یا کپڑے والا اس سے اپنی اپنی حاجتیں ظاہر کر کے کام پورا کر لین گے شعر

ہم درو گویم سقا ہم حایکے  
ہر کسے کارے گزید زانفتار

زانکہ جملہ کسب ناید ازیکے  
چون با نبازی ست عالم برقرار

الحاصل جیسا یہ انسان اپنی حاجتوں کی کڑی زنجیر میں پابجولان ہے حکیم علی الاطلاق کی قدرت کاملہ سے اسکے اظہار کی راہ ویسے ہی آسان ہے یعنی حکیمے سخن بر زبان آفرین جلالت حکمتہ نے اپنی حکمت کاملہ سے اس ہو کو جو بوسیله باذن شش کے دار السلطنت قلب کی گرمی نکال لاتی تھی ضائع جانے نہ دیا۔ اس ادنیٰ سی چیز سے بہت بڑا کام لیا اس طور پر کہ جب مقابلہ میں ہر ایک معنی اور مقصد کے لفظ وضع کر چکے گئے اگر کوئی پر تو علم خداوندی سے نفس ناطقہ پر پڑیگا بپامردی دل اسکا قدم جانب برزخستان خیال جو بین بین مجرور اور مادی کے ہے بڑھیگا تا اپنے تجرد کے پاؤں میں تقیّد کی ظنّال ڈالے اور پھر بوسیله رکابہائے لب و زبان ادبم صدام ہو ا پر سوار ہو کر مستحکم سے جس جس منزل پر مقام کرتا زبان تک پہنچا تھا دروازہ گوش سے گزرتا سامع کے انہیں منازل میں ارتطاط و تعلق و زنجیر تقیّد سے پاکشا ہو کر پھر شہرستان دل میں جاگزین ہو جاتا ہے مصرعہ سخن کز دل آید بود و پزیر + اور انہیں ہونٹوں کا آپس میں اور زبان کا کسی موضع خاص کے ساتھ جنکا محتاج نام ہے ٹکڑ کھانا جسکو قلع کہتے ہیں یا انکا اکھڑنا جسکو قلع کہتے ہیں ہو امین تموج پیدا کرتا ہے جس سے اس میں ایک کیفیت خاص آجاتی ہے جسکو عرف میں آواز کہتے ہیں زیری بھی ہچاک غنگلی اسی آواز مطلق کے حواض سے ہیں اور اسی تموج ہو کی محتاج پر ٹکڑ کھانے سے اجزائی ہوئی کی قطع ہوئی

اور جب انہیں اجزائے ہوائی پر پہچانک غٹکی زیری ہی عارض ہوئی تو اس عارض مع عروض کا حرف نام ہوا۔ یہاں یہ بات بھی قابل یاد رکھنے کے ہے کہ انہیں حروف کو بعض علماء تو ہل یعنی موضوعہ فقط عرض ترکیب کلمات کے لئے بتلاتے ہیں اور بعض دور اندیشوں کے نزدیک باسنی کہلاتے ہیں۔ یہی رائے مختار اہل تحقیق ہے خصوصاً یہ بات زبان عربی میں بخوبی متحقق ہے کہ واسطے کہ جب الفاظ غیر چند حروف میں باہم اشتراک رکھتے ہیں اور کسی حرف میں اختلاف تو انکے معانی میں بھی اشتراک اور اختلاف ہوتا ہے مثلاً قسم قسم قسم قسم قلم ملاحظہ فرمائیے تو ان سب میں شکستگی و بریدگی کا مضمون دائر و سائر ہے اور پھر باہم انکے معانی میں اختلاف بھی موجود ہے یعنی ہر ایک اپنے جذبے کے مخصوصہ معنوں پر دلالت کرتا ہے قسم بالفتح والٹاء والثلاثہ مال سے ایک حصہ الگ کر کے دینا اور قسم بالین المہملہ کسی چیز کے حصے اور ٹکڑے کرنا اور قسم بالشین البعجہ کھانا اور کھجور کے پتوں کو درازی میں بھارتا اور قلم باللام ناخن تراشنا عرض ان الفاظ میں جیسا اشتراک قاف اور میم میں تھا ویسا ہی اشتراک انکے مضمون خاص میں ہے اور جیسا اختلاف انکے حین کلمہ میں ہے ویسا ہی اختلاف انکے معانی جزئیہ میں ہے بلکہ ہم صاف دیکھتے ہیں کہ حروف کی سختی و نرمی سے کلمہ کے معنوں میں سختی و نرمی آجاتی ہے مثلاً قسم مہملہ اعین و قسم معجۃ اعین جیسے نرمی صاد مہملہ میں اور سختی ضاد مہملہ میں ہے ویسی ہی نرمی اور سختی انکے معانی میں ہے یعنی قسم اس طرح کے ٹوڑنے کو کہتے ہیں کہ ایک متصل واحد منفصل ہو جائے اور قسم بعض دانتوں سے اس طرح کے چبانے کو کہتے ہیں کہ جس سے ریزہ ریزہ بن جائے اگر اس سے بھی زیادہ سختی معنوں میں پیدا کرنی منظور ہوتی ہے تو قاف کو خا و مجہ سے بدل دیتے ہیں جیسے خضم یہ کل دانتوں سے چبانا ہوتا ہے الخضم الاکل یجمیع الفم والقضم دون ذلک کما فی الصراح۔ اب معلوم ہو گیا کہ حروف کو بھی الفاظ کے معانی میں دخل ہے بلکہ حرکات و سکنات کو بھی جیسے حیوان کی توانی حرکات بلکہ ترتیب حروف کو جیسے لفظ بلع میں ترتیب غلاج حروف کو ترتیب معانی کے ساتھ کس بلا کی مناسبت ہے ملاحظہ فرمائیے اول تو با حرف شفتی پھر لام وسطی پھر حین حلقی اور نکلنا بھی اسی ترتیب و تدریج سے ہوتا ہے اسی طرح ہیئت ترکیبی کو بھی لفظ کے معنی میں بڑا دخل ہے چنانچہ اسی بنا پر ہی راعنا کے قول پر آئی کیا معنی کہ راعنا صیغہ باب مفاعلہ کا ہے جسکی ہیئت خاص مساوات بین المخاطبین کو چاہتی ہے تو گو یارون کہا کہ تو رعایت ہماری

ہم تیری رعایت کریں گے اور ایسی گفتگو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے کرنی بدلیل لَا تَجْعَلُوا لِحَدَّثِ الرَّسُولِ كَيْفَ كُنْتُمْ كَدُّعَاءَ بَعْضِكُمْ بَعْضًا بیجا ٹھہری اسی واسطے اَنْظَرْنَا جو بالمدادہ شفقت کا کلمہ ہے تعلیم ہوا اور اس بات پر بھی غور کرنی چاہیے کہ جب حروف کی مناسبات طبعی کو جو کہ ایک امر معنوی تھا ملحوظ رکھا جائے تو ان مناسبات صوری کو جو انشی شکل کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں کیونکر لحاظ نہ کریں بوجہ اسی شرافت کے اس زبان نے کلام خداوندی سے عزا سمہ تشریف قبولیت حاصل کی چنانچہ آغاز کلام مجید **الْحَدِّ ذَا لِكَ الْكِتَابِ لَا مَرِيبَ فِيهِ** کو دیکھئے خصوصاً ان حروف مقطعات کو بغیر ملاحظہ کیجئے اگرچہ مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ نے انکے کئی معنی بیان کیے ہیں لیکن ان حروف کی شکل اور صورت کو نظر کرنے سے میری فہم ناقص میں یہ معنی آئے ہیں کہ الف سے ذات بحت بل علی شانہ اور لام سے اسکی صفات اور سیم سے ذات معجز آیات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہے اور وجہ مناسبت ان معنی کی مجملہ بیان کچھ عرض کرتا ہوں ملاحظہ فرمائیں اگر پسند خاطر شریف ہو رہے نصیب ورنہ جہل و نادانی تو اپنی کل کائنات ہے تعجب کی کیا بات ہے۔

اوتے فکر سے یہ بات کھل جاتی ہے کہ ہر حرف کے فی حد ذاتہا خواص الگ ہیں مثلاً الف بطرح یہ منارہ سا کھڑا ہوا ہے ویسے ہی وہ دوز برون کی قوت میں سمجھا گیا ہے اسی وجہ سے فتح کو اخت الف کہتے ہیں اور اخت ایک حصہ میراث سے پاتی ہے اور اخ دو حصے تو زبر کا نصف الف اور الف کا دوزبر و نکی قوت میں ہونا اچھی طرح واضح ہے پس معلوم ہوا کہ اس حرف کو اپنی شکل کی طرح او پچائی میں سوائے اسکے اور بہت سے خواص میں دخل ہے مثلاً وہ اول الاول حرف ہے اُس سے کوئی اول نہیں اپنے تقدم ذاتی کے ساتھ وہ صدر نشین اولیت ہے اب عند الت ترکیب اس حرف کا اپنے ماقبل سے امتزاجی ترکیب پانے اور اپنے مابعد سے نپانے کو ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ کسی سے تعلق خلطی اور امتزاج نہیں رکھتا دوسرا یہ حرف نقطہ کے داغ سے منفرہ ہے تیسرا یہ کہ یہ حرف ہمیشہ ساکن مانا جاتا ہے اور حالت سکون اُسی حالت مطلقہ کی صورت ہے جس کو ہم باین عبارت ادا کر سکتے ہیں کہ یہ حرف حدوث تبادل و تداول حرکات سے منفرہ ہے اسی طرح ہر حرف میں خواص الگ الگ موجود ہیں لیکن انہر ہمارے واقفیت کوئی ضروری نہیں اور واضع صور و حروف حکیم مطلق حل و علا شانہ ہے تو انکی خاصیتوں کو جاننے تو جھٹے کیونکر اجمال مناسب کرنا تو ضرور واضع جلت حکمتہ نے مع رعایت خواص مناسب مناسب ہر ایک کی صورت وضع کر دی پس یہاں دعا البتہ بین البتوت ہو گا کہ الف کی اولیت اور علوا اور نے نکلنگی اور عدم عروض حرکات مع ہذا اسکی یہ ا۔



صفا اور ناعلاقہ وار شکل جس میں خم و پیچ کا نام نہیں اُس سے ذات بحت خداوند پاک مراد ہونے میں کھلی کھلی  
مناسبت رکھتی ہے کس واسطے کہ درجہ ذات میں وہ وراء الورا، صفا در صفا مقام ہے کوئی مقرب دہان نہیں  
پہونچتا کسی مستفیض کا دست تعلق اُس پر نہیں ٹھہرتا شہر بشہر اور اے جلالت نیافت بہ بصرت ہاے  
جلالت نیافت بہ جب اشرف المخلوقات بشر اسکی تجلیات سے پرے جو درجہ ذات کا ہے پہونچنے  
نپایا اور اسرع وافقہ الاشیا بصیر کو اسکی سرحد جمال پر پہونچنا میسر نہ آیا اور ون کی کیا ہستی بس اب  
استفاضہ اُس وجود باوجود سے بوجہ اُس غنی مطلق کی وجوبیت ذاتی اور اس ہمہ تن محتاجی امرکان کے  
محال تھا اسبواسطے صفات جو ذات سے درجہ تنزل کا رکھتے ہیں بوجہ اپنی قدامت و امرکان و دونوں  
جانب کی رعایت سے واسطۃ فیض ہوئیں اور ہر طرح کا تعلق اور الجماعہ عالم کا ان صفات کے ساتھ  
ہے جس سے رب رازق خالق غفور کریم وغیرہ اسکو کہتے ہیں تو دیکھیے کس خوبی و خوش اسلوبی کے ساتھ  
شکل لام۔ ل۔ مناسبات صفاتیہ کو کھلی کھلی بتلا رہی ہے کس واسطے کہ لام الف کے تنزل سے  
حاصل ہوتا ہے اور متناہی تنزل ایک علاقہ اور آنکڑے کی شکل پر ہوتا ہے اس سے یہ بات بھی  
ظاہر ہو گئی کہ لام نہ تو بالکل عین الف ہے نہ تو بالکل غیر الف اور پھر ان کے اسموں کی محبت قلبی  
جو لام میں الف اور الف میں لام پڑا ہوا ہے سوال دونوں باتوں سے وہ مسئلہ مسلمہ اہل سنت  
کہ صفات نہ عین ہیں نہ غیر کیسا منصفہ کمال پر جلوہ پار ہے اور جیسے اُس ذات پاک جل شانہ سے  
بغیر واسطہ صفات کے کیا فیضیاب ہونا نامکن تھا اسبطرغ بغیر وسیلہ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم  
صفات سے تعلق پیکر کر اپنے آپ مستفیض ہو جانا باقتضاے کو لا ک لما خلقت الافلاک محال تھا  
خصوصاً اس فیض سرمدی تک جو تنزل قرآن مجید سے منظور تھا بغیر ذات بابرکات آپ کے کون  
پہونچتا کس واسطے کہ آپ کی ذات صفات خداوندی کے ساتھ تعلق اتم رکھتی ہے اسبواسطے آپ کے  
اخلاق کو قرآن فرمایا گیا اور آپ کی ذات مجمع البرکات چشمہ فیوض ہے تو دیکھیے شکل میم۔ ہر۔  
میں ان امور کا لحاظ اور مناسبت کس درجہ ملحوظ ہے اور یہ بات بھی ہے کہ میم متناہی لام ہو  
اور یہ شیر اس امر کا ہے کہ بعد ذات جل علا شانہ کے درجہ صفات کا ہے بعد صفات کے بجز  
ذات منبع الکمالات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی کا مقام نہیں سب اس سے نیچے ہیں یہ معنی  
خاتمیت کے ہیں بعد از خدا بزرگ تو فی قصہ مختصر ہر اس کے سیمی یعنی ہر کا شکل ارہ

ہونا جسکی نہایت عین ہدایت ہے اور اسکے اسم یعنی میم کے اول و آخر میم ہونے میں یہ نکتہ ہے کہ جب سے آپکے چشمہ فیض سے عالم پر داناہ فیضان کا اول سے ہوتا ہے آخر تک پہنچا ہی ایسا عدم نسخ شریعت غراے محمدی ہے صلے اللہ علیہ وسلم یہ تینوں حرف جیسے نے نقطہ ہیں نے نکتہ ہیں اور پھر لام کے ساتھ علاقہ پانے کے لئے یہ حلقہ ہر کیسا کچھ مناسب ہے اور اُس چشمہ سے جو بوسیہ لام الف کے فیض سے پڑے اپنے تحت یعنی جانب عالم میزاب کی طرح کیسا داناہ فیضان کا روان ہے غرض یہ ارشاد ہے کہ وہ فیض ذات عز اسمہ وجل شانہ جو مبیا لگی صفات تقدس آیات زبان پاک محمدی صلے اللہ علیہ وسلم سے جاری کیا گیا ہے وہ کتاب ہے جس میں شک نہیں مسلمات سے ہے کہ یہ کتاب مجید و فرقان حمید رب سے بڑا فیض ہے اب اختیار اشارہ بعید ذلک کی مناسبت بھی خوب سمجھ میں آتی ہے وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِحَقَائِقِ الْاَشْيَاءِ -

اور یہاں یہ بات بھی قابل معلوم کرنے کے ہے کہ زمانہ تدبیر میں ان حرکات کی کوئی صورت معین نہ تھی چونکہ نفس کو ادائے سخن میں حرکات متنوعہ پیش آتے ہیں کبھی جانب بالا کبھی جانب زیر کبھی آگے کی جانب کو میلان ہوتا ہے اسی مناسبت سے ادائے حرکات ثلثہ کے لئے حروف کے اوپر نیچے آگے نقطے و ہر دئے زیر زیر پیش نام کر دئے لیکن نقطہ اصلی سے التباس کو منع کرنے کے لئے رنگ اس نقطہ محرکہ کا رنگ مکتوب سے مغائر ہوا کرتا تھا پھر بعد ایک زمانہ دراز کے خلیل بن احمد عروسی رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ اہتمام رنگ مغائر مکتوب ایک عبث و وقت مہل کلفت ہے معہذا جیسی یہ حرکات میلان نفس بہات ثلثہ کے مشعر ہیں اپنے مابعد سے توسل بھی پیدا کرتے ہیں تو اس مناسبت سے اسی نقطہ کو جانب متوسلہ حرکت خطی ویدی اور چونکہ پیش میں التباس حرکت مابعد سے ہوتا تھا بلحاظ ہیأت خارج جو اسکے ادا کے وقت لب آگے کی جانب سمٹتے ہیں جس وجہ سے ضمہ نام ہے اُس خط نقطہ زاوے کے سرے کو آگے کی جانب سمیٹ کر بالائی حرف رکھ دیا اور سکون کے لئے چونکہ یہاں نہ مابعد سے توسل ہے نہ نفس کو حرکت تو فقط نقطہ پر کفایت کیا لیکن پھر بوجہ اُسی التباس نقطہ اصلی دو وقت اہتمام رنگ صورت صفردیدی کو واسطے کہ یہ امتداد خطی کا طرف اول ہے اور وہ امتداد سلسلہ اعداد کا طرف اول یعنی نقطہ و صفریہ دونوں طرف کم مطلق کے ہیں لیکن روانی کتاب میں نصف صفر پر کفایت کراتے ہیں چنانچہ اس طرح ۱۰۰ آج کل مروج ہے غرض اس سے معلوم

ہو گیا کہ یہ کل حرکات و سکانات قسم اعراض سے ہیں جن کا وجود مستقل بنفسہ بغیر کسی حرف پر قائم ہونے کے امکان نہیں رکھتا یعنی ہم کسی کو حرکت و سکون میں سے بغیر مد کسی حرف معروض کے ادا نہیں کر سکتے اس طرح یہ امر بھی منکشف ہو گیا ہو گا کہ یہ حرکات باہم علاقہ تضایف رکھتے ہیں جن کا اجتماع ایک حرف پر ایک حیثیت سے ممکن ہے رہے حرکات مع سکون یہ بھی بوجہ تقابل عدی ایک حرف پر ایک حیثیت سے جمع نہیں ہو سکتے اور تشدید ایک ہیأت مرکبہ از حرکات و سکون کا نام ہے اور ظاہر ہے کہ جب دو شے وحدت صوری و ترکیب معنوی پاویں ضرورتاً میں شدت و ثقل حاصل ہو گا اس بوجہ سے معروض التشدید کا مشدد نام ہے الحاصل چونکہ مشدد و اصل ایک نوع کے دو حرفوں کے ادغام و ادخال صوری کا نام ہے و دونوں حرفوں کا ایک نوع ہونا وقت ادغام شرط ہے خواہی قبل ادغام یک نوع ہوں جیسے دَرَدَ بَرُو شَعَر بَرُو دقیقین پر دماے خیال نہ نماند سر ابرہہ الاجلال خواہی قبل ادغام یک نوع کے نہوں جیسے بَرُو اور چونکہ ادخال اکثر ایک شے داخل فیہ ساکن میں شری داخل کو حرکت دینے سے حاصل ہوتا ہے حرف مدغم فیہ کو ساکن اور مدغم کو متحرک رکھتے ہیں اس سے معلوم ہو گیا کہ تشدید میں اجتماع حرکت و سکون حرف واحد پر نہیں ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ قبل مدغم ساکن کے حرف متحرک کا ہونا واجب ہے ورنہ بعض مواضع میں ابتدا بساکن لازم آئیگا جس کا استحالة علم صیغہ میں ثابت ہے اسی واسطے اس کو شکل سکون مابین الحریکتین کی دی گئی۔

یعنی صفر بین الخطین اور صفر کا خطوط محرکہ سے باہم پیوند برائے اشعار وحدت ادغام ہے چونکہ یہ دونوں طرفی حرکتیں حیثیت اطلاق میں بھین کیا معنی کہ ان حرکتوں کی نہ تعین فتحی ہو سکتی ہے نہ کسری نہ ضمی کو واسطے کہ بیان مطلق تشدید ہے قطع نظر اس کے کہ طرفوں میں فلان حرکت ہو اور نیز اس مطلق کا بغیر تضمن فرد من الافراد متحقق ہونا ممکن نہ تھا بخوف ترجیح بلامرجح اس کو فرد کامل اسنے فتح کے پیرایہ میں جلوہ ظہور دیا اور کمال جنبش فتحی خود اس کے عنوان عالی سے مترشح ہے لہذا لیکن روانی تحریر میں حلقہ صفر کے دونوں کنارہ بین و یسا کو ملا دیتے ہیں اور حرکت ثانیہ کو برقیال حروف ایک دامنہ پر ختم کرتے ہیں جیسے لھا مثلاً لام اس ل صورت کا نام تھا لیکن روانی تحریر میں ل دامنہ اور علاقہ دار صورت کردی اور ممکن ہے کہ حقیقت صورت تشدید کی ایک خط اور نصف زیرین صفر کی ترکیب سے جو شعر حرکت حرف اول و سکون ثانی ہے جیسے ر یا اس کا عکس یعنی

ایک نصف زیرین صفر جزئی اور ایک خط حرکتی سے مرکب ہو جیسے در لیکن اتصال خط حرکتی و سکون کا دونوں صورتوں میں برائے اشعار ادغام معروض و وحدت ترکیبی عارض ہے خلاصہ صورت ثانیہ میں دامنہ بوجہ روانی قلم و اختتام نقش ہے۔

خیر حروف موضوع ہوں یا مہمل زبان فارسی میں تیئیس ہیں اور ذال معجمہ کو حروف فارسیہ میں شمار کرنا خلاف تحقیق ہے چنانچہ محقق فرزانه اسد اللہ خان غالب نے اپنے استاد ہر فرد سے درفش کاویانی میں نقل کیا ہے کہ سوا سٹے کہ اہل فارس کی طبیعت نازک اور انکا مزاج غایت درجہ کانتراکت پسند تھا تو اپنے پرانی دشواری کو کہ دو حرف متحد المخرج زبان سے نکالیں گوارا نہیں فرماتے بلکہ قریب المخرج کو بھی زبان پر نہیں لاتے اسی واسطے سین سعنص کو جب لیا ہے ثانیہ مثلاً و صا د مہملہ کو چھوڑ دیا نئے قرشت کو لیا طائے مہملہ کو چھوڑ دیا الف کو لیا تو عین کو چھوڑ دیا غین معجمہ کو لیا تو قاف کو چھوڑ دیا بلکہ جٹاخذ کو لیا تو قاف کو چھوڑ دیا ہائے ہوز کو لیا تو حائے حطی کو چھوڑ دیا اسی طرح جب زائے معجمہ کو لینے کی وجہ سے ضا د و ظائے معجمتین کو چھوڑ دیا پھر اس ذال معجمہ کو باوجود زائے ہوز کس طرح لیتے ادا سے خارج کی وقت پسندیان اہل عرب ہی کا حصہ ہے۔ رہا ہمزہ یہ سوائے الف کے اور کوئی شے نہیں اور یہ بھی واضح رہے کہ خداوند کریم کے نام سے برفحوائے علمہ اذہم الاسماء کلہا ہر ایک شے موجود کے لئے ایک ایک اہم غایت ہوا ہے تو ان حروف کے لئے بھی ایک ایک نام اس قسم کا موضوع ہے کہ خواہی حروف ملفوظ ہوں یا منقوشہ انکا سرنام عین مسمیٰ ہوگا یعنی اگر حرف ملفوظی ہے اُسکے اسم ملفوظی کا سر حرف عین مسمیٰ ملفوظی ہوگا۔ اگر حرف منقوشی یعنی مکتوبی ہے اُسکے اسم منقوشی کا سر حرف عین مسمیٰ منقوشی ہوگا۔ اور یہ بھی خیال رکھیں کہ مسروری ملفوظی مقلوبی انہیں اسماء حروف کی تدریج ہے نہ حروف من حیث ہی کی اور کتب قواعد میں جو حروف کو خود مقسم بتایا ہے تسامح ہے وہاں بھی حیثیت اسمی ملحوظ ہے یعنی حروف من حیث الاسم۔ اور وجہ تسمیہ ملفوظ و مقلوب کی ظاہر ہے لیکن ان دو حرفی بار اسموں کو مسروری کہنے کے تین وجوہ سمجھ میں آتے ہیں کیا معنی کہ یا تو وہ منسوب ہے بجانب مسرور بمعنی ناف بریدہ جو ماخوذ سے ستر بالفتح سے بمعنی ناف بریدن سے و ستر الصبی ناف برید کودک را کما فی المنتہی الارب چونکہ ناف بحب ولادت جزو اخیر مولود بھی ہے چنانچہ اُسکا تعلق جسم ولد کے ساتھ مشعر ہے اور ایک شے زائد بھی چنانچہ جسم ولد سے وہ قطع کیا جاتا

فارسی زبان میں  
حروف تیس ہیں

معجمہ کا بیان

تیس حروف ہیں  
اسم

دو حرف  
مسروری و مقلوبہ

پس حروف مسروری کا اخیر ہمزہ باعتبار اصل وضع اُن کا جزو اخیر بھی ہے اور اہل فارس ایک شے زائد کی طرح گرا بھی دیتے ہیں انکے نزدیک یہ امر کچھ انہیں اسمائے حروف کی خصوصیات میں سے نہیں ہے بلکہ انکے ہاں ہر الف ممدودہ الف مقصورہ کا قافیہ واقع ہو جایا کرتا ہے۔ حافظ فرماتے ہیں شعر بملازمان سلطان کہ رساند این دعا را کہ بشکر بادشاہی ز نظر مران گدازا پاعرفی کہتے ہیں شعر اسے برزده دامن بلارا ۴ سرور پے خویش داد مارا ۴ شعر اول میں دعا اور شعر ثانی میں بلا جکی اصل دعاء و بلاء الف ممدودہ کے ساتھ ہے حرف اخیر ہمزہ کو حذف کر کے گدا اور ماکا قافیہ کر دئے گئے یا وہ ماخوذ ہے ستراء بالفتح والتشديد والمد سے جو کھوکری شے کو عموماً کہتے ہیں اور کھوکری ہنس کو خصوصاً کما فی المنتہی الارب۔ پس اس تقدیر پر الف وسط کلمہ سے مخدوف اور ہمزہ اخیر بحال سمجھا جائیگا لیکن فارسی میں چونکہ اس قسم کے ہمزہ اور الف کے لکھنے اور پڑھنے میں کچھ فرق نہیں کرتے دونوں تقدیر پر یہ اسمائے حروف ایک ہی طرح لکھے پڑتے جائینگے۔ یا وہ منسوب ہی جانب مسرور جو مفعول ستر کیسٹ مسروراً کا ہے کیا معنی کہ ان اسموں کو جیسے الف کے ساتھ باتا تا حاکتے ہیں اسی طرح امالہ کے ساتھ بے تے تے کہنا بھی جائز ہے چونکہ دونوں طرح کی اجازت سے ایک نوع کی تنگی نکلگئی طبیعت کو حصول وسعت سے سرور ہوا مسروری نام رکھنا ارتجال سے دور ہوا لیکن بہر تقدیر نام ان اسمائے حروف کا مسروری رکھنا اگرچہ بحسب لغت عرب ہے مگر توجیہ و علت تسمیہ باعتبار استعمال عجم ہے ورنہ اہل عرب بغیر ہمزہ اخیر استعمال نہیں کرتے و اللہ تعالیٰ شانہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ حاصل کلام یہ ہے کہ انہیں چند حروف کی باہمی ترکیب سے لفظ اصطلاحی بنتا ہے جسکے بیان کے ہم درپے ہیں ورنہ از روئے لغت منہ کی پھونک کو بھی لفظ کہہ سکتے ہیں۔ پس اب جاننا چاہیے کہ جو لفظ زبان سے آدمی کی نکلے اگر معنی رکھتا ہو موضوع ہے ورنہ بھل۔ موضوع کی دو قسم ہیں مفرد اور مرکب۔

لفظ مطلق کی تفسیر  
نوع و صنف کی تفسیر

نوع و صنف کی تفسیر

مفردہ لفظ ہے کہ دلالت جزو لفظ کی اسکے جزو معنی پر باعتبار وضع اصلی کے نہو جیسے زید عمرو بکر پس وضع اصلی کے اعتبار سے ناظم شروان شیوا سے طوس اور ایسی ہی القابی اور علمی ترکیبیں نکل گئیں اس واسطے کہ انکی اصلی وضع ناظم اور شروان شیوا اور طوس کی اپنے جیسے جیسے معنوں پر دال ہے ہاں یہ وضع القابی ثانوی وضع ہے یا منطقیوں کا ایسی ترکیبوں کو مفرد کی

قسم میں درج کرنا محض رعایت معنوی ہے کیونکہ انکی غرض اصلی معنوں کے ساتھ متعلق ہے۔ اور نحو یون کا انہیں القاب مرکبہ کو مرکبات میں داخل کرنا فقط لفظی رعایت ہے کسواسطے کہ غرض اصلی نحو یون کی لفظ کے ساتھ متعلق ہے۔ اور مرکب وہ ہے جو اس طرح نہو جیسے ناظم شروان وغیرہ۔ اور اس لفظ مفرد بمعنی کو کلمہ کہتے ہیں اسکی تین قسم ہیں۔ اسم۔ فعل۔ حرف۔

### بحث الاسم

جو کلمہ کہ اپنے معنی بتلانے میں مستقل ہو نہ کسی زمانہ کی قید سے پاگل تو شرف استقلال کی جہت سے اعلیٰ مقام پایا سمو المکانی سے اسم نام پایا اولایہ جامد۔ مصدر۔ مشتق پر منقسم ہے۔

جامد ایک جا ہوا کلمہ ہے نہ وہ کسی سے مشتق ہے نہ اس سے کوئی اور وہ نکرہ اور معرفہ پر منقسم ہے۔ نکرہ ایک غیر معین شے کا نام ہے جیسے کاغذ قلم دوات اسکی کئی قسم ہیں ایک تو اسمائے اصوات جن سے جانوروں کو بلاوین ہاکنین اٹھاوین بٹھاوین۔ اگر غور کیجئے تو یہ بمنزلہ اسمائے افعال کے معلوم ہوتے ہیں انکو نکرہ اور معرفہ کیا کیئے گا یا جن سے جانوروں کی آوازوں کی حکایت کرتین یہ البتہ نکرہ ہیں جیسے کوئے کی آواز کو قاق کے ساتھ۔ مولانا جامی قدس سرہ العزیز کے سماع سے نقل کیا جاتا ہے شعر یک بانگ کلاغ و نیم کبچہ نام بت من دران بگنجد اور قمری کی آواز کی نقل کو کو کی عمر خیام علیہ الرحمۃ کا شعر ہے شعر آن قصر کہ با چرخ ہی زد پہلو و برگنبد او شہان نہادندی رو دیدیم کہ برکنگرہ اش فاختہ پنہ شستہ ہی گفتے کو کو کو کو۔ یا اور کسی چیز کی نقل کریں جیسے ترنگا ترنگ و چقاچق کمان اور تیر اور شیر کی آواز۔ نظامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں شعر زبیم چقاچق کہ آمد ز تیر و کفن گشت در زیر جوشن حیر و ترنگا ترنگ درخشنده تیغ و زماہ در قہا بر آوردہ میخ و ترنگ کمانہا و بازو شکن و بے خلق را بردہ از خوشن و اور یہ ابیات زبیم النسا کی اس قسم کی صداؤں سے گو بخشی ہیں قطعہ از صدا مائے جہانم چار چیز آمد پسند و قفل بانگ صراحی چرچر سیخ کباب و مچ مچ بوس و کنار و سر سر شلوار بند و اسیطرح مصیبت میں انسان کا ہاے و اے کرنا خوشی اور تعجب میں واہ واہ کرنا۔

دوسرے اسمائے ظروف خواہی وہ زمانی ہوں خواہی مکانی۔ اول یعنی زمانی جیسے چون و چو و گاہ شعر گفتہ بودم چو بیانی غم دل باتو بگویم و چہ بگویم کہ غم از دل برود چون تو بیانی و خاتانی رہ شعر

اس کی تعریف  
اور اس کے اقسام

اس کی تعریف  
اور اس کے اقسام  
مکہ کی نون اور اقسام  
اس کے اقسام  
اور اس کے اقسام

از دور درفشہا نمائی + گاہے نکنی گرہ کشائی + ثانی یعنی مکانی جیسے پست و بلند و شیب فراز و پیش و پس و زیر و زبر۔ فردوسی علیہ الرحمۃ زلیخا میں فرماتے ہیں شعر چپ و راست پیش و پس زیر و بر زلیخاے بت روے بد سر بسر + اور اسی صورت کا ایک حرف رابطہ ہوتا ہے جسکو عربی والے حبار کہتے ہیں بمعنی علی لیکن فرق اتنا ہے کہ استعمال معنی اول میں خواص اسم اسپر کرتے ہیں جیسے مضام واقع ہونا اگرچہ علامت اضافت تحقیقاً ہو یا حکماً اور معنی ثانی میں یہ بات نہیں ہوتی نظامی قدس سرہ فرماتے ہیں شعر کہ بسیار ناید بر اندک + یکے بر صد آید نہ صد بر یکے + اور خاصۃً ظرف زمانی میں اکنون اور اسکا مخفف کمون اور نون فردوسی رح شعر و لے اسے پسر گاہ آنت نون + کہ سازی یکے چارہ پُرسون + اور زمان اور مکان میں مشترک ایدر و ایدون معرفہ ہیں اور ایدر اوسی ادھر ہندی کے معنوں میں ہے مثال ایدر زمانیکی شیواے طوس فردوسی رح کا مشہور شعر ہے شعر بد و گشت ایدرابی کام تو + بنویم بنویم بنویم بنویم تو + یعنی این زمان مثال ایدر مکانی کی فردوسی رح جنگ سہراب و رستم کی داستان میں لکھتے ہیں شعر بد و گشت ہومان کہ فرمان شاہ + چنین بد کز ایدر نخبند سپاہ + یعنی ادھر سے۔ نظامی رحمۃ اللہ علیہ شعر گرایدون در آید فریدون بہن + گرفتار گرد و ہمبیدون بہن +

تیسرے اسماء کنایات وہ چند اسم ہیں کہ جب کہنے والا اپنے مخاطب کو حاضرین سے چھپا کر بیان کرنا چاہے یا اس سے پوچھے انکو استعمال کرتا ہے اور یہ کبھی کنایہ معدود سے ہوتے ہیں کبھی عدد سے کبھی سخن سے۔ اول جیسے باہمان جسکا امالہ بیہمان محاورہ خراسانیون کا ہے اور اسکا مخفف بہمان بالکسر اور بہمان بجائے بہمان کاشیون کا روزمرہ ہے کہ اسکو باستار اور امالہ کے ساتھ بیستار بھی کہتے ہیں جیسے عربی میں لفظ فلان استعمال ہے استار و ودکی کا شعر ہے شعر خواجه این ہمہ کہ تو بر مید ہی شمار + بادام تر و سنگی دہمان و باستار + شمس فخری کہتے ہیں شعر باوجودت از شہان باستان + چرخ نارد بر زبان جز بیستار + غرض یہ الفاظ اپنی وضع و ذات میں نکرہ ہیں لیکن وقت استعمال لمحاظ خصوصیت و اعتبار عہدیت معرفہ ہو جاتے ہیں اور یہ ذوالعقول وغیر ذوالعقول ہر دو سے کنایہ ہوتے ہیں حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے شعر تو بر آوردہ دست بر بہان + کہ چار دستے بر آرد آن + مگر غالباً ان کا استعمال لفظ فلان کے ہمراہ ہوتا ہے بہین معنی

ایدر زمانی و مکانی

اسما کنایات

باہمان و بہمان و باستار کنایات

استاد المحققین حضرت قلندر حسین اطہر قدس سرہ العزیز الاکبر نے ان کو تابع لفظ فلان فرمایا نہ بحسب اصطلاح کیا معنی کہ تقدم توابع کا متبوعات پر خلاف موضوع ہے اور یہ الفاظ لفظ فلان پر بلا مضائقہ مقدم ہو جاتے ہیں چنانچہ مسئلہ سے ہوتا ہے عرفی شعر عرفی چہ احتیاج کہ گوید بدستان کہین از فلان جویے وز بہان فلان نخواہد سنانی رحمتہ اللہ علیہ شعر آواز بر آوردہ کہ اسے قوم تن خویش و وزخ مبرید از پے بہان و فلان راہ انوری شعر و نسبت شاہی تو ہجو شہ شطرنج و نامست دگر ہیچ چہ بہان چہ فلان راہ علی بن حسن باخرزی کا شعر ہے شعر نہ چشم چراگہ کند روے ساقی و نہ گوئیم بدزد و حدیث نہانی و نہ مطرب سرود آرزو ہم نخواہم و نگویم فلانی تو یا بہانی و درویش والا ہروی شعر تا بہ براہین ذوالعقول و محبت و جاے فرود لقین و ہند گمان راہ زیر نگین تو باد ملک سر اسرہ زان بکنم عرض بہان و فلان راہ باو بفعل آمدہ ز قوہ بعدت و ہر چہ توان نام سعد کرد قران راہ اور ان پر یا کی زیادتی سے فلانی و بہانی بھی کہہ دیتے ہیں خصوصاً فلان کو ٹاے مخفی کی زیادتی سے فلانہ بھی کہہ دیتے ہیں مگر بہان میں یہ دونوں زیادتیان مسموع نہیں۔ سنجہ کاشی شعر بہ تخلص نتوان ہمسری من کردن و چہ اگر نام فلانی شدہ یا بہانی و غنیمت و شعر ملے باید ز فیض ناتوانی و جواب چشم بیمار فلانی و امیر خسرو علیہ الرحمۃ شعر صنایا کہ خسرو ز برائے تست ہر شب و در دیدہ باز کردہ کہ فلانہ در آید و شیخ علی نقی شعر شب کہ یک شہر چو من داشت خرابات خراب و بہمدان بود و فلان بود نے دانستم و ثانی کنایہ از عدد یعنی وہ لفظ کہ کیت منفصلہ عددی کی طلب کے لیے استعمال کیا جاوے جیسے چند یہ لفظ اصل میں چہ اور اندسے مرکب ہے اس واسطے یہ لفظ چند استفہام کے لیے حقیقت اور استخبار کے لیے مجاز سمجھا گیا ہے چنانچہ زبان پہلوی میں اند بھی متعل ہے۔ مولانا سے روم کا شعر ہے شعر گفت اور اکین ہمہ حلوا بچند و گفت کو دک نیم دینارست و اند و نظیری کا شعر ہے۔ شعر آنکس کہ دین ندارد و گوید کہ عارفم و تکفیر او بملت ہفتاد و اندکن و اور اندک اسی اند کا صغر ہے اور یہ کثیر الاستعمال ہے غرض لفظ چند عدد و غیر معین کا کنایہ ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ یہ لفظ دو سے زیادہ اور دس سے کم پر بولا جاتا ہے بعض نے اسکو بصغ کا ترجمہ سمجھا ہے اور کہا ہے کہ ایک سے نو تک پر بولا جاتا ہے اور بعضوں نے کہا ہے ایک سے پانچ تک پر استعمال پاتا ہے غرض پانچ ہوں یا نو یا دس ان قلیل مقداروں پر اکثر لفظ چند بولا جاتا ہے۔ اور اگر اس عدد



میان چندین و چندان

نخست و نخستین کا بیان

چند و چندین و چندان استخاری و استغفاری

تیسرا کئی کی معرفت نکرہ مفرود جمع مقدم ہونے

غیر معین کی قلت و کثرت میں مبالغہ منظور ہو تو بڑی ادنیٰ حروف مبالغہ یا دونوں چندین کہا کرتے ہیں مثال ہر دو کی بلف و نشر معکوس سعدی علیہ الرحمۃ کی اس نشر سے واضح ہے نشر گنت این گداے شوخ چشم مبذر را کہ چندین نعمت بچندین مدت بر انداخت بر ایند۔ اور مبالغہ کثرت کی مثالیں بہت ہیں سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں شعر فروماندم از شکر چندین کرم ہماں بہ کہ دست دعا گسترم و لہ عجب نیست بر خاک اگر گل شگفت کہ چندین گل اندام در خاک خفت و اور اسطر ح ہر نخست اور نخستین یہاں اس مبالغہ سے ابتدائے حقیقی کے معنی پیدا ہو گئے گو کہ بعض وقت مجازاً معنی ابتدائے غیر حقیقی میں متعل ہو جاتا ہے اور یہی معنی کثرت جو بذریعہ حروف مبالغہ حاصل کیے گئے ہیں الحاق ادات جمع سے بھی حاصل کرتے ہیں۔ سعدی رح فرماتے ہیں شعر تو دروے ہماں عیب دیدی کہ بہت ز چندان ہنر چشم غفلت بہت و چونکہ یہ دونوں لفظ لفظ چند سے ترکیب پاتے ہیں تو اسی کی طرح استفہام و استخبار دونوں میں استعمال کیے جاتے ہیں۔ یعنی جب سوال کے موقع میں واقع ہوں استفہامی اگر جواب یا خبر کے تو کچھ خبر یہ کی طرح استخاری ہیں مثال استفہامی کی ظاہر ہو استخاری جیسے اوپر کے اشعار میں از شکر چندین کرم ز چندان ہنر وغیرہ اور فردوسی رح کا یہ شعر بھی اسی معنی میں ہے شعر بیاورد چندان ز رو خواستہ ابی آنکہ زو شاہ بد خواستہ یعنی بہت کچھ زرو مال بغیر طلب بادشہ کے لایا۔ ممکن ہے کہ چندان اور چندین لفظ چند اور اسماء اشارہ آن و این سے مرکب ہو اور ان میں کثرت و قلت کا مبالغہ تعظیمی و تحقیری قرب و بعد سے لیا گیا ہو اس وقت لفظ چند کو بمعنی قدر و مقدار سمجھنا چاہیئے اور یہ مقدار زمانی ہو یا غیر زمانی یعنی چندان و چندین بمعنی اسقدر اور اسقدر خصوصاً اگر انکے بعد عملہ بیانہ مصدر بکاف ہو یہ معنی بلا تکلف واضح تر مفہوم ہوتے ہیں۔ نظامی رح شعر بھی چہرہ باغ چندان بود کہ شمشاد بالالہ خندان بود یعنی خوبی چہرہ باغ کی اسقدر یعنی اُس زمانہ تک ہوتی ہے کہ انہ اگر انکے بعد اس قسم کا جملہ نہو باعتبار انکی تفہیم و تحقیر کے مبالغہ فی التکثیر و التقلیل سے کنایہ کر لیتے ہیں وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْاَصْوَابِ۔

تمیز اس کنایہ کی معرفت نکرہ مقدم موخر مفرود جمع سب درست ہے لیکن متاخرین کے ہاں جمع کم متعل ہو موخر التمیز جیسے کہا جاتا ہے آنجا چند مرود بودند۔ مقدم التمیز سعدی رح شعر با عزیزے نشست روزے چند و لاجرم ہجو اگر امی شد و معرفت نکرہ مفرود موخر کی مثال ملا نسبتی شعر چند عمرم با ستر لطف

بسر رفت و ہنوز چہ شکل چہ دل شدست و چند شکل ماندہ است و مثال جمع کی الفوری شعر خیر و اوسمی  
 و خان بین و ز تاثیر بخار و باد توں ہر دو کنون چند رسوم عجب است و نظامی شعر از پس چند چیز ہا کی لطیف و  
 واد النعام ہاے بالتشریف و کبھی تمیز کو بقرینہ مقام حذف بھی کر دیتے ہیں نظامی شعر ہماں خوردگان  
 ماتراش در کہ چنین چند را خاک خاریدہ اسے چند کس را۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ چنین اسکی تمیز مقدم ہو  
 اور سنو کہ اسکی تمیز لفظ از کے ساتھ بھی آتی ہے جیسے شعر چند چند از حکمت یونانیان و حکمت ایامیان  
 راہم بخوان و بعض مقنین نے رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ اس شعر کو از تمیز یہ کا شاہد بنایا ہے شعر  
 مؤذن بانگ نے ہنگام برداشت و نئے دانست چند از شب گزشت است و میرے نزدیک یہ خطا  
 فاحش ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس شعر میں لفظ چند مخدوف التمزیر اور لفظ از تبعیضیہ واقع ہے یعنی چند  
 پاس از پاس ہاے شب گزشت است چنانچہ حضرت نظامی فرماتے ہیں شعر معنی توئی مرغ ساعتیں  
 بگو تا ز شب چند رفتست پاس و ورنہ شب سے لفظ از کو جو اظہار التمزیر آیا ہے حذف کیجیے تو مطلب خط  
 ہو جائیگا۔ اور اس لفظ چند پر باے زائدہ کا لانا بھی مطلقاً جائز ہے۔ محمد قلی سیلی کا شعر ہے  
 فزون تر ز بخل و فزون تر ز ہمت و نشیب و فرازش بچندین مراتب و اور بمعنی مقدار کے جسکو اردو  
 میں گونہ کہتے ہیں خسرو علیہ الرحمۃ کا شعر ہے شعر نور اور کو سپہر صد چندت و نہ شگاف و سپہر پیوست  
 اور اس پر جیسے یاے تنکیر و وحدت کی زیادت سے چندے کہتے ہیں یکچند و یکچندے بھی کہا کرتے  
 ہیں فروسی علیہ الرحمۃ شہر بیدار پر رستم کی چڑھائی کرنے کی داستان میں لکھتے ہیں شعر  
 بہ بنخیر گور و بھی دست برد و از سینگونیک چند خورد و شمر دہ مولوی معنوی قدس سرہ شعر آمد الہامش  
 کہ یک چندے بند کہ درین غم بر تو منکر میشدند و اور بمعنی تاکے یعنی تعیین زمان کی طلب کے  
 لئے بھی یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے عرفی کا شعر ہے شعر چند زین آتش خپوش بر انگیزی دود  
 اسے بخوش جوہری آئینہ حسن تو شل و اور یہ لفظ جب اگر شرطیہ پر لاحق ہوتا ہے تو چہ کی طرح اسکو  
 وصلیہ بنا دیتا ہے۔ نظامی رح کا شعر ہے شعر ازان مے کرو شادمانی کم و اگر چند مستم جوانی کم و  
 ثالث چنان چنین یہ الفاظ جیسے حدیث یعنی سخن سے کنایہ ہوتے ہیں اسطرخ خیر حدیث بھی  
 کنایہ کیے جاتے ہیں اصل اسکی حرف تشبیہ چون اور اسمائے اشارہ آن و این سے مرکب ہے  
 جیسے عرب کنایہ کہتے ہیں۔ مثال کنایہ از حدیث کی نظامی رح شعر چنین گفت باہمن اسفندیار

۱۱  
چند چیز ہا کی۱۲  
نظامی شعر کا لفظ از کے ساتھ آنا۱۳  
چندین پر باے زائدہ کا لانا۱۴  
بیان چنان و چنین

اگر شکی بکنی کارزار و ظہیر فاریابی شعر گرم سوز و قردانی بخندت و چنان گفتم کہ گفتہ بود  
 داخل و نظامی رح شعر چنان گفتم از ہر پہ دیدم شگفت و کہ دل راہ باور شدن برگرفت و مثال  
 غیر حدیث کی نظامی علیہ الرحمہ کا شعر ہے شعر وزیرے چنین شہر یارے چنان و جہان چون  
 نگیر و قرارے چنان و ولہ شعر مبین سرور در سہ افگندگی و چنان شاہ را در چنین بنگی و  
 اور وقت تکرار لفظ جیسے ویسے کے معنوں میں بھی مستعمل ہے۔ نظامی رح شعر گر آسودہ درنا توان  
 میزیم و چنان کا فریدی چنان میزیم و یعنی جیسا پیدا کیا ویسا جیتا ہوں۔ مولوی معوی  
 قدس سرہ فرماتے ہیں مثلاً شعر تو چنین خواہی خدا خواہد چنین و میدہ حق آرزوے متقین و  
 یعنی تو جیسا چاہتا ہے ویسا ہی اقتضائے مشیت ایزدی ہوتا ہے اور انکے جواب میں کان  
 بیانہ کا ہونا واجب ہے تحقیقاً ہو یا تقدیراً۔ تحقیقاً جیسے مسئلہ مذکورہ سے ظاہر ہے اور تقدیراً  
 جیسے تاثیر کا شعر ہے شعر گل چنان بے ثمر یہاں چمن سے پوشد و آنچنان عیب ترا حلق  
 حسن سے پوشد و اے گل چنانکہ انہ۔ اور اگر دو شے جہول الحقیقت کا بیان منظور ہوتا ہے چنان  
 چنین یہ سہ دو لفظ معاً بیان کیے جاتے ہیں شعر آگہ از خوشتن چو نیست چنین و چہ خبر دارد  
 از چنان چنین و اگر ان کنایات توام پر حرف نہ لایا جاوے مفید تحقیر و تذلیل مناد ہوتا ہے  
 جیسے بزبان عوام ہند ایسی تیری بجائے دشنام بولا جاتا ہے انوری کا شعر ہے شعر بانگ برزو  
 مرا خرد کہ خوش و تو کہ باری اے چنان و چنین و اور چنان چون بجائے چنانچہ و چنانکہ مستعمل ہو  
 نظامی رح شعر میں را برافروخت از گرد خیل و چنان چون اویم میں از سہیل و فروسی رح شعر  
 بر خویش بر تخت بنشا ختش و چنان چون سزا بود بنوا ختش۔ چوتھے اسمائے اعداد ہیں  
 کہ جنسے چندگی احاد اشیاء کی بیان ہوتی ہے یعنی اگر کسی سے لفظ چند کے ساتھ مثلاً  
 سوال کریں جیسے پوچھیں در اینجا چند کس بودند تو جواب میں جتنی اکائیاں سؤل عنہ کی ہیں  
 بیان ہو جائیں۔ مثلاً جواب میں یک یا دو یا پنج کس بودند فرما دیں معلوم ہو جائے گا کہ پانچ  
 اکائیاں ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ایک اور دو بھی اسمائے اعداد سے ہیں۔ گو کہ  
 بعض حساب نے ان ہر دو کو اور بعض نے فقط ایک کو اعداد میں نہیں گنا ہے یہ بات خلاف  
 تحقیق ہے حالانکہ دو اور ایک تو کیا صفر بھی عدد ہے بلکہ محققین کے نزدیک صفر و صفر بیان

چنان چنین یعنی جیسے ویسے

چنان اوچنین پر کاف بیان کا حذف

ان کنایات کا  
توام پر جہول  
الحقیقت کے  
لیے استعمال  
ان کنایات توام  
پر ہر دو کا لانا  
میں سے  
معنی چنانچہ

چنان چنانچہ

چنانچہ



اور آن کے عہد کے موافق مہ آبادیوں کی سلطنت صد زاد سال قائم رہی اور وہ بھی اس طرح کہ سال  
انکا مطالبہ سال متعارف کے نہیں بلکہ سال بارہ ماہ کا اور مہینا تیس روز کا اور روز ایک دورہ کامل  
ستارہ بلند کو کب زحل کے زمانہ کا نام ہے اور وہ ایک دورہ تیس سال متعارف میں پورا ہوتا ہے  
غرض سیارہ بلند ایوان کیوان کے دورہ سی سالہ کا ایک روز ہوا اور اس قسم کے تیس روز کا ایک ماہ  
اور اس نوع کے دوازدہ ماہ کا ایک سال اور اس قسم کے صد زاد سال زمانہ قیام سلطنت مہ آبادیان  
بتلاتے ہیں اس طرح لفظ بیور پہلوی زبان کے اصول اعداد میں سے ہے جسکو درمی زبان میں  
دہ ہزار سے تعبیر کرتے ہیں یعنی اسکی اظہار نسبت دہ ہزار سے کی جاتی ہے سعدی رح فرماتے ہیں شعر  
ہنوزت سپاس اند کے گفتہ اند ز بیور ہزار ان یکے گفتہ اند اور چونکہ ضحاک کے اصل میں  
دس ہزار گھوڑا خاص بزین و لجام تیار دوام رہتا تھا اسکا بیور اسپ لقب کرتے تھے۔ فردوسی رح  
آغاز داستان ضحاک میں لکھتے ہیں شعر جہان جو سے را نام ضحاک بود و دلیر و سبک ساز و ناپاک بود  
ہمان بیور اسپش ہی خواندند چنین نام بر پہلوی را ندند لیکن ان اصول اعداد نے شہرت  
رواجی نہیں پائی جس سے زبان استعمال پر نہیں چڑھے چنانچہ خود فردوسی کو اس زمانہ میں فارسی  
زبانوں کے لئے شرح کرنی پڑی چنانچہ بعد اس شعر کے خود کہتے ہیں شعر کجا بیور از پہلوانی شمار  
بود و زبان درسی دہ ہزار ز سپان تازی بزین تمام و را بود بیور چو بردند نام و اصول اعداد  
کی تقریب پر بعض شارحین کا طین نکتہ رسالہ عبدالواسع کی تحقیق یاد آگئی کہ انہوں نے لک و کرد کو اصول  
اعداد فارسی میں شمار کیا ہے حالانکہ ہندیان فارسی نگار نے اپنے معاملات روزمرہ میں حساب کتاب  
کے وقت سہولت فہم کے لئے اپنی ہی زبان کے الفاظ استعمال کر لئے اور محمد قاسم فرشتہ نے  
جو اپنی تاریخ میں اسی قسم کے الفاظ برتے ہیں اور طغرائی مشہدی نے آشوبنامہ میں رودکی شاعر  
کی مدح میں یہ جو لکھا ہے نشر تا آخر حرکات رقا ص قلم صوت چندین لک شعر برب خواند ماگزشت  
یہ سب اسی پر محمول ہیں گو کہ وہ اہل زبان تھے لیکن ہند کی بود و باش اور یہاں کے رواج نے  
ان پر اس امر کا اقتضا کیا یہ جیسے اختلاط ترک و عرب سے الفاظ عربی و ترکی شامل ہو گئے ہندیوں  
کے اختلاط سے الفاظ ہندیہ داخل ہو گئے سنائی رحمہ اللہ تعالیٰ شعر نہ دران دیدہ قطرہ پانی  
عربی کا شعر ہے شعر آن باد کہ در ہند گراید جگہ آید و سالک کا شعر ہے شعر سیر گشتم

نکتہ کرد کا اصول اعداد فارسی

بہشتی و کافر  
و قلم و خط و کتاب  
یک لک آریست  
پرستون

ز کچھری ایام ہوس خوان سیم و زر کننم ہ ملائسن تاثیر گو کہ وارد ہندوستان نہین ہوئے مگر یاران ہم پیشہ کے اتباع سے اپنے اشعار میں الفاظ ہند یہ کارنگ جلاتے ہیں شعر دراز شیوہاے راگ رنگش ہ برقص آرد فلک راسا ز چنگش ہ طغرا شعر ز پوشیدن آن نگار ختن ہ شدہ پر نیان چیت بچلی پتن ہ اے چھینٹ بچلی پتن۔ غرض میں نے اس تذکرہ کو بیان شرح نکتہ کے لئے حسن تقریب پایا اپنے احبہ کی فرمانبری میں جو بار بار خواہش کر چکے تھے قلم اٹھایا سنہ التوفیق و بیدہ ازمۃ التختیق ہ نکتہ اختیار بست و ہشت حرف در کلام عرب کہ استیفائے اقسام اعداد از مفردات و مرکبات امتزاجیہ و غیر امتزاجیہ باشد اقتضائے آن میلند کہ ہلکی سی حرف باشند لیکن عوض دو عقد حائل ضروری کہ بست و سی باشد دور اکم کردند

جاننا چاہیے کہ نکتہ بالضم نکت بالفتح سے ماخوذ ہے اور وہ لکڑی یا انگلی سے زمین کریدنے کو کہتے ہیں چونکہ یہ فعل اکثر فکر و سوچ میں آدمی سے وقوع پاتا ہے کنا یہ فکر سے ہو جاتا ہے جیسے کہتے ہیں یُنْکِتُ فِی الْأَرْضِ اِیُّ مُتَفَكِّرٍ اَوْ اِیُّ اَمْرِ لَا نَکْتَهُ بِالضَّمِّ اِسِیْکَا اَثَرُ و نشان ہے منتخب میں ہے نکتہ بالضم نشانہ سر انگشت یا سرچوب کہ بر زمین زند چونکہ سخن باریک و کلام دقیق بھی اکثر فکر ہی کا اثر و نتیجہ ہوتا ہو اسکو نکتہ کہنے لگے اور یہاں انہیں معنی مصطلحہ میں استعمال ہے اور یہ لفظ نکتہ کا اولیٰ ہی ہے کہ مابعد سے مضاف بنایا جاوے ورنہ در صورت عدم اضافت مثل باب فصل مقطوعات کلام سے سمجھا جائیگا تو پھر اور اسکے سرے پر لفظ مقدمہ کا قطع کلام کے لئے موجود ہے اور مخزن کی راہ سے یہ خرابی جدی ہوگی کہ جب اختیار خود مبتدا اور اقتضا اسکی خبر ہوئی تو اٹھائیس کا اختیار کرنا تیس بننے کو مقتضی ہے حاصل اس کلام کا ہو اسو یہ ظاہر البطلان ہے در صورت اضافت یہ خرابی نہوگی کس واسطے کہ اضافت میں تقیید داخل اور قید خارج مانی گئی ہے غرض نکتہ اختیار بست و ہشت حرف موصوف اور جملہ فعلیہ

کہ استیفائے اقسام اعداد از مفردات و مرکبات امتزاجی و غیر امتزاجی باشد اسکی صفت چونکہ صفت جملہ فعلیہ واقع ہے صفت کو اسکی اصل پر لانے کے لئے جو افراد ہے مصدر بکاف کیا پس موصوف صفت ملکہ مبتدا ہوا اقتضائے آن میکند کہ ہلکی سی حرف باشد اسکی خبر الحاصل مطلب یہ ہے کہ کلام عرب میں اٹھائیس حرف اختیار کر نیک نکتہ جو اسمائے اعداد کی تمامی قسموں کو ملحوظ رکھکر ہوا ہے کل تیس حرف

وضع کیے جانے کو مقتضی ہے اس واسطے کہ اسمای اعداد جو اس اختیار کے مقیس علیہ ہیں ایک تو مفردات کی قسم سے ہیں یہ وہ اسم ہیں کہ جنکے لفظ میں کوئی ترکیب نہ ہو وہ کل اصول اعداد احد سے لیکر عشر تک اور اثنہ والف جنکا مجموعہ بارہ ہے اور کل عقود ثمانیہ عشر و ثلاثون اربعون خمسون ستون سبعون ثمانون تسعون عربی میں کل یہ بیس اسم مفرد ہیں باقی سب مرکبات سووہ دو قسم کے ہیں۔ امتزاجیہ کہ جنکی ترکیب کمال خلط کی وجہ سے ایسے معرض خفا میں آگئی کہ وہ اسم مرکب ظاہر میں کلمہ واحد معلوم ہونے لگا یہ نو اسم ہیں احد عشر اثنا عشر ثلثہ عشر اربعہ عشر خمسہ عشر سبۃ عشر سبۃ عشر ثمانیۃ عشر تسعۃ عشر۔ اور غیر امتزاجی کہ جنکی ترکیب کھلی کھلی ہو کوئی آمیزش اُسکے اجزائیں ایسی نہ ہو کہ ظاہر نظر اُسکو دریافت نہ کر سکے اور وہ سوائے ان دو قسموں کے جنکا ذکر ہو چکا ہے انتہا ہیں احد و عشرون اثنان و عشرون ثلاثہ و عشرون وغیرہ پس اب استیفا اقسام کا اسطرچہ ہوا کہ دس تک کے مفردات اور احد عشر سے تسعۃ عشر تک امتزاجی مرکبات اور احد و عشرون سے تسعۃ و عشرون تک غیر امتزاجی مرکبات چونکہ عشرون و ثلاثون بھی اسی سلسلہ میں پڑے ہوئے ہیں انہیں کے ساتھ شمار کر لیا اس میں اسمائے اعداد کی ہر قسم مفردات و مرکبات امتزاجیہ و غیر امتزاجیہ کی موجود ہے استیفاء و استیفاء اقسام نحو بنی متحق ہے اور یہ دو عقد حامل عشرون و ثلاثون جنکی حیولت سلسلہ اعداد میں ضروری اور ناگزیر ہے سو بوجہ اشتراک اسمی اُن دو عقدین حاملین کے جو دو نقطے تقاطع منطقة البروج کے ہیں جنکو راس و ذنب اور جوزہرین بھی کہتے ہیں بوجہ اُنکے گوزہر ہونے کے شمار اعداد مطلوبہ سے گراوئے گئے کو واسطے کہ بنجین کے نزدیک حیولت اُن دو عقد دن کی منحوس ہے پس دو عقد یعنی عشرون و ثلاثون کو ساقط کرنے کے بعد اٹھائیس اسم باقی رہ گئے جس سے مقیس و مقیس علیہ میں باہم مطابقت تامہ حاصل ہو گئی اور سلسلہ حروف کو اٹھائیس پر ٹھہرانا عمدہ مذہب المحققین ہے جو ہمزہ اور الف کو اور حروف علت کی طرح متحرک و ساکن مانتے ہیں یعنی ہمزہ اور الف کو ایک ہی شے جانتے ہیں ورنہ سلسلہ حروف کا انتیس پر جا ٹھہریگا۔ لیکن اس لیکن پر دو شبہ ہیں اول تو یہ کہ ہر دو عدد عشرون و ثلاثون حامل نہیں ہیں اور حیولت فقط ایک عدد عشرون میں ہے اور عقد ثلاثون منتهی پر واقع ہے اور اسکے مابعد کے باقی سلسلہ غیر امتزاجیہ کا اعتبار جس سے ثلاثون کو حیولت حقیقیہ حامل ہو خلاف مقصود ہے ساقط ہے اُن بات بنانے کے لئے اثناسو اب دے سکتے ہیں کہ یہاں حیولت سے فقط اجتماع مراد ہے اور نکات شاعرانہ میں اسقدر

نہیں ہے الخ  
نیسا خور سون کی رات  
بوجہ یہ ہے کہ نصف  
دار ماہ کا  
دار زین  
کے شمال  
طرف اور  
نسب  
جنوب  
دار زین  
اور مدار  
دار ماہ  
زمین سے  
دو نقطہ مقابل پر  
مقابل ہے ایک کو  
اور دوسرے عقد  
دار ماہ کو بنجین  
اسکو اس غرض سے  
نکات نام سے کہتے  
دوسرے کو جاکے مقابل  
ہے عقدہ بیضا دار ماہ  
سب بنجین یعنی بنجین  
ثم از دار ماہ کے نام  
مشہور و معروف ہے  
نیسا خور سون کی رات  
جنہ حالت بنجین کا  
برجین میں ان دو عقد  
کے کہ  
کی کہ  
تو بنجین  
ساقط کرنا  
نقص ہے  
خلاصہ کلام جو کہ اس  
ذنب کو باعث ان  
کے بنجین

مناسبت اور اشتراک لفظی و مشارکت اسمی کافی ہو جاتی ہے دوسرا شبہ یہ ہے کہ جب عشرون ثلثین کو عقود میں شمار کیا عشرہ کو جوہ بھی مقام مناسب عقود میں واقع ہے اور اسکی حقیقت بھی عقد بننے کو پکار رہی ہے چنانچہ ابھی اسکا بیان آویگا انشاء اللہ تعالیٰ اور حیولت بھی اس میں متحقق ہے عقود میں شمار کیا یہاں اس طرح عذر کر سکتے ہیں کہ عشرہ خود مفرد ہونے اور حد سلسلہ مفردات پر واقع ہونے سے اسکی عقدیت کے لحاظ کو مغلوب کر دیا لیکن باوجود ان تمام معذرتوں کے کلام ضعف سے خالی نہیں کاٹن مصنف محقق علیہ الرحمۃ اس طرح توجیہ فرماتے کہ کل بیس مفردات جو مجموعہ اصول اعداد ہیں اور نو مرکبات امتزاجیہ اور چونکہ غیر امتزاجی مرکبات نے نہایت تھے اور احصائے لاتنا ہی محال تھا تو ان میں سے ایک کو جو ادنے درجہ ہے لے لیا جنکا مجموعہ (بحساب ۲۰ + ۹ + ۱) = تیس ہوا سو کہا جاتا ہے کہ اعداد کی کل قسموں کو نظر کریں جو مقیس علیہ حرف ہیں تو حرف بھی تیس ہونے چاہئیں لیکن دو عدد دس اور بیس جو مفرد اور مرکب امتزاجی و غیر امتزاجی کے درمیان حائل ہیں بمشابهت دو عقد حائل راس و ذنب جو باعتبار دے بنیاد و تخمین سخوس میں الگ کر دیا تو کل اٹھائیس رہ گئے اور عشرہ کا اپنی ذات میں شریک مفردات رہنا اور ایک ضرورت کی وجہ سے بلا انقطاع سلسلہ تعداد مفردات میں واقع ہونا اس کے عقد بننے کے لئے مانع نہیں کس واسطے کہ حقیقت عقود کی اتنی ہے کہ جب آدمی نے ایک کے لئے ایک انگلی کا اشارہ کیا اور دو کے لئے دو انگلیوں کا جب دسوں انگلیاں پوری ہو گئیں رک گیا اب گیارہ کے لئے ایک مرتبہ دسوں انگلیاں کھول کر دونوں کھلے ہوئے پنچون سے اشارہ ایک بار کر کر پھر مٹھیاں بند کر کے ایک انگلی کھولے گا اس طرح بیس کے لئے کھلے ہوئے دونوں پنچون سے دو مرتبہ اشارہ کرے گا اب ظاہر ہے کہ دس ایک بار کل انگلیوں کے اشارے کو ختم کرنے کا نام ہے اور بیس دو بار تیس تین بار تو بیس اور تیس کو عقد کہیں دس کو نہ کہیں اسکی کوئی وجہ تشفی بخش نظر نہیں آتی لیکن ان ہر دو صورتوں میں اتنا شبہ قوی رہیگا کہ اسمی اعداد از قبیل لفظ ہیں جو مرکب حروف سے ہے معہذا ان اسموں کو مقیس علیہ حروف قرار دیا عقل چکر میں مہر و تاویل ششدر میں ہے کہ اسمی اعداد بوجہ مقیس علیہ ہونے کے حروف مقیسہ سے مقدم بالذات ہونے چاہئیں اور اسمی اعداد لفظ ہونے اور لفظ کے مرکب از حروف ہونیکی وجہ سے تقدم ذاتی و طبعی حروف کو مقتضی ہے درحقیقت یوں ہی ہے کس واسطے کہ مرکب کا اپنے اجزائے حیثیت ترکیب میں موخر ہونا ضروری ہے پس اسمین دور اور تقدم الشئ علی نفسه لازم آیا اسلئے کہ حرف موقوف

مضمون این  
بہر طریقیہ  
جو بیس و  
خالی بیس  
توجیہ اولی  
جانب سے

تفصیل غصہ

اسی اعداد  
مقیس علیہ  
قرار دینے  
پن نہ قوی



ہوئے اسمای اعداد پر اسمای اعداد بحیثیت لفظ موقوف ہوئے حروف پر تو حروف کا توقف حروف پر ہوا اور موقوف علیہ موقوف سے مقدم ہوتا ہے تو حروف اپنے نفس پر مقدم ہوئے اس تقریر سے خود حروف کے اسم و مسمیات پر وہی شبہ کہ حرف اول مثلاً الف کے لئے جب اسم وضع ہوا اور وہ اسم بحیثیت لفظ اور حرف سے ترکیب پایا جوا بھی معرض وضع میں نہیں آئے مہذا خود اس حرف سے مرکب ہے جسکے نام رکھنے کی ضرورت درپیش ہے تو یہاں بھی دور اور تقدم الشی علی نفسه لازم آیا پیش نہیں چلتا اس واسطے کہ ہم نے پہلے ہی دستور نامہ کے حروف کی تحقیق میں عرض کر دیا ہے کہ جب آواز کیف بکیفیات اربع زیری بھی پچاک غٹگی ہوئی تو اس عارض مع معرض کا نام حرف ہوا مثلاً احد کا الف قطع نظر جنبش فتحی وغیرہ سے اوکل کے کل حروف کی وضع اس درجہ میں بسیط ہے اور بعد وضع جمیع حروف مبسوطہ فہم تفہیم کے تیسرے لئے انکے نام رکھے۔ چونکہ یہ پہلا مرحلہ اور اول الاول سبق تھا خیال اور یادداشت کے علاقہ پر اعتماد نہ کیا۔ ہر ایک اسم کا جزو اول عین مسمی کو رکھ دیا تا منزل اول میں کوئی وقت پیش نہ آئے اور یہ علاقہ محسوسہ سبب سہولت بن جائے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

اور وجہ قیاس بر اقسام اعداد یا تو یہ ہے کہ سلسلہ حروف ہجا بھی مثل سلسلہ اعداد کے زبان پر روان ہوتے ہیں جیسے احد و اثنان و ثلاث و اربع و خمس و ست و سبع وغیرہ اور الف باتانا جیم حا خا دال ذال وغیرہ یا یہ بات ہے کہ جیسے اسمای اعداد منقسم بسبب قسم ہیں ویسے ہی اسمای حروف منقسم بسبب قسم ہیں یعنی سرور می و ملفوظی و مفقونی اس سے یہ بات بھی معلوم ہو گئی کہ حروف کو جو ان تین قسموں پر منقسم کرتے ہیں من حیث الاسم کرتے ہیں در نہ اپنی ذات میں یعنی من حیث ہوا ان سبب توزیعات سے مبرا ہیں یا یہ بات ہے کہ حروف باعتبار اپنے مسمیات اور اسماء کے منقسم بسبب قسم ہیں فتاقل انشاء اللہ تعالیٰ اسکا بیان عنقریب آئے گا۔

وتنبیہ بر استیفاے اقسام اعداد بجهت اشعارست برین کہ مسمیات این اسما از قسم اول ست واسامی از قبیل ثانی وثالث

تنبیہ بر استیفاے اقسام اعداد مبتدا بجهت اشعارست برین الخ خبر یعنی استیفاے اقسام اسمای اعداد پر متنبہ کرنا اس بات کی خبر دینے کے لئے ہے کہ مسمیات جو ذوات مبسوطہ مفردہ ان اسموں کے ہیں اسماء اعداد کی پہلی قسم کی طرح یعنی مفردات ہیں اور انکے اسموں کا حال اسمای اعداد مرکبات کا سا ہے

اسامی حروف و اعداد پر اس شبہ قوی کا نہ چلنا

اسامی حروف میں حرف اول کے عین سے پہلے میں غٹگی

وجہ قیاس حروف بر اقسام اسمای اعداد

تنبیہ بر استیفاے اقسام اعداد

کہ جسکی ترکیب از قبیل المتزاج و غیر المتزاج واقع ہے جیسے سروری بوجہ بریدگی و حذف حرف ثالث یعنی ہمزہ یا حرف وسطی یعنی الف و عامہ مشابہت احد عشر سے رکھتے ہیں کسواسطے کہ یہاں بھی عاطفہ محذوف ہے اور باقی دونوں قسم یعنی ملفوظی و مقلوبی غیر المتزاجی کے مشابہ ہیں یا یہ کہ مقلوبی جیسے میم و لون و واو بوجہ وحدت اول و اخیر کے ستر یا ایک ہو کر مرکب المتزاجی بن گیا باقی اسماء حروف کی ترکیب غیر المتزاجی رہیگی یا یہ کہ دال ذال رازا و او اپنے باہمی انفصال تام کی وجہ سے المتزاج سے دور غیر المتزاجی کے نام سے مشہور ہوئے باقی اسموں نے المتزاجی ترکیب پائی اگرچہ بعض اسموں کا جزو اول یا اخیر مفصل رہ گیا ہے لیکن باعتبار اکثر اجزاء کے مرکب المتزاجی کہا جاتا ہے اور جزو وسطی کا کبھی اول کے ساتھ وصل پانا جیسے صاد کبھی اخیر سے جیسے الف اور کبھی ہر دو سے جیسے جیم سین عین اس اختلاف تعلق عاطفہ پر مشعر ہے یا یہ کہ کل سمیات از قسم مفردات ہیں اور اسماء حروف باعتبار اپنی حقیقت کے مرکب ہیں یعنی ہر ایک اسم دو جزو زبر و ینات سے مرکب ہے لیکن بعض اسموں میں زبر و ینات باہم متصل مثل شے واحد کے ہیں جیسے با تا نا جیم صاد و بعض اسموں میں منفصل جیسے الف وال ذال تو اول کو مرکب المتزاجی ثانی کو غیر المتزاجی کہنا مناسبت تمام رکھتا ہے۔ لیکن یہ تنبیہ قابل تنبیہ ہے کہ اقسام اعداد کا استیفا حروف کے اسماء و سمیات پر مشعر ہو نہیں سکتا کسواسطے کہ اقسام اعداد اگر قبل اسقاط عقدین مراد ہیں تو وہ باعتبار ضرورت مثبتہ کل میں ہیں یا باعتبار حقیقت نے انتہا ہیں اور اگر بعد اسقاط عقدین مراد ہیں تو وہ اٹھائیس ہیں اور کل حروف اٹھائیس اور اتنے ہی ان کے اسم جنکا مجموعہ چھپن ہوا پس باوجود اس قدر بھاری اختلاف کے یہ تنبیہ کیسی درست ہوگی فقط از قسم از قبیل کے تقریبی و تخمینی الفاظ اس رخنہ کو بند نہیں کر سکتے۔ ہاں اگر مصنف محقق رحمہ اللہ تعالیٰ فقط ذوات حروف کو لیتے جو مقیس اقسام اعداد ہیں اور وجہ قیاس بھی اول الذکر پھر انہیں ذوات حروف میں باعتبار انکی حقیقت کے بحث کرتے اسواسطے کہ بعض ان میں مفرد محض ہیں جیسے ۵ جو فقط سینے سے ہوا کے اگھڑنے کی کیفیت کو بتلارہا ہے اور بعض مرکب لیکن اس ترکیب میں بعض ایسی ہیں جو فقط مخارج کے دو جزو کے قرع و طلع سے پیدا ہو جاتے ہیں جیسے ب ت مثلا اور بعض ایسے ہیں جن میں مع قرع و طلع کے شے ثالث کو بھی گونہ دخل ہے جیسے ہر یہاں وہی تصادم شفیتین ہے جو ب میں تھا مگر مع کے ہوا ہی خیشوم کو عینیت کے لئے اس میں ایک جدا دخل ہے اسیواسطے میم کو لون اور بے کی

الاضحیٰ المتزاجی مشہور ہے

جملہ تنبیہ اس طور ہوا کہ اکیلا جگہ سے خالی از شبہ ہو

قوت میں سمجھتے ہیں چنانچہ ہم اور دُنب و دُنون مستعمل ہیں شعر بود دست خرمی کہ دُم نبودش ہر روز سے  
 غم نے دی فروزش ہر سعدی ہر مصرعہ بیان بند و چومردان بگیردنب خرن ہر پس اول کو مشابہ مرکب  
 امتزاجی اور ثانی کو از قبیل مرکب غیر امتزاجی سمجھیں یا فقط اسامی حروف میں باعتبار جوڑ توڑ ان اسامی کی تنبیہ کا  
 اجر کرتے کیا حتیٰ کہ کیو مفرد کیو مرکب امتزاجی کیو مرکب غیر امتزاجی قرار دیتے مثلاً با تا تا جیم حا خا سین شین  
 طا ظا عین غین فایم یا یا کو جو ایک ذات اور ایک جوڑ ہے مفردات عددیہ احداثان ثلث  
 اربع کامقیس بناتے اور جنکے دو جوڑ ہیں خواہ اتصال اول سے ہو خواہ اخیر سے خواہ کسی سے  
 اتصال نہ ہو جیسے الف رازا صاد ضا و قاف کاف لام نون کو مرکبات امتزاجیہ احد عشر اثنا عشر  
 ثلثہ عشر کا اور جنکے تین جزو الگ الگ ہیں مثلاً وال زال داو کو مرکبات غیر امتزاجیہ احد عشر و  
 اثنان و عشر و ن کا مقیس بناتے یا باعتبار حساب جل کیو مفرد کیو مرکب امتزاجی کیو مرکب غیر امتزاجی  
 محسوب کرتے مثلاً با حا طا میم یا باعتبار حساب جل مفرد ہیں اور واو یا مرکب مزجی اور جیم و آل صاد  
 لام وغیرہ مرکبات غیر امتزاجیہ اور مطابقت مقیس و مقیس علیہ کی ہر سہ قسم کی تعداد الگ الگ کوئی ضروری  
 نہیں اس بقدر مطابقت تعدادی کافی ہے کہ مجموعہ مقیس کا شمار مجموعہ مقیس علیہ کے شمار کی برابر  
 ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وعندہ علم الکتاب ہ

تین اصناف  
کا بیان

آدم ہر مطلب ان کمیتوں کے متصل جو شکم ہے یعنی معدود حقیقہ یا حکماً مذکور ہو وہ انکی تمیز کہلاتی  
 ہے حقیقہ جیسے پنج مرد پانزدہ زن کیا معنی کہ عدد مبہم تھا معلوم نہیں کہ پانچ اور پندرہ مرد ہیں  
 یا عورتیں آدمی ہیں یا جانور درخت ہیں یا پتھر وغیرہ تو بیان تمیز سے وہ ابہام رفع ہو جاتا ہے اور حکماً  
 جیسے اگر کوئی پوچھے دران جا چند مرد بودند جواب میں فقط پنج کہہ دیا جائے بقریہ سوالیہ حکم میں  
 ذکر کے ہوگا۔ اور یہاں اس امر کا لحاظ رکھنا چاہیے کہ مخاطب کو جس درجہ کا ابہام ہو جواب میں  
 اسی درجہ کی تمیز بھی لانی چاہیے یا اُس سے اخص اُس سے اعم کو تمیز و النہ بالکل باطل ہے کہ  
 تحصیل حاصل لا طائل ہے جیسے کسی نے کسی جگہ پانچ آدمیوں کو دیکھا لیکن نہیں معلوم کہ وہ مرد ہیں  
 یا عورتیں تو ایسے شخص کے جواب میں تمیز بھی اسی درجہ کی بیان کرنی چاہیے جیسے پنج مرد یہاں  
 پنج کس کہنا جائز نہ ہوگا اسبطر سے اگر اُسکو اتنا علم ہے کہ کوئی جاندار ہے ہیں لیکن آدمی ہیں یا جانور  
 تمیز نہیں کر سکتا اُسکے جواب میں پنج کس کہہ سکتے ہیں اور خاص چونکہ عام سے خالی نہیں ہوتا اس سے

تین اصناف  
میں سے  
باعتبار ابہام  
عدد ہونی چاہیے

انھں کو بھی جواب میں بیان کر سکتے ہیں جیسے اسی کے جواب میں بجائے پنج کس پنج مرد کہد یا جاے  
 تو خاص میں جس درجہ کی زیادتی اختصاص عام پر ہے مخاطب کو اسی درجہ کی غیر مترقبہ تمیز حاصل ہوگی  
 اور یہ بھی ملحوظ رہنا چاہیے کہ فارسی میں تمیز ان اعداد کی مفرد اور جمع ہر دو جائز ہے مفرد جیسی دو جهان  
 چہار یا پنج گنج شش جہت ہفت پیکر ہشت بہشت نہ کر سی دوازہ امام نظامی رح شعر رفتی ز سر اسے  
 عرش والا ہفتاد ہزار پردہ بالا ہ ولہ اسے شش جہت از تو خیر ماندہ ہ برہفت فلک براق راندہ ہ  
 ولہ درخانہ دین بہ پنج بنیاد ہ بستی در صد ہزار بیداد ہ ولہ یک عہد کن این دو یوفارادہ یک دست کن  
 چہار پارادہ ولہ نبوشہ بخط خوب خویشم ہ وہ پانزدہ سطر نغز پیشم گلستان میں ہے چنانکہ میدانم درین شہر  
 دو صد زاهدست اور سند مجموع کی حسان عجم خاقانی شروانی علیہ الرحمہ کا شعر ہے شعر این بام نگہ چشم بلبل  
 باز کچہ صد ہزار اطفال ہ ولہ اندر برش از سر فضائل ہ ہر چار کتب شدہ حائل ہ ولہ در دعوت انس ہفت  
 مردان ہ ہر ز او پتہ اسے کوہ بُنان ہ ولہ اشمس و حظیرہ مغرب پاک ہ نہ حجرہ خاک اونہ افلاک ہ۔ اور  
 انکی تمیز اور عدد ہر دو کو بصیغہ جمع لانا بھی جائز ہے مولوی معنوی کا شعر ہے شعر سالہا پر م ز پرو بالہا  
 سالہا چہ بود ہزاران سالہا ہ اور تمیز کا اپنے اسمی اعداد سے مقدم ہونا بھی جائز ہے گلستان کے  
 باب اول کی چوتھی حکایت میں ہے نثر سال دو برین برآمد طائفہ او باش محلت در و پیوستند ہ فردوسی  
 علیہ الرحمہ کا ہجو میں مشہور شعر ہے شعر بے رنج بردم درین سال سی ہ عجم زندہ کردم بدین پاری  
 اسے سی سال چنانچہ اسی کے بعد پھر فرماتے ہیں شعر چو سی سال بردم بشہ نامہ رنج ہ کہ شاہم بخشد  
 بپاداش گنج ہ اور جس طرح یک یا دو یا چار یا اسی طرح کے قلیل مقدار عددوں سے قلت کے معنی حاصل  
 کرتے ہیں اُن سے کوئی تحدید و تعیین عدد مذکور مطلوب نہیں ہوتی جیسے نظامی رح شعر چہ بندی دل  
 خود بران ملک و مال ہ کہ ہستش یکمی رنج ویشی و بال ہ اسے کمی اُن رنج و زیادتی اُن و بال ست  
 اسے طرح صد و ہفتاد و ہفتصد و ہفتاد وغیرہ مطلق کثرت کے لیے مستعمل ہوتے ہیں بلا قصد تعیین عدد  
 نظامی رح شعر سکندر بدو گفت یک تیغ تیر ہ کند چرم صد گاوراریز ریز ہ اسے چرم بسیار گادان ولہ  
 شعر جو ایش چنان داد خاقان جین ہ کہ اسے درخور صد ہزار آفرین ہ اسے بسیار آفرین ۔

تمیز عدد کی  
 اور دو جمع کا  
 بیان

تمیز کا اس  
 مقامی اعداد  
 سے مقدم ہونا

شعری شریف کے مشہور الحاقیہ شعر  
 دہجو ہزار بار روئیدہ ام زمین تاویل

اور اسے طرح اس مشہور الحاقیہ شعر میں شعر ہجو سبزہ بار بار روئیدہ ام ہ ہفتصد و ہفتاد و قالب دیدہ ام ہ  
 بعض مثبتین تناسخ نے اس شعر میں ہمہر حجت در بارہ تناسخ پیش کی ہے حالانکہ ہمارے اصول دین



نام ہے۔ دوسرے وہ کہ بدون واسطہ عاطفہ مرکب ہو جیسے صد و صد و صد ہزار و صد و صد ہزار  
اس قسم کا ترکیب تعدادی یا ضربی نام ہے۔ لیکن ترکیب تعدادی ضربی سے عام مطلق ہے کس واسطہ  
کہ ترکیب ضربی فقط اعداد کی باہم تمیز و تمیز واقع ہونے کی صورت میں ہوتی ہے جیسے اشلہ مذکورہ سے  
ہویدا ہے اور ترکیب تعدادی اُنکے ماوراء بھی صورت پذیر ہے جیسے پنج مرد ہزار اسپ یہاں ترکیب تعدادی  
ہے ضربی نہیں سہ صد تین ضربی و تعدادی ہر دو متحقق ہیں اور واضح رہے کہ عربی میں فقط ایک حرف عطف  
کے فاصلے نہ ہونے سے اسمائی اعداد کی استخراجیہ ترکیب بن جاتی ہے لیکن عجمیوں نے استخراج میں اس کو  
کفایت نہیں کی کہیں درمیان دونوں جزون کے فقط ایک دعامہ جسکو ہر کن کہنا چاہیئے الف و ز  
کو بڑا دیا جیسے دوازدہ کہیں حرف اصلی کو اُس میں سے گرا دیا جیسے ہفدہ کہیں ان دونوں تصرفوں کو  
جمع کر دیا جیسے یازدہ کہیں ان دونوں قاعدوں میں سے کسی ایک کے ساتھ حرف اصلی کی تبدیل  
بھی اول یعنی تبدیل مع زیادتی دعامہ جیسے نوازدہ ثانی یعنی تبدیل مع حذف جیسے سترہ کہ ہشده  
اُسکی اصل ہے بعد حذف تاشین کو ژاے فارسی سے بدل دیا اور ابدال ژا کا شین مجملہ سے راجع  
ہے جیسے دژ و ژر بالضم بمعنی زشت کہیں صرف حروف دعامہ میں تعلیل کرتے ہیں جیسے سبزہ  
کے الف کو بھٹ کسرہ قبل یا سے بدل دیتے ہیں اور ہائے مخفی فقط اظہار حرکت اور اتمام کلمہ کے  
لئے ہوتی ہے اُسکا لحاظ نہیں کرتے مثلاً کہ وچہ پرہست لگائیے تو الف کو بوجہ کسرہ قبل یا سے بدل کر  
کیست و چیت کہیئے گا کہیں تصرف دعامہ کے ساتھ قاعدہ حذف کو بھی شامل کر لیتے ہیں جیسے  
پانزدہ شانزدہ اول سے نون اور جیم کو اور ثانی سے فقط شین کو حذف کر کے دعامہ کے بیچ میں ایک  
نون زیادہ کر دیا اور یہ نون اکثر زیادتیوں میں مستعمل ہے جیسے زندین جو مضارع ہے زدن کا  
محققین کی رائے میں خوابیندہ کا نون بھی اسی قسم کا ہے نظامی رح شہر دین رہ چون خوابیندہ  
بے ست و نیارو کے یاد کا اینجا کے ست و اسکی تحقیق بسط کے ساتھ بیان مصدر میں کی جائیگی  
انشاء اللہ تعالیٰ کہیں عرب کے قدم بقدم چلتے ہیں جیسے چاروہ اور یہ اسمائی اعداد خواہی مفرد ہوں  
خواہی مرکب ان پر سیم قبل مضموم کا زیادہ کرنا تعیین محل پیدا کرنا ہے اور اُس میں معنی فاعلیت پیدا  
ہو جاتے ہیں جیسے یکم دوم سوم چہارم و چہار دہم و بست و چہارم یعنی چیزیکہ قائم است باو و حد  
و اثینیت و ثلاثت و غیرہ لیکن بوجہ ثقلالت تو الی ضمات و دوم کی میم فتح ما قبل کے ساتھ اکثر مستعمل ہے جیسے

ترکیب ضربی  
وضعی کلیہ  
اور ان میں  
باجی نسبت

ترکیب ضربی  
اسمائی اعداد

اول سے

اسکی کہ پانزدہ کی

میں سبزہ اور

ثانی کی کشتہ

جو فیما بین

کلیت استخراجیہ

دعامہ اولی و ثانی

سے چنانچہ مثلاً

ہونا چاہیئے لیکن

اول سے یعنی پانزدہ

سے و حرف نون

ج اور ثانی سے

یک حرف ش و

گردائی اور ایک

ن حرف و دعامہ

کے بیچ میں بڑا کر

پانزدہ و شانزدہ

کھٹنے لگے

اعلم ۱۲ مست

غالب دہلوی کا شعر ہے شعر بالجملہ دگر باخودم از خویش حدیث است و کر صدق و صفا مایہ و ہد صبح  
دوم را و مولوی معنوی قدس سرہ فرماتے ہیں <sup>۲۸۸</sup> شعر ادگمان برودہ کہ این دم خفتہ ام ہنے خبر  
زان کوست در خواب دوم و کبھی قبل مضموم بھی آتا ہے۔ شیخ آذری اسفراینی شعر اے خطت  
اول شب رازدہ بر صبح دوم و ابروت چشم سید کردہ بخون مردم و مولوی معنوی <sup>۲۸۹</sup> شعر زیر آں لطن  
یکے لطن سوم و کہ در گرد و خرد با جملہ کم و کبھی اس میم کو حذف بھی کر دیتے ہیں ملائیر بخاری کا شعر ہے  
شعر چون در شش محرم زاد آن شہ کرم و تاریخ مولدش ہم آمد شش محرم و اے در ششم محرم۔

جانتا چاہیے کہ دو اور سہ میں واو اور نا فقط اتمام حرکت و استقلالیت کلمہ کے لئے لائی گئی ہے اصل ان  
دونوں حرفوں کی ان لفظوں میں عدول و اختلاف ہے مثل واو و ہاے چود چہ کے جیسے ظاہر ہے یہ واسطے  
وقت لحوق کلمہ آخر دو گونہ و سگانہ چگونہ کی طرح کہتے ہیں مگر بعض وقت بضرورت ہر دو حرفوں کو  
ظاہر و ثابت بھی کر دیتے ہیں نظامی رح کا شعر ہے شعر دو پیلان خرطوم در ہم کشان و زہر دویکے  
بر خواہد نشان و فردوسی رح شعر نگوید کہ جز بہ بدنام من و نباشد بہر دوسرا کام من و ولہ نشینم  
ہر دو پیادہ بہم ہنے تازہ داریم روے دژم و <sup>۲۹۰</sup> داستان تخت نشینی بہرام میں کہتے ہیں شعر  
ے لعل پیش آور اے روز بہ و چو شد سال گویندہ بر شصت و سہ و الحمد للہ رب العالمین نکرہ کا بیان  
یہاں ختم ہو گیا سر دست جو تحقیق اس بحث کے متعلق سمجھ میں آئی لکھدی اب معرفہ کا بیان شروع ہوتا ہے

هوالمهم بالصواب

المعنى

معرفہ ایک معین چیز کا نام ہے یہ منقسم ہے علم اشارہ ضمیر اسماء موصولہ اور جو انکی جانب مضاف ہو  
اور مستند واپر۔

اول علم یہ کسی شخص یا جگہ یا چیز کی پہچان کے لئے علامت ہے جیسے زید دہلی رخس آور  
اسامی کتب کو بعض نے اعلام اجناس مانا ہے۔ بعض دور اندیشوں کے نزدیک اسامی اجناس  
ہیں یہی قول محقق ہے خصوصاً زبان فارسی میں کہ یہاں کوئی ضرورت لفظیہ داعی اس امر کی نہیں  
کیا معنی کہ اعراب و بنا مختص بزبان عربی ہیں تو ثبوت عدم انصراف اسکا مہ کے لئے خواہ مخواہ کی  
علمیت کی جانب یہ ضرورت لفظیہ داعی ہوئی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب واضح رہے کہ اعلام کی

دوم را و مولوی معنوی قدس سرہ فرماتے ہیں  
زان کوست در خواب دوم و کبھی قبل مضموم بھی آتا ہے۔  
شیخ آذری اسفراینی شعر اے خطت  
اول شب رازدہ بر صبح دوم و ابروت چشم سید کردہ بخون مردم و مولوی معنوی  
شعر زیر آں لطن  
یکے لطن سوم و کہ در گرد و خرد با جملہ کم و کبھی اس میم کو حذف بھی کر دیتے ہیں  
ملائیر بخاری کا شعر ہے  
شعر چون در شش محرم زاد آن شہ کرم و تاریخ مولدش ہم آمد شش محرم و اے در ششم محرم۔

معرفہ کی تعریف  
اور اسکا تقسیم

اعلام کا بیان  
اسامی کتب کو بعض نے اعلام اجناس مانا ہے۔ بعض دور اندیشوں کے نزدیک اسامی اجناس  
ہیں یہی قول محقق ہے خصوصاً زبان فارسی میں کہ یہاں کوئی ضرورت لفظیہ داعی اس امر کی نہیں  
کیا معنی کہ اعراب و بنا مختص بزبان عربی ہیں تو ثبوت عدم انصراف اسکا مہ کے لئے خواہ مخواہ کی  
علمیت کی جانب یہ ضرورت لفظیہ داعی ہوئی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب واضح رہے کہ اعلام کی

تکیر سے اُنکے اوصاف مشہورہ کا افادہ ہوتا ہے جیسے شعر قرنہا بایکہ تانہ فضل حتی پیدا شود  
بایزید بی در خراسان یا دیسے در قرن \*

دوسرا اسم اشارہ یحقیقت میں آنکھوں کے سامنے نظر آتی ہوئی شے کو دور یا نزدیک سے دکھلا دینے کا نام ہے اور یہ محسوسیت اعم ہے اس سے کہ بالذات ہو یا بالعرض پھر یہ ہر دو اعم ہیں اس سے کہ بلا واسطہ ہو یا بلا واسطہ۔ محسوس بالذات بلا واسطہ سے ہماری یہ مراد ہے کہ جب شے سامنے بصر کے ہو پھر اُسکی محسوسیت میں کوئی حالت منتظرہ باقی نہ رہی جیسے آفتاب کی دھوپ چراغ کی لو اور محسوس بالذات بلا واسطہ کو فقط سامنے بصر کے ہونا کفایت نہ کرے کسی اور واسطہ کی بھی ضرورت ہو جیسے الوان کہ مع سامنے بصر کے ہونے کے بوسیہ روشنی دیکھے جاتے ہیں۔ پس اس سے معلوم ہو گیا کہ ایسی شے جسکی محسوسیت میں اصلاً واسطہ نہ ہو نظر نہیں آتی کیا معنی کہ محسوسیت ایک امر ممکن ہے اور ممکن کے لئے کوئی علت چاہیے قال بحرقمقام العلوم العقلیة والنقلیة لفلاک الکمال الشمس المنجلی مولانا عبد العلی قدس سرہ فی بعض حواشیہ فی اعتبارہ القسم الاول من المحسوس بالذات (اے مالا یکن فیہ الواسطہ اصلاً) نظر فان المحسوسۃ امر ممکن فلا بد لثبوتہ لشیء من علۃ وہی الواسطۃ فی الثبوت فلا معنی لنفی الواسطۃ فی الثبوت کسوا سطر کے ضوے مثلاً جسکو سب محسوس بالذات بمعنی لا واسطہ فی محسوسیتہ اصلاً مانتے ہیں سو وہ بھی جب تک مشیر کی آنکھوں کے سامنے نہ ہو معہذا ص بصر مشیر یعنی بینائی اسکی بھی جب تک صحیح نہ ہو وہ ضو جسکو محسوس بالذات جانتے ہیں ہرگز محسوس نہ ہوگی پس اس سے معلوم ہو گیا کہ کسی شے کا محسوس بلا واسطہ ہونا ناممکن ہے۔ اور محسوس بالعرض وہ ہے کہ اُن پر حس بصر بالکل واقع نہیں ہوتی چونکہ وہ خارج میں بالاستقلال بغیر کسی کے ضمن میں ہونے کے موجود ہے اور اُسکو محسوس بالذات کے ساتھ علاقہ قویہ اور تلبس خاص ہے اسوجہ سے اہل عرف اسکو محسوس بالذات جانتے ہیں جیسے اجسام کہ بواسطہ الوان مبصر ہوتے ہیں اشارہ ایسی شے کی جانب بھی حقیقی ہوتا ہے۔ اگر غور کیجیے تو انوار و اضواء کا بھی مطلقاً محسوس بالذات ہونا سمجھ میں نہیں آتا بلکہ اضواء وغیرہ اضواء میں بدولت اضواء کے الوان ہی مبصر ہوتے ہیں جیسے دھوپ کے وقت محض جو میں بغیر نظر ڈالنے درو دیوار آسمان وزمین کے ہلکو کوئی شے نہیں

اسم اشارہ کی محسوسیت

محسوسیت کی حقیقت اور اسکی اقسام

بالذات بالعرض بالواسطہ

لے المراسطہ  
من الثبوت  
من العزیز  
محسوس  
بالعرض

الانوار و الضواء  
کی محسوسیت  
بالذات میں  
کلام



دکھائی دیتی ایک خلا ہی خلا معلوم ہوتا ہے اور جو نظر آتا ہے وہ یہی درود یوار عالم بخار کی رنگت ہے۔ مثلاً اسی زمین کا دن کی دھوپ میں زرد زرد اور شب کی چاندنی میں سفید سفید دکھائی دیتا ہے۔ خصوصیت ان ستاروں کے انوار کی ہے۔ قمر کی زردی آفتاب کی زردی مرتخ کی سرخی عطارد کی کبودی زحل کی سیاہی بھی اسی خصوصیت اجرام پر دال ہے جیسے کسی نے کہا ہے قطعہ زحل سیاہ بود صندی بود برجیس و برنگ لعل بود سرخ گوئے بہرام و چو آفتاب بود زرد و زہرہ ہست سپید کبود رنگ عطارد قمر زمر و قلم و پس معلوم ہوا کہ یہ انوار خارجی انوار داخلی یعنی ابصار کی طرح ابصار میں سفیر محض ہیں۔ جاننا چاہیے کہ اشارہ حسیہ امتداد مطلق مہوم کا نام ہے جو مشیر سے نکلک اشاریہ تک پہنچے تخصیص اس امتداد کی خطی و سطحی و جسمی کے ساتھ باعتبار حالات مشیر و اشاریہ ہے جسے اگر جانب مشیر نقطہ مانا جائے اور اشاریہ بھی نقطہ ہی ہو تو نقطہ مشیر حرکت اشاری سے امتداد خطی حاصل کرتا ہو نقطہ اشاریہ پر منطبق ہو جائیگا اور اگر اشاریہ خط ہے اور خط بھی جانب غیر ممتد نقطہ مشیر بوجہ تقابل خطی کشایش تدریجی طولی سے خط بنکر اپنی حرکت سے امتداد سطحی حاصل کرتا ہو اشاریہ کی جانب غیر ممتد منطبق ہو کر شکل مثلث کی پیدا کرے گا جسکا اس نقطہ مشیر اور قاعدہ خط اشاریہ جانب غیر ممتد ہوگا اگر غیر ممتد جانب نہ لجاوے بلکہ خط کی جانب ممتد اشاریہ ہو تو وہی صورت ہوگی جو نقطہ سے نقطہ کی جانب اشارہ کرنے سے ہوئی تھی لیکن فرق اتنا رہیگا کہ امتداد خطی اس اشار کی طرف خط اشاریہ میں نفوذ کرتی ہوئی دوسری طرف اسی خط اشاریہ کے پہنچے گی چونکہ نقطہ بعد اور امتداد کسی جہت میں نہیں رکھتا فقط انطباق پر ختم ہو جاتا ہے اور اگر اشاریہ سطح جانب غیر ممتد ہے تو نقطہ مشیر دونوں عرضی و طولی کشایش تدریجی سے سطح اور حرکت اشاری سے جسم بنتا جانب غیر ممتد سطح اشاریہ پر منطبق ہو کر شکل مخروطی حاصل کر لیا جسکا اس نقطہ مشیر قاعدہ جانب غیر ممتد سطح اشاریہ اور اگر سطح کی جانب ممتد اشاریہ بنائی جائے تو بعینہ جانب ممتد خط کے اشاریہ کی شکل پیدا ہوگی کس واسطے کہ سطح اپنی جانب ممتد میں سوائے ایک بعد کے نہیں رکھتا البتہ فرق اس قدر ہوگا کہ خط میں بعد ثانی یعنی امتداد عرضی نہیں ہے تو فقط انطباق پر اشارہ ختم ہو جائیگا یہاں سطح میں بوجہ موجودگی امتداد عرضی سطح کی دوسری جانب تک نفوذ کر لیا اور اگر اشاریہ جسم ہے تو بھی ظاہر شکل اس امتداد کی ایسی ہی ہوگی جیسی جانب غیر ممتد سطح کو اشاریہ بنانے سے ہوتی ہے

زمین دیکھو کادن  
میں زرد اور شب  
میں سفید نظر آتا  
جو خصوصیت  
اجرام ستارگان ہے

اشارہ کے حالات

لیکن فرق یہی ہوگا کہ سطح چونکہ بد ثالث یعنی استداد عمقی نہیں رکھتا ہے فقط انطباق جانب غیر مستطیل سے اشارہ ختم ہو جائیگا اور جسم چونکہ البادثلثہ کو محتوی ہے اشارہ اس جسم مشارالیه کے جزو جزو میں نفوذ کر جائیگا غرض فقط مشارالیه کے اختلاف حالات پر نظر کرنے سے یہ چھ احتمال پیدا ہوتے ہیں اگر یہی اختلافات ستہ جانب شیر بھی لحاظ کیے جائیں تو چھ چھکے (۶×۶=۳۶) چھتیس صورتیں پیدا ہوں گی۔

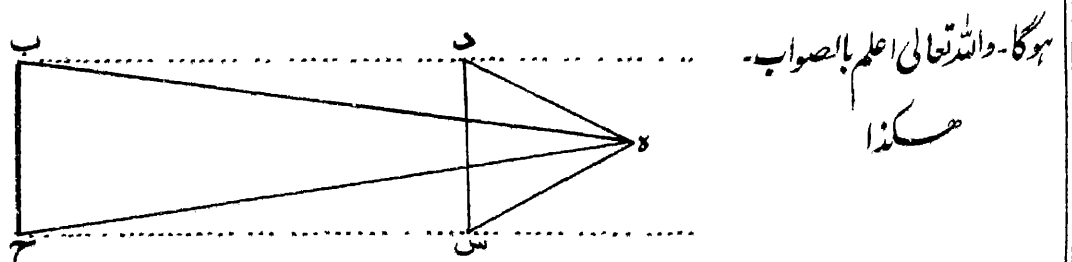
اشارہ چھکے  
سستی پونگیا کر

نہر نیکیان

یہ بھی واضح رہے کہ یہاں جس سے مخصوص حس بصر مراد ہے یعنی جس شے کی جانب اشارہ کیا جاتا ہے اُسکو چشم بینا کا دیکھنا ممکن ہو پس اب اگر اندھا کسی کی جانب فقط اُسکی آواز کے پتہ پر اشارہ کرے اشارہ حسیہ ہی کہلائیگا اور یہ بھی جانتا چاہیے کہ جس طرح حرکت اشاری سے استداد پیدا ہو کر مشارالیه محسوس پر منطبق ہوتا ہے یہی حال بعینہ استداد نظری کا ہے کہ ساتھ ہی ساتھ بلکہ ایک قدم آگے آگے اشارے سے چکر منظور و مبصر پر منطبق ہو جاتا ہے لیکن نظر بنجر شفاف جسموں کے نفوذ نہیں کرتی اشارہ سب جسموں میں نفوذ کرتا ہے اور مدارج محسوسیت کے مدارج انطباق کے موافق ہونگے یعنی منظور کے جتنے حصہ پر اشعہ نظر کا انطباق ہوگا اسی قدر محسوس ہوگا اسی وجہ سے اجسام کثیفہ کا سطح ظاہر اُنہیں بھی جب قدر سامنے نگاہ کے ہو محسوس ہوتا ہے اندرونی اجزا اور پیچھے کی جانب محسوس نہیں ہوتی کسواسطے کہ انطباق حقیقی بالذات بلا واسطہ نور نظر کو اُن اجزا کے ساتھ نہیں ہے۔

اور یہی یہ بات کہ ایک ہی مقدار اور ایک ہی طرح کی انطباق والی دو شے کا نزدیک سے بڑی اور دور سے چھوٹی نظر آنا زاویہ نظر کے بڑے چھوٹے ہونے کی وجہ سے ہے چنانچہ مشاہدے مثلاً ایک مقدار کے دو خط ب ح اور د س کو ایک نقطہ ۴ سے نزدیک و دور مختلف مسافت پر محاذات میں متوازی کھڑا کر کے ہر ایک خط کے ساتھ دو خط ۴ ب اور ۴ ح اور ۴ د اور ۴ س ایسے ملا دیں کہ جس سے دو مثلث متساوی الساقین پیدا ہو جائیں اور دونوں خط متوازی متساوی المقدار کے قاعدہ بن جائیں تو مثلث ۴ ب ج کا قاعدہ خط بعید واقع ہے مثلث ۴ د س کے جسکا قاعدہ خط قریب ہی اندر آجائیگا تو زاویہ راس مثلث ۴ ب ج نسبت زاویہ راس مثلث ۴ د س چھوٹا

ایک ہی چیز نزدیک سے  
بڑی اور دور سے  
چھوٹی کیون نظر  
آتی ہے۔



اسم اشارہ قریب  
اور اسم اشارہ بعید  
کا بیان

اور موجود فی الذہن پر اشارہ کرنا جسکو اشارہ عقلیہ کہتے ہیں جیسے مجردات کی جانب اشارہ کرنا مجازاً ہو اگر اتنا ہو  
غرض اگر اشارۃ الیہ قریب ہو بوسیلہ لفظ این اگر بعید ہے بذریعہ لفظ آن کے اشارہ کیا جاتا ہے۔ فردوسی رح کا  
شعر ہے <sup>۱۹۲</sup> شہر یکے را بر آری و شاہی دہی و یکے را بدریا بماہی دہی و نہ بآنت مہر و نہ باہنت کین  
کہ بہ دان توئی اے جہان آفرین و بعض اساتذہ سے مسوع ہے کہ این و آن میں کوئی فرق نہیں ایک  
دوسرے کی جگہ جہاں چاہیں استعمال کر سکتے ہیں جیسے شعر آن نہ من باشم کہ روز جنگ بینی پشت من و  
وین منم کا ندر میان خاک و خون بینی سرے و یعنی اگر این نہ من باشم الخ و آن منم کا ندر میان الخ کہہ دیا  
جائے باعتبار معنی کوئی خرابی نہیں انتہا حق یہ ہے کہ نکات معنوی اس واسطے پر مغل ہوئے جاتے  
ہیں کہ واسطے کہ یہاں اسمائے اشارہ میں بعد و قرب کا لحاظ نہ کیا جائے تو اس لیل گلستان فصاحت  
کا چہچہہ بلاغت سے خالی رہ جاتا ہے کیونکہ یہاں آن نے بتلادیا کہ روز جنگ پشت دکھلائی جو ایک  
صفت مذمومہ ہے مجھ سے بہت بعید ہے اور این نے جتلا دیا کہ خاک و خون میں ملنا سیدان کے  
نہ ملنا مجھ سے قریب ہے کہ یہ نعت حمید ہے ثنائی تفرقہ کے لئے یوں کہہ دینا مفید نہ ہوگا کہ شعر مشہد  
بین آن کو بجائے این اور این کو بجائے آن رکھ دین اور آن سے بعد تعظیمی و قرب تحقیری جنس  
اہل معانی کے نصوص دال ہیں مراد رکھی جائے وہی خوبی و صفت ثنائی و اسارت اول حاصل ہوگی کیا معنی  
کہ یہ بھی بر تقدیر لحاظ قرب و بعد اسمای اشارہ ہے نافی اسکا منکر ہے پھر یہ قول نافی کے مفید ہونا  
مخص وہم ہی جانتا چاہیے کہ یہاں قرب و بعد امتداد فاصل بین المشرق و المشرق الیہ کی کمی زیادتی کا نام ہو  
اور یہ کمی زیادتی امور اضافیہ میں سے ہے انشاء اللہ تعالیٰ اسکا حال ضمن میں بیان رقم کے بیان  
ہوگا اور اسکی کوئی حد معین نہیں جس سے ہم حکم لگا دین کہ یہاں تک اشارہ قریب ہے یہاں سے  
بعید بعض وقت باوجود کمی امتداد و قرب فاصل عدم ظہور کی وجہ سے اشارہ بعید کیا جاتا ہے بعض  
وقت باوجود غایت بعد کمال ظہور کی وجہ سے آلہ اشارہ قریب پر حرف تصغیر بڑا کر جو برائے اشعار  
صغر فاصل ہے اینک کہہ دیتے ہیں سعدی رح شعر اگر شہ روز را گویشب ست این و بیاید گفت  
اینک ماہ و پروین و یعنی کہنا چاہیے کہ یہ لو چاند اور تارے کیا معنی کہ چاند اور تارے ایسے کھل رہے  
ہیں کہ کوئی شے انکے دیکھنے میں حائل نہیں ایسے قریب ہیں کہ ہتیلی پر دھرے ہیں۔ اور نیز قریب  
و بعد امتداد مکانی و امتداد زمانی دونوں میں ہوتا ہے مثلاً ہمارے سامنے کچھ نزدیک و دور فاصلے

اسم اشارہ قریب

قریب و بعید

سے دو کتابیں الگ الگ رکھی ہوئی ہوں ہکو نزدیک کی کتاب سنگوانی منظور ہے لانے والے نے دور کی کتاب اٹھائی تو کتاب کی جانب اشارہ کر کے کہینگے آرا بگزار این را بیا یہ مثال قرب و بعد امتداد مکانی کی ہے اسطرح ہم واقعہ حضرت یوسف علیہ السلام و حادثہ جناب سید الشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت باہمی بیان کریں تو این حادثہ ازان واقعہ از بس عظیم ست کہیں گے یہ امتداد زمانی کی مثال ہے اس عمومیت میں اینک مصغره بھی شریک ہے لیکن حرف تصغیر کے الحاق نے اسکو ذکر مشارالیه سے نیاز کر دیا گو یا بجائے مشارالیه یہی کاف تصغیر ہے پس اتنی بات میں یہ مصغره اپنی اصل سے مناز ہے مثال قرب مکانی کی جیسے وہی اینک ماہ و پروین مثال قرب زمانی کی عرفی کہتے ہیں شعر اینک بزبان رساندم از دل و ناداغ کنم دل سمارا اسکا مخفف نک بھی مستعمل ہے مولانا سے روم ہدہ کی سلیمان علیہ السلام کو جواب دینے کے داستان میں فرماتے ہیں شعر گر بہ بطلانست و نحو کرو نم و نک نہادم سر بر بجزاگر دغم و۔ یاد رہے کہ اسماء اشارہ اپنے مشارالیه کے ساتھ جمع ہو جایا کرتے ہیں بخلاف ضمائر کہ وہ اپنے مرجعوں کے ساتھ نہیں جمع ہوتے جیسے آن مرد و این زن کہتے ہیں اور مرد نہیں کہتے مان تقدم ضمائر اپنے مرجعوں پر خصوصاً فارسی میں مطلقاً جائز ہے سعدی کا شعر ہے شعر نہ عجب گرفتور و نفش و عند لب غراب قہم شش و اور تعاکس مصرعین مروی ہیں عرفی کا شعر ہے شعر شائل تو نوید بنور سان چمن و زبان کلکش ازان گشت گلشنان زگس و اسماء اشارہ جب اپنے مشارالیه کے ساتھ ہوتے ہیں تو علامت جمع ان اسماء پر نہیں آتی مشارالیه پر لاحق ہوتی ہے جیسے آن کسان و این کتابا اسواسطے کہ جب اشارہ اور مشارالیه ایک جگہ جمع پڑتے ہیں بسبب اتحاد کے بمنزلہ شے واحد کے بجاتے ہیں اگر یہ اسماء اشارہ بغیر مشارالیه کے تنہا ہوں علامت جمع انہیں پر لائی جائیگی جیسے آنان و اینان اکثر ذوی العقول کے لئے آہا و انہا اکثر غیر ذوی العقول کے لئے شعر شراب لعل کش و رو سے منہ جبینان میں و خلاف مذہب آنان جلال اینان ہیں و۔ اشارہ اور مشارالیه کی ترکیب کو اتصافی کہنا عموماً میری پسند نہیں کسواسطے کہ صفت ذات کی عوارضات سے ہوتی ہے جیسے اسکی کوئی کیفیت یا خاصیت وغیرہ اور ترکیب فارسیہ میں خصوصاً کیونکہ اس میں ایک فک علامت اتصاف کی قباحت اور بڑھکر ہے پس یہی بہتر ہے کہ اس ترکیب کو بدل بدل منہ کہا جاوے یا تمیز مینر کسواسطے کہ اسماء اشارہ مبہمات

اسمائی اشارہ اور  
مشارالیه پر اضافہ جمع  
لانے کا طریقہ اور  
اسکی وجہ

اسمائی اشارہ اور  
مشارالیه پر اضافہ جمع  
لانے کا طریقہ اور  
اسکی وجہ

اسمائی اشارہ اور  
مشارالیه کی  
ترکیب کوئی

نظام کی یقین  
دی پاد و پاد  
اور کم کا باب الامتياز

سے ہیں والد تعالیٰ اعلم۔ نکات فارسی کے وانا بہار فرزانہ فرماتے ہیں کہ ام بالکسر اشارہ قریب کے لئے موضوع ہے اسکا استعمال ماسوا از منہ ثلثہ روز و شب و سال کے غیر مسموع میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کسی طرح دل کو نہیں بھائی مان یہ بات سمجھتا ہوں کہ مستقل ظرف ہی دسی و پار و پریر کی طرح جیسے اردو میں آج اور کل اور اب اور پرسوں۔ لیکن فرق اتنا ہے کہ دسی پار پریر جائز الاتصال ہیں اور لفظ ام از منہ ثلثہ سے منع الانتقال اسوجہ سے ضمائر متصلہ کی طرح تحقق میں غیر مستقل سمجھا جاتا ہے یوں ہی معنوی قدس سرہ شہر اے زنان با طفلکان میدان روید و تاز بخش شہلے شہ شادان شود و  
آنچنانکہ پار مردان را رسید و خلعت و ہر کس ازیشان زر کشید و ولہ رحم شہر برد شاعر شہر سوی شہر لڑ  
بر امید بخشش و احسان پار و ولہ رحم شہر جنگ میکردند حالان پریر و تو مکش تا من کشم حملش چو شیر و  
شاید کہ کو اپنے اردو ترجمہ سے یہ شبہ پڑے کہ امروز و امسال و امشب کو اس روز اس سال اس رات  
بھی کہتے ہیں حالانکہ اردو میں جیسے اس سال کہتے ہیں ویسے ہی اس سال بھی کہتے ہیں ورنہ ترجمہ  
انکا آج کا دن آج کی رات اب کا برس ہے۔ پس آج اور اب مستقلہ ظرف ہیں نہ اسم اشارہ  
دوسری خرابی یہ ہے کہ اشارات میں قرب و بعد اضافی ہوتا ہے نہ کہ این ابھی کے زمانہ کو آن سب  
اخیر کے زمانہ کو کہیں بلکہ ہم حضرت آدم علی نبینا و علیہ السلام کے زمانہ کو آن کے ساتھ اشارہ کریں  
پھر حضرت نوح علی نبینا و علیہ السلام کے زمانہ کو بنسبت اُس زمانہ کے قریب جانکر این کے ساتھ  
اشارہ کر سکتے ہیں یہ بات ام میں متصور نہیں خاص ایک معین وقت پر بولا جاتا ہے جیسے ظاہر  
ہے غرض میں نے ہر نیت تشیخذا زمان بتدیان مقتضای قیاس کو ذکر کر دیا کہ ام کا ان وجوہات  
سے اسم اشارہ قریب ہونا سمجھ میں نہیں آتا لیکن چونکہ قائل اس قول کا ایک بڑا وسیع النظر  
فاضل ہے اسکی تصحیح قول میں ایک تادیل کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ بعض اساتذہ قدیم کے کلام میں لفظ  
ایمہ بجائے این یعنی اسم اشارہ قریب کی جگہ بولا گیا ہے۔ خاقانی مشروانی فرماتے ہیں شہر پس گو  
کایمہ ہمہ آدمی اند و آدمی نیست شیطان شیم ست و یعنی پس گو این ہمہ آدمی ہستند الخ ولہ شہر ایمہ گو  
کہ آسمان اہل بیرون نمی دہد و اہل چونامد از عدم چیست گناہ آسمان و یعنی این گو کہ آسمان لایق و شایستہ  
کسان بیرون نمی آرد اے پیدائشی کند الخ پس اس لفظ میں جہان تک خیال کیا جاتا ہے یہ سمجھ میں آتا  
ہے کہ یہ لفظ مبدل و مزید علیہ لفظ این کا ہے یعنی بقاعدہ تبدیل میم بانون این سی ایم بنا اور اسپر

ایمہ بجائے این  
میں چھوڑ دینا

لفظ ام کی  
صفت کیا ہے

ہمے محقق کی زیادتی سے ائمہ کہنے لگے جیسے کام سے کام وغیرہ لیکن متاخرین نے دیکھا کہ یہ مبدل  
یعنی ائمہ خلاف اصل ہے جہاں تک ہو سکے اس میں تخفیف کرنی چاہیے تو جیسے متقدمین نے اس مبدل کے  
مزید علیہ کو اپنے کلام میں استعمال کیا انہوں نے اسی مبدل کے مخفف کو یعنی تخفیف حرف علت کے ساتھ  
جو بجائے وعامہ زائدہ واقع ہے حذف کر کے ائمہ کو اپنے کلام میں برتاغرض اس مبدل کی دونوں طرفین  
رواج پانچین مگر حالت وسطی یعنی ائمہ تحتانی کے ساتھ متروک فریقین رہی اور نیز لفظ میں چونکہ تخفیف لگائی  
تھی معنی میں یہ تخفیف کی کہ استعمال لفظ ائمہ کو ازمنہ ثلثہ روز و شب و سال کے ساتھ مقصر رکھا اور حضرت  
بیدل رحمہ اللہ نے شام و صبح پر بھی استعمال فرمایا ہے بعض وقت اشب کا اطلاق شب گوشتہ پر بھی  
آتا ہے کس لیے کہ شب گزشتہ آج کے دن کی (جس میں اسکی حکایت کرتا ہے) تابع ہوتی ہے نظیری  
کا شعر ہے شعر تاروز مکیدم سر انگشت حلاوت و زان قند کہ اشب ز شکر خند شکستم و امیر خسرو در شعر  
تو شبانہ می نیائی بر برکہ بودی اشب کہ ہنوز چشم مست اثر خمار دارد و جس طرح شب بقرینہ مقالہ  
بمعنی دی شب آتا ہے۔ نظیری کا شعر ہے شعر آنکہ شب داد تو بہ ام ز شراب و اشبم باز دیدت و خواب  
اے آنکہ دی الخ۔ بعض وقت مجازاً امروز کو بمعنی زمانہ حال مستعمل کرتے ہیں شاپور کا شعر ہے شعر  
ہو ناخوش ست چو طائوس گلستان مست ست و جہان از دست کہ امروز در جہان مست ست و عرفی شعر  
دیوانگی محبت تو و کامروز مسلم ست مارا و چنانچہ فقط روز بمعنی مطلق زمانہ و وقت بولا جاتا ہے صائب  
شعر شبے کہ جلوہ کندے بجام ماصائب و سیاہ روز نگردد چراغ ہستی ما و سیاہ روز میں اگر روز  
بمعنی مطلق وقت نہ لیا جائے بلکہ روز کو اپنے حقیقی معنوں میں رکھیں پھر چراغ کے ساتھ اور وہ بھی  
شب میں کیا مناسب ہوگی۔ اسی طرح آبرو سے متاخرین شیخ علی خزین کا شعر ہے شعر روزیکہ  
حجت از خلق خواہند در قیامت و روے تو حجت ماست اے قبلہ گاہ حاجت و در نہ قیامت کا تو ایک  
ہی دن ہے پھر فریکہ کہنا کیونکر درست ہوتا۔ اسی طرح نظامی نے فرماتے ہیں شعر بروز جوانی و نوزادگی  
و زوم لاف پیری و افتادگی و فردوسی نے حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں فرماتے ہیں شعر  
ہمہ مردم مصر پیر و جوان و ہمہ شان بدل در ہمیز و گمان و کہ اے کاش این بندہ بخیرے و شب و  
روز ہر روزے دیدے و اے ہر وقت دیدے۔ واللہ تعالیٰ شانہ اعلم بالصواب و۔

شب کا اطلاق  
پر گزشتہ پر بھی

شب کا اطلاق  
پر گزشتہ پر بھی

روز بمعنی مطلق  
وقت و زمانہ

شب کا بیان اور  
شب کا بیان اور

کے ساتھ بطور راز اور بھید کے اپنے مرجع کو بتلاتا ہے بسبب اسی اختصار تکرار بیان کے وقت بجائے اس مرجع ماقدم کے اسکی لاتے ہیں جیسے نظامی رحمہ شہر شہ از کار دار او پیکار او پسخن راند و بچید و کار او بعض وقت یہاں تک اختصار مد نظر ہوتا ہے کہ اس ضمیر کو عبارت سے حذف بھی کر دیتے ہیں فقط اسکے منوی مراد ہونے پر کفایت کرتے ہیں اور یہ عمل ضماائر مرفوع و منصوب و مجرور سب میں جاری ہے اول جیسے سعدی ج فرماتے ہیں شہر گفتم کہ گلے پچیم از باغ پ گل دیدم و مست شد بوی پ  
 اے مست شدم۔ ثانی یعنی حذف ضمیر منصوب مولوی معنوی <sup>۱۱۲</sup> شہر وان یکے انشان گرد از رخت او پ  
 وان یکے بوسیدتش راورد پ اسے رویش را مثال مجرور کی جیسے سعدی رحم کا شعر ہے شعر دیدہ سعدی و  
 دل ہمراہ تست پ تانہ پنداری کہ تنہا ہے رومی پ یعنی دیدہ سعدی و دل او۔ پہنے بطریق راز اور بھید  
 ایسے کہا کہ تانے اجملہ اس اسم کی وجہ تسمیہ معلوم ہو و اصل یہ امر درست ہے کہ سوا سطلے کہ من و تو گو کہ  
 اخص الخواص ہیں لیکن بہ نسبت زید عمر و کے ان میں ایک گونہ خفا ہے کیا معنی کہ شخص من و تو بننے  
 کی صلاحیت رکھتا ہے چنانچہ کوئی شخص آپ کو خط لکھے اور بجائے نام یہ لکھ دیوے کہ اس خط کا لکھنے والا  
 میں ہوں آپ اسکی طرز تحریر اور صورت خط سے آشنا ہوئے تو آپ کیونکر تعین کرینگے کہ فلاں ہی  
 اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جابر رضی اللہ عنہ کا دروازہ پر سے بوقت دریافت انا کہنا  
 بوجہ ابہام جواب پسند شریف نہ آیا آپ نے صلی اللہ علیہ وسلم جواب میں انا انا فرمایا یعنی میں تو میں  
 بھی ہوں اس سے کیونکر تشخیص کر سکتے ہیں کہ تم فلاں ہو، بخلاف اعلام کہ وہ مشترک ہی کیون ہوں  
 اسقدر ابہام ان میں نہیں ہوتا والد تعالیٰ اعلم بالصواب۔ یا اس تسمیہ کی یہ وجہ ہے کہ ضماائر اکثر اپنے  
 سابق الذکر مرجعوں کی جانب ناظر ہوتے ہیں یعنی منظور و مقصود ضماائر انکا مرجع ہے اور وہ انکے ابہام  
 میں ایسا سا گیا ہے جیسے جی میں راز تخم میں درخت پس اتنی مناسبت سے کہ وہ باہم علاقہ حال و محل  
 رکھتے ہیں بطریق مجاز مرسل انہی کو ضمیر کہنے لگے مان و ہم جاتا ہے کہ ضماائر خطاب و تکلم پر اطلاق اس اسم  
 کا مجاز و مجاز ہو سوا سطلے کہ لفظوں میں انکا کوئی مرجع نہیں ہوتا لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو انکے  
 کمال حضور و عینیت کے ظاہر کرنے کے لیے مرجع کو ذکر نہیں کرتے ورنہ باعتبار لفظ ابہام میں کوئی  
 مفرق معلوم نہیں ہوتا چنانچہ دیکھیے زید میگفت کہ من با خالد موافقت کنم و او با من مخالفت کرے و زید  
 اور زید میگفت کہ او با خالد موافقت کند و خالد با دے مخالفت کرے و زید و ضمیر ترین اور مرجع دونو جگہ

ضمائر میں بہ نسبت  
 اسما کے ظاہر خفا  
 و ابہام ہے

ضمیر کی روشنی  
 وجہ

ضمیمہ کی تفسیر  
تسمیہ اور غائب  
کے صیغہ واحد غائب  
کی تفسیر کا  
موضوعات پر مقدم

موجود ہیں مگر ایک جگہ لفظ غائب راجع کرتے ہیں لیکن بغیر نظر مرجع جو زید ہے ابہام دونوں میں برابر رہے گا والد تعالیٰ اعلم۔ واضح ہو کہ ضمائر میں سب سے اول متصل ضمیر ہے اُس میں بھی مرفوع اور اسمین بھی واحد غائب کی ضمیر پھر اُس میں بھی فعل ماضی کی سب سے بدرجہ اول الاول ہے جب واضح ہے ضمیر کا نام وضع کرنے سے پہلے ماضی کے صیغہ واحد غائب پر جو اول المشتقات ہے غور کیا تو دیکھا کہ یہ صیغہ جو وقت مبتدا کے ساتھ (جو دراصل اُس فعل کا سبب اور مصدر یا نائب مناسب اُنکا ہے) ترکیب پاتا ہے ہم اُس فعل میں ایک شے کو پاتے ہیں کہ وہ اُسی فعل کے سبب واحد غائب کو بتلاتی ہے جس کے سبب سے یعنی بواسطہ اُس شے کے اُس فعل کو واحد اور غائب وغیرہ کے ساتھ متصف کر دیتے ہیں لیکن ظاہر میں اُسکا کوئی وجود معلوم نہیں ہوتا صورت نظر نہیں آتی باطن اور درونہ فعل میں ایسی سمائی ہوئی ہے جیسے دل سینہ میں بلکہ جیسے بھید دل میں پس چاہا کہ اسکا کوئی نام تجویز ہو مناسب تمامہ اس نام کی بلاغت ریز ہو نہ ارتجال نیز تو ضمیر کے لقب سے ممتاز فرمایا اور باقی ماندہ جمع غائب و حاضر و متکلم و مطلق کل منصوبات و مجرورات کی ضمیر میں ہی کہلاتی ہیں گو کہ اُس علت اور وجہ تسمیہ سے عاری ہیں لیکن اسی کی اخوات ساری ہیں نقل کے لئے اتنی مناسبت کفایت کرتی ہے۔ ہاں یہ شبہ ضرور ہوتا ہے کہ ضمائر منفصلہ از روئے استقلال و استغناء عن الاتصال مشابہ اسمائے ظاہر کے ہیں لہذا یہ مستحق اولیت ہونی چاہئیں میں عرض کرتا ہوں کہ بیشک ظاہر نظر اسی بات کو مقتضی ہے لیکن با این ہمہ بیان وجہ تسمیہ میں ضمیر ستر کو اول قرار دینا ایک دقیق نظر پر مبنی ہے وہ یہ ہے کہ کلمہ کے تینوں نوع میں نوع اسم شرف اولیت و اولیت سے ممتاز ہے بعد از ان اقسام اسم میں اسم منظر کو بوجہ عدم ابہام زیادہ شرف ہے اور ان میں بھی فاعل و مبادی افعال کا درجہ اول ہے اسی وجہ سے مرفوعات پہلے بیان کیے جاتے ہیں پس جبکہ ہم نے اس قسم خاص یعنی اسم منظر کو مبداء کسی فعل کا بنایا اور اُس کے ساتھ اُس کے فعل کو اس ترتیب سے بیان کیا کہ مبداء کو اپنے فعل پر جو تقدم واقعی بوجہ علت و فاعل ہونیکے تھا لفظ میں بھی باقی رہے جیسے مَرَدٌ خَرَبَ یَمین پس ہم نے اسی اول مرحلہ میں فعل کے اندر ایک ضمیر ستر غائب کو رابطہ و منظر مبداء پایا تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ فاعل چونکہ مبادی افعال و مصدر افعال ہیں اپنے افعال پر اُنکا ذاتاً تقدم واجب ہے اسی طرح جب وہ باعتبار لفظ بھی مقدم ہو گئے ربط و تعلق کے لئے ایک ضمیر ان افعال منورہ میں ضرور لاتے ہیں تا معلوم ہو جائے کہ یہ

جو ایک شبہ کہ ضمائر  
منفصلہ بوجہ مناسبت  
با اسمائے ظاہر  
تقدم اور اولیت  
کے مستحق ہیں



فعل فلان فاعل سے صادر ہوا ہے یعنی فاعل مخاطب و مکالم غائب میں سے کون اس فعل کا مبدا بنا ہے خصوصاً جب مبادی متقدمہ جس کو اہل عرف مبتدا کہتے ہیں غائب ہوں اُس ربط مضموم کو جو منظر صنف فاعل تھا غیبیوت صیغہ کے سوا غائب عن الحواس یعنی مستتر لاتے ہیں تا غیبیوت سبب انجوبی متحقق ہو جائے کہ اس واسطے کہ اسما سے ظاہر غائب قرار دیئے گئے ہیں اگر غور کیا جائے نہ وہ غائب ہیں نہ حاضر نہ مکالم ایک درجہ اطلاق میں ہیں البتہ وقت بیان انکا تحقق کسی نہ کسی فرد میں ہوگا اسی وجہ سے بندہ سے گویم کہنا بھی درست ہے اسی طرح جب وہ منادا واقع ہوتے ہیں شرف خطاب میں ہونے ہیں چنانچہ جواب ندا کی خطابی ضمیر میں اس امر کو مبرہن کرتی ہیں لیکن استعمال انکا غائب کے ساتھ اس لئے ہے کہ غائب فرد کامل ہے اور غائب کا فرد کامل ہونا ہمنے اپنے رسالہ زرشست افشاژن مدلل کر دیا ہے اُن بیانات کی یہ مختصر گنجائش نہیں رکھتا واللہ تعالیٰ شانہ اعلم بالصواب۔ واضح ہو کہ ضمائر کا کوئی نہ کوئی مرجع و مآب ضرور ہوگا مثلاً ضمائر مرفوع فاعل یا مبتدا یا خبر کی جانب راجع ہونگے اور ضمائر منصوب مفعول کی طرف اور ضمائر مجرور عام ہیں خواہ فاعل کی جانب انکار جوع ہو خواہ مفعول کی جانب لیکن ترکیب میں مضاف الیہ یا مداخل حرف جار بنے رہتے ہیں چنانچہ امثلہ آتیہ سے انکا حال انجوبی منکشف ہو جائیگا۔ اور یہ بھی واضح رہے کہ مرجع کو راجع سے مقدم ہونا چاہیئے۔ لیکن فارسی میں تقدیم راجع و تاخیر مرجع جسکو اضمائر قبل الذکر کہتے ہیں عمدہ میں ہوا فضلہ میں مطلقاً جائز رکھا گیا ہے اہل عرب فضلہ میں جائز نہیں رکھتے۔ سعدی علیہ الرحمہ کا شعر ہے شعر چوبام بلندیش بود خود پرست و کند بول و خاشاک بر بام پست و ولہ شکم تابنافش بر بند مشک و قدح را بر و چشم خونی پر لاشک و عرنی شعر نظر بہ بخت حسودت کشادزان او یافت و سپیدی مژہ در بد و غنفلان گرسٹ نیز یہ امر فارسی کی خصوصیات سے ہے کہ ضمائر موصوف واقع ہو جاتے ہیں اس باب میں تخصیص ضمیر واحد مکالم کی کوئی سمجھ میں نہیں آتی شعر صلاح کار کجا و من خراب کجا و بین تفادیت رہ از کجاست تا کجا و نظامی شعر چو برستی تو من سست راے و بے حجت انگیختم و لکشاے و کبھی علامت انصاف کو بطور حذف بھی کر دیتے ہیں خواجہ جمال الدین سلمان کا شعر ہے شعر بادشاہ در بہار دولت من بینوا و ہستم آن بلبل کہ چو غنقا سست مثل من عدیم و حیاتی گیلانی شعر چنانچہ بخش دیوانہ بہت بر جاہش و بخاک پایش من بندہ آرزو مند و مثال ضمیر جمع کی عبدی اشتر خانی کا شعر ہے شعر عشق گلشن

اسما سے ظاہر غائب قرار دیئے گئے ہیں واصل نہ غائب ہیں نہ حاضر نہ مکالم

ضمیر جمع پر مقدم ہو جاتی ہو

ضمیر مطلقاً موصوف واقع ہو جاتی ہے تخصیص راجع کی کیچہ نہیں

رسوائی باید نامان یک گل داغ جنون بر سر مجنون زده است ہ مولوی معنوی قدس سرہ شہر ذرہ  
از بانگ تو بگذاشتم ہ من تو خرا آدمی پنداشتم ہ نظامی ہ شہر چہ باید رصد گاہ دارا شدن ہ  
بجز یہ دہی آشکارا شدن ہ شماریرکان از سر باوری ہ چہ گوئید چون باشد این داور سی ہ - اور  
شاہنامہ میں جو اوشوز تخت آیا ہے اسی قبیل سے ہے فرہنگ نگار شاہنامہ نے ضمیر و مرجع کی ایک  
جمع ہونے سے او بمعنی آن کہد یا یہ ساخت ہے چنانچہ فردوسی علیہ الرحمہ گریوز و افراسیاب کی  
تہنیز و تکفین کے بیان میں لکھتے ہیں شہر بخوابانڈش پس برافراز تخت ہ بگریہ فراوان براوشوز تخت ہ  
اے برافراسیاب کہ شوز تخت است - بعض وقت اس ضمیر جمع کی صفت کو مفرد بھی لاتے ہیں یا تو  
اس لئے کہ مطابقت کا خیال نہیں کرتے یا اس صیغہ صفت کو بمنزلہ اسم جنس کے قرار دیتے ہیں  
فیضی فیاضی کا شعر ہے شہر از کنہ کمال او چہ یابیم ہ ماہ محمدان آفرینش ہ حیاتی گیلانی - شعر  
یاد آن وقت کہ باد شدہ رایارے بود ہ ہر کے را بسر کوے کے کارے بود ہ اور یہ متصل و منفصل پر مشتم  
ہوتی ہے - متصل وہ ہے کہ کبھی لفظ سے الگ ہو کر متعل ہوا سیوج سے اسکو غیر مستقل کہتے ہیں -  
منفصل وہ ہے کہ علیحدہ بھی متعل ہو کس واسطے کہ وہ مستقل بنفسہ ہوتی ہے ہر ایک ان میں سے تین  
قسم پر ہے اسواسطے کہ ضائر یا مسند الیہ اور مسند رافع ہوتے ہیں یا مفعول یا کسی جار کے تحت میں  
اگر اول ہے مفعول کہلاتی ہے ثانی منصوب ثالث مجرور - واضح ہو کہ یہ نام مجوزہ اہل عرب میں ایسے  
کہ ان کے مان مسند الیہ اور مسند کی علامت رفع مفعول کی علامت نصب مضاف الیہ کی علامت جر ہو

### جدول المصمرات المرفوعة المتصلة

جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
ن د	می	می د	م	می م
مثلاً گفتند	گفتی	گفتید	گفتم	گفتیم

ضمیر واحد غائب کہیں مستتر رہتی ہے جیسے ماضی کی بحث میں کہیں بارز ہو جاتی ہے جیسے بحث مضارع  
میں اور وہ وال ہے قبل مفتوح جیسے کند گوید میں اسکو اسلئے مستتر کر دیا کہ ماضی کا خاتمہ وال یا تا پر  
ہونا واجب ہو پس اگر یہ وال ضمیر غائب بھی اس پر اسلئے دو متحد المخرج یا دو قریب المخرج کے اجتماع  
کی وجہ سے جو ثقلت کہ پیدا ہوئی ہے عام ہو جاتی - جانتا چاہیے کہ ہم نے ثقلت عامہ کو محذور

ضمیر جمع غائب  
صفت لفظ  
جمع میں مطابقت  
شہر ذرہ

ضمیر کی تعلیق

ضمیر متصل کی تہذیب

ضمیر واحد غائب  
مرفوع متصل کا  
استعارہ و بروز

کٹہر یا ہے نہ ثقات مطلقہ کو تا مختصر شدن کے ماضی شد و گشتن کے مضارع گردو کو بطریق لفظ  
پیش نہ کرے یعنی کوئی یون نہ کہے کہ اگر یہ ثقات برسی تھی تو ستمین جو ماضی شدن کی ہے اور گردو  
میں جو مضارع گشتن کا ہے کس لیے اختیار کی گئی اسکی زیادہ تحقیق منظور ہو تو زبشت افشار کی بحث مطلق  
میں ملاحظہ کریں۔ اور جاننا چاہیے کہ ان ضمیروں کو بقربینہ مقام مستدر بھی کر دیت ہیں۔ سعدی رح شعر  
گفتم کہ گلے پیم از باغ و گل دیدم و مست شد بوی و نظامی رح شعر نیا در دم از خانہ چیزے نخست و  
تو دادی ہمہ چیز و من چیز تست و شعر القصہ باز گشتم و آمد بخانہ زود و در باز کرد و باز بہ بست از بس ہتوار  
ہاتنی رح شعر اگر من ہر اسان شدی از سخن و نامدی مرا در جہان ہیج بن و جامی رح شعر بجائے نیل من  
بودی چہ بودی و زبا پوشش من آسودی چہ بودی و اگر غور کیجئے تو تسلیم حذف جز و مقدمہ سے بلا ضرورت  
کلام میں نقصان مانتا ہے حق یہ ہے کہ یہ تکلم سے جانب غیبت الثقات ہے رہا بعض مشرح گلستان کا  
غیبت اور الثقات میں عاطفہ کو فارق رکھنا بالکل بے اصل ہے۔ سیطوح ضمیر اور مرجع میں باعتبار افراد  
وجہ اختلاف بھی ہوتا ہے یعنی بعض وقت باہم مطابقت کمی کا لحاظ نہیں کرتے۔ حزن کا شعر ہی  
شعر شکر چہ گویم اے مژا ہے دراز دست و نگزاشتی بدست کسے اختیار من و شفا ئی کہتے ہیں شعر  
خوبان صفہاں چو شفا ئی پسند نیست و خیزم ازین دیار بشہر دگر روم و جامی قدس سرہ فرماتے ہیں  
شعر پرستاران پرستاریش کردی و ہواداران ہواداریش کردی و نظامی رح شعر  
ملوک طوائف بہر مان او و کمر بستہ بر عہد بہمان او

### جدول ضمائر منصوب و مجرور متصل

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
ش	شان	ت	تان	م	مان

جاننا چاہیے کہ تا قبل ان ضمائر متصلہ کا در صورت اتصال ہمیشہ مفتوح رہتا ہے پس کش  
وکت کو مکسور الاول پڑھنا جیسے اکثر ہندوستان میں مروج ہے قول مرجوح ہے راجح یہی ہے  
کہ فتح کے ساتھ پڑھیں اسلئے کش اور کت اصل میں کہ اش اور کہ ات بقیاس سائر ہزات مضمرات  
جو بعد ہائے مخفی کے تھل حرکت کے لیے لائے جاتے ہیں بفتح ہمزہ ہے پس بعد نقل حرکت بسوے  
کات ہمزہ کو اگر اس ضمیر پیش یا تا یا ہم کو چہ دکہ کے ساتھ وصل کریں تو وہ ہائے مخفی جو بضرورت اتمام

ضمائر منصوبہ  
بقربینہ مقام مقدمہ

بیان الثقات

ضمیر دومین  
بجی مطابقت کی  
کا لحاظ نہیں ہوتا

ضمائر متصلہ  
جنہ تا قبل  
وین فتح کو لیں

کلمہ مثل داو تو کے کلمہ پر لاحق ہو گئی تھی ساقط ہو جائیگی چش اور کش اور کت اور کم بالفتح رہ جائیگا نظامی  
 شعر بہر چش رس ساز گاری کند فلک برستیزندہ خواری کند پد خسر و ششعر این قدم عرصہ دزن  
 ملک ہست پد کم نرود سوسے دگر پایہ دست پد اے کہ نرود و ستم امیر خسر و ششعر بیشتر از جنبش این دار و گیر  
 باعث بود مراد و ضمیر پد کم زچہ رودست بران در شود پد کین شتر نم نرود میسر شود پد اے و ضمیر من کہ مر از چہ  
 بران در رسیدن میسر آید۔ غالب شعر منم کم بود و طراز کلام پد شہنشتہ پیہر سپہبد امام۔ یہ تعلیل تخفیف  
 بوجہ نقل حرکت موافق قیاس سبب اولویت ہے چنانچہ از پر بھی کاف اور لون نافیہ لایا جاتا ہے تو کراؤ  
 نز بالفتح پڑہتے ہیں۔ سعدی رح شعر عزیزے کہ ہرگز درش سر بتافت پد بہر در کہ شہر عت نیت  
 خسر و ششعر گرسنہ زانی کہ درین تنگناے پد نان ز ملک مے طلبی نرود اے پد چنانچہ مخفف نیز اور  
 نافیہ میں ماہ الامتیا زہی فتح قابل و کسر قابل ہے پھر کش اور کت اور کم میں کسرہ کی وجہ تشفی بخش نہیں  
 نیز اولویت کا یہ بھی ایک سبب ہے کہ اور باقی مواضع میں جہاں کہیں یہ ضمیر من وصل پاتی ہیں انکے  
 قابل کو حرکت ہوتی ہے تو فتح کی ہوتی ہے جیسے قلمش قلمت قلمم کتابش کتابت کتابم وغیرہ چنانچہ  
 بعض مقنین نے شین مصدری اور شین ضمیری میں ماہ الامتیا ز کسر قابل و فتح قابل شین کو رکھا ہے  
 دوسری یہ بات کہ حذف ہمزہ بغیر نقل حرکت جس سے کش و کت بالکسر حاصل ہوتا ہے خلاف قیاس  
 خیر اولی ہے لیکن کیر بالکسر اس قاعدہ سے خارج ہے اس واسطے کہ یہاں سے کوئی ہمزہ مفتوحہ حذف  
 نہیں ہوا تبض وقت اس ہمزہ کو بحال رکھ کر بوجہ کسر قابل یاے تحتانی سے بدل دیتے ہیں جیسے چیت  
 و کیت میں لیکن حرکت ہمزہ کی بعض وقت اپنی حالت پر رہ جاتی ہے اور بعض وقت کیت و چیت  
 کے ہمزہ کی طرح ساقط ہو جاتی ہے ہر دو کی مثالیں حضرت مولوی معنوی کے اشعار سے واضح ہے  
 شعر مادرش از خشم گفتش بن خموش و کیت افگندہ این شہادت را بگوش و لہ این کیت آموخت  
 اے طفل صغیر پد کہ زبانت گشت و طفلی جریر و واللہ تعالیٰ اعلم۔ اشلہ منصوبہ متصلہ ضمیر منکے مولانا جانی  
 شعر بد ہقائیش اگر داری مسلم پد بدان ماند کہ کوئی روح اعظم پد ولہ مدہ شان قرض و ستان نیم جبہ  
 فان القرض مقرض الحبہ پد ولہ مے عشقت دہر گرمی وستی پد دگر انفسر دگی و خود پرستی پد فردوسی رح شعر  
 اگر راستیتان بود گفت گو پد بہ نزدیک منتان بود آبرو پد دگر ہیچ کڑی گلانے برم پد بزیر پے پستان بسپر  
 سعدی رح شعر در بلخ آدم زان ہمہ بوستان پد ہی دست رفتن سوے بوستان پد او دین آدم را۔ ترکیب نجوی اس شعر

شین  
اور کش اور کت  
اور کم

نسخہ طبعہ زمانہ  
کلامہ الامتیا

شین ضمیری و مصدری  
کلامہ الامتیا

بعض وقت ہمزہ قابل ضمیر متصل کر لیا  
نہیں ہوتا تھا تانی سے بدل جاتا ہے

بعض وقت ہمزہ قابل ضمیر متصل کر لیا  
نہیں ہوتا تھا تانی سے بدل جاتا ہے

فغان متصلہ منصوبہ  
کی مثالیں

ترکیب نجوی شعر شہر بوستان  
در بلخ آدم زان ہمہ بوستان

کی یون ہے۔ آمد صیغہ واحد غائب ماضی مطلق آمدن کا جو منجملہ افعال ناقصہ ہے۔ رفتن مصدر معروف مضاف۔ اسکا مضاف الیہ محذوف یعنی رفتنم پہ ذوالحال۔ تہی دست۔ حال۔ سوئے دوستان مضاف و مضاف الیہ ملکر رفتن کا مفعول بہ ز۔ جارہ رابط۔ آن۔ اسم اشارہ سبیل منہ۔ ہمہ بوستان مضاف و مضاف الیہ ملکر مشار الیہ بدل اسم اشارہ مع مشار الیہ یعنی بدل مع سبیل منہ کے ز کے ساتھ مربوط ہو کر متعلق رفتن کا اور رفتنم اپنے حال اور مفعول بہ اور متعلق کے ساتھ ملکر اسم آمد کا۔ دریغ اسکی خبر تم۔ آمد کا مفعول بہ۔ آمدن کے فعل ناقص ہونے کے شواہد بہت ہیں گلستان میں ہے۔ دشمنان اسیر آمدند۔ یعنی دشمن قید ہو گئے۔ دشمن اسم۔ اسیر۔ اسکی خبر مثال جمع کی فردوسی ۲ شعر بایران بمر دان نخواند مان و زنان کمر بستہ داند مان و مثال مجرور متصل ضمیر ون کی جیسے کتابش قلت کا غزم۔ جانا چاہیے کہ کبھی ان جمع کی متصل ضمیر ون کو جمع کی منفصل ضمیر ون سے استعارہ کر لیتے ہیں یعنی یہ متصل ضمیر ون لفظاً و معنی منفصل ضمیر ون کے قائم مقام متعل ہو جاتے ہیں۔ فردوسی ۲ سورہ یوسف کی شان نزول میں لکھتے ہیں شعر پیر چنین گفت کاین استان و کہ شان میں شفیع برغیب دان و اے اوشان رامن شفیع۔ اور محتمل ہے کہ مضاف الیہ شفیع کا ہو اسی من شفیع شان ہستم۔ مولوی معنوی ۲ شعر از سود وزخ بزنجیر گران و میکشم تان تا بہشت جاودان و در نہ رسم لحظ میں اپنے قابل سے منفصل لکھا جانا درست نہ ہو گا کش کطیح کشان من شفیع الخ اور می کشت کی طرح می کشتان لکھنا چاہیے تھا غرض یہ مسئلہ جمع ضمائر متصلہ منصوبہ کی تیس جو بجائے منفصلہ متعل ہوئیں اور ضمائر مجرورہ متصلہ کی مثالیں جو بجائے منفصلہ متعل ہوئی ہیں ہم آگے بیان کرینگے جیسے بیان شان بدیدہ فرق لنک کیا معنی کہ انکے مضافون پر کمرہ اضافت کا لانا اتصال سے انفصال میں لیجانے یعنی متصلہ کو منفصلہ بنانے کی دلیل ہے بخلاف ضمائر مجرورہ متصلہ کے اسلئے کہ واحد کی متصل ضمیر ون یک حرفی ہوتی ہیں بلا استناد کسی کلمہ کے انکا تنہا آنا ممکن نہیں اسقدر استقلال ان میں پیدا ہونہیں سکتا کہ وہ بجائے ضمائر منفصلہ اپنی جمعون کی طرح متعل ہوں اسد واسطے در صورت اضافت ان کے مضافون پر سے علامت اضافت و جوباً ابداً اٹھا لی جاتی ہے اس سے معلوم ہو گیا کہ جب کسی دوسرے کلمہ کے سہارے اور استناد کے بغیر انکا بروز و ظہور نہیں ہوتا تو یہ دوسری شے کیلئے خود سہارا اور استند کی بن سکتے ہیں پس ٹٹ اور ٹٹش کو تو است اور تواس کا مخف سمجھنا چاہیے

آمدن کے فعل ناقص ہونے پر شواہد

مجرور متعل ضمیر ون کی مثالیں

ضمائر جمع متصلہ کا بجا منفصلہ استعمال

ضمائر منفصلہ متعل کی مثالیں

تحت اور توش کو است اور تواس کا مخف

جیسے ترا تورا کا اور مرا من را کا مخفف ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اسکا بیان ضما ئر منفصلہ میں آئیگا۔  
 ورنہ غیر مستند کا مستند غیر مستقل کا مستقل ہونا لازم آئیگا مولانا سے روم کا شعر ہے شعر نے خودی  
 نام نہ خودتش خواندہ و اختیار از خود نشدتش خواندہ۔ اسے تو اور خواندہ۔ اور کبھی یہ شین ضمیر متصل  
 منصوب زائد بھی لائی جاتی ہے جیسے فردوسی رح پیغام سلم و تور کا فریدون کے پاس پہنچانے  
 کے داستان میں کہتے ہیں شعر بگفتش بدان شاہ کشتہ پسر و پیام دوست ز ند سید او گز  
 اے بگفت بدان شاہ۔ ولہ چو اور ابدیشش جهان شہر یار و نشاندش بر خویشتن نامدار و  
 چو اور ابدید ولہ چو شاہ آچنان دید بر پائے جت و گرفتش سر و دست رستم بدست و اگر گرفت  
 سر و دست رستم۔ اسی طرح ضمیر تکلم مع الغیر منفصل بھی زائد آتی ہے۔ اسکا بیان انشاء اللہ تعالیٰ  
 اخیر میں آئیگا۔ اور یہ ضما ئر متصلہ منفردہ اپنے مضاف سے ایسی ملجاتی ہیں کہ گویا جو ہر کلمہ مضاف  
 بنجاتی ہیں بخلاف ضما ئر جمع کے کہ کبھی مفرد کی طرح اپنے اتصال اصلی پر رہتے ہیں جیسے  
 مولانا جامی کا شعر ہے شعر کنیزان را بہ پیش او پیا کرد و بچہ دست سرو بالا شان دو تا کرد ولہ  
 ز شیرینی دہان شان در شکر خند و ز لعل در رہمہ بر مو کمر بند و جنگ سکندر و نورین فردوسی  
 فرماتے ہیں شعر نوازش کنون من با فزون کنم و ز دلتان غم و ترس بیرون کنم و سنائی شعر  
 از دست توشت برومانان خوردن و خوشتر کہ بدست خویشتن نان خوردن و مولوی معنوی رح شعر  
 آتش گوید ہر دو عالم آن تست و جملہ جاہانمان طفیل جان تست و کبھی انکے مضاف پر علامت اضافت  
 لے آتے ہیں یعنی انکو بجائے منفصل استعمال کرتے ہیں۔ مولانا جامی شعر میان شان چو دیدہ  
 فرق اندک و بعینہ ہر یکے چون آن در یک و کبھی تنہا بلا استناد مستقلاً نائب مناب ضمیر مرفوع منفصل  
 مستعمل ہوتے ہیں۔ نظامی علیہ الرحمہ کا شعر ہے شعر ز چینی بخوید کسے مودی و کہ جز صورتے نیست  
 شان آدمی و اسے او شان آدمی۔ امیر خسرو رح شعر درو متاع من و با من بخوش و شان بزبان  
 آدمی و من خموش و اسے او شان بزبان آدمی۔ غالب دہلوی شعر با من این خشم و کین  
 در بے در بے و من چنان تان چنین در بے در بے و اسے من چنان شمشا چنین۔ دائرۃ لغت  
 اعلم بالصواب۔

جدول ضما ئر مرفوع و مجرور منفصل

ضمیر  
عین  
و کبھی لے

ضمیر جمع مستند بھی اپنے اتصال پر رہتا ہے  
تو بلا علامت اضافت متصل ہوتا ہے

کبھی علامت اضافت منفصلات کی طرح  
انکے مضاف پر داخل ہو جاتی ہے

مع ضما ئر منفصلہ مجموع  
تنبہ! استاد مستقلاً نائب  
مناب ضما ئر منفصلہ  
موجود ہیں لیکن مولوی معنوی  
کے شعر (صدور ان دفر  
اشعار و دہ پیش حوت  
ای ایش عابدی) میں  
ای ایش بجائے ای ایش  
بجائے صحت  
نہیں ہے۔

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
او - وے	اوشان - ایثان	تو	شما	من	ما

جیسے گفت اور یعنی گفت کے فعل ہونے کی صورت میں ضمیر مرفوع ہے ورنہ ضمیر مجرور۔

### جدول ضمائر منصوبہ منفصلہ

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
اورا - ورا - وکورا	اوشانرا - ایثانرا	ترا	شمارا	مرا	مارا

جاتا چاہیے کہ وے مرادف او ممکن ہے کہ ایک مستقل ضمیر ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اُومی کا مخفف ہو اور اُومی میں یاے تختانی اُسی قسم کی ہے جو بعد مدّ تین زائد ہوتی ہے جسکا بیان اضافت میں آئیگا فردوسی رح فرماتے ہیں شعر ہر آنکس کہ از راہ یزدان بگشت و ہمان عہد اُومی وہمان باد وشت و یعنی عہد او باد وشت ہر دو برابرست۔ ایضا در حمد سراید شعر از و شادمانی و زو مرومی ست و ازویت فروئی زویت کمی ست و سعدی رح شعر چنوںے خردمند فرخ نہاد و ندار و جهان تا جہانت یاد و اسواسطے کہ ازویت مرکب ہے از اُومی اور تاے خطاب سے اسی طرح چنوںے مخفف ہے چون اورے کا غرض اُسی اُومی میں سے جب الف حذف کیا گیا و اوساکن رگیا تو بوجہ تعذر سکون ابتدائی اُسپر حرکت فتح کی دیکھی کیونکہ وہ اخف الحركات ہے۔ سعدی رح شعر بگفت انچہ دید از کر مہاے وے و شہنشہ ثنا گفت برآل طے و اہل توران بہ نسبت او کے وے کو زیادہ استعمال کرتے ہیں اسبطرح جب ضمیر منصوب اُورا پر سے الف گرا دیا جاتا ہے ورا بالفتح کہا جاتا ہے اُسکو ویرا کا مخفف ماننا تعلیل در تعلیل تخفیف در تخفیف ہے راثر این جو مخفف تور ہے حرکت اصلی ہے نہ عارضی اور اُومی میں جیسے الف حذف ہو کر دمی رگیا اُسی اُومی میں سے و او حذف ہو کر اُومی بالکسر رہ جاتا ہے لیکن الف کا ضمیر بجاوت یاے تختانی کسرہ سے بدل دیا گیا چنانچہ اُسکی جمع ایثان مستعمل ہے۔ جامی قدس سرہ شعر بنی دہم کہ با ایثان چہ کین دشت و کہ زیر خاکشان آسودہ نگزشت و یعنی ان دونوں قسموں کے تخفیفی صیغوں میں یون عدل کیا گیا کہ جس کا اول تخفیف میں آگیا ہے اُسکی عوض حالت اولی کے ساتھ جو افراد ہے وہ مختص ہو اور جبکا اخیر تخفیف میں آگیا حالت آخری کے ساتھ جو جمع ہے وہ مختص ہو یعنی اسکا نقصان جو تخفیف حرف اخیر سے ہوا ہے ادات جمع سے بھرا جائے اور کما نقصان۔

ضمیر و احد غائب دی  
کی تخفیف لفظی اور  
اسکی ضمیر جمع غائب  
ایثان کی تخفیف  
لفظی کی بہ نسبت  
بجھتی چاہیے

ضمیر جمع غائب  
ایثان کا بیان

حرف اول کمالیت افراد سے غرض اول میں تکمیل معنوی ہوئی ہے اور ثانی میں تکمیل لفظی تھنے  
حذف واو کو حذف انحراس لیے قرار دیا کہ یہاں یا سے بعد مدہ دراصل زائد جو ہر کلمہ سے خارج ہے گو کہ  
ان دونوں تخفیفوں میں بمنزلہ جو ہر کلمہ اسکو وجوب عارض ہو گیا اور نیز اشترک الہند پر نظر کریں یہ  
امر بخوبی ظاہر ہو سکتا ہے جیسے عربی میں ہو اور ہی پس او اور ای اوسی ہو وہی کا بدل ہو  
اور مے ہوز کا ہمزہ سے بدلنا معلوم ہے اسطرح ہندی میں وہ اور یہ اوسی ہو اور ہی کا قلب  
ہے ان امر تانیث و تذکیر خصوصیات زبان سے ہے جو ہو اور ہی میں فرق ہے اور او اور ای  
میں اس قسم کا فرق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ضمائر منصوبہ مفردہ میں سوائے او و اویرا کے حاضر و شکم میں صیغہ خفہ کا استعمال اکثر ہے  
صیغہ اصل شاذ و نادر برتے جاتے ہیں۔ سامعانی ہمدانی کا شعر ہے شعر بسکہ حادث دل من  
بمروت باشد و نگزم گر ہمہ انگشت ندست باشد و آگاہ ہو جائیں کہ ضمائر منفصلہ فائز بحسب اصل  
ذوی العقول کی ضمیر میں ہیں لیکن بعض وقت انکو غیر ذوی العقول کے لیے استعارہ کر لیتے ہیں  
نظامی رح کا شعر ہے شعر می کو مرارہ بمنزل پرد و ہمہ دل برند او غم دل برد و لیکن میر نے نزدیک  
اس تخصیص کی کوئی وجہ نہیں اساتذہ اہل زبان سے دونوں موقعوں پر ضمائر منفصلہ کا استعمال بکثرت  
ثابت ہے معہذا قیاس بھی اسکو مقتضی ہے اسی طرح ضمائر جمع بھی نظامی رح شعر مہندس بسے جوید  
از راز شان و نداند کہ چون کردی آغاز شان و مگر جب انہر کوئی رابطہ وغیرہ آجاتا ہے تو اس کے اتصال  
کی وجہ سے ضمائر متصلہ غیر متقلہ کے مشابہ ہو جاتی ہیں پس ان متصل ضمیروں کی طرح ذوی العقول  
وغیر ذوی العقول ہر دو میں بالاتفاق انکا استعمال جائز رکھتے ہیں۔ سعدی رح شعر ترسد خرومند  
ازین بحر خون و کز کس نبردست کشتی برون و ولہ جو خرما بشیرینی اندودہ پوست و چوباش کنی  
استخوانے در دست و مثال وے کی ولہ در خرمی بر سرے بہ بند و کہ بانگ زن از وے بر آید بند  
واضح ہو کہ ضمائر خواہ متصلہ ہوں یا منفصلہ ان مواضع میں متعل ہوتے ہیں کہ جہاں زبان اردو میں  
لفظ اپنا بولا جاتا ہے یہ اپنے اپنے محاورہ اور خصوصیت زبان کی بات ہے اول کو معنی خود کہہنا  
میں پسند نہیں کرتا اس پر طرہ یہ کہ ضمائر متصلہ کو مخصوص کرتے ہیں یہ خلاف تفحص ہے ظہوری شعر  
ہند غور ہر طرف داسے ز تارش و کران رو پر تو سی گرد و شکارش و سعدی رح شعر ترا کے می شود ہنقیام و

اشترک الہند  
اور ای اور او  
ہی اور وہ اور مے

من راکہ  
ضمائر منفصلہ کا  
غیر ذوی العقول  
لے استعارہ کر لینا

ضمائر متصلہ  
کا ایسی جگہ استعمال  
جہاں اردو میں  
لفظ اپنا بولا جاتا ہے



کہ بادوستان خلاف ست و جنگ پے سعدی رح شعر چمن نام مردم بزرشتی برم پے گویم بجز غیبت مادم پے  
 اسی معنی میں ضمائر منفصلہ بھی متعل ہو جاتی ہیں۔ نظامی فرماتے ہیں شعر چو خاقان خبر یافت از کار او پے  
 کہ آمد سکندر یہ پیکار او پے ولہ بدانت مانی کہ در راہ او پے بدان حوضہ چینیان چاہ او پے خسرو علیہ الرحمہ  
 فرماتے ہیں شعر چشم تو از عیب تو دیدن تہی ست پے از در گے پرس کہ عیب تو چیست پے نظامی رح شعر  
 چنان گرم کن عزم را یم تو پے کہ خرم دل آیم چو آیم تو پے فردوسی رح بہرام کی بہن سے خاقان کی منگنی  
 کرنے کی داستان میں لکھتے ہیں شعر بہ از من ندیم ترا کتھڑاے پے بیارائے این پردہ مادرے پے  
 غرض اس معنی میں تخصیص ضمائر متصلہ کی بجائیں کبھی بحکم ضرورت ضمائر منفصلہ پر ضمائر متصلہ لاتے ہیں  
 مولوی معنوی قدس سرہ الغریز کا ارشاد ہے شعر گفت پیغمبر صبا ہے زید را پے کیف صحبت اے  
 رفیق با صفا پے گفت عبد امو منا باز او ش گفت پے کونشان از باغ ایمان گر شگفت پے ولہ او گزینان و اما  
 اندر پیش پے مید و دچو دید ویرانی ویش پے ولہ روغن اندر دودغ پنہان میشود پے ہر چہ می سازی  
 تو اش آن میشود پے ولہ کہ اگر حق ست او پیدایش کن پے در نباشد حق زبون ماش کن پے ولہ دیدہ  
 عقلت بد و بیردن جہد پے طعن اوت اندر کف طاعون نہد پے سعدی رح شعر اکیہ شخصے سنت حقیر نمود پے  
 تاد رشتی ہنر نہ پنداری پے اور بعض مواضع میں لفظ خود پر ضمائر متصلہ بنظر تاکید مزید لاحق کرتے  
 ہیں جیسے نظامی رح کا شعر ہے شعر سخن بر بد یہ نیاید صواب پے بوقت خودش دادہ باید جواب پے  
 اسکا بیان بحث حرف میں آویگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ شانہ پے

ضمائر منفصلہ  
 متعلقہ کالائے متصل  
 جائز ہے

لفظ خود پر ضمائر متصلہ  
 لاحق نظر کی جاتی ہے

مطلقا ضمائر منفصلہ  
 زائد کا لاحق

علی الخصوص ضمیر متکلم مع الیہ کی زائد نہ ہونا۔

جہاں اسمی ہو

ضمائر پر خواہ وہ متصل ہوں یا منفصلہ الف زائد بھی لاتے ہیں فردوسی رح بشرن کے بحیثیت مجرمانہ  
 افراسیاب کے روبرو ہونے کی داستان میں لکھتے ہیں شعر نہ بینی کہ این بد کنش ریمت پے فرونی  
 سگالہ ہی ہر منا پے اے بر من ولہ من از بادشاہیت آباد ما پے بزرگان فرخندہ بنیاد ما پے  
 اے آبادم اور ضمیر جمع متکلم در صورت مضاف الیہ زائد بھی لائی جاتی ہے۔ فخر المتاخرین علی حین  
 کا شعر ہے شعر صف مرگان تو گر سایہ بدیر یا فگندہ پے خار قلاب شود در بدن ماہی ما پے او در بدن ماہی  
 چوتھا موصول یہ وہ اسم ہے کہ اُسکے ساتھ جب تک کوئی جملہ وصل پناے جس میں ایک ضمیر  
 اسی موصول کی طرف راجع ہو کسی مرکب کا کامل جزو نہیں بن سکتا یعنی فقط موصول کو نہ تو مبتدا  
 کہہ سکتے ہیں نہ خبر نہ فاعل نہ مفعول نہ مضاف الیہ وغیرہ اور اُس جملہ کو جو اس اسم موصول کے ساتھ

ملا ہوا ہے صلہ اور اُس کے اندر کی ضمیر کو جو اسم موصول کی جانب پھرتی ہے اور اس جملہ کا تعلق اُس اسم کے ساتھ پیدا کرتی ہے عائد اور رابطہ کہتے ہیں۔ اسمائے موصولہ کہ وہ جسے عربی میں من و ما سعدی رح کا شعر ہے شعر اے کہ پنجاہ رفت و در خوابی و مگر این پنج روز دریابی ولہ ہر کہ آمد عمارت نو ساخت و رفت و منزل بد گیرے پر دخت و یہ بھی یاد رہے کہ آمد و ساخت پہلے مصرع میں مرکب فعل ہیں لیکن ان کے بیچ میں فاصلہ مفعول بہ کا واقع ہو گیا ہے اور ان کے درمیان سے ایک حرف وصل کہیئے یا عاطفہ محذوف ہے اور وہ واو ہے یا اے غنقی ایسا واسطے اصل اس کی ہر کہ آمد و ساخت یا ہر کہ آمدہ ساخت عمارت نور ہے اس کی نظر بہت سی ہیں نظامی رحمہ اللہ تعالیٰ معراج میں فرماتے ہیں شعر تن او کہ صافی تر از جان ماست و اگر شد بیک لفظ آمد و دست و اسے بیک لفظ شد و آمد یا شدہ آمد یہاں فاصلہ ظرف کا ہے ولہ در نشان یکے تیغ چون چشم گور و ہلارک در و رفت چون پائے مور و براہیخت آمد بران تند شیر و نشاید شدن سوے شیران لیرہ لیکن واو اور کا غنقی کے موضع استعمال میں فرق ہے در صورت واو دونوں فعلوں میں مطابقت شرط ہے یعنی اگر اول ماضی ہے دوسرا بھی ماضی مضارع ہے مضارع واحد ہے واحد جمع ہے دوسرا بھی جمع چاہیئے اسی طرح غیبت و خطاب و کلم میں باہم موافق ہونے ضرور ہیں اور اے غنقی اس قید مطابقت سے پاک ہے لیکن فعل ملحق بہ ہا کا ماضی ہونا اور فعل ثانی کے اول پر تفریع شرط ہے پس ان میں نسبت عموم و جہ کی متحقق ہوگی ملازمی کا شعر ہے شعر سینه واکردہ بگلشن چو خرامان گزرد و بلیل از جان گزرد گل زگر بیان گزرد و جیسے زید نزد من آمدہ نشست یعنی بیٹھنا آنے پر متفرع ہے اور اس قسم کے ترکیبی فعلوں کے فاعل و کا اتحاد واجب ہے اگر فاعل مغائر ہونگے ترکیب باقی نہ رہے گی۔ اس قسم کی تفریع اردو میں بھی مع الفاصل و غیر فاعل دونوں طرح متعمل ہے جیسے کہتے ہیں کھا چکا لے بھاگا لادیا آگیا یہ سب بلا فاعل کی مثالیں ہیں اور مع الفاصل نسیم لکھنوی کا شعر ہے شعر وہ آئی تو فاعل اُس کو پایا و آغوش میں آگے لگایا و آدم بر سر مطلب ہر کا لفظ عموم افراد کے لئے۔ وہ مضاف ہے جانب کہ موصولہ۔ آمد معطوف علیہ۔ عمارت نو ساخت کا مفعول بہ۔ ساخت معطوف بتقدیر حرف عطف معطوف اور معطوف علیہ ملکہ صلہ۔ اور دونوں فعلوں میں جو ضمیر فاعلی مستتر ہے عائد و رابطہ۔ اور صلہ معہ موصول مضاف الیہ ہر کا اور مضاف مضاف الیہ ملکہ مبتدا۔ رفت فعل لازم۔ اُس میں ضمیر فاعلی

حرف وصل یا عاطفہ  
بینی واو اور کا  
غنقی کا باہمی  
فرق امتیازی

ع  
عاطفہ کا مستند رکھنا  
اردو میں بھی ملتی ہے  
اور عاطفہ اور دال کے  
ساتھ بھی جیسے لکھنا  
جا لیا دھڑ دھڑ دھڑ



مین کس غضب کی بلاغت کوٹ کوٹ کر بھری ہے چونکہ یہ شعر اپنے ماقبل و مابعد سے مربوط ہے  
 بغیر تشریح اشعار ماقبل و مابعد لطف حاصل نہوگا۔ مختصر عرض کرتا ہوں **س** خدا یا جہان پادشاہی ترست  
 ز ما خدمت آید خدائی تراست \* خدا یہ صیغہ فاعل ترکیبی کا ہے از روئے لفظ مرکب ہے خود اور آ سے  
 جو امر ہے آمدن کا چونکہ کثرت استعمال تخفیف کو مقتضی ہے واد حذف ہو گیا اور یہ قاعدہ ہے کہ الف  
 اور و او مدہ کے بعد خاص کر افعال میں یاے تختانی جوازاً بڑا دیا کرتے ہیں اور ترکیب کے وقت  
 تحمل حرکت کے لئے **س** وجوہا جیسے آئی و گوی اور آو گو اور آید و گوید اور یہاں بھی بوجہ ترکیب حرف ندا  
 زیادتی وجوبی ہے اور اسکے جزو ثانی صیغہ امر کی فعلیت سے حدوث کا شبہ محض وہم ہے۔ قابل  
 التفات نہیں معہذا جب تک کہ اُسکے فعلیت کا لحاظ بلکہ لحاظ اُسکی ترکیب سے اٹھا کر شے واحد نہ کر دیا  
 جائے معنی فاعلیت ترکیبی کے پیدا نہیں ہوتے اسبواسطے یہ ترکیبی صیغے صفات کے مساوی  
 سمجھے جاتے ہیں اور اسماء صفات میں کوئی حدوث کا قائل نہیں رہتا واجب بھی اسم صفت ہے  
 والد تعالیٰ اعلم بالصواب اور ندا کے لئے فارسی میں اسی بالکسر کثیر الاستعمال ہے تو ما سوا اور  
 حروف ندائیہ کے الف کا اختیار کرنا حدیث شریف کل امر ذی بال لم یبدأ ببسم اللہ فهو اقطع  
 کی امثال میں جھپٹنا ہے اسواسطے کہ جو لفظ پہلے زبان سے نکلے وہ نام خداوند عظم شانہ نکلے بخلاف  
 اور حروف ندائیہ کے کہ ان میں بوجہ تقاضا سے صدارت یہ بات ممکن نہ تھی معہذا چونکہ شیطان  
 انسان کا عدو مبین ہے ہر طرح سے اُسکے اہلاک اور نجات کی راہ زنی کے درپے ہے تو سوا  
 اسکے کہ اُس خداوند غالب و قاہر جلّ و علا کے حریم حمایت و حملے حضور میں ہو کر پناہ گزین ہوں  
 دشمن سے امن پانے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تو پہلے ہی بصیغہ حاضر افتتاح کلام کیا اور  
 دعویٰ جہان بادشاہی کو بلباس خطاب جو جواب ندا ہے بیان کیا اور یہ مصداق تعوذ ہے  
 سبحان اللہ العظیم کس بلاغت سے ان ہر دو مضمون تعوذ و تسمیہ کو ایک عبارت میں بیان فرمایا۔ جہاں  
 بافتح بضم عالم و روزگار تحقیق اسکی صفت مشبہ کے بیان میں آویگی انشاء اللہ تعالیٰ۔ پادشاہی  
 بقاعدہ تبدیل بادشاہی سے پادشاہی کر لیا یا بقاعدہ حذف گیا و گیاہ گواہ و گوا جیسے سعدی **شعر**  
 پسران وزیر ناقص عقل \* بگدا ئی بروستارفتند \* روستا زادگان دانشمند و بوزیری بادشاہ افتند  
 فردوسی **شعر** چو دستور باشد مرا بادشا \* ازیشان سوارے نہانم بجا۔ بعد حذف ہا وقت الحاق

شیخ اشعار و کلمات  
 جہان پادشاہی ترست  
 کی وجہ سے

واضح ہو کہ لفظ خدا کا  
 استعمال بابت تسمیہ و تسمیہ  
 مشتبہ واجب الوجود و حقیقی  
 ہے جسبے نظمی اس کے لئے  
 شغریں اور صاحب حکم  
 کے معنی بن سکا استعمال  
 عملی کی کسی وجہ سے  
 معنی ثانی میں بلا اضافت  
 نہیں لایا جاتا غرض یہی  
 شعر بر وزن سہرا ب  
 کابل خراسان سے ہے  
 دال زایل خالص و سلیح  
 تنقید ۱۲ مسد

میں کلمہ مذکور ہوا ہے  
 مسئلہ ایسی ہے پانچ  
 روایت پانچ پانچ و  
 روایت اور بار بار  
 چوتھ بار بار  
 مشائی ہیں ۱۲ مسد

اسم و رسم  
 پانچ شان گزینہ و دلی  
 سستی ہر بیت کوئی ہد  
 ۱۲ مسد

یہ مصدری شکل حرکت کے لئے ہمزہ بڑا دیا غرض یہ جملہ جہان پادشائی تراست دعویٰ ہے اور لفظ تراست میں راجحہ لام جارہ کے تخصیص کا کلمہ ہے اب اس دعویٰ پر دلیل لاتے ہیں چنانچہ اخیر میں خود فرمایا ہے۔ چو شد حجت بر خدائی درست ۽ زما جار مجرور متعلق آید کے اور تقدم ظرف کا اپنے متعلق پر مفید حصر آید فعل ناقص بننے ہونے کے یا فعل تام بننے مشہور۔ اگر کوئی شبہ کرے کہ اس موقع میں اظہار خدمت جو عین عبادت ہے بجایہ معہذا علت یعنی اثبات دعویٰ جہان پادشائی میں اسکو کیا دخل اور اسے اکثر اپنے بنی نوع مراد ہوتے ہیں کیلئے کہ وہ قریب ہیں تو حصر خدمت یعنی عبادت در نوع انسان کب روا ہے جب ماخلقت الجن والانس الا ليعبدون آیا ہی اگر شرک کا جسب عالی مراد ہیں تو بیشک کل مخلوقات کی خدمت گزار سی ظاہر ہو گئی لیکن فقط سب مخلوق کی خدمت گزار سی دلیل بادشاہت نہیں ہوتی جو اب ان باتوں کا یہ ہے کہ جب انسان سب اشرف ہو کر خدمت گزار ہو تو جمیع مخلوق اس کے ضمن میں تبعاً و قہراً آگئی اور زما کا تقدم متقاضی حصر ہے اور حصر مطلق لینے حصر کلی وہی ہے جو لزوم مساوی کے درجہ میں ہو جیسے ہم خدمت کے ساتھ مقصور ہیں ویسے ہی خدمت ہمارے ساتھ مقصور ہے تو خلاصہ اس لزوم کا یہ نکلے گا کہ عبودیت ہمارا حصہ ہے اور ہم عبودیت ہی کے لئے ہیں تو ظہور عبادت فعلی و قہری کا ہم مخلوقات ہی سے ہو گا۔ مولوی محمد نجی شہر تاج اذان اوست و آن ماکرم ۽ واسے اوکر خدمت خود دار دگر ۽ پس ظاہر ہے یہاں مقصود اظہار عبادت نہیں بلکہ اظہار عبودیت ہے اور نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ اگرچہ یہ جملہ مستقل دلیل نہیں لیکن اس سے بالکل الگ خارج بھی نہیں غرض یہاں تک قیہ بات معلوم ہوئی کہ شرک اسے جسب عالی یعنی مخلوقات میں سے کوئی لائق پادشاہت و حکمرانی نہیں۔ حکمرانی اور پادشاہت کے لائق ایسی ذات چاہیے کہ کسی کے احسان و منت کا وہ مرہون نہ ہو سوسب سے پہلے اور سب احسانوں کا مشکول اعطا وجود ہے اس واسطے کہ کل احسانات معادی اور معاشی اس کے وسیلہ سے ہیں تو بیشک وہی پادشاہ ہی جو خود آئندہ ہے اپنے وجود باوجود میں وہ کسی کا محتاج نہیں لیکن اس ثبوت کو فقط خدائی تراست پر اکتفا نہ کیا بلکہ اپنی خدمت کو بھی ساتھ لیا بلکہ مقدم اسکو کیا اس واسطے کہ حکمرانی اور پادشاہت جاب محکوم توجہ قومی رکھتی ہے اور دوسرا یہ کہ معرفت کی تجلیات میں جب سالک داخل ہوتا ہے تو آپکو ان تجلیوں کے الوان میں ملون پاتا ہے جیسے رنگین آنون کی قندیل کا عکس بحسب رنگ آئینہ ہوتا ہے

اس لفظ کا خدا اور آسمانی  
ہونا اور اس سے متعلق  
قریبی کا استناد کا  
استناد سے مستند ہونا  
چونکہ اللہ تعالیٰ  
شعر آدہ سے پہلے  
و منشا ہے جس میں  
کہ خود آید خدائی نسبت  
آگاہ ہے بن کی نسبت  
نیز فیکر اگر بن خود است  
تو بن بن کے روئے  
ہوئے

یعنی جس شے پر وہ عکس پڑیگا وہ بھی اسی رنگ میں نظر آویگا پس اپنی غفلت اور قصور اور اک سے یقین کر بیٹھتا ہے کہ یہ اسکا اصلی رنگ ہے یہ حال ارباب سلوک پر مشاہد ہے چنانچہ حضرت منصور قدس سرہ کا انا الحق کہنا اسی قبیل سے ہے تو پہلے ہی اپنی غلامی کی سند حاصل کر لی تاہر وقت ہمیشہ نظر ہے لیکن اُس خداوند جل و علا شانہ کا خود موجود ہونا اور ونکے وجود بخشش کو مستلزم نہیں تھا تو فرماتے ہیں ۵ پناہ بلندی و پستی توئی ۶ ہمہ نیستند ہرچہ ہستی توئی ۷ پناہ سے یہاں ماہہ القیام مراد ہے یعنی ماہہ القیام پستی و بلندی تو ہی ہے کیا معنی کہ قیام پستی و بلندی کا تجھی سے ہے اور بلندی و پستی سے وصف کلی مراد ہے اور وصف کلی سے اُنکے جمیع موصوفات مراد ہوتے ہیں یا یہ کہ دو متضاد کو ذکر کر کے جمیع افراد مراد لیتے ہیں۔ غرض ہر ایک کا ماہہ القیام وہی ذات پاک ہے اسکا کوئی ماہہ القیام نہیں وہ خود بخود ہے کہ خدا ہے۔ اور پناہ کے ظرف کو حذف کر دیا یعنی کس امر میں وہ پناہ ہے نہیں بیان کیا اس سے معلوم ہوا کہ ہر شے کے لئے ہر امر وجود و بقا وغیرہما میں وہی پناہ ہے یعنی ہر شے کا ہر امر میں وہی ماہہ القیام اور محتاج الیہ حقیقی ہے تو خود بخود آنیوالا بھی ہی ہوگا اور سب اُسکے وجود باوجود سے مستفیض ورنہ محتاج ہوگا نہ محتاج الیہ حقیقی پس جب ہر شے ہر امر میں اس درجہ کو اسکی محتاج ہوئی تو پھر اسکو ہست ہی کیا کہیئے حقیقت میں وہی ہست ہے تمام اُسکے آگے نیست ہیں اب ہمہ اوست کہیئے یا ہمہ از دست سب درست ہے یہ جادہ نہایت اسلم ہے بڑی بات آئین ہی ہے کہ اختلاف فریقین سے مبرا بدرجہ اتم ہے اور عموم افراد کے لئے تخصیص بلندی و پستی کی محض برعایت ہر دو مقام معبودیت و عبدیت یعنی خدائی و خدمت ادائی سابق الذکر ہے اور ہستی ایک صیغہ نہیں بلکہ ہست سے اور اُس یا سے مرکب ہے جو بجائے فعل ناقص مخاطب کے مستعمل ہوتا ہے یعنی موجود ستی۔ ممکن ہے کہ ہستی حاصل مصدر بمعنی وجود مبتدا ہو اور خبر اسکی محذوف یعنی ہستی ست اور مبتدا خبر کے ساتھ ملکہ موصول کا اور موصول و صلہ ملکہ ہر دو تقدیر پر مستدا اور توئی اسکی خبر کان اتنا شبہ باقی رہیگا کہ تقدیر اول پر صلہ اور خبر کے دونوں عائد خطابی ہیں اور موصول غائب ہو تقدیر ثانی میں عائد خبر خطابی ہے اسکی نظائر بہت سی ہیں۔ اس قسم کے طالب العلمانہ شبہات سے جو اُنکے زمانہ میں ہوئے ”یاران شعر مراد در کہ برد فرمایا لیکن اس ثانی تقدیر پر ثبوت مطلب بطریق مذہب حکما ہوگا کیا معنی کہ یہ لوگ وجود باری تعالیٰ کو عین ذات مانتے ہیں

یعنی وہ جو عین وجود ہے تو ہی ہے چونکہ ثبوت مدعا الفاظ شعر سابق سے بصراحت نہ تھا تو لف و نشر معکوس کی طرح پہلے عموم تضادی کو اور پھر مفاد لفظ پناہ کو بصراحت بیان فرماتے ہیں تا طبع وقت پسند و سہل طلب ہر دو لطفت اندوز ہوں ۷۰ ہمہ آفریدی زبالا و پست ۷۱ توئی آفرینندہ ہر چہ بہت ۷۲۔

آفریدن کسی شے کو عدم سے وجود میں لانیکا نام ہے پناہ کی تحقیق میں معلوم ہو چکا کہ ہر شے کا ماہہ القیام وہی ہے تو وجود و بقا کی پناہ بھی اُسی سے ہے اور جو ماہہ القیام وجود شے کا ہوگا وہی خالق شے ہوگا تو اسکو ہمہ آفریدی کہنا درست ہوا لیکن فقط وجود کی پناہ پر کفایت کرنا اس وجہ سے ہے کہ خلق شے اُس شے کے اور حالات سے اقدم اور اصل عظم ہے۔ زبالا و پست سے ہمہ کے بیان ڈالنے میں اُسی عموم تضادی پر تنبیہ ہے اور اس بات پر بھی متنبہ کرتے ہیں کہ جیسے وہ اوصاف کو پیدا کرتا ہے اُنکے موصوفات کو بھی پیدا کرتا ہے تو اسکو توئی آفرینندہ ہر چہ بہت کہنا درست ہوا غرض نتیجہ یہ نکلا کہ اعراض و جوہر سب کا جن جن پر بہت کا اطلاق آتا ہے تو ہی آفرینندہ ہے پس توئی آفرینندہ ہر چہ بہت خدائی تراست کے مساوی ہے اور زبالا و پست میں زکو ابتدائیہ بھی کہہ سکتے ہیں اس صورت میں ہمہ کی عمومیت بقرینہ زبالا و پست مقصر ماسواے بالا و پست میں رہیگی اور بالا و پست سے آباے علمی و امہات سفلی مراد ہونگے اور ہمہ آفریدی سے تخلیق موالید ثلاثہ کا ذکر ہوگا لیکن پھر کلام آفرینش ابون و عالم مجربات و مرکبات ناقصہ میں رہیگا کہ انکا آفرینندہ کون ہے سو کہہ یا توئی آفرینندہ ہر چہ بہت اور یہ دلیل فقط زبانی جمع خرچ اور معقوبی ڈھکوسلے نہ سمجھے جائیں سو برعایت اسی بالا و پست کے مشاہدات سے متمیلاً ثابت کرتے ہیں ۷۰ توئی برترین دانش آموزناک ۷۱ ز دانش قلم رانده بر لوح خاک ۷۲ برترین صیغہ تفضیل صفت دانش کی آموزناک میں لفظ ناک نسبت فاعلی کے لئے بمعنی آموزگار لیکن محقق استاد یہ ہے کہ یہ کلمہ مبالغہ فاعلیت کے لئے آتا ہے جیسے زار و ستان مبالغہ ظرف کے لئے آتے ہیں یعنی بہت دانش سکملانیوالا ز دانش یا تو یون کہئے کہ بیان قلم ہے یا بیان قلم رانده جو ضمن میں قلم رانده کے ہے۔ دانش حاصل مصدر دانشن بمعنی علم بقرینہ آموز اور یہ اشارہ ہے بجانب ارشاد خداوند جل و علا شانہ عکلم آدمہ الآیہ جو باعث برتری و تفوق بر ملک تھا پس لفظ برترین کا پاؤ اسواسطے بیان کیا گیا کہ جو علم باعث برتری ہو وہ خود برتر ہے۔ برترین ہیں یا ونون مبالغہ صفت کے لئے یعنی اُس علم کا مادہ اور اصل برتری ہے جس سے وہ علم ہمہ تن

برتری ہو گیا اور پھر یہ برتری رتبہ کیفیت میں ہوگی جیسے ظاہر ہے یا کیت و تعداد میں یا کیت  
 و کیت ہر دو میں یعنی اور ول کو چن چیزوں کا علم دیا گیا تھا اور حضرت آدم علیہ السلام  
 کو بہت سی چیزوں کا اس واسطے کہ یہ بات ظاہر ہے کہ فرشتے قبل اسکے جاہل محض نہ تھے ورنہ قبل از  
 خلقت حضرت آدم علیہ السلام خطاب الہی سے کیونکر شرفیاب ہوتے معلوم ہو کہ علم تھا مگر جیسا او  
 جتنا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو علم حقائق و معرفت ذوات و خواص و اسماء اشیا  
 و اصول علم و قوانین صناعات و کیفیات آلات القا کیا گیا تھا نہ کیا معنی کہ منظور انکو اپنا خلیفہ بنانا تھا  
 تو ہر چیز کی معرفت و علم دیا گیا تا کار خلافت سر انجام پاوے بلکہ تعالیٰ شانہ نے اپنے دست قدرت  
 سے اس کا لبد خاکی کے ایسے قواسم متباہنہ و اجزائے مختلفہ رکھے کہ جو متعدد الادراک معقولات  
 و محسوسات و تخیلات و مہوہات کا ہوا یہاں تک کہ ہنوز روح پائین بدن میں نہیں پہنچی تھی  
 کہ بجز عطسہ شکر الہی میں احمد شد فرمایا اور علم آموزی سے علم آموزی حضرت آدم علیہ السلام  
 لینا بقرینہ لوح خاک ہے غرض مولانا نظامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں تو ہی حضرت آدم علیہ السلام کا آموزگار  
 علم عالی ہے اور تو نے ہی لوح خاک پر حرف علم کے لکھے اس سے وہی اجزاء قومی متباہنہ  
 و مختلفہ متعدد الادراک مراد ہیں یا یہ کہ علم آموزی و لوح خاک میں تخصیص حضرت آدم علیہ السلام  
 کی نکرین بلکہ بوسیلہ آپ ہی کے مطلق ذات انسان کے لئے یہ حکم ثابت کر دین۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
 بالصواب غرض اس ذات پاک کے خود بخود ہونے پر جو جزو دلیل خدائی تر است کا مفاد ہے  
 حجت پوری ہو گئی تو دلیل پوری ہو گئی پس دعویٰ اسی کے ساتھ پادشاہی جہان کے خصل  
 کا ثابت ہو گیا تو کہتے ہیں ۵ چو شد حجت بر خدائی درست ۶ خرد داد بر تو گواہی نخست ۷ یعنی  
 جب حجت تیری خدائی پر پوری ہو گئی تو عقل نے تسلیم کر لیا پہلے تیری گواہی دی کہ بیشک  
 پادشاہی جہان تجھی کو سزاوار ہے تخصیص خرد اس واسطے کہ وہ مدرک کلیات و جزئیات ہے  
 تطبیق دلیل و تصدیق دعویٰ اسی کا منصب ہے گواہی صفات و ذات خداوندی کی عین ایمان  
 ہے موجب سعادت و جہان ہے اور یہ دولت سرمدی جسکو حاصل ہو وہ نے شک قابل شاباش  
 و آفرین ہے دوسرا ساتھ ہی اسکے پیشہ گزرتا ہے کہ خرد کوئی خود بخود اور مستقل مستعد بنفسہ  
 شے ہے جو دلائل و حجج پر نظر کر کے اسکی گواہی دینے کی قابلیت اپنے آپ رکھتی ہے کیا ضرور ہے



کہ وہ قابلیت بھی عطا کردہ لم پزلی ہو تو کس خوبی سے دونوں مضمون کو ایک عبارت میں ادا کرتے ہیں ۵ خرد را تو روشن بصر کردہ ۶ چراغ ہدایت تو بر کردہ ۷ یعنی ایک تو خرد کی طرح روشن بصر کے ساتھ۔ دوسرا روشن کنندہ بصر خرد اسی خداوند پاک کا ہونا۔ را۔ یا تو اضافی یا مفعولی و صورت اولی بصر مضاف خرد مضاف الیہ۔ مضاف مع مضاف الیہ مفعول اول کردہ اور جب کہ خرد کو تابل مرج پایا اسپر توجہ تام کی صدر نشین بیت اسکو بنایا لیکن فقط روشنی بصر کوئی کام نہیں دیتی۔ جب تک چراغ ہدایت کی روشنی آگے نہو بڑے بڑے حکیم شہادت سے محروم مگر ابھی کی اندھیری میں سفہا سے بدتر گزر گئے۔ چراغ ہدایت باضافت بیانیہ ہدایت کے ہر دو معنی مشہور یعنی راہ مطلوب نمودن یا بمطلوب رسانیدن یہاں ممکن۔ ہر کردن بمعنی بلند کرنے کے مجازاً اسکو مطلق روشن کرنا کہہ دیتے ہیں اس واسطے کہ جو چیز جب قدر بلندی پر روشن ہوگی اسقدر دور دور تک پر تو افکن ہوگی اسی واسطے بجلی کی چمک تمام عالم پر نہیں ہوتی ستاروں کی دمک بشرط محاذات تمام عالم پر ہوتی ہے یعنی چراغ راہ نمائی کو تو نے ہی اوپر سگادیا کہ مثل آفتاب کے عالمتاب ہے چاہے کوئی شہر چشم اسکو نہ دیکھے اب یہ معنی ہوئے کہ خرد کو تو نے روشنی بصر دی اور چراغ راہ نمائی بھی آگے کر دیا تو وہ راہ یاب ہوئی۔ یا بمعنی نزدیک بقدر مضاف الیہ یعنی برش کردہ یا برد کردہ۔ یا بر کردن بخیر تاویل مطابقت روشن کرنے اور چراغ سگنانے کے معنی جبکہ ترجمہ مطابق ہندی میں بالنا ہے۔ چنانچہ امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ چراغ کی پہیلی میں فرماتے ہیں ۵ جب بالا تھا سب کو بجایا ۶ جب بڑا ہوا کام نہ آیا ۷۔ غرض قطع نظر نکات معنویہ و بلاغت ادبیہ کے شہادت توحید میں جو عین ایمانی اعتقاد ہے حکم یقینی ضروری ہے ایسے موقع میں ندامت چہ بمقابلہ ہمہ نیستند جیسا کچھ ہے وہ ظاہر ہے واللہ تعالیٰ شانہ انکلم بالصواب ۵

جانتا چاہیے کہ لفظ ہر کو موصولیت میں کچھ دخل نہیں محض تعمیم کے لیے آتا ہے یہ بات شیخ شیراز کی شعر سے صاف ظاہر ہے شعر در کشور آباد بیند خواب ۶ کہ دارد دل اہل کشور خراب ۶ ولہ حرامش بود نصرت بادشاہ ۶ کہ ہنگام فرصت ندارد نگاہ ۶ اور جس موصول پر کہ ہر داخل ہوتا ہو اس کے عائد کا مفرد اور جمع لانا دونوں جائز ہے۔ نظامی علیہ الرحمہ کا شعر ہے شعر ہمہ آفریدی زبالا دہست ۶ توئی آفرینندہ ہرچہ ہست ۶ ولہ اے کار کشاے ہرچہ ہستند ۶ نام تو کلید ہرچہ بستند ۶

پہل لفظ ہر کو  
ہوئے عائد نے جمع  
کا مفرد و مجموع  
لانا جائز ہے۔

عائد کے صیغہ جمع ہونے سے لفظ ہر کو کل مجموعی نہ سمجھنا چاہیے بلکہ یہ صیغہ جمع کا خود افراد ہی ہے اور جمع افرادی میں ہر ہر فرد جدا جدا مراد ہوتا ہے۔ بعض وقت یہ لفظ محض تکبر کا فائدہ دیتا ہے فردوسی جنگ افراسیاب و کنخسرو کے بیان میں پشتنگ کی ستائش کرتے ہیں شعر بلشکر چو نامدارے <sup>۳۶۸</sup> نبود بہر جاے چون او سوارے نبود بہرے در پہنچ جا۔ اور یہی کہ وہ استفہام کے لیے بھی آتے ہیں جیسے عزلی میں مکن وما استفہامیہ قرار پاتے ہیں انوری کا شعر ہے شعر کہ ہر فرد ہر بادا مطلع صبح کہ ہر فرد ہر شب بصد صبح شفق و اور لفظ چہ کبھی استخبار کے لیے بھی آتا ہے اور یہ استخبار کبھی کثرت کے لیے ہوتا ہے۔ نظامی علیہ الرحمۃ سکندر نامہ تخری کے سبب نظم کتاب میں فرماتے ہیں شعر زیک قافیہ چند زائد سخن و چہ خرماکشا زیک نخل بن و ایسوجہ سے لفظ چند حقیقت میں چہ و اندسے مرکب استخبار کے لیے بھی استعمال کیا گیا ہے جیسے کنایات کی بحث میں مذکور ہوا۔ لیکن کہ کا ذوالعقول کے لیے اور چہ کا غیر ذوالعقول کے لیے استعمال کرنا باعتبار حقیقت ہے بعض وقت مجاز اس کا خلاف بھی آجاتا ہے۔ امام سخن سعدی علیہ الرحمۃ کانیک سخت کیست و بد سخت چیت فرمانا اسی بنا پر کسی نکتہ کے لیے مجاز استعمال ہے یعنی بد سختوں کو لا یعقل شمار کیا نہایت ذلیل و خوار کیا کیا معنی کہ وہ کم عقل اپنے اند و ختم مال و متاع سے بغیر نفع اٹھائے سخت کے ساتھ گزر گئے بے سمجھی سے چھوڑ کر مر گئے۔

اور نیز چیت حقیقت شے کے سوال کے لیے بھی آتا ہے خواہ وہ حقیقت ادعائی ہو خواہ حقیقی اول جیسے یہ شعر چیت دانی بادہ گلگون مصفا جو ہرے حسن را پروردگارے عشق را پیویرے اس واسطے کہ مصفا جو ہر ہونا بادہ کی حقیقت واقعہ نہیں اسکی ادعائی ماہیت ہے ثانی یعنی ماہیت حقیقی جیسے انسان چیت زندہ گویا اور اصل اس لیے تحتانی کی جو چیت و کیست میں ہے ہمہ متوجہ ہے اور مانے مخفی جو انہامی حرکت و اتمام کلمہ کے لیے لائی گئی تھی بوجہ عدم ضرورت حذف کر دی گئی اور کبھی بحکم ضرورت حرکت فتحی ہمزہ کی اس یاے مبدلہ پر بحال رکھتے ہیں۔ مولانا سے روم قدس سرہ فرماتے ہیں <sup>۳۶۹</sup> شعر این دران حیران شدہ کان بر چیت و ہر چشدہ آن دگر رانانی ست و ولہ رب اعلیٰ گردیت اند جلوس و بہر یک کرمی چیت این چا بلوس و اور چہ ہست بھی یہاں بن سکتا ہے لیکن یہ مروی نہیں۔ اور یہی کہ وہ اسماء اشارہ کے ساتھ بھی ہوتے ہیں۔ نظامی رحمہ اللہ علیہ کا شعر ہے پناہ بلند می و پستی توئی و ہمہ نیستند انچہ ہستی توئی و بمعنی ذلک الذی

جمع افراد کا  
بیان  
استعمال  
کہ وہ استفہام  
عزلی میں مکن  
و ما استفہامیہ  
قرار پاتے ہیں  
انوری کا شعر  
ہے شعر کہ ہر  
فرد ہر بادا  
مطلع صبح کہ  
ہر فرد ہر  
شب بصد صبح  
شفق و اور  
لفظ چہ کبھی  
استخبار کے  
لیے بھی آتا  
ہے اور یہ  
استخبار کبھی  
کثرت کے لیے  
ہوتا ہے۔

کہ اور چیت  
حقیقی  
استعمال کے

صیت کا حقیقت  
شے کے سوال  
میں واقع ہونا  
کہ کسی کا غیر  
ہست ہونا  
کہ اور چیت  
اسما اشارہ  
کے ساتھ بھی  
استعمال

اور بعض متقنین کی یہ رائے ہے کہ یاے مجہول بھی اسماء موصولہ سے ہے بمعنی الذی لیکن اسکے ساتھ یہ شرط بھی لگانی پڑے گی کہ بغیر اتصال کسی اسم کے اسکا تنہا مستقل آنا متصور نہیں یہ شرط ظاہر لفظان ہے اور نیز اسکے صلہ میں دو رابط کا ہونا واجب ہوگا ایک تضمیمہ دوسرا کاف۔ اور بعض مہربا کش خجائے تحقیق کی رائے جہاں آراء اس اسم کے موصول ہونے پر آئی ہے کہ جسکے ساتھ اس یا کا اتصال ہے پس اسوقت موصول کوئی ایک خاص اسم نہ رہا بلکہ جس پر وہ یا اور کاف آئینگا وہی اسم موصول نام پائیگا چنانچہ انہوں نے مثال دی ہے کہ عاقل ست سخن ناگوش کند اس میں لفظ کس موصول ہوا اور بنام خدا سے کہ جان آفرید میں لفظ خدا اسی طرح ہر ایک اسم جو ملحق بہ یا ہوگا موصول بنجائے گا پھر موصولات کا مبہم ہونا بھی باطل اور لغو ہو جائیگا۔ تیسرے نزدیک حق پوچھو تو موصول نہ وہ یا سے ملحق ہے نہ وہ اسم ملحق بہ یا بلکہ وہی کہ ہے جسکو ہم اوپر بیان کر آئے ہیں اور یہ اپنے صلہ کے ساتھ ملکر صفت اس اسم کی جسکو انہوں نے موصول نام ہے۔ نظامی رح شعر کر اباز گو نہ بود پیر ہن و نہ حاجت بود باز گشتن بہ تن و کر بمعنی ملک۔ اور یہی کاف بمعنی اسم کے اگر تنکیر کا کام دیتا ہے سعدی علیہ السلام کا شعر ہے ۱ کرا جاودان ماندن امید نیست و کہ گیتی ہمیں جائے جاوید نیست و یہاں دو بات یاد رکھنے کے لائق ہیں ایک تو یہ کہ اس کہ کا غیر عاقل کے لئے بھی ستمل ہونا جیسے نظامی علیہ السلام فرماتے ہیں شعر شمعے کہ از تو نور گیر و از باد بروت خود بمیرد و دوسرا یہ کہ ہر موصوف پر اس یا کا ضروری نہ ہونا۔ نظامی قدس سرہ کا شعر ہے شعر دوران کہ فرس نہاد و تست و باہفت فرس پیاد و ولہ دولت کہ نشاند مرادست و در حق تو صاحب اعتقادست و ولہ سرشتہ غیب ناپدیدت بس قفل کہ بنگری کلیدست و خصوصاً لفظ ہر اور اسماء اشارہ کے بعد ملاطافہ غنی رح کا شعر ہے ۱ ہر کس کہ گشت عریان در پیر ہن نگنجد و نظامی متہ شعر آن مے کہ چو اشک من زلالست و در مذہب عاشقان حلالست و لیکن ان پر یا کا نہ لانا واجب نہیں جیسے بعض نے اسکے عدم کو واجب کہہ دیا ہے۔ نظامی رح کا شعر ہے ۱ ہر نیک و بدے کہ در شمارست و چون در نگری صلاح کا رست و ولہ برہنہ ہے کہ نیزہ راند و یک حلقہ دران زرہ نمازد و جامی علیہ الرحمۃ کا شعر ہے ۱ بان موئے کہ سیگوئی میانش و بان سرکہ مے خوانی دمانش و بان نوریکہ تابدا از جینست و کہ دارد ماہ را سر بر زمست و بلکہ اسم اشارہ اور ہر ایک وقت میں اس یا کے ساتھ جمع ہو جاتے ہیں کسی استاد کا

کو موصول قرار دیتے ہیں  
بعض متقنین کی یہ رائے ہے کہ یاے مجہول بھی اسماء موصولہ سے ہے بمعنی الذی لیکن اسکے ساتھ یہ شرط بھی لگانی پڑے گی کہ بغیر اتصال کسی اسم کے اسکا تنہا مستقل آنا متصور نہیں یہ شرط ظاہر لفظان ہے اور نیز اسکے صلہ میں دو رابط کا ہونا واجب ہوگا ایک تضمیمہ دوسرا کاف۔ اور بعض مہربا کش خجائے تحقیق کی رائے جہاں آراء اس اسم کے موصول ہونے پر آئی ہے کہ جسکے ساتھ اس یا کا اتصال ہے پس اسوقت موصول کوئی ایک خاص اسم نہ رہا بلکہ جس پر وہ یا اور کاف آئینگا وہی اسم موصول نام پائیگا چنانچہ انہوں نے مثال دی ہے کہ عاقل ست سخن ناگوش کند اس میں لفظ کس موصول ہوا اور بنام خدا سے کہ جان آفرید میں لفظ خدا اسی طرح ہر ایک اسم جو ملحق بہ یا ہوگا موصول بنجائے گا پھر موصولات کا مبہم ہونا بھی باطل اور لغو ہو جائیگا۔ تیسرے نزدیک حق پوچھو تو موصول نہ وہ یا سے ملحق ہے نہ وہ اسم ملحق بہ یا بلکہ وہی کہ ہے جسکو ہم اوپر بیان کر آئے ہیں اور یہ اپنے صلہ کے ساتھ ملکر صفت اس اسم کی جسکو انہوں نے موصول نام ہے۔ نظامی رح شعر کر اباز گو نہ بود پیر ہن و نہ حاجت بود باز گشتن بہ تن و کر بمعنی ملک۔ اور یہی کاف بمعنی اسم کے اگر تنکیر کا کام دیتا ہے سعدی علیہ السلام کا شعر ہے ۱ کرا جاودان ماندن امید نیست و کہ گیتی ہمیں جائے جاوید نیست و یہاں دو بات یاد رکھنے کے لائق ہیں ایک تو یہ کہ اس کہ کا غیر عاقل کے لئے بھی ستمل ہونا جیسے نظامی علیہ السلام فرماتے ہیں شعر شمعے کہ از تو نور گیر و از باد بروت خود بمیرد و دوسرا یہ کہ ہر موصوف پر اس یا کا ضروری نہ ہونا۔ نظامی قدس سرہ کا شعر ہے شعر دوران کہ فرس نہاد و تست و باہفت فرس پیاد و ولہ دولت کہ نشاند مرادست و در حق تو صاحب اعتقادست و ولہ سرشتہ غیب ناپدیدت بس قفل کہ بنگری کلیدست و خصوصاً لفظ ہر اور اسماء اشارہ کے بعد ملاطافہ غنی رح کا شعر ہے ۱ ہر کس کہ گشت عریان در پیر ہن نگنجد و نظامی متہ شعر آن مے کہ چو اشک من زلالست و در مذہب عاشقان حلالست و لیکن ان پر یا کا نہ لانا واجب نہیں جیسے بعض نے اسکے عدم کو واجب کہہ دیا ہے۔ نظامی رح کا شعر ہے ۱ ہر نیک و بدے کہ در شمارست و چون در نگری صلاح کا رست و ولہ برہنہ ہے کہ نیزہ راند و یک حلقہ دران زرہ نمازد و جامی علیہ الرحمۃ کا شعر ہے ۱ بان موئے کہ سیگوئی میانش و بان سرکہ مے خوانی دمانش و بان نوریکہ تابدا از جینست و کہ دارد ماہ را سر بر زمست و بلکہ اسم اشارہ اور ہر ایک وقت میں اس یا کے ساتھ جمع ہو جاتے ہیں کسی استاد کا

دیکھئے اسم موصول  
الذی اور ان پر بیان  
کے لفظ کی تحقیق

اسی کہ کا تنکیر کا افادہ  
دین

اسی کہ کا تنکیر کا افادہ  
دین

اسی کہ کا تنکیر کا افادہ  
دین

اسی کہ کا تنکیر کا افادہ  
دین

اسی کہ کا تنکیر کا افادہ  
دین

اسی کہ کا تنکیر کا افادہ  
دین

اسی کہ کا تنکیر کا افادہ  
دین

اسی کہ کا تنکیر کا افادہ  
دین

شعر ہے ہر فن کے کہ کند پیر وی اہل خود بہ بیچ وجہ ملائے بحال او نرسد بہ اسی طرح ہمہ کے مدخل پر یالاتے ہیں اسوقت اس ہمہ کو کل افرادی کے معنوں میں سمجھنا چاہیئے سعدی فرماتے ہیں شعر جو دست از ہمہ جلتے در گست بہ حلال ست بردن ہمشیر دست بہ جسطرح ہر کجی کل مجموعی کے معنوں میں بولا جاتا ہے سعدی فرماتے ہیں شعر وقتے افتاد فت نہ در شام بہ ہر کس نہ گوشہ فراغت نہ ولہ ہمہ کس بمیدان کوشش در اند بہ ولے گونے بخشش نہ ہر کس بر نہ اور ہر کو موکہ ہمہ کے ساتھ بھی کرتے ہیں امیر خسرو شعر عالم بر حق نہ تعلیم کس بہ ہمہ نہ زیافتہ تعلیم پس ولہ تخت پدر کز پئے پائے مست بہ ہمہ دانند کہ جائے مست بہ نظامی شعر بجز مرگ ہر شکلاتے کہ ہست بہ بچارہ گرے چارہ آید بدست بہ کبھی اظہار کلیت افرادی کے لئے ہر کے مضاف کو مکرر بھی لاتے ہیں۔ فردوسی شعر زہر گونہ گونہ درخشان درفش بہ جہانے شدہ مسخ دند و دہنفش بہ البتہ بعد ضمائر کے ابدایا نہیں لاتے۔ نظامی شعر کا شعر ہے شعر تو کہ جو ہر نہ نداری جائے بہ چون رسد در تو ہم شیفتہ رہے بہ شعر من کہ طرف کلاہ شکستہ بہ حیثیم قلند دم مستم بہ نظامی شعر ماکہ جزوے ز شمع گردونیم بہ باتواز ہفت پردہ بیر ونیم بہ۔ ہمارے اس دعویٰ کو کہ موصول یہی کاف ہے اردو کا لفظ جو قوی کرتا ہے چنانچہ خجائے کش مصطفیٰ تحقیق آرائی سیہ مست بادہ ذیقہ کشائی مولانا صہبائی علیہ الرحمۃ نے اپنے اردو قواعد میں لفظ جو کو اسمائے موصولہ میں شمار کیا ہے یہ بعینہ ترجمہ کہ کا ہے۔ اور یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ سب توصیفی جملے ہیں چونکہ اوصاف میں اصل افراد ہے یہ کاف جملہ وصفیہ کے سرے پر اسبواسطے لایا گیا ہے تاکہ وہ جملہ قوت میں مفرد کے ہو جائے اور درمیان خبر اور وصف کے مینز بجائے۔ اگر صفت خود مفرد ہو اس کاف کی کوئی ضرورت نہیں پڑتی۔ اور اس کاف کو موصولہ کہیئے یا موصولہ اسکا حذف بھی کلام اساتذہ میں آیا ہے مگر بہت کم چنانچہ اس شعر میں شعر مابلبلان بلندن سازیم خانہ را بہ خوش کردہ ایم حنائے یک آشیانہ را بہ اسے مابلبلان کہ بلند انخ۔ سراج المحققین آرزو نے جملہ نعتیہ کو بدوان کاف کے اوپر سمجھا اسکو بیان متدرج دیا۔ میرے نزدیک یہ بھی ممکن ہے کہ مابلبلان مبتدا۔ بلند سازیم خبر ہو اور مصرع ثانی یعنی خوش کردہ ایم خبر خبر۔ عاطفہ بوجہ صدارت حذف ہو گیا۔ اور اسبوجہ سے صاحب مجالس النفایس نے ریاضی کے اس شعر کو شعر ستارہ است در گوش آن لال ابرو و رو

مدخل کا کمال ہو گیا

مدخل کا کمال ہو گیا

مدخل کا کمال ہو گیا

مدخل کا کمال ہو گیا

مدخل کا کمال ہو گیا

مدخل کا کمال ہو گیا

مدخل کا کمال ہو گیا

مدخل کا کمال ہو گیا

مدخل کا کمال ہو گیا

حسن بخورشید سے زندہ پہلو پہ ناپسند ٹھہرایا اس طرح اصلاح دی **س** زر وے حسن در گوش  
 آن ہلال آبرو پہ ستارہ است کہ بامہ میزند پہلو پہ مین عرض کرتا ہوں کہ جب اساتذہ کے  
 کلام میں اس قسم کا حذف موجود ہے پھر تاویلات و تفسیلات کی کیا ضرورت ہے۔ فردوسیؒ  
 فریدون کے محل کی تعریف بربان قاصد سلم و تور فرماتے ہیں **ش** شعر چو رستم بنزدیک ایوان فراز  
 سرش با ستارہ ہی گفت راز پہ اسے ایوان کہ سرش **ش** الخ اور ان اشعار مذیلہ میں امام فن تحقیق  
 صاحب قول فصیل کی یہی رائے ہے **ز**ین شعر زہر بلبل صدائے برنجیز و صید زاع اولیٰ پہ  
 ہمارے کو نہ بخشد دو لے ازوے گس بہتر پہ اسے ازہر بلبل کہ انحصائب شعر ہر کس نشانہ برین  
 پر شور پشت دست پہ از جہل زدنجانہ زنبور پشت دست پہ اسے ہر کس کہ نشانہ **ز** مولوی معنوی قدس  
 شعر از جنون نے گشت ہر جا بد جنین پہ از جہل آن کو رچشم دور بین پہ اسے ہر جا کہ بد **ز** الخ۔ تان  
 جب کہ اس کا ک کو موصولہ نہ کہیں بلکہ **ا**ن مصدری کی طرح جملہ وصفیہ کا ماول تسلیم کر لیا  
 جائے وہ اشعار تشہدہ مزلورہ متاؤل یعنی محذوف الموصوفات سمجھے جائیں گے جیسے  
 شعر اے کہ بچاہ رفت میں مناد محذوف اور یہ صفت مصدرہ بکاف اُسکے قائم مقام اسی طرح شعر  
 کہ دارد دل اہل کشور خراب میں بادشاہی کہ دارد **ا**ن اسی طرح شعر کہ ہنگام فرصت ندارد نگاہ میں  
 ندیے کہ ہنگام فرصت **ا**ن اسی طرح شعر ہر کہ آمد عمارت نو ساحت۔ میں ہر کس کہ آمد **ا**ن محذوف مانا  
 پڑے گا۔ اور علی الخصوص ادب کے دونوں شعر دن کے کافون کو تعلیلیہ تدرار دینا اور ارجاع  
 ضمیر فاعل کو سیاق و سباق کے حوالے کر دینا یعنی یہ معنی کرنے کہ ملک کو آباد نہ دیکھنے کی وجہ  
 رعیت کا دل دکھانا اور نعمت شاہ کے حرام ہونے کی علت موقع و محل کا نہ دیکھنا از قبیل تاویل  
 مالا یرضی بہ القائل ہے اور نیز یہ شبہ کہ در صورت موصولیت کاف ہر کس کہ گشت عریان **ا**ن اور  
 دوران کہ فرس نہادہ **ا**ن اور اسی کی امثال میں در میان موصوف و صفت کے باعتبار تنکیہ  
 و تعریف باہم مطابقت نہ ہے گی سو یہ کچھ نہیں کہ واسطے کہ یہ امور اور یہ دقائق خصوصیات کلام  
 عرب سے ہیں اور در صورت موصوفیت کاف یعنی یہ کاف محض جملہ وصفیہ کو ماول بمفرد بنانے  
 کے لئے مانا جائے اور موصول نہ سمجھا جائے تو کوئی یہ شبہ کرے کہ مثلاً شعر اے کہ بچاہ رفت و  
 در خوابی۔ میں منادی موصوف بوجہ ندا کے معرفہ بن گیا اور اُسکی صفت میں جملہ جو قوت میں

فردوسیؒ کا ہر شعر ۱۹۵۵  
 قافان میں قوافی ہیں  
 میزبانان تابعدارہ کند  
 سران سواران بھی کہ ہند  
 اسے اہل تاب دادہ کند  
 کہ سران سواران باد  
 سے بست ۱۲ مہر

کاف کو کادہ **ا**ن موصولہ  
 مینے کی گشت پر  
 اشعار شاہین تاویل

کاف سے موصول  
 ماننے کی صورت  
 میں احتراز  
 مطابقت موصوف  
 و صفت میں  
 و تعریف و تنکیہ

نکرہ کی ہے کس طرح درست ہو سکتا ہے اسکا بھی وہی جواب ہے جو در صورت موصولیت کا بیان ہوا معہذا یہاں سرے سے وہ مشبہ ہی نہیں پڑتا کس واسطے کہ ورود بعد لائق وصفت ہے یعنی موصوف مع الصفت مناد کیا معنی کہ اُس شخص سے خطاب ہے جو موصوف بصفی غفلت ہے یعنی کہتے ہیں اے غافل مغفل غفلت کو چھوڑ شاید ان باقی پانچ دن کی تجھ کو مہلت ملجائے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

یاد رہے کہ اسماء اشارات اور اسماء موصولہ اس لئے مبہمات کہلاتے ہیں کہ جب تک انکا مشار الیہ اور صلہ بیان نہ ہوگا سامع پر صاف طور سے عیاں نہ ہوگا۔

پانچواں وہ اسم ہے کہ جسکی اضافت ان چاروں معروفین میں کسی ایک کی طرف ہو اور افاضہ تعریف کا مضاف الیہ سے مضاف میں بلا واسطہ ہو یا بالواسطہ اول جیسے غلام زید و غلام او و غلام آن مرد اور ثانی یعنی بواسطہ جیسے غلام کسے کہ بابا دوش گفت گوے دشت۔ نظامی علیہ الرحمہ کا شعر ہے شعر توئی آنریندہ ہرچہ ہست و ولہ اے کارکشائے ہرچہ ہستند نام تو کلید ہرچہ بستند جب اضافت کا نام درمیان آگیا اور نیز میرے استاد اطہر رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہدایت بنیاد تھا کہ کچھ اضافت کا بیان قلمی کروں سو اسوقت امثالاً لامر الاستاد علیہ الرحمۃ جو امر اپنے نزدیک محقق ہے مختصر سا یہاں لکھ دیا جاتا ہے۔

## الاضافۃ المعنویۃ

جانتا چاہیے کہ کسی چیز کو کسی چیز کے ساتھ نسبت کرنے کا نام اضافت ہے اور جس چیز کی نسبت کی گئی ہے وہ مضاف کہلاتا ہے اور جس کی جانب کی گئی ہے وہ مضاف الیہ نام پاتا ہے لیکن اس اضافت اور نسبت سے دو جدے جدے اجنبی کلموں کو متعین اور سیکدر مستحکم کرنا اور حکم یگانگی کا لگانا منظور ہوتا ہے اسد واسطے معنوں میں بھی تخصیص اور اتحاد کا کچھ اعتبار کر لیا اور احکام لفظی میں بھی امتزاج کو شمار کر لیا معنوی اتحاد و مثلاً اضافت معنوی میں مضاف الیہ اگر معرف ہے مضاف میں بھی اُسی درجہ کی معرفت حاصل ہوگی ورنہ تخصیص اور توضیح کا فائدہ کہیں نہیں گیا ہمارے اتنے کہنے سے اشارۃً یہ بات سمجھ میں آگئی ہوگی کہ ترکیب اضافی کے وضع کرنے سے مقصود تعریف یا تخصیص یا توضیح مضاف ہے پس اگر ان تینوں باتوں میں سے ایک بات بھی

وجہ اسماء موصول  
اور اسماء اشارات  
کے مبہم ہونے کی

جسکی پانچویں قسم

معنوی اضافت  
کا بیان

اضافہ یعنی آوردہ

اضافہ یا تشبیہ

اضافہ تشبیہی میں  
من حیث اللمع واللاذنی  
مطابقت شرط ہےرہنہ جنس کے  
دو قسم کی شناخت  
میں نام میں

ثابت نہوگی تو وہاں اضافت بھی جائز نہوگی تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مضاف یا تو مضاف الیہ پر بالمواطات محمول ہوگا یا نہوگا اگر محمول نہ ہو ہر دو میں نسبت تباہی کی تحقیق ہوگی پھر یہ دو حال سے خالی نہیں۔ مضاف الیہ یا تو مضاف کے لئے ظرف ہوگا یا نہوگا۔ اگر ظرف ہے تو اس اضافت کا اضافت بمعنی برودر نام ہے جیسے سوارِ اسپ و آبِ کوزہ و سخنِ امروز و وعدہ فردا اور اگر باہم ظرف و مضاف کا علاقہ نہیں ہے تو اضافت بمعنی برائے و مرہ ہے۔ اور یہ بھی دو حال سے خالی نہیں یا تو مضاف اور مضاف الیہ مشبہ بہ و مشبہ ہونگے یا نہوگے۔ اگر اول ہیں یعنی باہم علاقہ تشبیہ کا رکھتے ہیں تو چاہیئے مضاف مشبہ بہ ہو اور مضاف الیہ مشبہ نہ اسکا عکس اسکو عرف میں اضافت ہیانیہ کہتے ہیں بہتر یہ ہے کہ اضافت تشبیہی نام رکھا جائے جیسے گلِ رخسارِ چشمِ زگر۔ مثال اول میں جزو انسانی مشبہ ہے ثانی میں مشبہ بہ اور نقارچی رعد میں انسان بہما مشبہ بہ ہے لیکن یہ بات اس میں اور زیادہ ہے کہ رعد خود نقارہ اور خود نقارچی اور یہاں اضافت تشبیہی میں اضافت جمع کی جانب مفرد من حیث المفرد اور مفرد کی جانب جمع من حیث الجمع متنع ہے لیکن استادوں کے کلام بلاغت نظام میں جو وارد ہے جیسے ملاظہوری کہتے ہیں شعر گلِ ترانہاے تر بر شاخِ صوت و صدا مایندہ۔ بلبل شیراز گلستان میں چبکتی ہے شرکلاہ شکوفہ بر سرِ اطفالِ شاخِ نہادہ۔ سو وہ مفرد یعنی گل اور شاخ ان امثلہ میں اسم جنس ہیں انکی یہ شان ہے کہ واحد اور کثیر سب بولے جاتے ہیں اور یہی تاویل ایک جنس کے دو اسموں کی اضافت میں کی جاتی ہے جب کہ وہ افراد و جمع میں اختلاف رکھیں جیسے مردانِ مرد و جانِ جانان و بانو بانوان صورت اولیٰ میں مضاف الیہ اور ثانی میں مضاف اسم جنس ہے یعنی مردانِ مردان و جانانِ جانان فردوسی علیہ الرحمہ کا شعر ہے  
شہرِ بگردان لشکرش آواز کرد کہ اسے نامداران و مردانِ مرد و افراسیاب کا غار میں چھپے ہوئے زاری کرنا بیان کرتے ہیں شعر کجا آن دلیران و مردانِ مرد بہ پشت ستادہ بروز نہر دہ فرہیز کے ساتھ نکاح کرنے پر فرنگیس کو رضی کرنے کے داستان میں لکھتے ہیں شعر دزان پس گویتین پہلون چہن گنت کاے بانوے بانوان بہ معنی باعتبار اس تاویل کے ظاہر ہیں کہ یہ لوگ اپنی شیریں اور دیری کی وجہ سے مردوں کے مرد بن گئے۔ یعنی اور مرد انکی گرمی شجاعت کے آگے ہنر نہ عورتوں کے سرد بن گئے جیسے نخلِ آفاق کہتے ہیں۔ نظامی شعر عروسی چہن شاہ را بندہ باد و بران نخلِ آفاق فرخندہ باد

اسی طرح اور جانین بہ نسبت ان جانوں کے کثیف ہیں تو یہ جانین باعتبار ان جانوں کے جان اور وہ جانین ان کی جسم کے مرتبہ میں ہو گئیں ایسے ہی بانوسے بانوان لیکن ایک شخص اکیلے پر فقط جمع کا اطلاق ایسا ہے جیسے قرآن مجید میں سیدنا حضرت ابراہیم علیہ وسلم نبینا الصلوٰۃ والسلام کی ذات واحد پر ائمہ کا اطلاق آیا۔ نظامیؒ سکندر کے دعوے پیغمبری کے سفر کے بیان میں فرماتے ہیں حجر گزین کرد ہر مردے از کشورے و بمردانگی ہر یکے لشکرے و اور ایک طرح بھی تاویل کر سکتے ہیں کہ مضاف مفرد جمع کے معنوں میں نہ لیا جائے بلکہ مضاف الیہ جمع کے تعدد سے سمٹ کر شے واحد بن جائے پھر پاس میں دو احتمال ہیں ایک تو یہ کہ تمام جانین اپنی نوعیت کے درجہ میں اگر شخص واحد بن گئیں۔ اور یہ اس شخص واحد کے لئے بمثابہ جان کے ہے چنانچہ اس معنی کو شعر مولوی معنوی قدس سرہ کا وضع کرتا ہے شعر عقل عقل و جان جان اے جان توئی و عقل و جان خلق را سلطان توئی و گویا یہاں اضافت مجازی ہے دوسرا احتمال اضافت بیانیہ کے طریقہ پر گویا یہ ایک جان تمام جانوں سے بنی ہے پس معلوم ہو گیا کہ باعتبار معنی ان میں محل بالمواطات درست نہو گا گو کہ باعتبار صورت محل مواطاتی تو کیا عین عینیت ہے خصوصاً جان جان میں در نہ جب کہ اضافت در صورت مساوات بوجہ تحصیل حاصل کے درست نہیں در صورت عینیت کب درست ہوگی اور ان ہر دو ترکیبوں میں موصوف صفت ہونے کا احتمال بھی ہے پس اس صورت میں ایراد موصوف سے وجود مہتمم اور محط نظر قائل کے ہوتا ہے یہ صفت اسی کی تاکید کر دیتی ہے جیسے مردان مرد یعنی فقط صورت کے مرد نہیں واقعی مردی رکھنے والے مردان اسی طرح جان جان وغیرہ یہاں ان باتوں سے کچھ بحث نہیں اور اضافت حقیقی میں یہ تکلفات نامنتظر ہیں اسکی ترکیبیں ایسی تاویلات سے دور ہیں جیسے غلامان زید و فلک ثابت بلا تاویل درست ترکیب انکی دلچسپ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ اگر مضاف مضاف الیہ باہم مشبہ بہ نہوں بلکہ مناسبات مشبہ بہ کی اضافت جانب استعارہ بالکنایہ کے ہو جیسے پائے فکر ناخن اجل یہاں فکر کو جی ہی جی میں حیوان کے ساتھ تشبیہ دیکر مناسبات حیوانیہ مثلاً پاؤں اُسکے لئے ثابت کیا اور اجل کو درندہ کے ساتھ دل ہی دل میں تشبیہ دے کر اُسکے لئے ناخن ثابت کیا اور ان مناسبات کے ثابت کرنے کو استعارہ تخلیلیہ کہتے ہیں اس اضافت کا نام اضافت مجازی ہے۔ یا ایسے دو متباہن اہمون ہیں



اضافہ تیلی  
اضافہ ابی

اضافہ واقع ہو۔ جن میں تشبیہ اور استعارہ کا علاقہ نہوا سکو اضافہ بمعنی مرد برا کہتے ہیں  
یہ کئی قسم پر ہیں۔ اول تیلیکی یہ بھی یا تو اضافہ ملک کی ملک کی طرف ہوگی یا مالک کی ملک کی جانب جیسے  
غلام زید و خداوند خانہ و خداوند مرزا و خداوند مرخانہ را۔ دوسری اضافہ ابی سعدی  
کا شعر ہے شعر علی الخصوص کہ دیباچہ ہمایونش ۛ بنام سعد ابو بکر سعد بن زنگیست ۛ اے سعد  
بن ابو بکر بن سعد بن زنگیست۔ فردوسی شہر از ایران بیامد کہ گوپیلتن ۛ فرہیز کاؤں ۛ ان انجمن  
نظامی ۛ شہر نو آئین ترین شاہ آفاق بود ۛ نیا زادہ عیص اسحاق بود ۛ اے عیص بن اسحاق  
بود۔ اس سے کوئی یون نہ سمجھ جائے کہ مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان سے لفظ ابن کا  
مخذوف یا مقدر ہے بلکہ اضافہ کی تخصیصات میں سے یہ بھی ایک نوع کی تخصیص ہے  
کہ مضاف کو مضاف الیہ سے ابن ہونے کی خصوصیت ہے اور یہ اضافہ بمعنی مرد برا  
اضافہ حقیقی کے لقب سے اس واسطے ملقب ہوئی کہ یہ سب میں اعلیٰ درجہ کی اور اصل اضافہ  
ہے اور جو مقصود کہ اضافہ سے ہے وہ اس میں پورا پورا حاصل ہے۔ یہ بھی سن رکھو کہ غلام زید  
میں مثلاً غلام زید کے اندر پوری پوری تعریف اسی وقت ہوگی کہ جب متکلم اور مخاطب میں وہ غلام  
معہود ہو فقط اپنے مضاف الیہ یعنی زید کے معرفہ ہونے سے کام نہیں چلتا اس واسطے کہ ممکن ہے  
زید کے ہزار غلام ہوں پھر بغیر معہودیت فقط غلام زید کہنے سے کیونکر تخصیص و تعیین کر سکتے  
ہیں کہ فلان غلام ہے۔

اگر مضاف مضاف الیہ میں باہم حل درست ہوگا تو ان دونوں میں چار نسبتیں متحقق ہونگی اول  
مساوات خواہ مرادفت میں جیسے مردم آدمی و زر طلا و طلا سے زر۔ خواہ صدق میں جیسے مردم گویا  
و دریائے آب و پستان شیر۔ دوسری اضافہ خاص کی عام مطلق کی طرف جیسے شنبہ روز چو نہ  
امر مہتمم اور مقصود اہم اضافہ کا یہ ہے کہ مضاف الیہ سے تعریف یا تخصیص یا توضیح مضاف میں  
پیدا کریں اور در صورت مساوات یہ امر ممکن نہیں۔ بصری میں اضافہ کی ان دونوں قسموں کو متمنع  
جانتے ہیں لیکن یہ شعر سعدی علیہ الرحمہ کا شعر وجود مردم دانا مثال زر طلاست ۛ کہ ہر کجا کہ رود  
قدر و قیمتش داند ۛ نظامی ۛ شہر بفرمان او زر گر چہ دست ۛ طلا ہاے زر بر سر نقرہ بست ۛ  
ولہ بحر جان ز پیروزہ بنشانگرد ۛ طلا سے زر افگند بر لاجورد ۛ اور یہ شعر فردوسی کا شعر

پس آگاہی آمد بافراسیاب کہ آتش برآمد ز دریائے آب و ولہ چنان دیدم اے سرو زمین خوب  
 کہ بودی یکے بیکران رود آب و نظامی و شعر چنان پشہ رائج عقاب و کم از قطره دان پیش  
 دریائے آب و فردوسی کیخسرو کی داستان میں دنیا کی بیوفائی بیان کرتے ہیں شعر چین ست  
 کردار این چرخ پیر و ستان ز فرزند پستان شیر و متاول ہے اور وہ تاویل یہی ہے کہ ز طلا و طلا سے زر  
 سے یا تو زر و طلا سے خالص مراد ہے اس واسطے کہ بہ نسبت جمیع فلزات کے سونا قیمتی شے ہے اور سونا  
 بھی باعتبار باغلی اور عیار کے مختلف ہوتا ہے تو اس زریا طلا میں جو مضاف واقع ہے اور اس زریا طلا  
 میں جو مضاف الیہ ہے ایسی نسبت مانی گئی ہے کہ مطلق زر کو سیم و مس و آہن کے ساتھ ہوتی ہے  
 تو خلاصہ اس تفوق اضافی کا یہ ہوگا کہ یہ زر خالص ہے یا زر طلا سے در صورت اضافت زر جانب  
 طلا سکہ طلا مراد ہے چنانچہ زر سیاہ پول و فلوس کو کہتے ہیں محمد قلی سلیم کا شعر ہے شعر کو ذیل  
 کہنہ و نوجم در دل و ہمجوز قمار سفید و سیاہ و سرخ و اور طلا سے زر در صورت اضافت طلا  
 جانب زر سونے کے ورق مراد ہیں۔ چنانچہ یہ معنی کتب لغت میں مصرح ہیں اور اسی طرح دریا و رود  
 کبھی خشک بھی ہوتے ہیں کبھی جاری بھی رہتے ہیں یہاں مضاف الیہ کی ملابت سے اس  
 بات کا جملہ دینا ہے کہ وہ دریا و رود کہ جن میں آب موجود ہے اس طرح پستان کبھی دودھ سے  
 پر ہوتی ہیں کبھی دودھ ان میں نہیں ہوتا چنانچہ شیخ علی حزمین خرابات میں قحط کا حال بیان  
 کرتے ہیں شعر بطے چو پستان نے شیر شد و ز خشکی چو بیکان گلو گیر شد و تو حضرت کے قبل  
 انہیں پستانوں کا چھنجانا ہے جن میں بچہ کے لئے دودھ موجود ہے حتیٰ کہ یہ ہے کہ یہاں دعوای  
 مساوات ہی سرے سے ٹھیک نہیں جسکی تاویل کی جائے ہاں اس شعر کی تقریب پر ایک بات  
 یاد آگئی کہ صاحب حیات سعدی جناب عالی نے جہاں آبروے متاخرین حزمین کی خرابات اور حضرت  
 سعدی علیہ الرحمۃ کی بوستان سے ایک ایک حکایت ایک ہی مضمون قحط کی لیکر محاکمہ کیا ہے کہ  
 حزمین نے باوجود اس کے کہ خرابات جو چند اوراق سے زیادہ نہیں ہے بوستان سے پانسو  
 برس بعد لکھی ہے اور جیسا کہ اس کے بیان سے مترشح ہوتا ہے اپنی پوری طاقت شیخ کے  
 نتیجہ میں صرف کی ہے کوئی کرشمہ اسکی مثنوی میں ایسا نہیں پایا جاتا جسکو دیکھ کر جی پھڑک اٹھے  
 پہلا شعر شنیدم کہ در عہد بہرام گور و نمود از قضا قحط سالی تلہور و ہموار اور صاف ہے اس میں

اضافت ان و در  
 میں جو مضاف اور  
 صدف میں ساوی  
 میں متعلق ہے  
 زر طلا و طلا سے زر  
 و دریا کے آب  
 وغیرہ متاویل ہیں

صاحب حیات سعدی کے  
 محاکمہ پر جو دریاہ بوستان  
 و خرابات کی ایک ہے  
 موقوف کتاب کی راہ

کوئی خوبی قابل ذکر نہیں۔ دوسرے شعر (چو صحراے محشر زمین تفت گرفت بہ دروینہ آسمان کت گرفت) میں زمین تفتہ کو صحراے محشر سے تشبیہ دینا تعریف لٹے بالجہول کے قبیل سے ہے یعنی ایک ایسی تمثیل ہے جو اہل دنیا کی نظر میں قحط کی تصویر کھینچنے سے قاصر ہے صحراے محشر اور تمام اعتقادات خود تمثیل کے محتاج ہیں اُن پر قیاس کرنے سے کسی شے کی حقیقت نہیں کھل سکتی۔ تیسرا شعر (سحاب سیہ دل نشد مہربان بہ بحال لب تشنہ خاکیان) بوستان کے اُس شعر سے ماخوذ ہے جو ذالنون مصری اور مصر کے قحط کے بیان میں شیخ نے لکھا ہے اور وہ یہ ہے شعر خبر شد بدین پس از روز بیت کہ ابر سیہ دل برایشان گریست بہ مگر اتنا فرق ہے کہ شیخ نے ابر کے برسنے کو رونے سے تعبیر کیا ہے جس سے ترحم اور برسناد دون باتین ٹپکتی ہیں اور حزمین نے برسنے کو مہربان ہونے سے تعبیر کیا ہے جس سے دونوں معنی ویسے صاف نہیں نکلتے۔ چوتھا شعر (بخیلی نمود ابر بر کائنات بہ بہد زمین سوخت طفل نبات) شیخ کے اُس شعر سے ماخوذ ہے ۵ چنان آسمان بر زمین شد بخیل کہ لب تر نہ کرد زرع و نخیل بہ مگر شیخ کے بیان میں اتنا لطفت زیادہ ہے کہ کھڑی کھیتی کا خشک ہو جانا زیادہ حسرت ناک ہے بہ نسبت اسکے کہ تخم زمین کے اندر ہی حل جاے۔ پانچویں شعر (ز خشکی در اندام خاک دو توہ بہ عروق شجر شد چور گہاے کوہ) کا دوسرا مصرعہ بہت عمدہ مگر پہلا مصرعہ تکلف سے خالی نہیں شعر کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ زمین کی خشکی کے سبب درختوں کی رگیں پہاڑ کی رگوں کی طرح سوکھ گئیں تھیں پس اندام اور دو توہ کے لفظ کو افادہ معنی میں کچھ دخل نہیں ہے۔ چھٹی شعر (ز تاب فرو زندہ مہر بلند بہ زین مجمر و دانہ بودش سپند بہ) میں صرف یہ بیان ہے کہ آفتاب کی گرمی سے زمین انگلیٹھی کی طرح جلتی تھی اور تخم جو اسپرڈا لاجاتا تھا وہ سپند کا حکم رکھتا تھا پس فرو زندہ مہر کہنے سے آفتاب کی گرمی کا زیادہ ثبوت ہوتا ہے تو ہم کہیں گے کہ مہر بلند کہنے سے اُسکی گرمی کا خیال کم ہو جاتا ہے اور ایسی دو متضاد صفتیں لانی بلاغت کے خلاف ہیں۔ ساتویں شعر (بطرے چو پستان نے شیر شد بہ ز خشکی چو پیکان گلوگیر شد) کا مضمون بالکل خلاف عادت اور خلاف مقتضائے مقام ہے۔ نہ قحط کا یہ خاصہ ہے کہ شراب کی صراحی کو خشک کر دے اور نہ صراحی کا خشک ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ قحط کی شدت ہو رہی ہے۔ انتہی ہے۔

میرے نزدیک نہ خرابات کے ان اشعار میں غور و تامل کی نظر ڈالی گئی نہ اس محاکمہ میں انصاف کیا گیا۔ بعض وقت انسان کو اپنی زبان پر چڑھا ہوا یا بار بار کا گوش زد کلام بہ نسبت اجنبی اور کبھی ایک آدھ وقت کے سنے ہوئے سخن کے دل پر بھی چڑھتا ہے پسندیدہ اور ابلغ نظر میں آتا ہے اس میں شک نہیں کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی ان دونوں کتابوں کی مقبولیت یعنی گلستان بہستان کی عام برگزیدگی کسی کتاب کو جو ان کے مقابلہ میں تصنیف ہوئیں ہرگز نصیب نہیں ہوئی اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ کسی کلام مایہ بلاغت و پائے فصاحت میں اس حد کو نہیں پہنچا بلکہ باوجود ان تمام خوبیوں کے شیخ علیہ الرحمۃ کا خلق اللہ کی نصیحت اور خیر خواہی میں بلا زور رعایت نہ کی کسی خوشامدی تمنا نہ لوم لائم کا خوف اور نہ کسی سے مقابلہ۔ نہ سبقت لیجانے کی آرزو۔ محض صدق عزم و خلوص نیت کو اپنا پیش نہاد خاطر رکھنا بہت بڑا سبب ہے یہاں تک کہ خوشامدی شاعروں کی طرح اپنے پادشاہ کی مدح میں مبالغہ کرنا پسند نہیں کیا اور صاف کہہ دیا شعر مرطبیج زین نوع خواہاں نبود و سرمدت پادشاہان نبود پس ایسے شخص کے لئے قبولیت عالم بالا کی استقبال کرتی ہے ستارہ اسکی نریرائی اور برگزیدگی کا فلک اعلیٰ سے تمام عالم پر چمکتا ہے اسکی تاثیر کی کشش سے کیا دل سرتابی نہیں کر سکتا اسکے یہ معنی نہیں ہیں کہ جو کلام اسکے مقابلہ میں ہے وہ بحیثیت کلامی قبیح اور معیوب ہے۔ اب ہم خرابات کے ان سات شعروں کی نسبت یہی کہیں گے کہ بغیر معان نظر محاکمہ کر دیا گیا چنانچہ ہم نے اوپر حیات سعدی کے صفحہ ۱۳۲ و ۱۳۳ سے بلفظہ اس محاکمہ کی نقل کر دی ہے اگر ذرا تامل اور انصاف سے دیکھا جائے ضرور یہ کہنا پڑیگا کہ پہلا شعر ایسا ہی ہموار اور صاف ہے جیسے شیخ علیہ الرحمۃ کی اکثر حکایتوں کے آغاز میں ہے شعر شنیدم کہ در وقت نزع روان و بہ ہر مرچین گفت نوشیروان و دوسرے شعر کا مطلب یہ ہے کہ جب زمین صحرائے محشر کی طرح تپنے لگی سب نباتات جو اُس پر تھی جگر خاک سیاہ ہو گئی زمین ہتیلی کی طرح (جو بال سے خالی ہوتی ہے) صاف پٹ میدان ہو گئی زمین کی اس حالت سے یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ آسمان کے آگے ہتیلی پسار رہی ہے اور زمین تفتہ کو صحرائے محشر سے تشبیہ دینے پر وہی شخص اعتراض کر سکتا ہے جسکے دل میں حشر و نشر کا اعتقاد ہنگامہ رستخیز کی دہشت راسخ نہیں قیامت کے شداؤں سننے سننے ایسا خیال پک گیا ہے کہ برائے العین مشاہدہ ہر

عوام تک نے ساختہ اپنے روزمرہ میں کہتے ہیں قیامت کی گرمی بڑھ رہی ہے یہاں تک کہ بمعنی شدت  
و بمعنی امر غریب یہ لفظ کناہ ہو گیا ہے خود شیخ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں شعر دی زانی نہ تکلف بر سرِ نشست  
ۛ فتنہ نشست چو برخاست قیامت برخاست ۛ کسی استاد کا شعر ہے شعر آفتاب از آتشم انگارہ ۛ  
صبح محشر از گریبان پارہ ۛ اسی قبیل سے ہے یہ مطلع ناسخ کا شعر مرا سینہ ہے مشرق آفتاب داغ  
ہجران کا ۛ طلوع صبح محشر چاک ہے میرے گریبان کا ۛ پھر اس تشبیہ کو ویسی تعریف اللہ بالشہجول  
قرار دینا غضب ہے قیامت ہے۔ والد تعالیٰ اعلم بالصواب۔ تیسرے شعر کا یہ مطلب ہے کہ  
جب گد اگر کسی کے آگے ہاتھ پیدارے وہ شخص اگر سخی کریم ہے مہربان ہوگا اُس پر رحم کھائے گا  
یہی مہربانی اور ترحم سبب عطا و بخشش کا ہوتا ہے اور مسلمات سے ہے کہ سبب سبب کا تابع ہوتا ہے  
اور جہاں سبب کا وجود ہی متحقق نہ ہو وہاں سبب کا وجود کیونکر ہوگا پس اس میں بڑی بلاغت ہے  
کہ سرے سے سبب ہی کی نفی کر دی خصوصاً سائل فقیر کے ہاتھ پیدار نے پر رحم تک نہ کر نیکو بتلانا  
بہت دل دکھاتا ہے زیادہ افسوس میں ڈالتا ہے یہاں ہی مناسب ہے نہ گریہ و عطا کی نفی اور  
کلام شیخ رحمۃ اللہ علیہ میں جہاں مندرمایا ہے ”اگر سیہ دل برایشان گریست“ اگرستین و عطا کا ثبوت  
انسب ہے کیا معنی کہ یہاں شہر مدین کے قحط زدوں پر بارش برسنے کا بیان ہے تو سیاہ دل  
سخت جانوں کا مصیبت زدگان قحط کی تباہی کو نہ دیکھ سکے روینے کے ساتھ اُس برسنے کو تعبیر  
کرنا بڑا بلیغ ہے معہذا اس قبیل کے گریہ اور بخشش کی علت ترحم ہے تو مقام نفی میں سرے سے  
علت شے کی نفی کر دینی جیسے حزن کہتے ہیں البلیغ ہے بہ نسبت گریہ اعطائی کے یعنی اگر گریہ عطا  
کی نفی کرتے نفی ترحم کی بخوبی سمجھ میں نہ آتی کیا معنی کہ ممکن ہے کہ اُس کو رحم آیا ہو مگر ناداری یا کسی  
وجہ سے عطا نکلیا۔ اور شیخ علیہ الرحمۃ کا کلام مقام موجب و اثبات میں ہے وہاں اگر فقط ثبوت علت  
یعنی بیان ترحم پر کفایت کرتے نے شک اتنا بلیغ نہوتا۔ چوتھے شعر کا حاکمہ تو غضب ہے یعنی یہ  
فرمانا کہ شیخ کے بیان میں اتنا لطف زیادہ ہے کہ کھڑی کھیتی کا خشک ہو جانا زیادہ حسرتناک ہے  
بہ نسبت اسکے کہ تخم زمین کے اندر ہی جلجلیائے ”مسلم مگر کس لفظ سے تخم کا زمین کے اندر جلجانا استفاد  
ہوتا ہے وہ شعر تو یہ ہے ”بہد زمین سوخت طفل نبات ۛ نبات تخم کو نہیں کہتے جس لغت میں  
چاہیں دیکھ لیں ہر درخت اور ہر پاول کو جو زمین پر جم آوے نبات کہتے ہیں تو کھڑی کھیتی بھی

اطلاق نبات کا ہو سکتا ہے لیکن طفل کے لفظ نے بتلادیا کہ نام تمام نارسیدہ درخت اور کھیتیان  
 مراد ہیں گویا اسی نے رحمی اور نامہربانی کا ثبوت دیتے ہیں کہ باوجود سائل کے ہاتھ پھیلائے کے  
 ایسی سیدہ دلی کہ در رحم نکلیا یہاں تک کہ ننہ ننہ واجب الرحم بچے جنہر ہر کوئی ترس کھاتا ہے فسوس  
 ہے کہ گہوارے میں جگر خاک سیاہ ہو گئے۔ مان البتہ تخم کا زمین میں چلنا چھٹے شعر سے مستفاد ہے  
 جہاں کہا ہے ”زمین مجھ ودانہ بودش سپند“ انشاء اللہ تعالیٰ اُس موقع پر عرض کیا جائیگا۔ اور اسکا پہلا  
 مصرعہ ”بخیلی نمود ابربر کائنات“ اسکے قبل کے شعر کی توضیح اور بیان ہے کیا معنی کہ سحاب کی دیلی  
 اور نامہربانی کا ظہور کس رنگ میں اور کس صورت میں ہونا معلوم تھا یا اسقدر بر سے کہ گاؤں بہ جائیں  
 کھیتیان گل سٹر جائیں یا اس درجہ بارش بند ہو جائے کہ تخم زمین میں چل جائے جسے ہوے پودے  
 جگر خاک ہو جائیں اگرچہ اس امر کی جانب لفظ لب تشنہ اور بیان واقعہ خشک سالی سے بخوبی ایما  
 ہو سکتا ہے مگر پھر بھی توضیح کر دی کہ وہ نامہربانی بخل کی زئی میں نمودار ہوئی مان شیخ علیہ الرحمۃ  
 نے بخیلی کو خوب نبھایا کہ ابر بخیل نے زرع و بخیل کو ایک گھونٹ پانی نہ دیا جس سے لب یا حلق انکا  
 تر ہوتا۔ اور حزمین کا سوخت طفل نبات فرمانا اگرچہ سوخت لازم لازم تشنگی ہی کیون نہو بخیلی کے  
 ضلع کو نبھانے میں قاصر ہے ایسے تصور تو سب میں موجود ہیں۔ پانچویں شعر کا یہ مضمون ہے کہ جب  
 ابر نے اس درجہ بخیلی کی کہ نازک نازک نورس پودھے اور ہر بادل جگر خاک ہو گئے کوئی یہ خیال نہ کرے  
 کہ بڑے بڑے درخت بوجہ اپنی پختگی اور زمین کے اندر دور دور تک کی ریشہ دوانی کی وجہ سے  
 خشک نہوئے ہوں اور ایسا ہی ہوتا ہے کہ تھوڑے بہت پانی کے کھنچ جانے سے بڑے درخت  
 سوکھا نہیں کرتے تو اس خیال کی بھی نفی کر دی اور کہہ دیا ”ز خشکی در اندام خاک دودوہ“ عروق شجر  
 شد چور گہائے کوہ“ یہاں عرق سے اصل اور بیخ اور جڑ اور ہے گین اور پتون کی نسین مراد نہیں چنانچہ  
 اس معنی میں اسکا استعمال کثیر ہے جیسے عرق السوس اصل السوس کو کہتے ہیں عروق الصفر بھی اس طرح  
 عروق الاصف۔ بیخ کبر عروق الطیب زر نباد جو ایک قسم کی خوشبودار جڑیں ہیں اور لفظی ترجمہ بھی  
 اُسکا بیخ خوشبو ہے عروق بیض بوزیدان کو کہتے ہیں وہ بھی سفید سفید جڑیں ہیں اور لفظی ترجمہ  
 بھی اُسکا بیخ سفید ہے۔ اور رگ کوہ وہ پہاڑوں کی جڑیں کہیے یا رگین جو زمین کے اندر اندر  
 پھیلی ہیں بعض جگہوں پر کنواں وغیرہ کھودنے کے وقت اندر سے نمودار ہوتی ہیں جیسے

۴  
 اے فعل لازم بالذم  
 یعنی اسواری سوخت

رگ ابر پارہ ابر کو کہتے ہیں جو بادل سے مستطیل اور دراز نکلے ہوئے ہوں۔ اندام جسم کو کہتے ہیں جو ذی جرم کثیف ہو اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ اثر ایک شے کا بطرح کثیف اور گاڑ ہے جسمو نہیں دیر پا ہوتا ہے اجسام لطیف میں نہیں ہوتا بوجہ لطافت اجزا کے بہت جلد متحیل ہو جاتا ہے چنانچہ عطر کسی شے کی بطرح موم کی شرکت سے دیر تک ٹھہرتی ہے روغن میں شریک کرنے سے اُس مدت تک نہیں ٹھہرتی اور روغن کی شرکت سے جس مدت تک ٹھہرتی ہے اسقدر پانی کی شرکت سے نہیں ٹھہرتی اسی طرح ادویہ کی تاثیر بہ نسبت شہد اور قوام شربت کے متفاوت ہے اسی طرح پانی کی رطوبت کا طول مکث بطرح خاک کی آمیزش سے ہوگا ہوا وغیرہ میں رکھ دینے سے نہوگا مثلاً پان کو ہم گیلے کپڑے میں رکھتے ہیں تا خشک نہو اگر زیادہ دنوں تک رکھتا ہو ریت کو پانی میں ترک کے بانوں کو اُس میں دبا دیتے ہیں پس لفظ اندام سے اسی المعنی تہیہ ہے اور اسی امر کی تاکید لفظ دو تہ سے بھی مقصود ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ گیلے کپڑے یاریگ کی ایک تاہ جسقدر دیر ایک شے کو تر رکھے گی دوہرا کپڑا یا دو تاہ ریت سے زیادہ دیر تک وہ شے تر رہے گی تو اس شعر میں بھی خشک سالی کی شدت اور سختی بیان کرتے ہیں کہ درختوں کی جڑیں جرم زمین کے اندر جو تہ در تہ پہنچ گئی تھیں جنکے خشک ہونے کا احتمال بھی نہ تھا پہاڑ کی رگوں کی طرح خشک اور ہم رنگ خاک ہو گئی تھیں اب انصاف کرنا چاہیے کہ اندام اور دو تہ کے لفظ کو افادہ معنی میں کیونکر کہا جائے کہ دخل نہیں غرض بڑے بڑے درختوں کی جڑوں کا جو زمین کی تہ در تہ میں ہیں سو کھسک سخت پتھر بن جانا فقط بارش کے بند ہو جانے سے نہیں دہوپ کی تیزی آفتاب کانے نقاب زمین کو انگلیٹھی کی طرح تپانا اسپر اور غضب کر دیا اور بارش کی امیب پر جو تخم زمین میں ڈالا جاتا تھا وہ سپند کی طرح جل بھن جاتا تھا تو چھٹے شعر کا یہی مطلب ہے مگر اس شعر کے محاکمہ میں یہ فرمانا کہ ”فروزندہ مہر کہنے سے آفتاب کی گرمی کا زیادہ ثبوت ہوتا ہے تو ہم کہیں گے کہ مہر بلند کہنے سے اُسکی گرمی کا خیال کم ہو جاتا ہے اور ایسی دو متضاد صفتیں لانی بلاغت کے خلافت ہیں“ صریح میں ڈالتا ہے کیا معنی کہ جیسے فروزندہ کہنے سے گرمی کا ثبوت ہوتا ہے اسی طرح بلکہ اور زیادہ اس کے لئے بلندی اور اوج گرانی ثابت کرنے سے کیا معنی کہ اوج گرا اور بلند ہونا آفتاب کا اُسکی سمت الراس اور جانب نصف النہار

آنے کو کہتے ہیں۔ اور جب آفتاب عین دائرہ نصف النہار پر پہنچ گیا یہ وقت عین دوپہر کا ہوتا ہے بہ نسبت دن کے حصوں کے اس وقت زیادہ گرمی ہوتی ہے اسکو سب لوگ جانتے ہیں اور اوج گرائی اس معنی میں نیچے کی معمولہ متداولہ کتب میں موجود ہے بلکہ اہل اُردو بھی اپنے روزمرہ میں دن چڑھ گیا آفتاب بلند ہو گیا کہتے ہیں کیونکہ کہیں علم ہیأت میں دائرہ نصف النہار کی تعریف میں غایت ارتفاع الشمس ان وصولها الیہا مصرح موجود ہے۔ ہاں اگر مطلقاً بلند کی کو دوری لازم ہوتی اس خیال کی کچھ گنجائش بھی تھی حالانکہ بلندی کو البعدیت لازم نہیں طول مسافت اور شے ہے ارتفاع اور شے یہ امر برہان اور دلیل کا محتاج نہیں اور تخم کا سپند کی طرح جل جھن جانا اس امر پر دال ہے کہ بالکل بارش نہ ہوئی اور بہت عرصہ سے نہ ہوئی پس جس قدر بارش سے بعد ہوگا قحط بھی اُس قدر شدت کا ہوگا اس شدت کی خشکسالی کو تخم کا زمین میں جل جانا خوب بتلا رہا ہے۔ اور یہ وہ امور ہیں کہ شدت خشکسالی میں کم و بیش پیش آتے ہیں اگرچہ کھڑی کھیتی کا خشک ہو جانا دولت حاصل شدہ کا زوال ہے جو زیادہ حسرتناک ہے لیکن اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بارش کو بند ہوئے ایسا بڑا زمانہ نہیں گزرا یا بارش اس درجہ کو بند نہ ہوئی دیکھئے زمین پر تخم جم آئے اور بالیدہ بھی ہوئے جس پر زرع کا اطلاق درست ہوا خصوصاً ساتوین شعر کا محاکمہ سراسر محکم ہے اس واسطے کہ یہ بات ظاہر ہے کہ جو لوگ نشہ کے عادی اور خورگ ہو جاتے ہیں اُنکو نشہ کا چھوڑنا ایک موت ہے جیسے یارون کا ترک عشق کرنا سخت دشوار اور مشکل ہے تو کہتے ہیں کہ ایسا قحط پڑا کہ کسی قسم کی پیداواری نہ ہوئی نہ اناج پیدا ہوا نہ میوہ اب شراب کس چیز کی بنتی لہذا وہ چمڑے کی صراحیوں جو بسبب تھکن و تسدد ابخرہ کے بہت جلد جوش زن ہوتی تھیں خالی پڑی رہیں چونکہ چمڑے کی تھیں سوکھ سوکھ کر بڑھی چوریوں کی سوکھی ہوئی پستانوں کی طرح جا بجا سے سکڑ گئیں گلے اُنکے تنگ ہو گئے غرض ایسا قحط پڑا کہ نشہ باز نشہ تک بھول گئے جیسے عاشق مزاج عشق بھول گئے۔ اگر یہ بات خلافت مقتضی سمجھی جائے تو شیخ علیہ الرحمۃ کے شعر (یاران فراموش کردند عشق) کو بھی خلافت مقتضی سمجھنا چاہیے کس واسطے کہ یہاں بھی یون کہہ سکتے ہیں کہ یارون کا ترک عشق کرنا اس بات کی دلیل نہیں ہو سکتی کہ قحط کی شدت ہو رہی ہے ہاں جب تک کہ اس مقدمہ کو یہاں مسلم نہ کر لیں کہ عشق



کھانے پینے کی مستی ہے جیسے مشہور ہے ”این خمار از خوردن گندم بود“ جب خشک سالی کی وجہ سے اناج پیدا نہ ہوا غذا جو سبب مادی اُس عشق کا تھا شکم کو نہ ملی مادہ عشق فنا ہو گیا اب صورت عشق کا فیضان باطل ہو گیا یہ امر علوم حکمیہ میں ثابت ہے کہ فیضان صورت کا بغیر مادہ کے ممکن نہیں۔ اور یہاں عشق سے عشق حقیقی مراد نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ اُسکو قحط زائل نہیں کر سکتا اُسکا مادہ تجلیات ذوالجلال والجمال عراسمہ ہیں جو قلب بشر میں چمک جاتی ہیں باقتضا کشمکش جمالیہ و جذب جلالیہ اس شخص کو ایسا محو یعنی از خود رفتہ بلکہ از ماسوا گستہ با جمیل حلیل پستہ کر دیتی ہیں کہ سوائے محبوب حقیقی کے سب سے غافل ہو جاتا ہے پس وہی وہ اُسکی نظر و بین سمجھتا ہے ہمہ اوست کہنا اُسکے لئے درست آتا ہے پس خشک سالی تو کیا ہے قیامت بھی اُسکے مادہ کو فنا نہیں کر سکتی چنانچہ مسلم ہے شعر عشق آن باشد کہ کم نگرود ۛ تا باشد از ان قدم نگرود ۛ عشق کہ نہ عشق جاود نیست ۛ باز چہ شہوت جوانی ست ۛ معہذا شیخ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں یار ان فراموش کردند عشق۔ یعنی ہم جیسے لوگ عشق بھول گئے۔ گو کہ آپ نے الحقیقت مکمل تھے مگر مکمل اپنے آپ کو اپنی زبان سے مکمل نہیں کہتا بلکہ رند اور بزرہ کا رہی سمجھتا ہے غرض جیسے وہاں ترک عشق کا موجب گمشدگی غلہ پیداواری کا ہونا ہے یہاں خشکی صراحی کا سبب میوہ اور اناج سب کا گم ہو جانا ہے پس علت ہر دو کی ایک ہے لطیف ادا و طرز بیان دو وَاللّٰهُ تَعَالٰی سَأَنَّهُ اَعْلَمَ بِالصَّوَابِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِيمَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَوْتُبُ اِلَیْهِ۔ کجا بود مطلب کجا تا ختم ۛ میں اپنے مقصود سے کس قدر دور جا پڑا اور پرہی بیان تھا کہ اضافت اُن دو اسموں میں جنہیں باہم نسبت مساوات کی متحقق ہو یا مضاف الیہ بہ نسبت مضاف کے عام مطلق ہو بصریٰ بین کے نزدیک متنوع ہے اور میں یہ عرض کرتا ہوں کہ اضافت اُسجگہ متنوع ہے کہ جہاں مقصود اضافت کا حاصل نہو اب ظاہر ہے کہ جہاں مضاف مضاف الیہ سے خاص مطلق ہو گا نہ تو مضاف کو تعریف حاصل ہوگی نہ تخصیص نہ توضیح بلکہ اُلٹا تخصیص سے تعمیم کجا نہ جانا تحصیل حاصل تو کیا حاصل شدہ کا کھولینا ہے یہ قلب موضوع ہے پھر اس صورت میں تصحیح اضافت کی کیا تدبیر ہو سکتی ہے رہا دو مساویوں میں اضافت کا امتناع اس میں مجبواً کلام ہے اس واسطے کہ جب تعریف اور تخصیص کا فائدہ نہ ہوا نہ ہوا سہی فقط توضیح کا حاصل ہو جانا صحت اضافت کیلئے

کافی ہے ان جہان کہین یہ توضیح بھی نہ ہوگی اضافت نے شک و شبہ متنع ہے اس واسطے کہ تعریف و تخصیص و توضیح میں جو صحت اضافت کے شروط ہیں عطف منع خلو کے لئے مانا گیا ہے۔ تیسری عام کی اضافت خاص کی طرف اور یہ دو حال سے خالی نہیں یا تو اضافت موصوف کی صفت کی طرف ہوگی جیسے روز جمعہ علم فقہ کتاب گلستان پیل محمود جانب غربی۔ نظامی در شعر عراپیل بارازو مقصود نیست کہ پیل تو چون پیل محمود نیست کہ یہ اضافت بھی بمعنی مرو برائے ہے لیکن عرف میں اسکو اضافت بیانیہ بھی کہتے ہیں اور بعضے توضیحی و تخصیصی اضافت بھی اسکا نام رکھتے ہیں میں عرض کرتا ہوں کہ یہ موثکافیان زبان عرب کا حصہ ہیں چونکہ عربی میں موصوف و صفت کے درمیان باعتبار تعریف و تنکیہ مطابقت شرط ہے اور یوم الجمعہ و علم الفقہ و جانب الغربی میں مثلاً وہ مطابقت مفقود ہے تو اس ترکیب کی تصحیح کے لئے یہ نکتہ تراشا لیکن فارسی میں ترکیب اتصافی و اضافی کی ایک ہی شکل اور ایک ہی صورت ہے جیسے کنارہ غربی روز جمعہ پھر ضرورت ہی کیا پڑی ہو کہ بنی بنائی اتصافی ترکیب کو چھوڑ کر خواہ مخواہ بتکلف ترکیب اضافی بنائیں و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب یا اضافت صفت کی موصوف کی طرف ہوگی جیسے خردان اطفال سعدی علیہ الرحمہ کا شعر ہے شعر بزرگی و عفو و کرم پیشہ کن و زخردان اطفالش اندیشہ کن و چوتھی مضاف مضاف الیہ میں باہم نسبت عموم خصوص من وجہ کی ہو اس صورت میں یا تو ایک دوسرے کے لئے اصل اور مادہ ہوگا یا نہ ہوگا۔ اگر ایک دوسرے کے لئے اصل اور مادہ ہے تو دو حال سے خالی نہیں یا تو مضاف الیہ مادہ مضاف کا ہوگا یا مضاف مادہ مضاف الیہ کا ہوگا در صورت اول یعنی اگر مضاف الیہ مادہ مضاف کا ہے تو یہ اضافت بھی بمعنی از ہوگی جیسے خنجر فولاد انگشتر زر اس قسم کی اضافت کا اضافت بیانیہ نام ہے اسی طرح دیو مردم یعنی دیو یکہ از مردم خیزد۔ نظامی در شعر ہے شعر زماند ران ناید الا دو چیز و یکے دیو مردم دگر دیو نیز و لہ ازین دیو مردم کہ دام و داند و نہان شو کہ ہم صحبتانت بند و چنانچہ عربی میں شیاطین الانس کہتے ہیں جیسے اس آئے وافی ہدایتین و کذا لك جعلنا لكل نبی عدو و اشیاطین الانس و الجن یوحی بعضهم الی بعض نہ خرف القول غم و را۔ اگر مضاف مادہ مضاف الیہ کا ہے جیسے زر انگشتر و فولاد و خنجر و سنگ صنم اضافت حقیقی بمعنی برائے و مر ہوگی خزین کا شعر ہے شعر از بتکہ تا کعبہ رہے نیست برین و سدرہ خود

اضافہ موصوف  
جانب صفت

محمود نام پیلست کہ  
سراپیلان بود و از  
اورا پای خراب  
کعبہ ہر او بردہ بود  
در شرح سکنہ

اضافہ صفت  
جانب موصوف

اضافہ بیانیہ  
منع از

بیان اس اضافت کا  
جس میں مضاف مادہ  
مضاف الیہ کہتے

ساختہ سنگ صنم را و اور بعض وقت بغیر اس علاقہ کے کہ مضاف الیہ مادہ مضاف ہوا مضاف  
 بمعنی از آجاتی ہے۔ طغرای شہیدی شعر دل آزاری بود کردارِ ناصح و نباشم از چہر و بیزارِ ناصح  
 اسے بیزار از ناصح۔ تین عرض کرتا ہوں کہ یہ توزیع اقسام اضافت کی جو بمعنی مرو و دور و از کی  
 گئی ہے باعتبار ان کے مفہوم محل کے ہے ورنہ سبکو ایک قسم یعنی اضافت بمعنی مر بنا دے سکتے  
 ہیں اس واسطے کہ صحت اضافت کے لئے ادنیٰ ملا بہت کفایت کرتی ہے جیسے دست در بلیغ  
 و بلیناس شہ و شبستان خزاں اضافت بادی ملا بہت ہے سعدی رح شعر بہ تندی سبک دست  
 بردن بہ تیغ و بدنجان برد پشت دست در بلیغ و نظامی رح شعر بلیناس شہ نیز گنجے تمام و ہم از  
 مشک پختہ ہم از مشک خام و بنزد جہان داور خویش برد و جہان داور سی بین کہ چون پیش پردہ  
 وصیت سکندر وقت وفات کے بیان میں ہے شعر ہواے کز دستِ خارِ گد اخت و چون پری  
 تن بود با ما بساخت و کنون در شبستان خرو پرند و چونیر و نمادہ شدم در دست و غرض موقوف  
 کو اپنی طرف اور انگشت کو اسکے زر کے ساتھ مثلاً جو ایک اختصاص ہے صحت اضافت کیلئے  
 کافی ہے والد تعالیٰ اعلم بالصواب۔ اگر ایک دوسری کے لئے اصل اور مادہ نہیں ہے اور بہم  
 نسبت من و متحقق ہے تو یہاں بھی یا صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہوگی جیسے ویرگان  
 سپاہ و ہندی تیغ و تقویم خرد۔ نظامی رح شعر چو ہندوے باز گد گرم خیر و معلق زنان ہندی تیغ تیز  
 فروئی بہرام کی سیابان کی لڑکیوں سے شادی کرنے کے بیان میں لکھتے ہیں شعر درگ ہفتہ  
 آمد بہ نچیر گاہ و خود و موبد و ویرگان سپاہ و جامی رح شعر ز تقویم خرد بہر وزیم بخش و براقلیم  
 سخن فیروزیم بخش و استشہاد اس شعر کے ساتھ اس وقت ہو سکتا ہے کہ ز تقویم کی زاکو بیانیہ  
 قرار دین اور مصدر کو بمعنی مفعول لے کر مع اسکے مضاف الیہ کے بہر وزی کا بیان بنائیں  
 یعنی خرد مقوم و او کی تشدید اور فتح کے ساتھ۔ اور اس مصدر مضاف کو بمعنی مفعول لینے سے یہ  
 اضافت اضافت لفظی نہیں بنجاتی اس واسطے کہ اول تو اضافت لفظی کے لئے صیغہ صفت کا  
 مضارع کے معنوں میں ہونا شرط ہے اور جو اسم فاعل و اسم مفعول کہ مصدر کی صورت میں  
 آتا ہے وہ ضرور دوامی و استمراری معنی پاتا ہے دوسرا ہر اسم فاعل و اسم مفعول مضارع کے  
 معنوں میں نہیں ہوتا اس واسطے اس قسم کی ترکیب کو کلیتہً اضافت لفظی کا حکم نہیں لگا سکتے یا عطف

بہر نسبت بمعنی مادہ  
 اضافت بمعنی از  
 نظامی رح شعر و ہم چارین  
 کہ پہلے خزانہ برد با دلی  
 فزیت انجم اند  
 بیان اضافت  
 باد کے ملا بہت

بیان اضافت  
 جانب موصوف

اضافہ ہونے کا  
کی جانب صفت  
اس امر میں اپنی تحقیق

کی اضافت صفت کی طرف جیسے نماز پیشین مسجد جامع - آسمان دنیا -

مگر یہاں بھی میری وہی گزارش ہے کہ ان مثالوں میں باوجود تحقق معنی مرکب توصیفی اضافت کا قائل ہونا اور پھر تکلف متاؤل کرنا فقط اس مرکب کا اسم اول مجرد عن اللام اور ثانی مجرور و محلی بالللام ہونے یعنی عدم مطابقت در اعراب و تعریف و تنکیر کی وجہ سے ہے جو زبان عرب میں یہ امر خصوصیات ترکیب اضافی سے ہے جیسے مسجد الجامع صلوٰۃ الاولیٰ سماء الدنیا غرض فت ران مطابقت نے جو شرط ترکیب وصفی ہے نحاۃ عرب کو مرکب اضافی قرار دینے اور متاؤل کرنے پر مجبور کر دیا یعنی باعتبار صورت ظاہر لفظ مرکب اضافی قرار دیا اور باعتبار معنی متاؤل یعنی در میان ایک اسم کو جو واقع میں مضاف الیہ اس مضاف کا ہے محذوف مانا جیسے صلوٰۃ الساعۃ الاولیٰ مسجد الو الجامع اور جانب العزنی اس آیہ وافی الہدایہ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْعَرَبِیِّ مِّنْ جَانِبِ الْجَبَلِ یعنی الطور العزنی - پس غور کرنا چاہیے کہ زبان فارسی ان خصوصیات اور ان شروط سے معرا ہے اس زبان میں ترکیب اضافی اور اتصافی کی ایک ہی صورت ہے فارق و فاصل فقط ایک امر معنوی ہے کیا معنی صرف لحاظ معنی ایک دوسرے کے لئے جدا شناس بنا ہوا ہے پھر ضرورت داعیہ اور کون سی ہے جو سیدھی سیدھی ترکیب اتصافی کو چھوڑ کر اضافت کے قائل ہونے پر مجبور کرے حالانکہ خود کلام عرب میں جب بعینہ اسی مرکب کا اسم اول محلی بالللام ہوتا ہے تو اسکو بغیر تاویل مرکب توصیفی مانتے ہیں چنانچہ لفظ دنیا بروزن فعلی مؤنث ادنیٰ جو دونوں معنی نزدیک شدن سے مشتق ہے دونوں طرح کلام عرب میں متعل ہوتا ہے ایک تو اپنے معنی حقیقی وصفی میں استعمال کیا جاتا ہے جیسے الحيوة الدنيا والعدوة الدنيا والجمرة الدنيا والسماء الدنيا ووسرا بمقابلہ آخرت کے اس جہاں فانی کا نام رکھ لیا اسوقت اسکی وصفیت کا لحاظ مغلوب ہو جائیگا اگرچہ یہ نام بھی نظر قرب ہی رکھا گیا ہے مگر غلبہ اسمیت کو ہوگا جیسے رَبَّنَا اَتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً + وَآلَتْنَا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ مِّنْ اُوْرَاسِي غَلْبَةُ اسمیت کی وجہ سے اسکی جانب اضافت بھی بلا تاویل درست ہو جاتی ہے جیسے ثواب الدنيا وحث الدنيا وسماء الدنيا مجمع البحار میں ہے الجمرة الدنيا ای القرنية الى المناضلي من الدنو وہی اسم لهذه الحيوة لبعدها الآخرة عنها والسماء الدنيا القربها من ساكني الارض ويقال سماء الدنيا بالاضافة - منتہی الارب میں ہو والسماء الدنيا

این آسمان لغزها من ساکتی الاض و کذا اسماء الدنيا بالاضافه اسی طرح و مکرر السی و لا  
یحیق المکرر السی۔ اول اضافت کے ساتھ بتاویل مکرر العمل السی دوسرا اتصاف کے ساتھ آیا ہے  
غرض جب زبان فارسی میں ترکیب توصیفی کے لئے کوئی جدی شرط نہیں بلاتا بل ان مرکب کو موصوف  
صفت کہنا چاہیے اور بلا ضرورت داعیہ صرف اتباع زبان عرب سے تکلف میں پڑنا صواب نہیں  
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ بعض وقت اہل فارس نے دنیا کو مطلق عالم کے معنوں میں استعمال  
کیا ہے نظیری کا شعر ہے شعر ہر کہ از معشوق غافل گشت لذت در نیافت و دیدہ نے معرفت  
را در دو دنیا نور نیست و اسے در دو عالم۔ یہ بھی سن رکھو کہ جس وقت ترکیب انصافی اور اضافی ایک جگہ  
جمع پڑتی ہیں۔ اہل عرب ترکیب اضافی کے جوڑ کو نہیں توڑتے بلکہ صفت کو موصوف مضاف سے  
منفصل کر کے بعد مضاف الیہ کے ملتی کرتے ہیں اور اہل فارس اکثر اتصال توصیفی کو قائم رکھتے  
ہیں جیسے نام فرخ نوشیروان سعدی شعر زندہ است نام فرخ نوشیروان بعد و کز بہتیش  
بروے زمین یک نشان نماد و اور کبھی تابع عرب کے ہو جاتے ہیں سعدی شعر پسران وزیر  
ناقص عقل و بگدائی بردستارفتند و روستا زادگان دانشمند و بوزیری پادشارفتند و اسے  
پسران ناقص عقل وزیر۔ اور کبھی موصوف سے صفت کو مقدم کر دیتے ہیں تا اتصال مضاف  
کا مضاف الیہ کے ساتھ اسی طرح باقی رہے۔ فردوسی جلد دوم شاہنامہ کے اخیر میں بیان  
کرتے ہیں شعر کہ این نامہ شہر یاران پیش و بہ پیوندم از خوب گفتار خویش و یعنی از گفتار خوب  
خویش۔ سوائے اس ضرورت اجتماع کے بھی فاصلہ صفت موصوف اور مضاف مضاف الیہ کے  
بیچ میں جائز ہے۔ اول یعنی فاصلہ در میان موصوف صفت کے جیسے نظامی کے اس شعر میں  
شعر سپیدہ برد رومی از چشم درد و برد تیغ من سرخی از روے زرد و اسے سپیدہ رومی۔ ان  
مواضع میں صاحب موہبت عظمیٰ حضرت آرزو عطف بیان کے قائل ہیں۔ میرے نزدیک یہ تکلف ہے  
دوسرا یعنی فاصلہ در میان مضاف مضاف الیہ کے اور اس فصل کے بارہ میں کوئی خصوصیت  
است رابطہ کی نہیں است رابطہ کے سوا دوسرے الفاظ بھی فاصل بن جاتے ہیں۔ فردوسی پشتک اور  
افراسیاب کی گفتگو کے بیان میں لکھتے ہیں شعر چہ دستور باشد مرابا دشا و از ایشان سوارے نامجا  
اسے دستور بادشاہ مرابا شد سعدی شعر برگ درختان سبز در نظر ہوشیار و ہر وقت فقریت معرفت کو دگا

دینا یعنی سلطان عالم

ترکیب اضافی و  
انصافی ایک جگہ  
جمع ہو جائیں تو  
اتصال لکھو و تاو

اے دفتر معرفت۔ وحید شعر اے وحید از مرثیہ چون ابر بہ ہنگام وصال، نگل بہار آمدہ وقت ست  
مے آشا میہا، اے وقت مے آشا میہا۔ اور یہ بھی سن رکھو کہ کبھی مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ  
کو باقی رکھتے ہیں جیسے سعدی کے اس شعر میں شعر رنگ بد گوہر اگر کاسہ زرین شکند بہ قیمت سنگ بیفزاید  
زر کم نشود، اے قیمت زر۔ نظامی رح شعر میں رنگ طاؤس و پرواز او، کہ چون گربہ رشت آمد آواز او،  
اے چون آواز گربہ۔ کبھی بقریئہ مقام مضاف الیہ کو حذف کر کے مضاف کو باقی رکھتے ہیں جیسے شعر دیدہ  
سعدی و دل ہمراہ تست، تا نینداری کہ تنہا میروی، اے دل سعدی۔ اسی طرح مضاف الیہ پر مضاف  
کی تقدیم بھی جائز ہے جیسے گیہان خدیو جہان بادشاہی شہنشاہ سراپردہ۔ یہ امر سماعی ہے اس میں  
قیاس کو دخل نہیں یعنی جس مضاف الیہ کو چاہے اسکے مضاف سے مقدم کر دینا امر فصاحت میں  
مغل ہوگا اور اس تقدیم خلاف موضوع کو ضرورت شعری پر مبنی کرنا کلام فصحا میں عیب اور عجز کا  
قائل ہونا ہے یہ خطا ہے استاد کے نشر کلام میں یہ ترکیب موجود ہے اسی طرح صفت کی موصوف  
پر تقدیم ضرورت شعری پر مبنی نہیں جیسے کوتاہ خرد مند گلستان کی تیسری حکایت میں منثور ہے  
نشر گفت اے پر کوتاہ خرد مند بہ کہ نادان بلند۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

احکام لفظیہ میں امتزاج کا شمار کرنا یہ ہے کہ فارسی میں کل کلمات مبنی علی السکون ہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ مضاف و مضاف الیہ قبل تعلق اضافت دو مستقل جدے جدے اسم تھے سکون پر مبنی تھے اگر بعد تعلق اضافت بھی مبنی علی السکون رکھے جائیں لفظوں میں امتزاج ہی کیا حاصل ہو جس طرح قبل اضافت بیگانگی اور علیحدگی تھی اسی طرح اب بھی رہتی تو بناے سکون مضاف کو جو علامت کلمہ کی تمامیت کی تھی اٹھا کر بجائے اسکے جنبش کسری رکھ دی جبکہ علامت اضافت کہتے ہیں تا بمقابلہ معنوی اتحاد کے کی قدر لفظی اتحاد بھی ہو جائے جیسے عربی میں حذف تنوین اور نون کا اس امتزاج کے لیے کیا جاتا ہے چنانچہ علامہ رضی نے شرح کافیہ میں تصریح کر دی ہے  
فَلَمَّا ارَادُوا اَنْ يَخْرُجُوا الْكَلِمَتَيْنِ فَرَجَا بَيِّنَاتٍ بِهِنَّ الْاُولَى مِنَ الثَّانِيَةِ التَّعْرِيفَ وَالتَّخَصُّصَ  
حَذْفُوَامِنْ الْاُولَى عِلَالَةً تَمَامِ الْكَلِمَةِ گویا اس وقت مضاف کے اول حرف سے لیکر مضاف الیہ کے اخیر حرف تک ایک کلمہ بن گیا۔ لیکن بعض مواضع بوجہ شد و مستثنیٰ ہیں اور ان میں بھی دو طرح کے ہیں ایک تو وہ کہ جنکے مضاف پر علامت اضافت نہیں لائی جاتی جیسے چون و جز و ہر و ہمہ و سوائے

پیمان حذف مضامین

پیمان خدمت مضائق

مضافہ الہی کی  
مضافہ پر تقدیر

اسٹیج صفت  
کی موصوف پر تقدیم

اسی طرح یہ سب کو بھونک کر  
 دھجائی تھی ان اناج کی مشین  
 کی ہر موٹی سٹیم خود نہ تھکتی  
 آواز اب تھکتی نہ تھی بلکہ تھکتی  
 بہشت و عجم کی مٹھائی  
 شمع باہم نظر کا گان  
 شکر کا گان کی تھکتی سرسبز  
 ہر خاک کا گان ہر گان

بیان ان مضامین کا جن پر  
علامت اضافت ثبت لائی جاتی۔

کاشعر ہے شعر من تکسیر ملک دنیا و پشت کہ بسیار کس چوتو پرورد گشت و ولہ ہر کہ شاہ آن  
کند کہ او گوید و حیف باشد کہ جز نکو گوید و لیکن یہ شعر اسد اللہ خان غالب کا شعر ساز از دم نایست  
چون نے زمزمہ ماہ اسے ماہمہ بیچ تو واسے تو ہمہ ماہ متاؤل ہے۔ اور آن مضافون پر بھی علامت  
اضافت نہیں لائی جاتی جنکے مضاف الیہ میں فصل واقع ہو گیا ہو جیسے دستور باشد مرا بادشاہ و وقت  
می آشا میہا و دفتریت معرفت وغیرہ میں اور یہی حال موصوف و صفت کے فاصلہ اور حذف  
علامت اتصاف کے بارہ میں سمجھنا چاہیے جیسے سپیدہ برد رومی میں۔ دوسرے وہ مضاف ہیں  
کہ جنکو اکثر بغیر علامت اتصاف کے استعمال کرتے ہیں یہ امر بھی مضاف کی خصوصیات سے  
ہوتا ہے جیسے لفظ صاحب اور سر اور ابن اور نبیرہ اور سپر اور میر اور عاشق اور نیم اور پس اور ولی  
سعدی شعر مگر صاحب دلے روزے ز رحمت و کند در کار درویشان دعاے و ولہ زبان درد بان  
خرومند چیست و کلید در گنج صاحب ہنر و ولہ ز صاحب غرض تا سخن نشوی و اگر کار بندی  
پشیمان شوی و امثلہ سر کے جیسے سرمایہ۔ سر چشمہ۔ سر حلقہ بمعنی سردار جماعت سر داستان  
بمعنی عنوان داستان سر دفتر سر سورہ سر طوق اس حلقہ کلان کو کہتے ہیں جو سرے پر زنجیر کے  
ہوتا ہے اور کلس کو بھی کہتے ہیں جو ملمع کر کے گنبدون پر نصب کرتے ہیں۔ کلم کا شعر ہے شعر  
گر حلقہ دامست و گر حلقہ زنجیر و سر حلقہ کد امست بغیر از من دیوانہ و میرزا رضی دانش شعر  
تا ہست حرف زلف تو سر داستان ماہ پیچیدگی برون نرود از زبان ماہ میر محمد افضل ثابت شعر  
بخون رقرہ طغراے خط پیشانی و بزرگ سرخی سر سورماے قرآنی و سعید اشرف دریای کی تعریف میں  
لکھتے ہیں شعر خروشان موجہایش چرخ تسخیر و در گرداب چون سر طوق زنجیر و طاہر وحید سبکی کے  
گنبد کی تعریف میں کہتے ہیں و شعر ز سر طوق گنبد بگردون رسید و چوپیرے کہ اور اپر اند مرید و  
لفظ ابن کا جیسے شعر علی الخصوص کہ دیباچہ ہمایونش و بنام سعد ابو بکر سعد بن زنگیت شعر  
خدیو عرصہ عالم محمد شاہ بن تخلق و کہ در بزم جہان داری سکندر زبیدش چاکر و اور لفظ نبیرہ فردوسی علیہ الرحمہ  
کے اشعار میں شعر نبیرہ فریدون شبان پرورد و زلف بلند این کے اندر خورد۔ شعر نبیرہ فریدون  
پیوند شاہ و کہ ہم تاج دارند وہم جا نگاہ۔ شعر نبیرہ سماعیل پیغمبرست و کہ پور براہیم نیک اخترست و  
شعر نبیرہ شنگے فریدون نژاد و نباید کہ پیچے تو سر راز داد و اور لفظ پس جیسے پس عمر و پیٹھ شیرہ وغیرہ

بیان ان مضافوں کا جو کثر  
علامت اتصاف نہیں لائے

ضمیمہ  
تکسیر  
مضافات

صاحب میرزا نظامی  
شعر گویش خواند  
صاحب سرمد و دلایت  
ستان بکر آفاق گھر  
ہمنہ

ملک شرفی شعر دیرینہ ہمدے کہ دلم ز خمدار اوست ۛ مارا برادرست ترا گر سپر عم ست ۛ کسی استاد  
 کا شعر ہے شعر آن سپر ہمشیرہ سید عمار خوشنویس ۛ آن برادر زادہ شمس الحق شیرین ادا ۛ میر معز  
 فطرت شعر دلم بردہ ز کف بانڈان سپر نے رحم ہزارے ۛ متلع آرزو ازان کے مطلب گران سازے ۛ  
 اور لفظ میر جیسے میر آب میر آتش میر آخر میر انجن میر بار میر چپان میر دہ میر دیوان میر سامان میر سپاہ  
 میر سلاح میر شب میر شکار میر عدل میر عرض میر عمارت میر قافلہ میر کاروان میر لشکر میر مجلس میر منزل  
 میر میدان اساتذہ کے کلام میں متعل ہیں چونکہ یہ لفظ موقوف الآخر ہے اور موقوف اور متحرک میں بحیثیت  
 وزن عروضی کچھ فرق نہیں تو ان الفاظ میں فک و مثبت علامت اضافت کا ثبوت فقط اہل لسان  
 کے لہجہ سے ہوگا یا مضاف الیہ مصدر بہ الف ہو تو الف کے گرجانے سے یہ امر بخوبی ظاہر ہو سکتا ہے  
 جیسے میر آب بمعنی داروغہ آب یعنی میر بحر کلیم کا شعر ہے شعر خضر نتواند باب زندگی از ما خرید ۛ منصب  
 میرابی سرچشمہ آئینہ را ۛ اسی طرح میر آتش داروغہ تو پچانہ ۛ آرزو کا شعر ہے ۛ شعر لشکر اہل سخن را خرم  
 آرزو میر آتشم شیخ آذرست ۛ اسی طرح میر آخر داروغہ صطبل ۛ محمد سعید اشرف ۛ شعر بسکہ در طلبش  
 آمد باخت اسب خویش را ۛ در تلاش خدمت میر آخرے سام سوار ۛ امیر خسرو شعر رفت امیر آخر و آورد زود ۛ  
 ہر چہ در اطراف جہان باد بود ۛ اسی طرح میر آتش بمعنی خوان سالار ۛ اسی طرح میر انجن ۛ اور لفظ عاشق  
 کا جیسے عاشق آفت عاشق بادہ عاشق بنا گوش عاشق بلاؤ عاشق جماع عاشق سخن عاشق صحبت  
 عاشق فغان عاشق گناہ عاشق نالہ عاشق نعمہ عاشق نیام ابو طالب کلیم شعر میر ساند خوشہ اش  
 خود را بہ ابراز شوق برق ۛ مزرع امید ما از بسکہ عاشق آفت است ۛ صائب اصفہانی شعر چون سبزو  
 تاہست نم از زندگی در پیکرت ۛ دستگیری کن مے آشا مان عاشق بادہ را ۛ ولہ ندارد صفحہ دوران  
 چون من عاشق بنا گوشے ۛ ندارد حسن خط چون من خلائے حلقہ در گوشے ۛ فوقی یزدی شعر بدین  
 خسیان عاشق بلاؤ ۛ ز خر پہلوئے شان ہمہ حرص گاؤ ۛ ولہ چون عاشق جماعے کو دران روز ۛ کہ  
 بر فر باد او میر و دو صد گوز ۛ ظہوری شعر درین انجن کبیت عاشق سخن ۛ کہ عشقے نورزید باشعریں ۛ  
 صائب شعر سرخی پیچہ بترک سر ز تیغ آبدار ۛ انقدر کس چون قلم عاشق سخن باشد چرا ۛ ولہ عالم  
 روشن بچشش زود میگردد سپاہ ۛ ہر کہ چون پروانہ بیدرد عاشق صحبت ست ۛ ظہوری شعر بنازک  
 دیہاے خواری کشان ۛ بلبہاے خاموش عاشق فغان ۛ ولہ بعصیان عشق باز بہاے ماچیت ۛ



چرا عفو ت چنین عاشق گناہ است + شفائی شعر گلین مہر و وفار امرغ عاشق نالہ ام + لبے بندم  
 ز افغان تا گلے بر شاخ ہست + صائب شعر جوش گل را گوش عاشق نغمہ ماتازہ کرد + نالہ بلبل کجا تنہا  
 بفریادم رسد + کلیم شعر ز دستش آنچہ ناید انتقام ست + کہ تیغ کینہ اش عاشق نیام ست + اور لفظ نیم کا  
 جب مضاف ہوتا ہے ہمیشہ کے لئے مقطوع الاضافت دیکھا گیا اور یہاں بھی میر کی طرح لفظ  
 نیم کا موقوف الآخر ہے لہجہ اہل زبان سے اسکی فک علامت اضافت کا حال دریافت ہوگا جیسے  
 نیمروز نیمشب نیمقطرہ نینان نیمرخ - سعدی رح شعر ظالمے راختہ دیدم نیمروز + گفتم این فتنہ است  
 خوابش بربودہ بہ + نظامی رح شعر چو نیمشب از تو جویم پناہ + بہت تاب فضلہم برافروز راہ + عنی شعر  
 بہ نیم قطرہ شرابے کہ باز میماند + پس از پیا کہ کشیدن بساغر از لب یار + سعدی رح شعر نیم نالے گر  
 خورد مرد خداے + بذل درویشان کند نیمے دگر + اور لفظ اول کا ہر دو طرح مستعمل ہے جیسے اول  
 شب یعنی پاس اول شب - نظامی رح شعر چو اول شب آہنگ خواب آورم + بہ تسبیح نامت شتاب آورم +  
 حاجی محمد جان قدسی شعر چوں سز زلفش بدستم افتد از خود میر دم + ہچو طفلان اول شب خواب  
 مے آید مرا + اور لفظ پس جیسے پس خوردہ پس فردا - میر حسن دہلوی شعر حسن آخر چرا نندیشی امروز +  
 ازان فردا کہ پس فردا ندارد + اسی قبیل سے ہین پدر زن برادر زن شاہجہان - ولی نعمت  
 ولی دولت کافر نعمت ولی عہد مالک رقاب - نظامی رح شعر زیارتگہ اصل داران پاک + ولی نعمت  
 فرع خواران خاک + ولہ دگر بارہ دولت درآمد بکار + ولے دولے ہانغن گشت یار + میر صبحی ز ندانی  
 شعر تو کافر نمتے صبحی دگر نہ + بخون دل تنعم مے توان کرد + صائب شعر اگر بر زخم کافر نعمتان  
 باشد گران پیکان + زبان شکر گرد زخم مارا در دہان پیکان + نظامی رح شعر بزرگان لشکر نمودند جہد +  
 کہ با آن ولی عہد بند عہد + جلال الدین دوانی شعر خسرو مالک رقاب دین پناہ + آفتاب مکرمیت  
 طس آلہ +

۱۔ کتب اضافت کے ساتھ  
 ۲۔ غیریہ فارسی شعر  
 ۳۔ غیریہ فارسی شعر  
 ۴۔ غیریہ فارسی شعر  
 ۵۔ غیریہ فارسی شعر

۱۔ ولی عہد اضافت کے ساتھ  
 ۲۔ غیریہ فارسی شعر  
 ۳۔ غیریہ فارسی شعر  
 ۴۔ غیریہ فارسی شعر  
 ۵۔ غیریہ فارسی شعر

۱۔ غیریہ فارسی شعر  
 ۲۔ غیریہ فارسی شعر  
 ۳۔ غیریہ فارسی شعر  
 ۴۔ غیریہ فارسی شعر  
 ۵۔ غیریہ فارسی شعر

یہاں تک وہ امر بیان ہوا کہ فک علامت اضافت جو خصوصیت مضاف سے ہوتا ہے اب ادون  
 مضاف الیہ کا بیان ہے جنکی خصوصیت سے کسرہ اضافت تخفیف میں آجاتا ہے جیسے لفظ ایزد اور آب  
 یہ دو لفظ جب مضاف الیہ واقع ہوں انکے مضاف پر سے اکثر کسرہ اضافت کو گرا دیتے ہین - جامی رح  
 شعر بنامینر و چہ زیبا صورتے بود + کہ صورت کاست اندر معنی افروزہ + نظامی رح شعر چو ایزد بن نعمتے

درفرود سپاس ایزدم چون نباید نمود و اور لفظ آب سیلاب تالاب آسیاب دولاب وغیرہ میں  
 دول بالضم کوزہ آب کو کہتے ہیں کمال اسمعیل شہر جو دول این یکے ریسمان درگو و چو چرخ آن  
 یکے کندہ برہر دو پا و۔ اور یہ بھی جان لیسا ضرور ہے کہ بعض وقت اس مرکب سے ایک شے کا نام  
 رکھ دیا جاتا ہے تو لحاظ معنی ترکیبی کا اس وقت مخلوب ہو جاتا ہے اسمیت غالب ہو جاتی ہے اس حال  
 میں اس کا مقطوع الاضافہ ہو نا ضروری سمجھا جائیگا جیسے سرمایہ میزاب سیلاب تالاب اور جامہ غوک  
 جامہ خواب شب خون جو مقابل روز خون کا ہے یہ سب اسی قبیل سے ہیں کمال اسمعیل شہر خشک کیسکہ  
 رات کو پہنکر سونے کے بیڑے<sup>۱۱</sup>  
 ازین بادہ مست و بیخبرش و بغل گرفتہ مجلس بجامہ خواب کشید و ابو البرکات منیر شہر شب چودل سر  
 میکنند حرفے زور و ہجر دوست و گریہ شب خون میزند افسانہ در خون میرود۔ ملاشانی تنکو شہر راسے تو  
 رایتے ست کہ گیسوے پر غمش و شب خون روشنی لشب تار میزند و اگر بحیثیت اسمی نہ بیان ہوں وقت  
 علامت اضافت ظاہر کر دیجاتی ہے فردوسی سکندر اور نور کی جنگ کے بیان میں لکھتے ہیں۔ شہر  
 خروش آمد از دشت کاے دستان و سرمایہ مرز مہندوستان و باقر کاشی شہر در دول ماشینی  
 نیست و مکش اسر دستان مارا و قلی میلی شہر دوران بکلید مرہ نوشا نگہ عید و بکشاد سر طوق اسیران  
 رہا کرد و امیر خسرو شہر میلے نجسرت نشد اسے آب زندگی و با آنکہ سیل آب جزا ندر نشیب نیست و  
 طغرا شہر بہ پہلوے مسجد یکے تال آب و بود پاک چون چشمہ آفتاب و سعدی شہر نگونید از سر  
 بازیچہ حرفے و کران پندے نگیرد صاحب ہوش و حافظ شہر اسے صاحب کرامت شکرانہ سلامت و  
 روز می تفقدی کن درویش بینوارا و بابا افغانی شہر چہ عیش از مستی یک ساعت شب تیرہ روزان را و  
 کہ آتش از غم فردا بود و جامہ خوابش و سعدی شہر سپر نوح بابدان نبشت و خاندان نبوتش گم  
 شد و نظامی شہر ازان پیش کار و شب خون شتاب و چو دراج در وہ صلاے کباب و اسکا مقابل  
 روز خون بھی آتا ہے۔ حکیم نزاری قہستانی شہر کم اینک خبر دارت کہ چونت و شب خون مصلحت یاروز  
 خون ست و ان امثلہ سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بعض موقعوں میں ان الفاظ میں اثبات کسرہ اضافت کا  
 ہوتا ہے مگر کم ایواسطے ہم نے پہلے کہہ دیا ہے کہ فک علامت اضافت کے ساتھ یہ الفاظ اکثر استعمال  
 کیے جاتے ہیں اس طرح جب ضمیر متصل کیے مضاف الیہ واقع ہو جیسے کتابش کتابت کتابم کتابان  
 کتابتان کتابان اسکی تحقیق ضمیر کے بیان میں گزر چکی۔ اب منوجب یہ الفاظ بشرط وقوع طرف

مرکب غنائی شب  
 و شمع زادی بین سی  
 شے کا نام رکھ دیا جاتا ہے  
 اس وقت مخلوب ہو جاتا ہے  
 اسمیت غالب ہو جاتی ہے  
 اس حال میں اس کا مقطوع  
 الاضافہ ہو نا ضروری  
 سمجھا جائیگا جیسے سرمایہ  
 میزاب سیلاب تالاب اور  
 جامہ غوک جامہ خواب  
 شب خون جو مقابل روز  
 خون کا ہے یہ سب اسی قبیل  
 سے ہیں کمال اسمعیل  
 شہر خشک کیسکہ رات کو  
 پہنکر سونے کے بیڑے  
 ازین بادہ مست و بیخبرش  
 و بغل گرفتہ مجلس بجامہ  
 خواب کشید و ابو البرکات  
 منیر شہر شب چودل سر  
 میکنند حرفے زور و ہجر  
 دوست و گریہ شب خون  
 میزند افسانہ در خون  
 میرود۔ ملاشانی تنکو  
 شہر راسے تو رایتے ست  
 کہ گیسوے پر غمش و  
 شب خون روشنی لشب تار  
 میزند و اگر بحیثیت اسمی  
 نہ بیان ہوں وقت علامت  
 اضافت ظاہر کر دیجاتی  
 ہے فردوسی سکندر اور  
 نور کی جنگ کے بیان میں  
 لکھتے ہیں۔ شہر

جن الفاظ کو کہتے  
 ہیں کہ علامت اثبات  
 کسرہ استعمال ہونا  
 بتایا تھا انہیں کا  
 کہی کسرہ اضافت  
 کے ساتھ استعمال  
 اور تالاب و سیلاب  
 کو بحیثیت اسمی سے  
 قطع نظر کر کے اضافت  
 کے ساتھ سیل آب  
 و تال آب کہنا

مربک اضافی بحسب خصوصیت فک علامت اضافت کے ساتھ اکثر متعل ہوتے ہیں تو یہی کثرت استعمال اسکی اولویت کا سبب ہوگی اور اسکا خلاف خلاف اولے۔ اور جن مضافوں کے اخیر میں نون بعد مدہ ہو جیسے شبان کمان یا ہائے مخفی یا یاے معروف ہو کبھی کبھی فک علامت اضافت کے ساتھ بھی متعل ہو جاتے ہیں مگر اکثر نہیں بہت کم تو یہاں بوجہ قلت استعمال اولویت اثبات علامت اضافت میں ہوگی۔ خاقانی شعر ضمیر من امیر آب حیوان و زبان من شبان وادی امین۔ بدر چاچ شعر روے زمین چو تیر شد راست ز نوک کلاک توہ جز کچی کہ در کمان ابر و طاق دلبرست۔ سعدی شعر ہما ند سالہا این نظم و ترتیب و زما ہر ذرہ خاک افتادہ جاے و اے ذرہ خاک۔ نظامی شعر گر فتم ہمہ آہن آری ز روم و در آتشکہ ماچہ آہن چہ موم و اے آتشکہ ما۔ خاقانی شعر جملہ بدین وادری برد غنقا شند و کوست خلیفہ طیور و اور مالک رقاب و اے خلیفہ طیور۔ مولوی معنوی قدس سرہ شعر گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد و میلش اندر طعنہ پاکان برد۔ اے پردہ کس۔ سعدی شعر اے کہ شخصے منت حقیر نمود و تا درشتی بہر نہ پنداری۔ اے درشتی بہر۔ مولوی معنوی شعر پیر پیر عقل باشد اے پسر و نے سفیدی موے اندر ریش و سر و اے سفیدی موے نظامی شعر بھی چہرہ باغ چندان بود و کہ شمشاد بالالہ خندان بود و بہ بھی سن رکھو کہ اگر مضاف کا اخیر حرف الف مدہ ہو اس پر کسرہ اضافت کا ثقیل سمجھا جاتا ہے لہذا ایک یاے تحتانی تحمل کسرہ کے لیے زیادہ کیجاتی ہے جیسے دانائے راز۔ اس بارہ میں الف مقصورہ اور مدودہ ایک حکم میں ہیں۔ عربی شعر مصر ویران کرد رو در وادی امین نہاد و رود نیل شوق یعنی گریہ موسائے سن و شعر بخدا کہ جرعدہ تو بحفاظت خیر کہ دعائے صبح گاہ ہے اثرے کند شمارا و مگر جوق جانب ضمیر متصل اضافت اسکی کیجاتی ہے تو پھر الحاق یاے تحتانی کا واجب نہیں رہتا جیسے عصاش دعاش مصرعہ حسن زیباش خیل عشق آورد و انیسر و شعر مور کہ بر سقف و دہے قیاس و پاش بلغزو چو در افتد بطاس و در صورت زیادتی یا یا کو حرکت فتح دیجائیگی اور با وجود جانب ضمیر متصلہ اضافت نہونے کے بغیر یا کے استعمال کرنا جیسے ظہیر فاریابی کے اس شعر میں شعر نثار مجلس از چرخ گوہرے با و کہ در حساب نیاید بہا چنان گوہر۔ بحکم ضرورت ہی نیاید آمدن سے نہ کہ یافتن سے۔ اور اگر حرف اخیر مضاف کا و مدہ کلمہ ثنائی کے اخیر میں واقع ہو جیسے بوخو رو و وغیرہ بامتوالی الحركات کے جیسے رفو سیو گلو نگو وغیرہ تو یہاں بھی الف والے

مضافون کی طرح جنکا بیان ابھی اوپر گذرا تحمل کسرہ اضافی کے لئے یاے تختانی کا الحاق واجب ہوگا جیسے بوے گل۔ روے زمین۔ موے سر۔ اور سوے آب۔ گلوے صراحی وغیرہ۔ اور جب ضمیر متصل کی جانب انکی اضافت کیجاتی ہے یا کے ساتھ اور بغیر یا کے یہ دونوں امر جائز ہو جاتے ہیں۔ جیسے بوش روش بولیش رولیش اور سبوت گلوٹ سبوت گلویت۔ حافظہ شعر لطف باشد گریوشی از گدا ماروت را پتا بکام دل بہ بیند دیدہ ماروت را پتاے روے ترا۔ اگر کلمہ غیر شنائی متوالی الحركات نہو جیسے ابرو۔ بازو۔ پہلو۔ گیسو۔ ہندو وغیرہ تو الحاق یا کا واجب نہوگا خواہ سائر مضافات کی طرح کسرہ اضافی پر کفایت کریں جیسے رفیع کے اس شعر میں شعر تو ان بمعنی وحدت حسن یار رسید ہلال ابرو او مطلقیت در توحید۔ مصرعہ در پہلو من نشست آن شوخ پشاہی سبز واری شعر دوروزہ مہلت باقی بعیش دہ ساقی پچو عمر بالب ساغر گزشت و گیسو چنگ پخواہ کلمہ شنائی اور متوالی الحركات کی واؤ کی طرح یاے تختانی ملتی کریں جیسے خواجہ کرمانی کے شعر میں شعر برآندہ تیغ صبح از نیام پکشایندہ چین زا بروے شام حکیم زلالی شب کی تعریف میں لکھتے ہیں شعر ز تنگی آن چنان پیچیدہ در ہم پکہ موئیدہ برو گیسوے ماتم پیا بعد الحاق یاے تختانی بوجہ عدم تعذر ثقلت توالی ماقبل یا کو اذ احرک حرک بالکسر و مبناسبت یا کسرہ دیتے ہیں پس یہ کسرہ کسرہ اضافی اور یا یاے اشباعی نہ ہوگی جیسے امیر خسرو علیہ الرحمہ کے اس شعر میں شعر طلب کرد خاقان آفاق را پگرہ باز کرد ابروے طاق را پ نظامی شعر درم پہلوے پہلوانان بہ تیغ پخورم گردہ گردان بید ریغ پصائب شعر بید مجنون گیسوے ماتم پریشان کردہ است پتا کر قسمت شہید سنگ طفلان کردہ است۔ اور جب ضمیر متصل کی جانب انکی اضافت ہوتی ہے بزیادتی یاے تختانی و بغیر یا دونوں طرح مستعمل ہے لیکن سائر ضمائر متصلہ کے ماقبل کی طرح اسکو بھی حرکت فتح دیجائیگی جیسے ابروش ابروت پہلوش۔ پہلوت ابرولیش پہلولیش۔ ابرودیت۔ پہلویت۔ اور یہ امر بھی جائز ہے کہ خود واؤ کو اجتماع ساکنین کی ثلث دفع کرنے کے لئے اخف الحركات یعنی حرکت فتح دیجائے جیسے پہلوش ہندوش۔ حافظہ شعر اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دل مارا پبخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را غرض یہ واؤ واؤ مدہ شنائیہ و متوالیہ سے احکام لفظی میں ممتاز ہے مگر لفظ سنو حکم شذوذ جمیع احکام میں شریک و متوالی الحركات

ہے جیسے مصرعہ۔ زمان زمان سو من کن بعین لطف نگاہ پ نطانی ہ شعر سوے مخزن آوردم اول  
 پیچ پ کہ سستی نکردم دران کار بیچ پ ولہ تو اے پہلوان کا مدی سوے من پ نگہدار پہلوز پہلوز من  
 واللہ تعالیٰ شانہ اعلم بالصواب۔ اور اگر حرف اخیر یاے تحتانی مدہ ہو بوجہ عدم تعذر ثقلت کسر اضافی  
 پر کفایت کرنا اور نظر بر اخوت الف و واو مدقین یاے تحتانی کا بڑا نا یہ دونوں امر جائز ہیں اول جیسے  
 حافظہ کے اس شعر میں شعر ساقی بہ نے نیازی یزدان کہے بیار پ تا بشنوی ز صوت منغنی ہو لغنی پ  
 طالب آملی۔ شعر آہم کن اے شرم بہ نزدیکی آن کو پ شاید بغلط یا ر ز من دست بشوید پ دوسرا امر  
 یعنی یاے تحتانی کا زیادہ کرنا اس میں پھر دو باتیں ہیں ایک تو بوجہ اجتماع ساکنین یاے اول کو  
 بموافقت یاے مابعد حرکت کسرہ دیکر یاے ثانی کو اسکے اصلی سکون پر چھوڑ دیتے ہیں نظامی ہ  
 شعر کسے را کہ قہرے تو از سر فکند ہ بہ پامردی کس نگر و دلبند ہ اسکو اشباع نہ سمجھیں۔ دوسرا یہ کہ  
 یاے اول کو اسی حالت سکون میں رکھکر یاے ثانی کو بحکم اذا حرک حرک بالکسرہ دیتے ہیں اور  
 اور پھر چونکہ اسمین قاعدہ ادغام کا پایا جاتا ہے ادغام کر دیتے ہیں۔ حافظہ شعر خنک چو گانی چرخت  
 رام شد در زیرین پ شہسوارا خوش بمیدان آمدی گوے بزن پ اور یہ بھی یاد رکھو جب کوئی اسم اس  
 قسم کی یاے نسبت والا جانب ضمیر متصل مضاف ہوتا ہے تو ماقبل اس ضمیر کا متحرک بحرکت فتح رکھا جاتا  
 ہے جس طرح اُن ضمائر کے سائر مضافات کا حال ہے لیکن بعض وقت بحکم ضرورت اس یاے  
 ماقبل ضمیر کو ساکن بھی کر دیتے ہیں مولوی معنوی<sup>۱۳۵</sup> ہ شعر صد گمانت بود در پیغمبریم ہ باچنین بڑا  
 این خلق کریم ہ مگر یہ کم آتا ہے۔ اور اگر اخیر حرف مضاف کا یاے مخفی ہے تو چونکہ اس میں صلاحیت  
 کسرہ قبول کرنے کی نہیں تھل کسرہ اضافت کے لیے ایک ہمزہ زیادہ کر دیا جاتا ہے جیسے بندہ خدا  
 مجھ سے پوچھیے تو وہ یاے تحتانی بصورت ہمزہ ہے جیسے ہمزہ یا کی صورت پاتا ہے یا بھی ہمزہ کی شکل  
 میں آتی ہے اسوجہ سے ہمزہ قافیہ یاے تحتانی کا واقع ہو جاتا ہے۔ مولوی معنوی کا شعر ہو  
 شعر لیک میگوم حدیث خوش نہی پ برا امید آنکہ تو کنعان نہ پ مہستی دبیر شعر باروے چو نو بہار  
 باخوے دئی ہ با ما چو خار و باد کر کس چوئی پ بخت بد ما ہی کند سست پی ہ ورنہ تو خین سخت کمان نیزہ  
 ایک لطیفہ ذرا غور کرنیکے قابل اور حظ لینے کے لایق عرض کرتا ہوں ملاحظہ فرمائیں کہ واضح حرف  
 و صورت حروف حکیم مطلق جَلَّتْ حَکْمَتُہ نے معنی لفظ کو حروف لفظ کے ساتھ اتنی مناسبت قویہ

اگر حروف مضاف کا آخر مخفی ہو تو  
 علامت اضافت کیا ہوتی ہے۔

مخفی پایا جاتا ہے

مخفی ہمزہ کی علامت  
 فارسی زبان میں بعض  
 حروف کے ساتھ ہمزہ ہوتی ہے

رکھدی جس طرح تہہ میں اس رسالہ کی مہرین ہو چکا ہے پھر شکل حروف میں کیونکر اہمالِ تناسُب کرتا پھر ہر ایک حرف اپنی زبان حال سے پوچھتا کہ میں یہ شکل کیوں ملی وہ کیوں نہ ملی اور حکم آیہ وافی الہدایہ لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ سے یہ نہ سمجھنا کہ مالک مختار نے جس طرح چاہا مناسب و بلا سبب وضع کر دیا بلکہ اُسکا ہر کام عین حکمت ہے مگر ہم کو اپنی منہ سمجھی سے مناسبت پر پئے نہ لیجا کر خواہ مخواہ اعتراض میں منہ نہیں کھولنا چاہیے پس ان حروف کی یہ خاص خاص شکلیں اور صورتیں بھی ضرور خاص خاص مناسبتوں کی وجہ سے ہونگی گو کہ ان دقائق غامضہ پر سہاڑی نظر نہ ہوئے مثلاً اس شکل (د) ہمزہ کو ذرا غور سے ملاحظہ فرمائیے یہ بعینہ نصف بالائی حصہ یا کا ہے بلکہ کامل یا ہے صرف ایک دامنہ جو روانی قلم میں نکلتا ہے رہ گیا ہے اور اگر اس کے بالائی سرے کو نکال دیجئے دیکھیے (ک) کامل واو ہے۔ اور جو اس کے انحناء کو لحاظ نہ کریں ایک مرتعش کے ہاتھ کا لکھا ہوا الف ہو چنانچہ غالب فرماتے ہیں مصرعہ الف منحنی بود ہمزہ غرض جبکہ اس میں کیفیت ان تینوں حروف علت کی بالقوة موجود ہے تو حالت فتحی میں الف کی صورت پاتا ہے حالت ضمی میں وا کی شکل لیتا ہے حالت کسری میں یا بنجاتا ہے جیسے مامون مومن ایمان۔ آدم بر سر مطلب اور وہ گڑ کی شکی شکل جسکو ہائے مخفی کہتے ہیں میرے نزدیک کوئی حرف جو ہر کلمہ کا نہیں بلکہ علامت کلمات متحرک الآخر کی ہے۔ اور یہ بات بھی قابل یاد رکھنے کے ہے کہ بعض قواعد نگاروں نے کلمات فارسی میں با قبل ہائے مخفی کو بھی مکسور رکھا ہے اور میا نجیوں نے مکتبوں میں اسیکور واج دیا ہے یہ خطا ہے چنانچہ کلام اساتذہ اُسکے فتح پر دال ہے۔ میرزا غالب کا شعر ہے شعر شورش آمادہ رفتہ اندہمہ ہم برین جادہ رفتہ اندہمہ در نور دگزارش زدہ ہا کردہ انداز نشاط عربہ ہا لیک در بعض جا نہ در ہمہ اش لفظ ماری ہوی ست ترجمہ اش دیکھیے قافیہ آمادہ اور زدہ اور ہمہ کا جادہ اور عربہ اور ترجمہ کوڈ الا ہے۔ یہ الفاظ عربی کے ہیں انکا ماقبل اخیر مفتوح ہے اور یہاں اختلاف روی کا قائل ہونا محکم ہے۔ ان ہائے ظاہر کا ماقبل البتہ مکسور بکسرۃ اصلی رہتا ہے لیکن اس ہائے اور حرف ماقبل کے درمیان سے کوئی حرف علت حذف نہ ہوا ہو جیسے رُہ بمعنی طریق بفتح ماقبل و کہہ بمعنی جبل بضم ماقبل و وہ بمعنی قریہ بکسر ماقبل عارضی اسوا سطر کے اول سے الف ثانی سے واو ثانیث سے یا سے تحتانی محذوف ہے اصل انکی راہ و کوہ و دیہ ہے۔ راہ و کوہ معروف ہیں مگر دیہ اخیر و

مثال دیہی کی  
بک شاہ کے ساتھلفظانہ کی تفسیر  
بجہ کی تفسیرلفظانہ کی تفسیر  
جوہر و معنیم علیہ اجتناب  
زبان میں بھی فارسیزبان میں بھی فارسی  
زبان میں بھی فارسی

کے اس شعر میں شعر قدر سے چون ہمیں نط بشتافت و راہ اندر سواد دیہے یافت و میر حسن دہلوی  
 شعر سلامت از دل و دین حسن چہ میسر سی و نہ دیہ ماند نہ دہقان چہ واجب ست خراج و غرض جهان  
 حرف علت حذف نہوگا ضرر قابل اس کا کمسور یکسرہ اصلی ہوگا مثلاً یہ و کہ و مہ و گرہ و فرہ و زہ -  
 سعدی کا شعر ہے شعر چو از قوس یکے بیداشی کرو و نہ کہ رانشر لت ماند نہ مہ را و نہ بینی کہ گاد  
 و علف زار و بیالاید ہمہ گادان دہ را و ولہ آن شنیدی کہ لاغرے دانا و گفت روزے با بلہ فرہ و  
 اسپ تازی اگر ضعیف بود و ہچنان از طولیہ خربہ و فردوسی اشکبوس پرستم کے تیر چلانے کی تلعین  
 کرتے ہیں شعر تضا گفت گیر و تدر گفت دہ و فلک گفت احسن ملک گفت زہ و اور لفظ زہ بفتح ز  
 مجسمہ جیسے مولوی معنوی قدس سرہ کے ان اشعار میں شعر تا نگیر دما دران را دروزہ و طفل در زادن  
 نیا بد تیج رہ و کہ پیش مے آمد سپیش میرفت شہ و جملہ شب ہچو حال وقت زہ و اصل اس ہاکی الف  
 ہے یعنی یہ زہیدین کا حاصل مصدر ہے اور زہیدین زادن سے مجہول ہے معنی میں اسی زادن  
 کے ہے جیسے شرط اس جہل کی ہے بحث مصدر میں اسکی تحقیق آجائیگی انشاء اللہ تعالیٰ مولوی  
 معنوی قدس سرہ فرماتے ہیں شعر زہرا زہرا زہرا او میدہ و ورنہ گندم نے خدائے کے زہد  
 اسے کے زاید۔ اور زہ بمعنی زادہ یعنی بچہ کے معنوں میں بھی مستعمل ہے جیسے آفرینش حاصلہ  
 بچے آفریدہ یعنی مخلوق مستعمل ہوتا ہے اور اسی سے زہدان بچہ دان یعنی رحم کو کہتے ہیں۔ و لفظ  
 دہ کا جوہر و معنی ہے سو وہ لفظ ہندی دس کا مفرس ہے جیسے ماس سے ماہ بمعنی قمری پر  
 ہمزہ نفی کا لگا کر ماس کہتے ہیں اور ہمزہ نفی کے لیے جیسے ہندی زبان میں آتا ہے فارسی زبان  
 میں بھی مستعمل ہوتا ہے چنانچہ اکثر جگہ دساتیر میں لفظ اخواستی بمعنی غیر ارادی و اجنبان بمعنی  
 غیر متحرک آیا ہے اسطرح امیر بمعنی نامیرندہ یعنی حتی غرض اماں وہ شب جس میں چاند بالکل  
 نہیں نکلتا بلکہ اس لفظ دہ کو مفرس ہی کیا کیئے توافق و اشتراک دو زبانوں کا سمجھنا چاہیئے۔ رہا  
 مبادلہ سین کا ہا سے ہوز کے ساتھ اکثر ہے جیسے راہ بمعنی طریق اس معنی میں لفظ راں جیسا کہ مرید علیہ  
 راستہ زند پازند یعنی لغت باستانی فارسی میں مستعمل ہے اور آماں و آماہ بمعنی ورم اور جستن و رستن  
 بالفتح بحث مضارع میں جہ و رہ ہو جاتے ہیں۔ شرف شرفہ کا شعر ہے شعر خصمت ارفز ہی فیت  
 و معجون غورہ و چہ شود فرہی طبل ز آماہ بود و مگر خہ اور خہ اور پہ پہ یہ بعض الفاظ ایسے ہیں کہ انکا

ما قبل اخیر مفتوح ہے۔ حکیم زلالی ایاز محمود بن لکھتے ہیں شعر صراحی بر قدح چون کبک قہقہہ ۛ  
 ز دو گفتش کہ اسے گلدستہ خندہ ۛ اور پُہ ۛ وہ وہ کا ہم معنی لفظ ہے یعنی ایک حیرت کے ساتھ واہ واہ  
 کرنے میں استعمال کیا جاتا ہے جیسے شعر بودت فرو نادرسی ہیچکہ سر ۛ چو حلوا  
 خوری ز دو گوئی کہ پُہ ۛ شعر چہ میگنم و در چہ پردا ختم ۛ کجا بود اشہب کجا تا ختم ۛ آدم بر سر مطلب چونکہ  
 نامے مخفی نامے ظاہر کی شکل ہے تو بطور ایک مستقل حرف کے ملحوظ ہوتی ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے  
 علم ہیأت میں جب دو اُروقی کی پیائش کرتے ہیں ساٹھ پر اگر سہ لکھ دیتے ہیں حالانکہ باعتبار حساب  
 جمل فقط اس کے ساٹھ ہوتے ہیں اگر یہ شکل واقع میں مستقل حرف سمجھی جاتی پینسٹھ بناتے لیکن مادہ  
 تاریخ میں اسکا اعتبار اسوجہ سے ہے کہ مدار اس صنعت کا فقط صورت و شکل مکتوبی پر ہے اصلیت  
 اور واقعیت ملحوظ نہیں ہوتی جیسے مشد جو کہ اصل میں دو حرف ہیں یہاں ایک ہی اعتبار کیا جانا ہر  
 اسی بنا پر تا عربی جو کہ گول گرہ کی سی شکل میں لکھی جاتی ہے اور حالت وقفی میں نا جاتی ہے اسکے  
 اعداد میں فضلاء مورخین کا اختلاف ہے لیکن انصاف کی بات یہ ہے کہ اگر وہ ترکیب عربی میں اس  
 طور پر واقع ہو کہ تلفظ میں بھی تا ہی پڑھی جائے اسوقت اسکے عدد چار سو ہی لئے جائینگے اور وہ جملہ  
 تاریخی خواہ عربی کی عبارت ہو یا نہ ہو مگر وہ کلمہ جس میں یہ تا واقع ہے ترکیب عربی رکھتا ہو۔ جیسے  
 رحمۃ للعالمین مولانا جامی قدس سرہ کا شعر ہے شعر نہ آخر رحمۃ للعالمینی ۛ و زحومان چرا غافل  
 نشینی ۛ اسی طرح جنۃ النعیم و کعبۃ اللہ وغیرہ۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ اس صنعت میں فقط مکتوبی  
 کا اعتبار ہوا کرتا ہے ملفوظ کا کچھ بھی اعتبار نہیں ہوتا۔ اسیوجہ سے خدائی پادشائی میں اگرچہ ایک  
 ہمزہ اور ایک یا ہے مگر بلحاظ صورت مکتوبی دو یا شمار کی جاتی ہیں اور انکے عدد میں لئے جاتے ہیں  
 اور عبد الرب عبد الرحمن میں الف لام اگرچہ ملفوظ نہیں مگر بلحاظ مکتوب انکے عدد اکیس لئے جاتے  
 ہیں راے مشد و ایک ہی شمار کی جاتی ہے فقط دو سوا اسکے عدد لئے جاتے ہیں اگرچہ بولنے میں  
 دو سے بولی جاتی ہیں۔ لیکن یہ قرار دینا کہ یہ گرہ کی سی شکل عربی وغیر عربی میں ہا کے لئے مختص ہے  
 میری سمجھ میں نہیں آتا البتہ غیر عربی کے لئے یہ اختصاص ثابت کر لوں گا ہے مگر عربی میں یہ شکل تا اور  
 ہا دونوں میں مشترک ہے لیکن ماہ الامتياز اور جدائشاس اوپر کے دو نقطوں کا وجود اور عدم ہے جیسے  
 حا اور خا اور ذ اور ظ شکل میں مشترک نقطہ سے ممتاز ہیں ہاں اتنی بات ہے کہ یہی تا حالت وقفی میں ہا

نامہ در جو حالت  
 وقفی میں نا جاتی  
 ہے بحساب جن سے  
 اسکے عدد کی تحقیق

خدائی پادشائی کی  
 ہمزہ کی عدد کیا  
 یعنی چالیس ہے۔



بنجاتی ہے تو اس وقت اسپر لفظ بھی دیے نہ جائینگے اور عدد بھی پانچ ہی لئے جائینگے جیسے علیہ الرحمہ  
 ورب الکعبہ اور آیات کریمہ قرآنی میں جو باوجود وقف لفظ دیے جاتے ہیں باعتبار ما کان حالت  
 اصلی کے لئے ہے تا نو آموزوں کو تہجی کے وقت دقت نہ پڑے غرض نظم الفاظ تاریخ عبارت عربی  
 ہو یا غیر عربی مگر وہ کلمہ جس میں یہ تاملے مدور واقع ہے عربی ترکیب پر ہو پس مرزا قطب الدین کی تاریخ  
 وفات جو یگانہ عصر محمد عاکف رحمہ اللہ نے جعل الجنة منوٰۃ سے نکالی ہے اور اس تاریخ جنس کے  
 چار سو عدد دیئے ہیں بہت درست ہے اور اسپر غلام علی آزاد جیسے نے بدل اویب بلند اندیشہ جنس  
 نے جو طعن کیا ہے بجز اسکے اور کیا کہا جائے کہ سخت ہٹ دھرمی کی ہے رہا بعض غیر منقوطہ صنعت  
 کی عبارتوں میں جیسے فیضی کی موارد الکلم اور خطبہ غیر منقوطہ علامہ حریری ہے اس قسم کی تاکا لانا اور  
 اسکو مہملہ سمجھنا بوجہ تنگی مقام و ضرورت صنعت کلام ہے۔ اگر یہی کلمہ ترکیب غیر عربی میں واقع ہو تو  
 املا سے عجی دراز بھی لکھا جائیگا اور عدد بھی بالاتفاق چار سو لئے جائینگے جیسے صاحب خبر الواصلین  
 حضرت شیخ اشیرخ عقد سلسلۃ الاولیاء رحلۃ العلماء والفقراء صاحب النسبۃ العلیا الشیخ شہاب الدین بہروردی  
 قدس سرہ کی تاریخ وفات میں لکھتے ہیں شہر آنکہ شیخ اشیرخ عالم بود و زبکہ اولیاء اعظم بود و  
 عمدہ واصلین شہاب الدین و قدوہ کاملین شہاب الدین و سال نقلش بگفت ارض و سما و ساکن اوج  
 جنیت والا و ملا حیدر ذہبی اپنے والد بزرگوار کی تاریخ وفات میں لکھتے ہیں شہر تاریخ وفات فایضاً  
 مرحوم و کردند رقم کہ شد پیر حجت و اصل و اور اگر حرف قوی حرکت کے لئے جو بہ نسبت حرف کے ضعیف  
 ہے علامت بننے کو کوئی متعین سمجھے تو عربی کا نون اعرابی جو مضارع پر آتا ہے حرف کے علامت  
 حرکات ہونے کے امتناع کو اٹھاتا ہے۔ میرا یہ قول گو کہ اجنبی معلوم دیتا ہے لیکن اور بلند اندیشہ  
 قواعد نگاروں کے کلام سے بھی اشارہ یہی سمجھا جاتا ہے جیسے ٹیکچند بہار مصنف جو اہل الحروف بہت  
 کے استعمال کے بیان میں تحقیق کرتے ہیں کہ است الف کے ساتھ اُس جگہ پر آتا ہے کہ جہاں کلمہ  
 متحرک الآخر ہو اب اگر بائے مخفی بھی کوئی حرف مستقل جو ہر کلمہ سے مان لیا جائے پھر کلمہ متحرک الآخر  
 کہاں رہا۔ فارسی کے استاد فخر المتاخرین نواب اسد اللہ خان غالب و ہلومی درفش کاویانی میں ضمیر خطاب  
 ت کے بیان میں لکھتے ہیں جبکا حاصل یہ ہے کہ ہمزہ ضمائر پر اُس جگہ وصل پاتا ہے جہاں کلمہ ہمزہ غیر اصلی  
 مخفی پر ختم ہو جو محض اظہار حرکت ماقبل کے لئے لایا گیا ہے تا پدید آید کہ لامی انہامی حرکت را وجود

حرف حرکت سلیقہ  
 علامت بن جاتا ہے



## الاضافۃ اللفظیۃ

صیغہاے صفت کو اُنکے معمولوں کی طرف نسبت کرنے کا نام اضافت لفظی ہے اور ان صفات کا مضارع کے معنوں میں ہونا شرط ہے جیسے نویذہ نامہ و کشہ ثغم اور غیر معمول کی طرف نسبت کرنے سے اضافت لفظی نہیں بنتی جیسے خواہندہ مغرب و دانا سے طوس سعدی رح فرماتے ہیں نشر خواہندہ مغرب و وصف بزازان حلب مے گفت۔ یعنی ایک سائل ملک مغرب کا رہنے والا انھیں بعض نسخوں میں یاے نسبت کے ساتھ خواہندہ مغربی آیا ہے اب ترکیب تصانی ہوگی اور جو لوگ کہ مغربی یعنی زر مغربی کے لیے ہیں اسوقت البتہ اضافت لفظی ہوگی مگر یہ معنی لینا مجاز ہے قرینہ ہوگا سو یہ قبیح ہے۔ اسی طرح جب وہ صیغہاے صفت معنی مضارع کے نہ رکھیں بلکہ دوام و استمرار اُنکے معنوں میں پایا جائے بحکم اذا فات الشروط المشروط اضافت لفظی نہ بنیگی گو کہ اُنکی اضافت اپنے معمولوں کی طرف ہو جیسے۔

مصرعہ آفرینندہ ہر چہ بہت۔ غرض ان دونوں صورتوں میں اضافت معنوی ہوگی سمجھنے یہاں اضافت لفظی میں اس امر سے بحث نہیں کی کہ اُسکے وضع سے کوئی معنوی مفاد بھی ہے یا صرف لفظ ہی میں تخفیف ہے اس واسطے کہ زبان فارسی میں معرفہ اور نکرہ کے احکام بخوبی نہیں کھلتے یہ تمام و زبان عربی میں خدا داد ہے جیسے رجل اور الرجل میں تعریف و تنکیر کا فرق ہو گیا بخلاف فارسی کے اُس میں ایسا کوئی تفرقہ اور جدا شناس نہیں اور ہم نے فقط اپنی تحقیقات میں بین و برکت حاصل کرنے کی نیت سے اتباع زبان عرب کا کیا معنوی اور لفظی پر اضافت کی توزیع کی۔ و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

معرفون میں سے چھٹا وہ اسم ہے کہ جس پر کلمہ ندا کا داخل ہو جیسے دوست کا لفظ اس شعر میں شعر

اے دوست اگر جان طلبی جان تو بخشم ۛ از جان چہ عزیزست بگو آن تو بخشم ۛ۔ لفظ دوست نکرہ غیر معین تھا بعد ندا کے متعین ہو گیا فلان دوست ہے کس واسطے کہ دانا بینا جسوقت ندا کرتا ہے تو اُسے کسی خاص شخص کی توجہ مطلوب ہوتی ہے تاں اگر کوئی اندھا نہا کرے اور کہے اے جانو اے میرا ہاتھ پکڑ لے یا کوئی مصیبت کا مارا کسی حصار میں گھرا ہوا یا کتوئین میں گرا ہوا بغیر دیکھے یا پہچانے کسی کی آہٹ پر آواز دیوے کہ اے شخص میری مدد کو پہنچو تو نکرہ کا نکرہ ہی رہیگا کس واسطے کہ یہاں کسی کی تعین نہیں۔ اب سنو کلمات ندا کے معاملہ میں جنکا بیان بحث حرف میں آئیگا میں ابوعلی کا تابع ہوں اُنکے حرف ہونے میں مجھے کلام ہے میرے نزدیک اُنکا اسماء افعال ہونا تحقیق مقام کو

معنی اسم فاعل و مفعول  
مفعول و صفات و غیرہ  
نام لفظیہ

لا علم تعین  
میرا کرنا نہا کرنا  
معرفہ نہیں نہا کرنا

خبر نکرہ کی تعین

اور اس کے معنی اُقبیل یعنی متوجہ شو کے ہیں۔ رہی یہ بات کہ افکا فاعل انہیں اسماءے منادا کو  
 مانین یا کوئی ضمیر اسماءی افعال میں مستتر سو میرے نزدیک انہیں اسماءی منادا کو اسماءی افعال  
 کا فاعل کہنا بہتر ہے۔ باقی استعارہ ضائر وغیرہ تکلف سراسر ہے۔ اب کلمہ مذکور کو بنحو انہم کے قائم مقام  
 کرنے کی ضرورت رہی نہ اس کے مفعول کہنے کی احتیاج۔ گو کہ نحوین میں اس کا رواج ہے کہ واسطے  
 کہ خات عرب نے جب دیکھا کہ منادا کو رفع بھی ہوتا ہے نصب بھی ہوتا ہے تو انکو کہیں فاعل اور  
 کہیں مفعول کھینچ تان کر بنانا ضرور پڑا۔ زبان فارسی میں نہ تو نصب ہے نہ رفع پھر یہ تکلف بھی  
 اُن سے دور پڑا۔ واضح رہے کہ جب کسی غائب کو ندا کرتے ہیں تو منطوریہ ہوتا ہے کہ اُن غائبوں کو  
 مخاطب بنالین اپنی جانب متوجہ کر لیں اور وہ منادا خواہ غائب حقیقی ہو خواہ مجازی۔ غائب حقیقی ظاہر  
 ہے جیسے کوئی شخص دور ہو یا بسبب کسی حجاب کے نظروں سے مستور ہو یا منہ پھیر کر بیٹھا ہو لیکن  
 آواز نہ کرنے والے کی اُس تک پہنچتی ہو تو اُسکو تعین کے ساتھ آواز دین۔ غائب مجازی وہ ہے  
 جیسے کوئی سامنے رو برہا ہو یا منہ پھیر کر بیٹھا ہو اور وہ مخاطب ہی کیونکہ نہ وہ بیان خوب ہو شکاری اور توجہ  
 دلی کے ساتھ اُسکو متوجہ کرنا منظور ہوتا ہے اس جگہ غیبت سے عدم اقبال مراد ہے۔ یہی حال  
 ندا کا ہے یعنی حقیقتہً ندا اسکی طرف ہوتی ہے جو صلاحیت ندا کی رکھے یعنی اسکی پکار کو سنے اور  
 جواب دے جیسے اے زید اور جو صلاحیت ندا کی نہ رکھے اُسکو پکارنا مجازا ہوتا ہے جامی فرماتے ہیں  
 شعر دریا سے فلک با من چہ کردی ؟ رساندی آفتابم را بزر دی ؟ اس سے معلوم ہو گیا  
 کہ کوئی شخص اتنے فاصلہ پر ہو کہ ندا کو سن نہیں سکتا اُسکی جانب بھی ندا مجازی ہوگی مثلاً اپنے گھر  
 بیٹھے ہوئے اپنے شوق میں مطلوب کو ندا کرتے ہیں گویا اُس تصویر و خیال حاضر در دل کی جانب  
 ندا ہوتی ہے شوق و عشق میں منادا سے حقیقی کو اپنی ندا کا سُنانا کچھ مقصود بھی نہیں ہوتا فقط اُس  
 تصور اور خیال کے ساتھ دل پر دازی کی جاتی ہے جو ہمیشہ ذہن عاشق میں حاضر رہتی ہے ایسی طرح  
 منہ منہ میں پکار لینا کہ اسکی آواز مخاطب کے کان تک نہ پہنچے ندا مجازی ہی ہوگی۔ اور اگر آہ  
 ندا کا لفظوں میں مذکور ہو ندا تحقیقی کہلاتی ہے جیسے یازید۔ اگر مذکور نہ ہو ندا سے تقدیر می کہتے ہیں  
 جیسے شعر نظامی بسا صاحب آوازہ ؟ کہن گشتی و ہجران تازہ ؟ یعنی اے نظامی الخ ایسی طرح  
 کبھی منادا مذکور ہوتا ہے کبھی اُسکو ذکر نہیں کرتے ذکر کرنا تو اُسکی اصلی حالت ہے لیکن کبھی کوئی

غائب حقیقی

غائب مجازی

ندا حقیقی

ندا مجازی

ندا غائبہ  
تقدیری کا بیان

ذکرین نکتہ

آئندہ اس کے بعد  
کے نین نکتہکی نکتہ کی وضاحت  
منا و کا عدم ذکر

نکتہ اسکے ذکر سے مقصود بھی ہوتا ہے مثلاً اسکے ذکر سے جان کو لذت حاصل ہوتی ہو جیسے شعر  
 اے دوست دست حافظ تعویذ چشم زخم ست + یارب بہ بنیم آنرا در گردنت حامل + کبھی جل جہنم  
 اپنے خشم و غضب کا مورد بنانے کے لئے جیسے کہتے ہیں شعر شاہد معنی عیان و ما بصورت  
 ملتفت + اے درون جہل خون اے روئے نادانی سیاہ + یعنی دانت پیسکر جہل اور نادانی  
 پر غصہ اُتارتا ہے اور کہتا ہے اے جہل تیرا دل خون ہو جاے اے نادانی تیرا کالامنہ کبھی  
 اس غصہ اور ملال میں ایسا مضطر اور عجول ہو جاتا ہے کہ آئندہ کے ذکر کیے تک صبر نہیں ہوتا  
 خان آرزو کا شعر ہے شعر گلہ آہ از تو دارم کہ چہ کردہ تو با من + بفلک ترا ساند کم کہے اثر کردی  
 اور جب تحقیر یا تعظیم یا تعیم مناد منظور ہوتی ہے تو بھی مناد کو ذکر نہیں کرتے اسکی جگہ اسکی صفت کو قائم  
 کرتے ہیں تا وہ وجہ تحقیر یا تعظیم بھی سامع کو معلوم ہو جاے اور عذر ترک مناد ابھی مسموع صاحب کا  
 شعر ہے شعر چہ بخونا خدا گردیدہ اے از خدا غافل + چونکہ یہ صفت جملہ نہیں مصدر بکاف رابط  
 نہیں سعدی رح شعر ہے پسندیدہ حیث بردر ویش + از براے قبول منصب خویش + تا دل باو  
 بدست آرمی + حیث باشد کہ حق بیازاری + یعنی اپنے نفع کے لئے غریب مسکینوں پر ظلم کرنا پوشا  
 کی خوشامد میں حق جل و علا کو ناراض کرنا نے شک تذلیل و تحقیر کے مستوجب ہے پھر مخاطبہ اور مکالمہ  
 میں ایسے نالائق کا کیا نام لین اور کیسی غطت اور بزرگی کی وجہ سے بھجواے نامش بزبان گفتیم از  
 بخیر دیت مناد کو ذکر کرنا جیسے سیاوش اپنے قتل کے وقت خدا سے عز و جل سے التجا کرتا ہے۔  
 شعر سیاوش بنالید بر کردگار + کہ اے برتر از گردش روزگار + اے وہ خداوند کہ گردش زمانہ کا بُرا  
 یا بھلا اثر تیری ذات پاک تک نہیں پہنچتا تیری ذات پاک اس سے برتر ہے بجائے مناد اس  
 خاص صفت کے ایراد سے بطریق براعت ایسا کرتا ہے کہ وہ گردش زمانہ کا مارا ہوا ہے۔ ای طرح  
 تعجب و تحسرت و تمنائی محویت میں مناد کا ذکر کرنا بھولتا ہے انکے مسئلہ آگے آتے ہیں غرض اس قسم کے  
 نکات معنوی بیان کیے جائیں یہ دستور نامہ کا ہیکور مہیگا بستان خیال بنجائیگا فقط آپکی لطف اندوزی  
 کے خیال سے بطریق نمونہ کچھ بیان کر دیا حاصل کلام یہ ہے کہ ندا سے غائب معرض خطاب میں آتا  
 ہے ایسا واسطے بعد ندا کے یعنی جواب ندائیں وجوباً صیغہ خطاب کا استعمال پاتا ہے جیسے ظاہر ہو  
 لیکن یہ نکتہ فریاد رکھنے کے قابل ہے کہ عین حالت ندائیں وہ اسم جسکو ندا کر رہے ہیں بزرخ یعنی

یعنی حالت ندائیں وہ اسم جسکو ندا کر رہے ہیں  
 بتایا اور باعتبار استعمال عرب کی صیغہ فاعلیہ اور فاعلی میں صیغہ حاضر کر رہے

مین مین حاضر و غائب کے رہتا ہے نہ تو اُسکو پوری طرح غائب ہی کہیئے نہ حاضر اس واسطے اس حالت  
توسطی مین استعمال ہر دو صیغوں کا غائب ہو یا حاضر جائز ہے یہ امر اُسوقت بخوبی مبرہن ہوتا ہے  
کہ موصول یا موصوف پر جسکی صفت جملہ ہذا واقع ہو لیکن عربی مین صیغہ غائب کا استعمال اکثر  
ہے حاضر کا کثر اس واسطے کہ جسکو ہم پکارتے ہیں وہ غیبت حقیقی یا مجازی مین ہو گا اگر یہ بات  
نہوتی نہ اکر نے کی ضرورت ہی کیا پڑی تھی پس اُسکو نہ اکر نا غیبت سے نکال کر خطاب مین دخل  
کرنے کے لیے ہوتا ہے توجیب تک نہ اوری نہوگی وہ غیبت سے شرف خطاب مین نہیں آسکتا  
یعنی عین حالت نہ امین وہ پورے طور سے مخاطب نہیں بنا جیسے وہ پورے طور سے غائب بھی نہ رہا  
لیکن فقط اس مخاطب نہ بننے کو لحاظ کر کے احکام غائب کے اُسپر جاری کئے جاتے ہیں یا یہ کہ مسناد  
اسم ظاہر ہوتا ہے اور اسماء ظاہر ہمیشہ غائب ہوتے ہیں تو یہاں بھی لفظ کے اعتبار سے مسناد  
غائب ہوا پھر اب غائب کی طرف ضمیر خطاب کا پھیرنا مکروہ جان کر استعمال حالت نہ امین غائب ہی کہتے  
ہیں۔ یا یہ وجہ ہے کہ جب مسناد حالت نہ امین نہ غائب رہا نہ مخاطب بنا گیا ایک اطلاق کے درجہ مین  
اگیا تو اُسکے لیے کوئی صیغہ بھی مطلق ہونا چاہیئے اور خارج مین مطلق کا کوئی وجود نہیں تو ناچار اُسکو  
فرد کامل کی زمری مین لایا اور غائب کا فرد کامل ہونا سالہ زمرت افشار مین ہمنے مبرہن کر دیا ہے  
یہ مختصران توطیہ اور تمہیدوں کی گنجائش نہیں رکھتا جیسے ارشاد ہدایت بنیاد ہوتا ہے یا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ  
اٰمَنُوْا اٰمَنُوْا تَبٰی کا شعر ہے شَعْرٌ یَا مَنَ تَحْکَمُ فِیْ نَفْسِیْ فَعَدَّ بِنِیْ ۚ وَ مَنَ فَوَادِیْ عَلٰی قَتْلِ  
یَضَافَرُہ۔ اور وجہ استعمال حاضر ظاہر ہے کہ وجوہات اولی کی عکس ہے یعنی استعمال صیغہ غائب  
کی وجہ یہ تھی کہ وہ غیبت سے حیز خطاب مین کامل طور سے نہیں داخل ہوا تو گویا اب تک غائب  
ہی رہا پس استعمال صیغہ حاضر کی یہ وجہ ہے کہ وہ غیبت سے جانب خطاب چل پڑا ہے تو اب  
پورا غائب نہ رہا گویا مخاطب بن گیا اور یہ کلام عرب مین بہت کم ہے شاعر کہتا ہے شَعْرٌ مِّنْ اَجْلَاسِ  
یَا اللّٰہِیْ تِمَمْتَ قَلْبِیْ ۚ وَ اَنْتَ بِخَیْلَہٗ بِالْوَصْلِ عَنِّیْ ۚ مگر فارسی مین صیغہ حاضر ہی کا بیشتر استعمال  
ہے جیسے شعر ہے کہ یہ کہ از خزانہ غیب ۚ گبر و ترسا و طیفہ خور داری ۚ مولوی معنوی فرماتے ہیں  
شعر گوش نہ اے تو طلب گار صواب ۚ بشنوائن اشکال و بہت راجواب ۚ اور غائب بھی استعمال ہے  
مگر کثر جیسے نظامی ۚ حمد مین فرماتے ہیں شعر اے جہان راز، ہیج سازندہ ۚ ہم نوا بخش دہم نوازندہ ۚ

وَجَائِزِ غِیْبَتِ مَسْنَدِ

وَجَائِزِ غِیْبَتِ مَسْنَدِ

وَجَائِزِ غِیْبَتِ مَسْنَدِ

وَجَائِزِ غِیْبَتِ مَسْنَدِ

غیبوت مندو  
کہ ایک کلمہ  
اور صواب کا  
تو بہت اور  
جانب سے  
دیکھا جائے  
تو غیبوت مندو  
کا بیان  
کلیتاً غلط ہے۔

اور نیز اس میں یہ بات بھی ہے کہ عربوں نے لفظ اور معنی دونوں کی رعایت کی معنوں کی رعایت  
یہ ہے کہ پہلے سے اسکو غیبوت حاصل ہے لیکن اس خطاب کی وجہ سے وہ پورا غائب نہ رہا غیبوت  
اسکی ناقص رہ گئی تو اسکو ابھی سے بہ نسبت حاضر کہنے کے غائب کا اطلاق امر حقیقی ہوگا اور رعایت  
لفظی یہی ہے کہ مناد اکثر اسم ظاہر ہوتا ہے اور اسم ظاہر غائب تو اس غائب صورتی کی جانب ضمیر خطا  
کا پھیرنا مکروہ سا ہے۔ یہ کہ عربوں نے ماکان کا اعتبار کیا فارسیوں نے مایول کا واسد تعالیٰ شانہ علم  
بالصواب۔ کلمات ندائیہ یا وایا وایو بالکسر ودارے یہ سب صدارت کو مقتضی ہیں جیسے یارب۔ اہل  
فارس اس مرکب کو ایک کلمہ قرار دیکر معنی ہاے و اے کے لیتے ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ درود مصیبت کے  
وقت ہر پہلو ہر آن یارب یارب کرتا رہتا ہے تو اسکو معنوں میں ہاے و اے کے کر لیا اسی بنا  
پر صائب ہمنہانی نے اپنے شعر میں اسکی جمع یاربہا تراشی ہے شعر چہ مخونا خدا گردیدہ اے ارحم  
غافل و ندارد این سفر باد مرادی غیر یاربہا اور یاربے تنکیر کا ایسوجہ سے اسپر لانا جائز سمجھا گیا  
مولوی معنوی رح فرماتے ہیں شعر نیز روزے با خدا زاری نکرد و یاربے نامدا ز روزے بدرود سوئی  
شعر ترسی کہ پاک اندرونی شبے و برآرد ز سوز جگر یاربے مثال ایک کی فردوسی کا شعر ہے شعر ایشاہ  
محمود کشور کشاے و گراز من ترسی ترس از خداے و اوراے بھی بوجہ توافق لسانین عرب و عجم میں  
مشترک ہے لیکن عرب بالفتح بولتے ہیں اور عجم بالکسر جیسے اے کریم اوراے تھمیر کے موقع میں مستعمل ہوتا  
شرف شغائی کا شعر ہے شعر اے گیدی تو کجا شعر کجا درک کجا و لاف چیزے کہ ندانی چہ زنی پیش کسان  
اور الف ندائیہ منادا کے اخیر میں لاحق ہوتا ہے جیسے شعر کریم بخشاے بر حال ما کہ ہم اسیر کمند ہوا  
اب سنو کلمات ندا کو ایک سے زیادہ ایک منادا پر لانا بعلت حصول استغناء ممنوع سمجھا گیا ہے چنانچہ روزنی  
نخاۃ عرب کا قول نقل کرتے ہیں الممنوع اجتماع الکی التعریف الاستغناء حاصل یا حدھا لیکن بعض وقت  
استماع مح کے موقع میں زیادہ توجہ دلانے کے قصد سے یا کمال تضرع یا زیادہ آرزو و حسرت و افسوس  
جتلانے کے لئے جو منادا پر ندا کیجاتی ہے متاؤل ہے یعنی یہاں یہ نہیں ہوتا کہ ایک ہی منادا پر ادا نیت  
دوبار لائے جاتے ہوں بلکہ حسب طرح کلمہ ندا کر رہے تکرار منادا بھی مقدر ہے فردوسی رح جنگ بثرن و ہون  
میں لکھتے ہیں شعر بدادار گفت اے جہان داورا و سنو گر بدین خستہ دل بنگرا یعنی اے دادار احو  
جہان داور۔ بثرن کا محل شہا ہی بن منیر کے ساتھ داخل ہو کر گھیرا جانا بیان کرتے ہیں شعر چنین گفت

مناد ویر کلمات  
ندائیہ کا کر لانا  
اس قول سے صرف  
بہت پس امر کی  
توجہ سے کہ  
مطلوع نظر کے  
ایک منادا پر دوام  
ندائے جابین

کالے کردگار امرا و رانیٰ نخواستہ بدن ایدرا یعنی اسے خدا سے کروگار۔ چنانچہ کلمہ ندا سے کاجوہدار کو مقتضی ہے مناد با حرف ندا سے منجز واقع ہونا اس امر کو محقق کرتا ہے جیسے عربی کے اس شعر میں شعر اور اسے نہ سزا ہے تو ہمیں تعریف ست و کہ عذیم ست عدلیت چو خداوند عظیم و یعنی اسے داور اسے شاہ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اشعار سابق میں الف کو جو منادا کے اخیر میں ملحق ہے ندا کا حرف نہ کہیں بلکہ ایک زائد محض سمجھیں جب طرح مصرعہ دوم خستہ دل بنگرا میں ہے یا اس قسم کا زائد سمجھا جائے جو مذہبہ اور استغاثہ کی خصوصیات سے مصوت کے لئے لایا جاتا ہے یا جس طرح عرب یا غلاہی کی یاے متکلم کو الف سے بدل کر یا غلاہا کہتے ہیں اور فارسی میں بھی بعض مقنین نے ملاذا معاذ کے الف کو متکلم کا مانا ہے اگر فارسی میں الف متکلم کا ثابت ہو جائے یہاں مناد پر الف متکلم کا خاصہ کہہ سکتے ہیں یعنی اسے کروگار اسے کردگار میں پس بہر حال مصنف شاہنامہ فردوسی علیہ الرحمۃ پر دربارہ تکرار کلمہ ندا صاحب موت فاروقی کا اعتراض نے اعتنائی کی وجہ سے ہے اور یہی حکم ہے تعجب و تہدید و استغاثہ و مذہبہ کا دربارہ استعمال آلات ندا خصوص استغاثہ و مذہبہ کے لئے واجب بھی لاتے ہیں میرغیث ہمدانی محوی کا شعر ہے شعر وافر یاد و عشق وافر یاد و کارم بیکے شوخ نگار افتاد و گرداد من شکستہ داد دادا و ورنہ من و عشق ہرچہ بادا بادا۔ اور مذہبہ کے وقت یعنی کسی نعمت کے زوال و فوت پر یا کسی مصیبت کے پہونچنے پر ان ندائیہ حروف کے ساتھ رویا جاتا ہے جیسے شاہنامہ میں سیاوش کی خبر موت سنکر پیران و سیکا زاری کرنا شعر ہمیگفت زار اسے سزاوار تاج و کہ چون تو نہ بیند در تخت عاج و مقتل میں سیاوش کو موئے کشان لیجاتے ہوئے دیکھ کر فرنگیس مذہبہ کرتی ہے شعر بگفت این درو سیاوش بدید و دورخ را بکند و فغان بر کشید و کہ شاہا دلیر اگوا سرور و سرفراز شیرا کند آورا و بایران برو بوم بگذاشتی و سپہدار را باب پنداشتی و کنون دست بستہ پیادہ کشان و کجا افسر و گاہ و گردن کشان پرستم کا مرگ سیاوش پر زاری کرنا شعر ہیگفت رستم ایانا مدار و ندیدست دوران چو تو شہر یار و اسی طرح اظہار تعجب و حسرت و آرزو و استغاثہ و تہدید کے لئے بھی ندا کرتے ہیں جیسے قتل سیاوش کے بیان میں فردوسی کہتے ہیں شعر بزدوست و ریش شہنشاہ گرفت و بخواری کشیدش خاک و شگفت نظامی شعر شہ ارملک عالم گرفت اسے شگفت و من آزا اگر فتم کہ عالم گرفت و حسرت میں جیسے مصرعہ اسے بسا آرزو کہ خاک شدہ و تمنا اور آرزو میں جیسے شعر مرا اسے کا شکے مادر نرادرے

تجید حسرت آرد  
استغاثہ بیکلہ ندا



اگر زادے کے شیرم نہ ادا ہے : در حقیقت خصوص ان مواقع میں منادا محذوف ہوتا ہے معلوم ہو جائے کہ مشکلم اپنے تعجب و تحسّر و تمنّا میں ایسا محو ہے کہ اُسکو منادا یعنی اپنے مخاطب کا بھی دھیان نہیں رہا۔ اور بعد کلمہ ندا کے جو مذکور ہے وہ جواب ندا ہے مثلاً اے شگفت یعنی اے مخاطب تعجب ست رہا تو اے عربیہ میں ان پر لام وغیرہ کا لانا اور استغاثہ کی بحث میں درج کرنا اُس زبان کی ترکیبوں کی خصوصیت ہے اور استغاثہ جیسے شعر بدادار گفت اے جہان داورا : سوز و گریہ بدین خستہ دل بگرا۔ اور تہدید جیسے شعر ایا شاہ محمود کشور کشاے : گرا ز من نترسی بترس از خدا ہے :

### المصدر

مصدر ایک اسم ہے جو حدث کے لئے وضع کیا گیا ہے اور حدث ایک معنی قائم بالغیر بشرط الحدوث والتجدد کا نام ہے اور اسی شرط کا اعتبار و عدم اعتبار و حاصل مصدر کا جدا شناس بنا ہوا ہے خواہ وہ معنی اُس غیر سے صادر ہوں جیسے رفتن و زدن یا صادر نہوں بلکہ اُس غیر کے ساتھ شخص اتصال و قیام کا علاقہ رکھتے ہوں جیسے رستین و مردن و بودن و شدن پس معلوم ہوا کہ مصدر کو اس اعتبار سے مصدر نہیں کہتے کہ معنی قائم بالغیر اُس غیر سے صادر ہوتے ہیں بلکہ باین اعتبار کہ افعال اور صیغہ صفت اُس سے نکلتے ہیں۔ جاننا چاہئے کہ بحث مصدر اور حاصل بالمصدر دقیق اور بڑے غور سے سمجھنے کا مقام ہے۔ میں اپنے اکثر خیالات کو اس مقام میں بعض فضلاء کے خلاف پاتا ہوں اور امر اپنے نزدیک محقق ہے وہی معرض عرض میں لاتا ہوں۔ اور انظر غور سے دیکھا جائے معلوم ہوتا ہے کہ مصدر میں تین درجے ہیں ایک مطلق مصدر جو درجہ میں لا بشرط شے کے ہے یعنی اُس میں نہ اعتبار وجود و ساخت حدث کا ہے نہ اُس کے عدم کا۔ دوسرا مصدر مطلق جو بشرط لاشے کے درجہ میں ہے یعنی اُس میں از روئے وضع حدث سازج معتبر ہے یعنی اُس میں نسبت جانب فاعل کا عدم لحاظ معتبر ہے کیا معنی کہ نسبت جانب فاعل مفہوم مصدر میں ماخوذ نہیں بتخلات فعل کے ایسوجہ سے فعل کو از روئے عمل اصل قرار دیتے ہیں اور مصدر کو فرع مان از روئے اشتقاق اسکا عکس یعنی مصدر اصل ہے۔ تیسرا درجہ وہ ہے جس میں نسبت فاعل کا ملحوظ ہے یعنی وہ مقید ہے بقید معروف و مجهول یہ درجہ بشرط شے کا ہے لیکن ہم جس مصدر کو مقسم بنایا جاتے ہیں وہ مصدر مطلق ہے جس میں از روئے وضع حدث سازج معتبر ہے چونکہ مطلق خارج میں اپنا ذاتی اور اصلی وجود

مصدر میں تین درجے

فعل از روئے عمل  
مصدر کے اصل  
ہے اور مصدر از روئے  
اشتقاق فعل  
کے لیے اصل

نہیں رکھتا تو ضرور مصدر مقید کے ضمن میں ہو گا جیسے آراستن زید و ستودہ شدن یکہ اور اگر وہ کسی سے بنا ہوا نہ ہو تو اصلی اور وضعی ہے۔ اگر بنا ہوا ہو جعلی وغیرہ وضعی لیکن مصاد جعلی ہوں یا اصلی اُن سے اشتقاق افعال کا تحقیقاً ہو یا تقدیراً ضروری امر ہے۔ اور پھر یہ اشتقاق جمیع افعال و صفات کا ہو تو کامل التصریف کہلاتا ہے جیسے گفتن و کردن جسے گفت گفته گوید گوئی گویندہ اور کرد کردہ کنند کن کنندہ مشتق ہیں ورنہ ناقص التصریف و مقضب کہلاتا ہے جیسے آخن و سخن اسکی بحث مضارع مسموع نہیں مگر فارسی میں کوئی ایسا مصدر کہ جس سے کوئی فعل مشتق نہ ہو نہیں دیکھا گیا البتہ عربی میں موجود ہے جیسے أَفْكَلُ أَحْمَدُ کے وزن پر کانپ اُٹھنا اسکے معنی ہیں جیسے کہتے ہیں أَخَذَهُ أَفْكَلٌ إِذَا إِذْ قَعَدَ مِنْ بَرٍّ أَوْ خَوْفٍ اسی لئے تعریف مصدر میں اشتقاق افعال کو جو ضروری مانا گیا ہے تحقیقی و تقدیری ان دونوں میں عام رکھا گیا ہے تا اس نوع مصدر معدوم المشتقات کو بھی شامل رہے یہ امور سماعی ہیں قیاس کو اس میں دخل نہیں۔ مصدر کی علامت فارسی میں نون ہے بعد تا کے یا وال کے بشرط حصول صیغہ ماضی بعد از الہ نون جیسے گفتن و کردن اس سے واضح ہو گیا کہ گردن بوزن کردن و آبتن بوزن دانستن و خوشتن بوزن رشتن مصاد نہیں گو کہ ان کے اخیر میں نون بعد تا یا <sup>بے تک کردن و دانستن</sup> دال ہے مگر بشرط (حصول صیغہ ماضی بعد حذف نون) نہیں پائی جاتی تو بحکم اذافات الشرطیات المشروطہ یہ اسم مصدریت سے خارج ہو گئے۔ اور مصدر کے تین حال ہیں لازم یا متعدی یا مشترک لازم جیسے آمدن و رفتن متعدی جیسے کردن و گفتن مشترک جیسے سوختن و کشادن <sup>شعر</sup> آخر ویدم کہ در وفا و مہرت ہر دول سوزم نسوزد دمانے ہا سے دل را سوزم <sup>شعر</sup> در خم زلفش دل دیوانہ دارد پیچ و تاب ہر چون کشاید زلف کشاید گرہ از کار ما ہا سے کشاید زلف را۔ اور متعدی کی دو قسم ہیں۔ معروف و مجهول۔ معروف وہ ہے کہ جس میں فاعل کی جانب اسناد کرنے کی صلاحیت ہو جیسے کردن و گفتن صلاحیت مذکورہ کی وجہ سے ہم کہہ سکتے ہیں کردن زید کا را و گفتن او سخن را۔ مجهول وہ ہے کہ صلاحیت اسناد و مفعول کی رکھے جیسے ترکیب مشہور کردہ شدن و گفته شدن جس صلاحیت کی وجہ سے ہم کہہ سکتے ہیں کردہ شدن کا و گفته شدن سخن۔ یہاں یہ بات بھی مد نظر رکھیں کہ اہل فارس کبھی ایک ہی صورت کو معروف و مجهول کے لئے استعمال کرنے میں اہل عرب کے ہم قدم بھی ہو جاتے ہیں جیسے نظامی جہ دارا کے مارے جانے کے داستان میں لکھتے ہیں <sup>شعر</sup> چو در نسل ما کشتن آید نخت ہا کشدہ نسب کرد ہر مادرست ہ

مصادر ناقص التصرف

مصادر معدوم الاشتقاق

فارسی میں علامت مصدر

مصادر مکمل حال لازم متعدی مشترک

مصادر معدوم

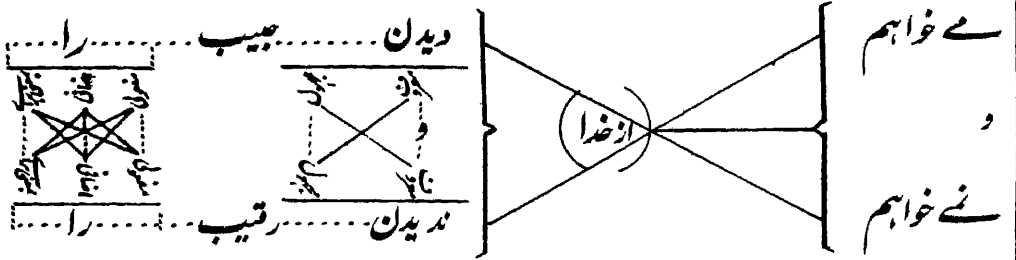
مصادر مجهول

فارسی میں فعل کی کچھ معروف و مجهول کے لئے ایک ہی صورت

معنی شعر مشہور و خواہم  
از خدا و یکتا خواہم از خدا

سعدی در شعر اگر عاشقی خواہی آسوخن و زکشتن فرح یابی و زسوخن و اسے کشتہ شدن۔ نظامی  
شعر بخود گم شوم خلق را رہنماے و ہمایون ز کم ویدن آمد ہماے و اسے کم دیدہ شدن۔ اسی طرح لفظ  
دیدن کا اس مشہور شعر میں شعر می خواہم از خدا و نمی خواہم از خدا و دیدن حبیب را و ندیدن رقیب را و  
لیکن یہ سند اسوقت واضح تر سمجھ میں آئیگی کہ معنی شعر کے بطور لغت و نشر غیر مرتب لیئے جائیں یعنی شعر  
کہتا ہے کہ میں خدا سے چاہتا ہوں کہ رقیب کو نہ دیکھوں اور خدا سے میں نہیں چاہتا دیکھے جانے حبیب کو  
یعنی یہ نہیں چاہتا کہ کوئی شخص اس کو دیکھے اس شعر کے معنوں میں اور بھی احتمالات ہیں چونکہ وہ اکثر  
بطریق طبع آزمائی پوچھے بھی جاتے ہیں اسوقت جو کچھ میری سمجھ میں آئے لکھ دیتا ہوں اگرچہ بعض معنی  
مفید استناد ہوں غرض شاعر کہتا ہے کہ میں خدا سے چاہتا ہوں کہ حبیب کو میں نہ دیکھوں یا حبیب  
مجبور دیکھے (اس صورت ثانی میں را اضافی ہوگا یا بمعنی برائے) اور رقیب کو میں نہ دیکھوں یا رقیب مجبور  
نہ دیکھے یا حبیب رقیب کو نہ دیکھے یا رقیب حبیب کو نہ دیکھے (ان اخیر کی دونوں صورتوں میں را اضافی  
یا بمعنی برائے ہوگا) اور یہ کل معنی دونوں مصدر و ن کو معروف قرار دینے کی تقدیر پر ہیں اگر دونوں  
مصدر مبنی للمفعول یعنی مجہول بنائے جائیں یہ معنی ہونگے کہ میں خدا سے چاہتا ہوں دیکھے جانے  
حبیب کو یعنی میں اس کو نہ دیکھوں اور رقیب کے نہ دیکھے جانے کو یعنی رقیب کو میں نہ دیکھوں یا حبیب  
نہ دیکھے اور خدا سے نہیں چاہتا دیکھے جانے حبیب کو یعنی رقیب کا یا کسی غیر کا حبیب کو نہ دیکھنا اور  
نہ دیکھنا رقیب کو کسی غیر کا یا رقیب کا کسی غیر کو اسوقت بھی اضافی یا بمعنی برائے ہوگی یا نہ دیکھے  
جانے رقیب کو یعنی کوئی غیر شخص اس کو نہ دیکھے یعنی یہیں کوئی غرض نہیں کہ کوئی غیر شخص رقیب کو  
دیکھے یا رقیب اس غیر کو یا نہ دیکھے۔ اور یہ معنی بھی ممکن ہیں کہ مصرعہ ثانی می خواہم کے متعلق کر دیا جائے  
اور می خواہم کا مفعول مقدر مانا جائے یعنی می خواہم غیر ازین چیز سے دیگر۔ اور یہ معنی بھی ممکن ہیں کہ  
خواہم و می خواہم کے دو متضاد صیغوں سے جو تعین مفہوم ہوتی ہے اس سے یا تو اپنی تمام آرزو اور  
کل خواہش یعنی مقصود و محض مضمون مصرعہ ثانی کو ٹھہرا لیں تقریر اسکی اس طرح کی جائے کہ میں چاہتا ہوں  
جب اور نہیں چاہتا ہوں حبیب مطلوب ہی ہے کہ یار کا دیدار ہو اور غیر سے میرا اسکے سوا خدا سے کچھ  
نہیں چاہتا۔ یا اس تسمیم سے مستثنا کا محض مطلوب ہے یعنی یہ کہتا ہے کہ اپنی مراد جو مصرعہ ثانی  
میں مذکور ہے چاہوں تو اپنے خدا سے اور نہ چاہوں تو اپنے خدا سے یعنی سوا خدا کے کسی سے

ہنیں چاہتا۔ والد تعالیٰ اعلم بالصواب۔ یہ کل معنی لغت و نشر مرتب و غیر مرتب و غیر اس جدول  
مذیلہ سے بوضاحت مفہوم ہوتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔



پھر مصدر معروف اصلی اور جعلی پر منقسم ہوتا ہے اصلی وہ ہے کہ بذات خود مصدر ہی وضع کیا  
گیا ہو یعنی وہ اپنی وضع اولیٰ میں مصدر ہو اسی سبب سے اسکو وضعی بھی کہتے ہیں جیسے  
کردن و رفتن وغیرہ۔ جعلی وہ ہے کہ وضع اولیٰ میں بذات خود مصدر نہیں وضع ہوا بلکہ کسی ترکیب  
وضع ثانویٰ میں جا کر وہ مصدر بن گیا ہو اسی وجہ سے اسکو غیر وضعی بھی کہتے ہیں اور وہ ترکیب بحسب استقرا  
اسم پر علامت مصدر و آن کی لگانی اور انکے بیچ میں ایک دعامہ یعنی پرکن یاے تحتانی دخل  
کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور وہ اسم عام ہیں اس سے کہ جامد ہوں یا مصدر ہوں یا مشتق۔  
اور اسمائے جامد بھی عربی کے ہوں خواہ فارسی کے پھر اس میں بھی اعلام لیکن ہندی کے اسم  
جامد سے ترکیب مسوع نہیں اگرچہ قیاس اسکو بھی متقاضی ہے اول جیسے مکیدن و مدیدن و ابابکرین  
و عمریدن یعنی انکی زیارت قدس امارت سے شرفیاب ہونا ملاطری کا شعر ہے شعر مدنییم پس از  
مکیدن نہ کبس حیلہ و نہ مکیدن نہ مرقد پاک نبی طوفیدییم و عمریدییم و ابابکریدییم و ثانی یعنی فارسی  
کے اسمائے جامد سے مصدر بنالینا جیسے جنگ سے جنگیدن دیر سے دیریدن ویر کرنا۔ پرہیز سے  
پرہیزیدن خواب سے خوابیدن شکوہ سے شکوہیدن۔ نظامی شعر شکوہید دارا ز زری چنان و  
حسدرابر و تیر ترشد عنان و ایسے ہی گمان سے گمانیدن فردوسی شعر سپاہی کہ سکار خواتند شان  
و پلنگان جنگی گمانند شان و اسطرچ چراغ سے چراغیدن بمعنی چراغ روشن کرنا بلکہ ترنگ سے  
جو آواز شمشیر و تیر و کمان وغیرہ ہے ترنگیدن بنالیتے ہیں اشیرالدین اومانی کا شعر ہے شعر زکوب  
گرز و ترنگیدن حسام بود و فضا سے معرکہ بھون و کان آہنگ و اور مصادر بھی خواہ عربی کے ہوں خواہ  
فارسی کے خواہ ہندی کے اول جیسے طلبیدن و فہمیدن و طلوعیدن و سیریدن میر تقی شیرازی کا  
شعر ہے شعر شد موی سپید و خبرم نیست ز غفلت و چون خفته کہ غافل ز طلوعیدن صبح ست و طاشانی

تعیین مصدر  
اصلی و وضعی

تعیین مصدر جعلی

مصدر جعلی کے  
اعلام سے ترکیب

مصدر جعلی کی اسکا  
جامد فارسی و ترکیب

مصادر عربیہ سے  
مصدر جعلی کی ترکیب

مصادر فارسی سے  
مصدر جعلی کی ترکیب

مصادر ہندی سے  
مصدر جعلی کی ترکیب

شعر جہاں در سایہ خورشید میں معمور و من محروم : بکام غیر سے سیر و عجب سیارہ دارم : ثانی  
یعنی ترکیب مصادر فارسی سے لیکن وہ مصادر صورت میں امر حاضر کی آتے ہیں جیسے روئیدن و  
کوبیدن و خیسیدن و کاویدن و گسلیدن و کاہیدن و آوردیدن و رسیدن و آگنیدن - نظامی رح  
شعر چو ماشورہ ہندوانی بزرگ : میان آگنیدہ بہ تیر خدنگ - ظہوری شعر نکاسیدہ یک جواز بود و خوار  
ز خلوت نشینی بگو سود خویش : جامی رح شعر بکوہ قاف رفتن پابرہنہ : دزاجا سنگ صمدین آوردین  
سعدی رح شعر بگوشش فروگفت کاے ہوشمند : بدائے زجانے رہیدم زبند : ثالث یعنی مصدر  
ہندی کے ساتھ ترکیب یہاں بھی وہی مصادر جو بصورت امر حاضر ہوں جیسے ماریدن و چلیدن -  
استاد عنصری کا شعر ہے شعر اگر مارے و کڑوے ہست طبعش : بصحراش چون مار و کڑوم بارے :  
خسرو شعر از چل چل تو پائے من زار شد کچل : من خود نمی چلم تو اگرے چلی بچل : میر خجابت صبا  
گل کشتی کا شعر ہے شعر عالمے را بکشی گز بچفای چلدت : ہرچہ خواہی بکن اسے شوخ ہاے چلدت  
لیکن الفاظ ہندی کی ترکیب اکثر مطالبہ میں مستعمل ہوتی ہے اور ممکن ہے کہ یہ الفاظ ہندی الاصل  
نہ ہوں بلکہ توافق و اشتراک سائین کی وجہ سے فارسی میں بھی مستعمل ہو گئے ہوں مثلاً چل چال کا  
مخفف ہو جبکہ حاصل مصدر چال آتا ہے سعدی رح شعر بیاتادین شیوہ چالش کنیم : ہر خصم را  
سنگ بالش کنیم : جب طرح فعل رابطہ ہے ہیند زبان درسی اور ہندی میں مشترک ہے حافظ رح کا شعر  
ہے شعر ساتی اگرت ہواے ماہے : جز بادہ میار پیش ماشے : مولانا سے روم قدس سرہ القیوم  
فرماتے ہیں شعر گفت یارب گر ترا خاصان ہیند : کہ مبارک دعوت و فرخ پے اند : اور یہ مصداق  
فارسی کے ہوں خواہ ہندی کے جو بصورت امر حاضر جزو مصدر جعلی ہیں اگرچہ جداگانہ مستقل افزائی  
حالت میں کل کے کل بمعنی مصدر مستعمل ہوتے نہیں دیکھے گئے مگر بعض مصادر جیسے کوبیدن بمعنی مصدری  
مولوی معنوی کے شعر میں شعر بر جہید و سنگ پران کرد و چوب : جملگان بگر نختند از بیم کوب :  
اسی طرح لفظ ہندی کی ترکیب میں جیسے ماریدن میں مار چنانچہ کہا جاتا ہے خدا کی مار سخت ہے  
اگر کوئی پر شبہ کرے کہ جب پہلے ہی سے ان میں معنی مصدری موجود حاصل تھے پھر ان تکلف  
سے اس معنی مصدری کا حاصل کرنا تحصیل حاصل ہے سو یہ محال باطل ہے میں عرض کرتا ہوں  
کہ وہ مصدر جو جزو اس مرکب کا ہے بہر نوع صلاحیت اشتقاق نہیں رکھتا اب اس ترکیب خاں

بیان آن مصادر  
جو ہندی اور  
فارسی میں مشترک  
ہیں

اس کا مخفف  
ہندی میں ہے لفظ  
شعر اور کچل  
شکل : حاضر شود  
پیش : خورند : آورد  
غیر میں : نیرا : جزو  
بیان : مصدران ہندی  
ہند

کی بدولت اس نوع کا مصدر بنجاتا ہے جس میں صلاحیت اشتقاق موجود ہوتی ہے پس یہ تحصیل امر جدید ہوئی نہ تحصیل حاصل اس صورت میں کہ یہ خود مصادِر امر صورت سے مجہول ہیں تو انکو مصادِر مضارعی کہنا خوب نہیں۔ آسمائے مشتق کے جعل میں سوائے مشتقات فارسی مسموع نہیں آئیں بھی صیغہ حالیہ کے ساتھ لیکن نگہداشتن و کشتہ شدن میرے نزدیک اس نوع ترکیب سے خارج ہیں اگرچہ ہم نے اس جعل کو مؤلف مانا ہے مگر اسکی تعریف بنسبت اصلی کے ہے ورنہ دراصل یہ بھی مفرد ہی کیا معنی کہ یہ دعامہ اور علامت مصدر یعنی تَمی دَن اگر نظر استقلال سے دیکھے جائیں کوئی معنی داللفظ نہیں بنتا فقط اس جعل خاص کی علامت ہے۔ تجلّات نگہداشتن و کشتہ شدن کے کہ نگاہ اور کشتہ یہ دونوں اسم مصادِر ناقضہ جزو مرکب کی خبر ہیں فافہم ولا تغفل۔ غرض صیغہ حالیہ کی ترکیب جیسے خورائیدن گریائیدن خندانیدن خوابانیدن۔ لیکن اس جعل خاص کو تعدیہ لازم ہے یعنی اگر وہ مشتق مصدر لازم کا ہے تو اس جعل سے تعدیت یک مفعول کی حاصل ہوگی۔ سعدی رح شعر بہ نرمی د آہستگی کردہ چیرہ طعاش خورائید درویش سیر و اور مشہور شعر ہے ع بخندانم بگریانم جہان را و صائب شعر بہ بیداری چہ خوابد کردیارب بانظر بازان کہ خوابانیدن تیخت خوابانیدن چشمت و اور اس میں تخفیف منظور ہوتی ہے تو کبھی یاے دعامہ کو حذف کر دیتے ہیں جیسے روائیدن و رواندن جسکا مخفف راندن مستعمل ہے و نشاندن و رماندن وغیرہ چونکہ اس تخفیف میں دعامہ جو ایک حرف زائد ہے محذوف ہوا ہے اکثر یہی مستعمل ہوتا ہے اور کبھی الف ماقبل لول کو حذف کر دیتے ہیں۔ جیسے خوابانیدن سے خوا بنیدن اور اس سے خوابنید و خوابنیدہ وغیرہ مشتق ہے۔ فردوسی رح روداہ دختر مہراب اور زال زر کے تشق کی داستان میں لکھتے ہیں شعر سیہ مژہ برزگسان دژم و فروغ و آئند نزد پیچ دم و اے فروغ خوابانید نظامی رح شعر درین رہ چو من خوابنیدہ بسے ست و نزار و کسے یاد کا بنجا کسے ست و لیکن خاص اس مصدر میں جعل پر جعل واقع ہوا ہے یعنی خوابیدن خود اسم جامد خواب سے مجہول ہے اور پھر اسکی مشتق صیغہ حالیہ پر دوسرا جعل واقع ہوا۔ واضح ہو کہ لفظ خواب میں دو اعتبار ہیں ایک اعتبار سے وہ اسم جامد ہے جسکا ترجمہ نیند ہے اور اسی اعتبار سے اصل اور مادہ خوابیدن کا ہے اور ایک اعتبار سے اصل مصدر بصورت امر بھی ہے اور خود امر بھی اس اعتبار سے

صیغہ حالیہ  
مصدر کی ترکیب

تشنہ و تشنیدن  
مصدر کی ترکیب  
صائب و صائبیدن  
و شگبیدن اور صائب  
بخت و بختیدن  
مصدر کی ترکیب  
سیاہ و سیاہیدن

ال جعل حاصل  
کے لئے جو حالیہ  
میں حاصل ہوگا  
تعدیت جدید  
شرط ہے۔

بحث میں یہ امر ثابت کیا جائیگا کہ حامل بالمصدر اصل اور منشاء سے مصدر ہے یعنی باعتبار معنی۔

صہبا کش مصطفیٰ نازک خیالی دریا نوش خستمان نکتہ سرائی حضرت امام بخش صہبائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس خوابیندہ کے نون کو نازنین کے نون کی طرح زائد مانا ہے۔ آپ خور کرین یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ جب جبل خاص اور تعدیت باہم لزوم مساوی رکھتے ہیں یعنی اس تالیف کو تعدیت جعلی عارضی لازم اور تعدیت جعلی عارضی کے لئے یہ ترکیب لازم کیا معنی کہ باقی مصادر جملیہ میں عدم تعدیت جدید شرط ہے مصدر کی حالت جو تعدیت لزوم کے باب میں پہلے سے تھی بعد جبل کے بھی وہی ہونی چاہیئے پس اگر یہ نون خوابیندن کا زائد مانا جائے تو بمعنی ولفظ عین خوابیدن ہوا جس کا جعل جامد اسم سے ہے تو خوابیدن کو کہیں متعدی مستعمل ہوتے نہ سناؤ دیکھا۔ اگر بحسب رائے بعض متقنین اس کو خفتن کے امر سے مجہول کرین تو بھی اس میں بقائے حالت اصلی مشروط تھی تو اس تعدیت جدید کا حصول مبطل شرط ہوگا اذافات الشرط فوات المشروط خوابیندن خوابیدن کا ایک جعل نہ ہوگا ایسے نازک خیال نغز اندیشہ محقق کو بجز اس شعر کے (درین رہ چومن خوابیندہ بے ست) کوئی اور مثال جس میں اس مصدر کا کوئی فعل مستعمل ہو شاید نہیں ملی جس سے امر تعدیت لزوم بخوبی آشوبہ واضح ہوتا خوابیندہ اسم مفعول ہے اور صیغہ مفعول کا چونکہ اصل اور مادہ مجہول کا ہے اور مجہول قوت میں لازم کے ہوتا ہے یہ امر تعدیت ظاہر ہوا الحمد للہ والممتہ میں نے اس امر کے ایضاح کے لئے شعر فردوسی رکھا سیہ مژہ برنگسان دژم ۛ فرو خوابیند و نزد ہیچ دم ۛ پیشکش نظر تحقیق جو بیان کر دیا ہے۔ اور یہ بھی سن لو کہ مصدر ولں پر باے زائد بہت کم شاذ و نادر آتا ہے افعال پر کثرت سے استعمال پاتا ہے لیکن اس قلت استعمال کی وجہ سے حکم غیر فصیح کا لگانا سخت گستاخی ہے سعدی رح کا شعر ہے شہر ہے شہر ہے چون برآرد دہمات کس ۛ کہ نتواند از خود براندن لگس۔ ولہ چہ بخوای از طارم افراشتن ۛ ہمیت لبس از بہر بگزاشتن ۛ فردوسی کتاب یوسف زلیخا کے دیباچہ میں لکھتے ہیں شعر کنون چارہ بایدم ساختن ۛ دل از کار گیتی بپرداختن ۛ ہاں شاہنامہ میں کاؤس کو سودا بہ کے قریب دینے کے داستان میں جو بسودن کا لفظ آیا ہے اُس میں باجوہر کلمہ ہے اور وہ مخفف ہی بیسودن کا یعنی چھونا شعر نذیر از سیاوش چنان نیر بوسے ۛ نشان بسودن نذیر اندر دوسے۔ دوسری جگہ اس کا مشتق بھی مستعمل ہے شعر بتان را بشاہ نوائین نمود ۛ کہ بودند چون گوہر نابود۔ اور بیسودن میر معری کے شعر میں شعر سینہ نرزش جو بیسودم نریر پر نیان ۛ گفتم این سینہ ہنری پر نیانی دیگرست ۛ اسکی تحقیق اس اخیر حصہ

تقریباً صہبائی نے  
خوابیندہ کے نون کو  
نازنین کے نون کے  
نوع کی طرح زائد  
مانا ہے۔

مصدر سے  
زائد جن کلام سے  
لئے بہت کم  
لاحق ہوتی ہے

بیسودن میں با  
جو ہر کلمہ کی ہے  
زائد پرین

مصادر کے اخیر  
میں الف زائد بھی  
حسن کلام کے  
لئے لایا جاتا ہے

جو بیان مصادر کے لئے خاص ہوگا بخوبی کیجائیگی انشاء اللہ تعالیٰ اور یہ بھی سن لو جیسے افعال میں  
الف زائد لاحق ہوتا ہے مصدر کے بھی اخیر میں الف زائد لایا جاتا ہے مثلاً رفتنا و کشتنا۔ فردوسی بزم  
و گر گین کی داستان میں لکھتے ہیں شعر ہر گر گین چنین گفت پس بیزنا کہ من پیشتر سازم این رفتنا  
و کہ چہ با شد مرگفت ازین کشتنا مگر کام بد گوہر اہریمنا

## الحاصل بالمصدر

بیان حال المصدر

واضح ہو کہ مصداق مثلاً زدن زید و کوفتن بکر میں معنی مصدری یعنی اتصاف زید و بکر کا حالت زدو  
کوب کے ساتھ امر انتزاعی اور وصف اعتباری ہے جس کا منشاء انتزاع وہی حالت ہے جو زید و بکر کے ساتھ  
قائم ہے اسی حالت کو جو منشاء انتزاع معنی مصدری ہے ہم حاصل بالمصدر کہتے ہیں اور یہ حالت  
دوسری شے یعنی زدہ و کوفتہ کے ساتھ تعلق وقوعی پائے تو اس امر آخر کے ساتھ متعلق ہونیکا نام  
مصدر مجہول ہے جیسے زدہ شدن و کوفتہ شدن پھر اگر معنی مشتق یعنی ذات اور نسبت مصدر معلوم کے  
ساتھ اعتبار کر لے جائیں یعنی زتمندہ و کوبندہ کے ساتھ حالت زدو کوب کے قیام پر نظر کر کے اس  
زندہ و کوبندہ کی ذات متصف بآن حالت ہونے کو عقل انتزاع کرے اسکو مصدر مبنی للفاعل  
کہتے ہیں جیسے زندگی و کوبندگی۔ مولوی معنوی رحمہ شعرا و بفرمودست مان این بندگی نیست مارا  
از خود این کو بندگی پ اور کبھی وہ مشتق مصدر مجہول کے ساتھ اعتبار کر لیا جاتا ہے یعنی تعلق وقوعی  
زدو کوب کو زدہ و کوفتہ پر نظر کر کے اسکی ذات کے محل وقوع زدو کوب ہونے کو عقل انتزاع کرے  
تو مصدر مبنی للمفعول کہلاتا ہے جیسے زدگی و کوفتگی لیکن در صورت اضافت مصدر معلوم بسوے  
فاعل و مصدر مجہول بسوے مفعول عین مصدر مبنی للفاعل و مصدر مبنی للمفعول بنجاتا ہے  
پس زدن زید و کوفتن شدن بکر اور زندگی و کوفتگی کا (چونکہ اضافت میں قید خارج اور  
تقسید داخل ہوتی ہے) ایک مفاد ہے غرض ان میں فرق اعتباری ہے اگر اضافت کا اعتبار  
کرین باہم اتحاد ہے اگر اعتبار نکوین تفائر ہے۔ غرض حاصل بالمصدر میں بھی دو اعتبار  
معروف و مجہول کے کئے گئے ہیں معروف جیسے گفت عالم و آفرینش خدا و جنبش افلاک و رفتنا  
اسپ اور مجہول جیسے دوخت جامہ و تراش قمیص یعنی بعد تیار ہونے کے یوں کہا جائے دوخت  
جامہ و تراش قمیص زیباست تو دوخت و تراش کو جامہ اور قمیص کے ساتھ تعلق وقوعی ہے کی معنی

بیان مصدر  
معروف و مجہول

حاصل بالمصدر میں  
معروف و مجہول کا اعتبار



کہ دو زندہ اور تراشندہ تو در زمری ہے جامہ اور قمیص دوختہ اور تراشیدہ ہیں تو دوختگی : تراشیدگی  
 اُسکا نام نہاد ہوا یہ جامہ مصدر مجہول ہے اور یہ بات نفس مساحت ہے کہ جس لفظ پر علامت مصدر و ن یا  
 ت نہ ہو اور پھر وہ معنی مصدری دیوے اُسکا حاصل بالمصدر نام رکھیں حالانکہ حاصل بالمصدر ایک معنی میں  
 جسکو ہم حالت کہہ آئے ہیں اور وہ منشاء انتزاع معنی مصدری ہے پس یہ معنی جس صورت میں پائے جائیں  
 وہی حاصل بالمصدر ہے اور وہ صورت میں مصدر حقیقی اصلی ہی کی کیوں نہ ہو مان اُس حالت کے لئے اُس مرتبہ  
 میں تعلق القاعی و وقوعی کا وجود و عدم غیر ملحوظ ہے البتہ تحقق کسی نہ کسی فرد میں ہونا ضرور ہے۔ اول یعنی  
 تعلق القاعی حاصل بالمصدر کا زمری مصدر حقیقی میں ظہور می کے اس شعر میں شعر زخشل سر مرہ پر در چشم دیدن  
 و ز سازش حلقہ در گوش شنیدن یعنی چشم دیدن ناظر کی سر مرہ پر یعنی منور ہوتی ہیں۔ ثانی یعنی تعلق  
 وقوعی حاصل بالمصدر کا زمری مصدر حقیقی میں جیسے نظامی کے اس شعر میں شعر نشست از بار بارہ کوہ دش و بدید  
 ہمایون بر رفتار خوش یعنی دیدار بارہ منظور کا ہمایون یعنی از روے دیدار ہمایون اور از روے رفتار خوش۔  
 واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ خیر یہ سب سہی مگر اس حالت قائمہ کا نام حاصل بالمصدر رکھنا ظاہر نظر میں ہماری  
 تحقیق کے خلاف ہوگا کیا معنی کہ حاصل بالمصدر میں سے توسل اور آلہ متبادر ہوتا ہے اور وہ اس امر کا شعر  
 ہے کہ وجود مصدر کا اُس حاصل سے پہلے ہو بلکہ علت اُس حاصل کی ہو حالانکہ وہ حالت قائمہ یعنی حاصل  
 بالمصدر منشاء انتزاع معنی مصدری یعنی علت اسبب مصدر ہے تو وہ محصل مصدر ہونا حاصل بالمصدر  
 بنا بران فرا نہ فاضل سیال کوئی رحمہ اللہ نے شرح جامی کے حاشیہ میں لکھا ہے والحاصل بالمصدر  
 الهيعة القارة المترتبة عليه اي على المصدر انتهى۔ اول تو حاصل بالمصدر کا  
 مصدر پر مترتب ہونا صواب ہے چنانچہ ہم نے عنوان بیان میں اتباعاً لصدر الشريعة  
 و بحر العلوم بیان کر دیا ہے کہ حاصل بالمصدر منشاء انتزاع مصدر ہے اور اسکا قارہ ہونا بھی  
 باطل ہے اور بعض فضلاء نے اُسکو ایک کیفیت بتلائی ہے یعنی مقولہ کیف میں داخل کیا ہے وہ بھی  
 باطل ہے۔ کہو اسطے کہ بعض حالات میں سے حالت جنبش بھی ایک حاصل بالمصدر ہے جسکو عربی میں  
 حركة کہتے ہیں سو علوم حکمیہ میں مبرہن ہے کہ نہ وہ قارہ ہے نہ کیف پھر صحت تسمیہ کی وجہ بھی یہی  
 سمجھ میں آتی ہے کہ حاصل بالمصدر میں با تعدیہ کی قرار دیجائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔  
 واضح ہو کہ حاصل بالمصدر کئی ہیأت اور کئی ترکیبوں میں رونما ہوتا ہے کبھی مصدر حقیقی کی ہیأت

حاصل بالمصدر  
کی تسمیہ

حقیقی  
حاصل بالمصدر  
کی تسمیہ  
مستقل ہونا  
بجانب مقول

ہیأت میں جیسے فردوسی نبرد سہراب و رستم کی داستان میں لکھتے ہیں شعر میاں دیکھن  
 بہ آورد گاہ بہ مسازید جستن سوے رزم راہ بہ تہوری شعر بہ ادایش ادا رسید نہا بہ عاشق گفتنش  
 شنید نہا بہ اور اس صورت میں حاصل بالمصدر یعنی جو مصدر حقیقی کی زمی میں آتا ہے مجنی مفعول بھی  
 مستعمل ہوتا ہے جیسے شعر مذکور میں گفتنش کا لفظ بمعنی گفتار لے سخن اور نظامی شعر ہمہ خون  
 خامست نوشیدنم بہ ہمہ چرم خامست پوشیدنم بہ اسے چیز کی فعل نوشیدن من براو واقع ست  
 آن خون خامست و لباس من چرم خامست۔ دوسرا صورت میں مطلق ماضی کی اور یہ یا تو تنہا ایک  
 مفروضہ ہو یا دو صیغے ماضی کے مختلف اللفظ متجانس المعنی بترکیب عطفی ہوں۔ اول جیسے نظامی  
 حمد میں فرماتے ہیں شعر بحکم آشکارا بجلت نہفت بہ شناسندہ حیران از وقت گفت بہ امیر خسرو شعر  
 آنکہ بہ بدگفت گرفت خو بہ نیک نگوید کہ نیاید ازو بہ سعدی شعر گفت عالم بگوش جان بشنوہ ورنہ نہ  
 بگفتنش کردار بہ یہ حاصل بالمصدر یعنی مفعول کے ہے یعنی گفتہ عالم اسے سخن عالم اور نیز بیان ہا  
 مفعولی کی تخفیف حذف ہو جانے کا احتمال بھی ہے جیسے انستن کی اسم فاعل ماندہ پر سے اسے  
 فاعلی کو تخفیف حذف کر کے ماندہ کہتے ہیں اور بعض وقت اسے فاعلی کو ثابت بھی رکھتے ہیں  
 فردوسی فریدون کی داستان میں لکھتے ہیں شعر بہ بالاچو سر و برخ چون بہار بہ بہر چیز ماندہ  
 شہر یار بہ مثال مذکور میں اضافت مصدر کی جانب فاعل تھی اور جانب مفعول بھی حاصل بالمصدر کی  
 اضافت کر سکتے ہیں۔ فردوسی شعر زشب نیمہ گفت سہراب بود بہ دگر نیمہ آرمش و خواب بود یعنی  
 بزم رستم میں آدھی رات تک سہراب کا ذکر رہا۔ اس طرح حاصل بالمصدر خورد اس معنی میں مستعمل  
 ہوتا ہے جس پر خوردہ کا فعل واقع ہوتا ہے یعنی طعام۔ نظامی شعر بفرمود کارند خوانہاے خوردہ  
 ہمیں نقلد انہاے ناویدہ گردہ اسے خوانہاے طعام حق یہ ہے کہ بیان خورد حاصل بالمصدر اپنے  
 معنوں میں ہے اور اضافت کے لئے اونی ملابت کفایت کر جاتی ہے۔ ثانی یعنی دو صیغے جو  
 بصورت ماضی مرکب بترکیب عطفی ہیں جیسے سعدی فرماتے ہیں شعر انگشت تعجبی جہانے بہ  
 ازگفت وشتو ماہندان بہ ایسا ہی آمد و رفت یافت و آمد نظیری شعر جز رفت و آمد نفی نیست  
 بود ماہ جاوید زیت ہر کہ ازین یک دو دم گوشت بہ اور نیز ان دونوں ماضیوں میں فصل روابط  
 کا بھی جائز ہے نعمت خان عالی شعر عالی تو از کدام طرف حرف سے زوی بہ روزے کہ دادو

حاصل بالمصدر  
 ماضی کی زمی میں  
 آتا ہو اسکا  
 مفعول ہونا  
 اور اسکی جانب  
 اضافت

حاصل بالمصدر  
 دو ماضیوں کے عطف میں

حاصل بالمصدر  
 رابطہ کے ساتھ

بستد ناز و نیاز بود و شعر زو سخن بر لب نظیری خوش و عشق در گرفت و در شنود آمد و تیسر امر واحد  
 حاضر کی صورت میں اور اسکا حال بھی افراد و ترکیب کے بارہ میں بالکل اُن مصادِر کا سا ہے جو بصورت  
 صیغہ ماضی آتے ہیں اول یعنی افراد جیسے نظامی فرماتے ہیں شعر گریزندگان را دران رستخیز و نہ رو  
 ربائی نہ راہ گریز و سعدی شعر اگر گنجے کنی بر عامیان بخش و رسد بر کتدے را بر سنجے و یہاں مصدر  
 بمعنی مفعول ہونے کا احتمال بھی ہے جیسے آفرین بمعنی آفریدہ یعنی مخلوق۔ نظامی رح در بیان مناظر  
 حکماء ہند با سکندر فرماتے ہیں شعر و پر کار برز و جهان آفرین و دین آفرینش دران آفرین و  
 اے دین آفریدہ و دران آفریدہ اے دو جہاں اسی طرح گزین بمعنی گزیدہ اے مقبول و مختار و  
 برین بالضم بمعنی بریدہ یعنی قاش خریزہ وغیرہ کو قیاس فرمایئے سعدی شعر تو اضع کند ہوشمند  
 گزین و ہند شاخ پر سیوہ سر بر زمین و مولوی معنوی شعر چون برید اوداد اور ایک برین و ہجو  
 شکر خورش و چون انگبین و لیکن یہ امر سند طلب ہے کہ بریدن کی بحث امر بقیاس گزیدن بالضم  
 و آفریدن برین آتی ہے یا نہیں سو عرض کرتا ہوں کہ اسکے امر میں بر و برین دونوں قاعدے  
 جاری ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اسکا بیان بحث فعل میں آجائیکا لیکن اول کثیر الاستعمال ہے جس  
 بریش حاصل بالمصدر حاصل ہوتا ہے۔ طاہر وحید قاش فروش کی تعریف میں لکھتے ہیں۔ شعر  
 مرا نیست غیر از غم تو خورش و ز دنیا مرا بس بود یک بریش و اے یک قاش اور ثانی کم مستعمل ہے  
 جس سے برین و بریش حاصل بالمصدر حاصل ہوتا ہے۔ نظامی شعر ولے باید اندیشہ را تہر و تہند  
 بریش نیاید شمشیر کند و اے برندگی نیاید الخ اسید طرح آگین حاصل بالمصدر بمعنی مفعول مصدر  
 آگدن بمعنی پکڑدن سے۔ فردوسی داستان دفن سہراب میں لکھتے ہیں شعر ہمگفت اگر خنجر  
 زین کم و ز مشک سیہ گردش آگین کم و ثانی مرکب ترکیب عطفی عالم نشین کشور نظم فرماتے ہیں  
 شعر اے مجلسیان سوز دل حافظ مسکین و از شمع سپر سید کہ در سوز و گدازست و اسی طرح  
 در سوز و گداز فصل رابط کے ساتھ کہنا بھی جائز ہے۔ چوتھا ماضی اور امر کی صورت میں جامی  
 شعر بظاہر با ہمہ گفت و شنوداشت و ولے دل جاے دیگر در گرد و داشت و یہاں شنود کا خففت  
 مرخم کہہ نہیں سکتے۔ کسواسطے کہ قافیہ گرو کا واقع ہوا ہے جس کا واد مفتوح الماقبل ہے ایسا  
 گفتگو یہاں بوجہ کثرت استعمال واد فاصل حذف کر دیا گیا اور ایسے ہی شست و شو بخت و پز

ماہن المصدر  
عائز کی زنی میں

ماہن المصدر  
ام عاف مفعول  
کے معنوں میں

بریدن بمعنی قطع کا  
ام برین بمعنی آواز

حاصل بالمصدر  
ماضی اور امر  
کی صورت میں

حال المصدر حاضر  
ہنی مطلق کی صورت  
چشم غیبی  
بالمصدر  
کے الحاق سے

الف وادال  
چشم بالمصدر  
بنی الفاعل  
والفعل ہوا

اور بعض وقت اسکا عکس یعنی امر اور ماضی کی صورت میں مولوی معنوی <sup>۱۲۳۰</sup> شہر اندرین اندیشہ  
تشویش فرود کہ جز اور نیست اینجا باش و بودہ پانچواں صیغہ ماضی کے اخیر میں الف و را کا  
لحق جیسے رفت سے رفتار گرفت سے گرفتار کبھی اس ترکیب میں مصدر بنی للمفعول بھی آجاتا ہے  
جیسے غزالی مشہدی کے اس شعر کے مصرعہ ثانیہ میں شہر کس بخبان پر چہرہ گرفتار مساوہ پہچکن را  
بہچنین قوم گرفتار مساوہ اے گرفتہ شدن مساوہ اور محتمل ہے کہ الف و را نسبت کے لئے لایا گیا ہو  
اور صیغہ لمحق بہما حاصل بالمصدر ہو اور وہ حاصل بالمصدر کبھی تو بنی للفاعل آتا ہے کبھی بنی للمفعول  
یہ دونوں امر لفظ دیدار میں مثلاً بخوبی متحقق ہیں اور جب اس نسبت کو مصدر مجہول پر مانیے دیدار سے  
منظورات مراد ہونگی جیسے چہرہ وغیرہ جسکو طلعت کا ترجمہ سمجھئے مثلاً ماہ طلعت ماہ دیدار نیزہ ویزن  
کی عاشقی کی دہستان میں فروسی کا شعر ہے شہر فرستاد مردایہ را چون نوند کہ روزیر آن شاخ  
سر بلند و نگہ کن کہ آن ماہ دیدار کیست و سیاوش مگر زندہ شد یا پرست و اور جب اس نسبت کو  
مصدر معروف پر مانیے تو دیدار سے ناظر مراد ہونگے جیسے چشم وغیرہ - فروسی پیران کے قتل  
کی داستان میں لکھتے ہیں شہر بدیدند کشتہ بدیدار خویش <sup>۱۲۳۱</sup> سپہبد برادر جہاندار خویش و  
اور اس لفظ گرفتار سے جو غزالی مشہدی کے شعر میں مذکور ہوا ہے شبہ میں نہ پڑ جائیں کہ اس  
میں الف اور را نسبت کا نہیں کس واسطے کہ وہ لفظ متاؤل ہے کیا معنی کہ وہاں مصرعہ ثانیہ میں  
لفظ گرفتار مخم واقع ہے یعنی اس کے اخیر سے یاے مصدری محذوف ہو گئی ہے جیسے  
تلاوت و نادار سے الف فاعلی حذف ہو کر مخم ہی اکثر متعل ہوتے ہیں بعض وقت بلا ترخیم  
الف بھی آتے ہیں اسکا بیان مشتقات میں بالتفصیل کیا جائیگا انشاء اللہ تعالیٰ اسکی  
نظائر بلا ترخیم یاے مصدری خریداری وغیرہ موجود اور خود لفظ گرفتار می بھی متعل ہے اور یہ  
کل ترکیبیں سماعی ہیں قیاس کو اس میں دخل نہیں اور اسمائے جاہد پر اکثر اس کلمہ نسبت میں  
سے بہ نظر تخفیف فقط رالمحق ہوتا ہے جیسے انگشت و زیور - اور زیور میں واو باے موحده کا مبدل  
ہے جیسے سیب سے سیو - بعض مقننین نے زیب اور کلمہ نسبت در کے ساتھ مرکب مانا ہے  
جیسے ہنر و مگر بوجہ قرب مخرج بقاعدہ بتر باے موحده حذف ہو گئی - میرے خیال میں یہ بات  
آتی ہے کہ ہنر و میں در کوئی نسبت کا کلمہ نہیں بلکہ در مخفف آور کا ہے جو امر ہے آوردن کا

پس ہنر و سرور و آور صیغہ فاعل مرکب از اسم و امر ہے یعنی ہنر آور و داد آور سر آور چنانچہ سر آور دہ  
 بھی کہتے ہیں اسکی مثال بلا تخفیف دل آور اور دلاور موجود ہے وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْاَصْوَابِ۔  
 چھٹا صیغہ ماضی کے اخیر میں یاے معروف کا لاحق جیسے کاستی و پند آشتی۔ پیشواے سخنوران شیولے  
 طوس فرماتے ہیں شہر و نیکن نہ ہنگام پند آشتی ست و نہ ہنگام مہر و گہ آشتی ست و نہ تو شاہی  
 کنی کئے بود راستی و پدید آید از ہر سو کاستی و اسی قبیل سے ہے کشادی بمعنی کشادگی مرشد یزد  
 جروی قلعہ کی تعریف میں کہتے ہیں شہر کرد تخی قلعہ در ولی و کاسمان ہست ازویکے منظر و در بلندی  
 چودست شاہ جہان و در کشادی چودست این چاکر و سالوان امر کے اخیر میں الف کا بڑھانا  
 جیسے رہ بالکسر سے رہا بمعنی رستگاری۔ فردوسی جنگ سفید دیو کی داستان میں لکھتے ہیں شہر  
 گراید و نکہ از جنگ این اژدہا و بریدہ پے و پوست یابم رہا و نہ اگر یابم از جنگ این اژدہا و بدین  
 روزگار جوانی رہا و آٹھوان امر کے اخیر میں شین مجہد ماقبل مگسور کے لگانے سے جیسے دانش و  
 و کنش و آفرینش۔ کنش بمعنی کروار کردن کا حاصل بالمصدر ہے نہ لغت مستقل جیسے بعض فضلا  
 فرما دیا۔ فردوسی گودرز کے ہاتھ سے پیران ویکے قتل ہونے کی داستان میں فرماتے ہیں شہر  
 سرش را ہی خواست از تن برید و چنان بد کنش خویشتن راندید و اور آفرینش نظامی کا شعر ہے  
 شہر ہر اندیشہ کان بود در ضمیر و خیالے بود آفرینش پریر و اے خلقت پریر۔ اس ترکیب کا  
 حاصل بالمصدر بمعنی اسم مفعول بھی آتا ہے جیسے ہی آفرینش بمعنی آفریدہ اے مخلوقات۔ سنائی و  
 شہر آفرینش نثار فرق تو شد و بر مجین چون خسان ز راہ نثار و یہاں آفرینش بمعنی آفریدہ مراد  
 اس سے دنیا ہے اور سعدی کے اس شعر میں شہر و گرنغز و پاکیزہ دارد خورش و شکم بندہ خوانند و  
 تن پرورش و صرف خور حاصل بالمصدر بصورت امر حاضر ہے اور شین ضمیر مجرور مضاف الیہ یعنی  
 خوراک خود اگر نغز و پاکیزہ دارد اور اچنان و چنین خوانند اب تن پرورش کا قافیہ بلا تکلف درست  
 بنجاتا ہے اس سے میری یہ غرض نہیں کہ خورش بمعنی حاصل بالمصدر نہیں آتا یا شین مصدری  
 شین ماقبل مفتوح کا قافیہ نہیں بنتی بلکہ غرض یہ ہے کہ جب بلا تکلف معنی لفظ کے بن سکے  
 پھر تکلف میں کیوں پڑیے اور خورش اس معنی میں بھی آتا ہے جس پر فعل خوردہ کا واقع ہوتا ہے  
 یعنی ماکول و طعام نظامی شہر بٹہ گفت نوشا بہ بکشاے دست و بخور این خورشہا کہ در پیش ہست

حاصل بالمصدر صیغہ  
 ماضی مطلق کے اخیر  
 میں یاے معروف  
 کے لگانے سے

حاصل بالمصدر امر حاضر  
 میں الف کا بڑھانا

امر حاضر کے اخیر میں  
 شین ماقبل مگسور  
 کا لگانے سے

شین ماقبل مگسور  
 حاصل بالمصدر  
 اسم مفعول بھی  
 آتا ہے

شین ضمیری کا  
شین مصدری کو  
ساتھ قافیہ واقع ہونا

زندانِ سخن  
میں سے  
نہیں کوئی  
اور ساکن  
رہنے مجاز ہیں

اور یہ بات ظاہر ہے کہ شین ضمیری سے شین مصدری کے رفع التباس کے لئے یہ کسرہ ماقبل شین ماہ الامتیاز جد اشئاس علامت یا شرط بنا دیا گیا ہے پس جب یہ کسرہ ماقبل شین کا شرط اور علامت اور لازمہ ذات حاصل بالمصدر قرار دیا گیا پھر ضمیر وجود اس کسرہ کے جو شرط یا علامت یا لازمہ ذات حاصل بالمصدر ہے حاصل بالمصدر جو اس کا مشروط و ملزوم ہے ہرگز متحقق نہ ہوگا۔ مگر استادان قادر کلام سخنوران بلاغت نظام بحکم ضرورت اس قبیل کے تصرفات کے مجاز مانے گئے ہیں کفر گیر و کالمے ملت شود و جیسے طغرائی مشہدی نے اپنے شعر میں مثلاً لفظ دریچہ ساکن الاوسط کو متحرک باندھا ہے جہاں کہا ہے شعر روز و شب دریچہ مشرق و مغرب بازست و ورنہ از تنگی این خانہ نفس میگیرد و اور نظامی نے صحف متحرک الاوسط کو اپنے اشعار میں ساکن باندھا ہے جہاں فرمایا ہے شعر کہ از لوح ناخواندہ عبرت پذیر و کہ از جھن پیشینیان درس گیر و اور میر معزی نے نصر بمعنی یاری کردن کو جو ساکن الاوسط ہے اپنے اس شعر میں متحرک باندھا ہے شعر تاکہ بیگیتی مدوست از طرب و تاکہ بجام نصرت از ظفر و از طرب آباد مدبر مد و و از ظفر آبا نصر بر نصر و ایسے ہی قہرمان ملک سخن رانی قافلہ بلاغت بیانی خاقانی و اور دیگر اساتذہ کلام نے شین مصدری کسور الماقبل کو اپنے اشعار میں مفتوح باندھا ہے خاقانی و شعر حاتم کرم و نظام بخشش و بل ہر دور کا بدار بخشش و نظامی و شعر سان کش یکے نیز و سی ارش و ہر آب جگر یافتہ پرورش و لیکن یہ امر کہ کسرہ شین مصدری تالیف فتح شین ضمیری کے ہو گیا ہے یا فتح ش ضمیری تالیف کسرہ شین مصدری کے ہو گیا ہے اہل زبان کے لہجے سے واضح ہوتا ہے لیکن میرے نزدیک ترجیح اسیکو ہے کہ حرکت مصدری میں تصرف کیا جائے اس لئے کہ ایک اور موقع میں بھی اسی حرکت مصدری میں تصرف کیا گیا ہے یعنی بعض اساتذہ سخن نے اپنے اشعار میں بحکم ضرورت شین ضمیری کسور الماقبل کو ساکن باندھا ہے جیسے لفظ روش شیولے طوس فردوسی کے اس شعر میں شعر تو این را دروغ و فسانہ مخوان و بیک سان تو نقش زمانہ مدان و یا سرے سے یہ بحث عیوب قوانی کے حوالہ کر دی جائے مگر اس میں اتنا نقص ہے کہ استادوں کے کلام میں عیب کا تسلیم کر لینا گویا عیب لگانا ہے بہر حال اس عیب خاص کو جو بسبب اختلاف فتح روی کے پیدا ہوتا ہے اصراف کہتے ہیں چنانچہ نور الدین احمد عروسی نے مثال اصراف کی

شین مصدری اور شین ضمیری کو ایک جگہ کر کے دکھلایا ہے اسی قبیل سے ہے قافیہ باللہ کا کہ  
 ساتھ خلاق معانی خاقانی کے اس شعر میں شعر و مفت خراس نیست باللہ و روغن گری از زبان بن بہ  
 اور عالے مفتوح اللام کو ظالمے کا قافیہ بنانا اسی قبیل سے ہے بوستان کا شعر ہے شعر چو خواہد کہ ویران  
 کند عالے و ہند ملک در پنچہ ظلمے و اور اس عیب خاص کا نام سدا شبا ع ہے۔ مگر یہاں بھی میری  
 وہی غرض ہے کہ یہ لفظ ظالم جو ظلم سے اسم فاعل کا صیغہ ہے اسکے لام کے کسرہ کو فتح سے بدل کر مقوس  
 کر لیا گیا جیسے کافر و ساغر وغیرہ کلام اساتذہ میں برابر مفتوح العین کے قافیہ واقع ہیں اور تفریس کے  
 لئے یہ ضرور نہیں کہ حروف ہی کی تبدیل ہو کرے تغیر حرکت و تبدل لہجہ بھی کفایت کرتا ہے پس  
 اس قول کے بموجب اساتذہ کے کلام بلاغت نظام پر عیب بھی نہیں لگتا اور بات بھی بنی رہتی ہے  
 اور اس سے یہ بات بھی معلوم ہو جائیگی کہ یک فنی در ہر فن صاحب غوامض سخن حضرت صہبائی رحمۃ  
 اللہ علیہ نے جو فرمایا ہے کہ یہ شین ماقبل مکسور زائد بھی آتی ہے اور ان دو شعر وں کو شاید اپنے مدعا  
 کا بنایا ہے فردوسی شعر بر فتند شادان دل و خوش منش و پراز آفرین لب ز نیکی و ہش و لمہ زداوار  
 نیکی و ہش یاد کرد و ہم پوشتہار پراز باد کرد و ہش کانش کے ساتھ جسکی شین مکسور الماقبل ہے قافیہ  
 واقع ہونا دھوکے میں ڈالتا ہے اگر غور کیجئے دھوکے کی کوئی بات نہیں چنانچہ ہم نے اوپر ثابت  
 کر دیا ہے کہ شین مفتوح الماقبل کا شین مکسور الماقبل کے ساتھ واقع ہونا درست ہے تو یہاں بھی  
 برعایت لفظ منش و ہش کے شین کو مکسور الماقبل پڑھنا نہ چاہئے بلکہ یہ شین ضمیر غائب مفتوح الماقبل  
 ہے جسکو قواعد نگاروں نے بمعنی خود کہا ہے جسکا اردو ترجمہ اپنا ہے پس ترجمہ شعر کا یہ ہوا کہ اپنے نیکی  
 دینے والے خداوند کی تعریف میں تر زبان تھی۔ جب اس قافیہ کی رعایت سے نیکی و ہش کی شین  
 زائد سمجھی گئی اس لئے کہ شین ضمیر غائب کی مکسور الماقبل نہیں ہوتی اور مصدری معنی بھی یہاں  
 درست نہیں بیٹھے تو دوسرے شعر کو اگرچہ وہ ایسے موقع میں نہیں ہے کہ خواہی نخواہی اس شین کا  
 ماقبل مکسور رہنا واجب سمجھا جائے جس سے شین مصدری کا دھوکا ہو مگر چونکہ اداسے مطلب  
 میں اس شین کے نہ ہونے سے بظاہر کوئی مطلب فوت نہیں ہوتا اسی پر قیاس کر کے زائد  
 فرمادیا اگر بغور ملاحظہ فرمائیے گا تو اپنے مالک اپنے خداوند تعالیٰ شانہ کے ساتھ ہر بار ہر دو کون  
 اپنا انتساب کیے جانا بندہ کے لئے موجب غایت سعادت و سبب نہایت فخر و عزت ہے اور

تغیر حرکت و تبدل لہجہ بھی  
 کفایت کرتا ہے

مین بین مصدری کو زائد  
 کرنا بھی مناسب ہے

۱۷  
 سرافا تحقیق آرزو  
 اپنے سالار و جلال  
 قیظ عالم غلط عدو  
 سر حق سے نقل کرتے  
 بین یکہ از شاعرین  
 بالفتح کیفیت پسند  
 سرکیت چاق و چاقو  
 غنت فنی ست در میان  
 غلط العالم غلط العام  
 انہی و انعط العام  
 سے ہی ہی نہیں کیوں  
 اثبات تفریس سے لے کر  
 نفع عیب کے بری نجات  
 جس طرح ہے متن میں  
 عرض کیا اللہ تعالیٰ  
 تعالیٰ یا بصو

فخروعت ہر نفس کو عزیز و لذیذ ہے اگرچہ یہاں شکم اپنی ذات کو متشبہ نہیں کرتا جسکی حکایت کرتا ہے  
اسکا انتساب کرتا ہے چونکہ یہ بھی خواجہ تاش ہے اسکی جان بھی لذت سعادت و سعادت لذت حاصل  
کرتی ہے وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْصَّوۡبِ۔ تو ان اسم اور صیغہ ماضی واحد غائب کی صورت میں نظامی شعر  
بجان برو خود ہر کسے گشت شاہ کس از کشتن کس نیامد و باد و دسوان اسم اور امر حاضر کی شکل میں نظامی  
شعر بخون ریز من لشکرے ساختی و بشیخون کنان سوے من تاختی و گیار ہوان جو اسم جامد کہ معنی صوفی کہتا  
ہو اسپر الف کا پڑانا جیسے ہین سے پہنا فراخ سے فراخا۔ ظہوری شعر در کمالات اسے خرو پینا بین و  
کم زہ شمع پیش او دیا بین و بار ہوان اسمی جامد و غیر جامد کے بعد یاے معروف کا الحاق۔  
لیکن اگر وہ اسم ملحق مصدر عربی ہے تو اسکو صفت کے معنوں میں لیکر پھر یاے مصدری لاحق  
کرتے ہیں جیسے صفا و سلامت خود مصدر تھی انکو بمعنی صاف و سالم کے لے کر زیادتی یا صفا  
و سلامتی کہتے ہیں اور مصدر عربی کو صفت کے معنوں میں لینا اہل عجم کا تصرف ہے جیسے صفا  
بمعنی صاف صائب کا شعر ہے شعر بصد خون جگر دل را صفا کردم نہ انتم و کہ چون آئینہ روشن شد  
بروشنگر نے ماند و اسطرح سلامت بمعنی سالم دانش کا شعر ہے شعر بزم ما نور عکس می روشن داد  
شمع اگر مرد سر شیشہ سلامت باشد و اسے سالم باشد اسکو از قبیل ذی عدل سمجھنا چاہیئے۔  
اسواسطے کہ یہاں عدل اپنے حقیقی مصدری معنوں میں ہے مگر اسکی نسبت مجازی ہے غرض  
اس قسم کے مصدر کو صفت کے معنوں میں لیکر اسپر یاے مصدر لے آتے ہیں۔ سعدی شعر  
تا تل در آئینہ دل کنی و صفائی بتدریج حاصل کنی و امیر خسرو شعر دوپ تاش دولیون پر زورست  
و بسختی و صفائی چون بلورست و ملاشانی تکلو شعر چہ فراغ بالی آنرا کہ تو سر دہی ز بندش و چہ سلائی  
کے را کہ تو شنوی سلاش و اسطرح خلاص بمعنی رستگار۔ محمد قلی سلیم کا شعر ہے شعر عقل نگار  
مرا یکدم زور و سر خلاص و رہزنی کو تا مرا سازد ازین رہبر خلاص و در قیامت کن خداوند اسلم ختم را و  
ز آتش دوزخ باب روے پیغمبر خلاص و پھر اس صیغہ صفت پر یاے مصدری کے الحاق سے  
معنی مصدری حاصل کرتے ہیں۔ علی خراسانی کا شعر ہے شعر زفر طریم حمت شاہ دین عجب نبود و  
کہ در خلاصی ما کرد و فاذ بخیر و ولی دشت بیاضی شعر راضی بخلاصیم نہ مرگ و مردیم و لے  
نیا ز مندیم و صائب شعر نیت نے سر گشتگی ممکن خلاصی زین محیط و تابا سائل از و صد گرد آ

چون المصدر  
نہی ملحق  
چون المصدر  
نہی ملحق  
پرافت کا الحاق

چون المصدر  
نہی ملحق  
نہی ملحق  
کے الحاق

اہل عجم  
صفت کے معنوں  
میں لینے ہیں



سے باید گزشتہ اگرچہ یہ صیغہ عربی کے مصادر ہیں اور استعمال انکا عربی میں معنی مصدری ہیں ہی ہوتا ہے مگر باعتبار استعمال عجم معنی صفت کے اُس سے لیے گئے ہیں اب اسپر بایے مصدری کا الحاق محصل امر جدید ہوگا برخلاف اُن مصادر عربیہ کے جو فارسی میں بمعنی صفت نہیں مستعمل ہوئے اُن پر یامی مصدری کے الحاق سے معنی مصدری لینا جیسے انتظار می - حضور می - زیادتی - غلطی - فضولی نقصانی وغیرہ ہیں اگرچہ ظاہر نظر بوجہ تحصیل حاصل اُسکو باطل سمجھتی ہے۔ چونکہ کلام فصحاے عجم کا اس قسم کے تصرفات سے ملو ہے باطل نہ کہنا چاہیئے متادل سمجھنا چاہیئے۔ ظہوری شعر و انتظار می اشک حنائی بودم و رسید وقت رشوق نگارے گریم و شعر حضور می گرہمی خواہی ازوغائب مشو حافظ و متی ماتلق من تھوی دع الدنیا و امھلھا و صائب شعر برخاک غنی را بھردم درویش و اگر زیادتی بہت حسرتے تاچند و ولہ بر جسم اُن قدر کہ فردیم ہچو شمع و شد مایہ زیادتی اشک آہ و حافظ شعر مژہ سیاحت ارگرد بر خون ما اشارت و ز فریب او میندیش غلطی مکن نگارا و شعر از فضولیہا خود صائب نجالت مے کشم و منکہ باشم تاکنم تلقین کہ رحمت کن مرا و نظامی شعر گہر خیر چہار اندو گوہر چہار و فرو شدہ را با فضولی چہ کار و خاقانی و شعر بہر ناسازی در ساز و دل بہر ناخوشی خوش کن و کہ آبت زیر کاہست و کمالت زیر نقصانی و درویش والہ ہروی شعر زنگ عسکی فکر جز بہت تو بہ غیر بطن ارتنگناے نقصانی و پس بنظر ظاہر عربی کے اس شعر پر بعد جلوہ حسن کلام من اندو خست قبول شاہد نظم کمال نقصانی و طاہر البرکات کا اعتراض محض عدم اعتنا نہیں تو اور کیا کہا جاے محقق فرزانہ بہار نے اس خرابی کے مٹانے کے لیے اس یا کو نور مانی ارمنغانی فلانی بہمانی زبانی کی یا کی طرح زائد محض بھی مانا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ اہل ایران کے لہجہ میں معروف و مجہول کا امتیاز نہیں رہا یعنی یہ یاے مجہول زائد ہے جس کو بتغیر لہجہ معروف پڑھا کرتے ہیں مگر میرے نزدیک یہ متادل ہے یعنی یہ مصدری یا ہے لیکن اسکا مدخل جب مصدر عربی ہوتا ہے تو کبھی اُس مصدر کو صفت کے معنوں میں لے کر یاے مصدری اُس پر دخل کرتے ہیں جیسے خلاصی وغیرہ میں اور کبھی اُس مصدر سے معنی مصدری کی تجدید کر لجاتی ہے جیسے زیادتی و نقصانی وغیرہ میں اسکی نظیرن موجود ہیں جیسے حور خور کی جمع ہے تو معنی جمع سے مجرد کر کے بطریق فارسی الف و نون جمع کا اسپر لاحق کرتے ہیں جیسے شعر حوران بہشتی را دوزخ بود اعراف الہ فصحاے عجم اس قسم کے

تصرفات کے مجاز سمجھے گئے ہیں وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْغُیْبِ اگر وہ اسم مصدر نہ ہو تو اس کے وصف مشہور کی وجہ سے اُس کو بمنزلہ صیغہ صفت قرار دے کر یاے مصدری اُس پر لائق کرتے ہیں جیسے خرو بوم کا مشہور وصف حماقت و نخوت ہے تو اس لفظ بوم و خر سے احمق و مخوس مراد رکھ کر خری و بومی سے احمقی و مخوسی کے معنی لئے جاتے ہیں مولوی معنوی رحمہ اللہ شعر نم نہ بار و ابراز شومی او ہ شہر شد ویرانہ از بومی او ہ اسید طرح جسوقت یہ یاے معروف اعلام پر لائی جاتی ہے تو پہلے اُن سے معنی علمیت کا انصلاح کیا جاتا ہے فقط انکا وصف مشہور مراد لیا جاتا ہے جیسے حاتم سے حاتمى بمعنی سخاوت۔ رستم سے رستمى بمعنی جو انمردی زلیخا سے زلیخائى بمعنی معشوقی۔ جامی رحمہ اللہ شعر زلیخا از زلیخائى رمیدہ ہ و زان صورت بمعنی آرمیدہ ہ اور اعلام سے جب معنی وصفی مراد ہوتے ہیں انکی دلالت عام ہو جاتی ہے وہ نکرہ بنجاتے ہیں غرض اعتبار معنی وصفی سے اعلام ہوں یا غیر اعلام اُن میں عمومیت جدیدہ حاصل ہوتی ہے مثلاً خر و شیر دو مخصوص نوع حیوانی تھے جب اُنکے اوصاف مشہورہ حماقت و دلیری مراد ہوئے تو یہ اسم اب منحصر اُسی نوع میں نہ رہا بلکہ جن میں یہ اوصاف متحقق ہونگے اُن پر اس اسم کا اطلاق نے غائلہ درست ہوگا اور اعلام کی تنکیر میں بھی یہی سر ہے جیسے شعر چونکہ نے رنگی اسیر رنگ شد ہ موسیٰ باموسیٰ در جنگ شد ہ شعر قرنہا باید کہ تا ز فضل حق پیدا شود ہ بایزیدے در خراسان یا اویسے در قرآن ہ اگر وہ خود صیغہ صفت کا ہے تو پھر کسی تکلف کی حاجت ہی نہیں جیسے شکستہ و بستہ سے شکستگی و بستگی اور یہ کاف عجمی ہائے مخفی کا بدل ہے۔ واضح ہو کہ استاد الاساتذہ اذکی الجہابذہ امام فن نکتہ سرائی حضرت صہبائی رحمہ اللہ اور صاحب قوانین و تنگیری نے اس نوع کے کاف کو بدون انقلاب از ہائے مخفی جیسے ولسوزگی و خردگی و فرزندگان و قمریگان وغیرہ میں زائد محض بھی مانا، اپنی تحقیق پر ان اشعار سے شاہد گزارنا ہے فردوسی شعر مرا پوئیدہ کم بود خواست ہ بدل سوزگی جان بھی رفت خواست ہ انوری شعر انوری اگر خرد گیہا میکند ہ تو بزرگی کن بر خردہ گیر ہ سعدی شعر برو تا ز خوانت نصیب و ہند ہ کہ فرزند گانت نظر در رہند ہ میر معزی شعر اندر وہن قمریگان ساختہ بر لب ہ و اندر گلو سے فاختگان و دختر طنبور ہ یہ امر پسند نظر تحقیق نہیں کیا معنی کہ ولسوزگی ولسوزہ اور بابے مصدری سے مرکب، ہماری اس تحقیق پر کلام کمال اسمعیل کا گواہ عادل ہے شعر مجر آسا سوزار پائے کشد در دامن ہ زانکہ ولسوزہ خلق ست و چون مجر ہ پس کاف عجمی اسی ہ مخفی

اعلام غیر اعلام  
سے جتنی بھی  
رہا ہے جائے ہیں  
ان کی دلالت  
عام ہو جاتی ہے

جن اساتذہ کبار  
ولسوزگی و خردگی  
و فرزندگان و قمریگان  
کے کاف کو زائد محض  
رہا ہے

کا بدل ہے اور دلسوزہ دراصل دلسوز یعنی اسم اور امر کی صورت میں آیا ہوا صفت کا صیغہ تھا چونکہ عمومیت خاصہ صیغہ صفت ہے اس پر ہائے تسمیہ لگا کر معنوں میں یک گونہ خصوصیت حاصل کر لی پس دلسوز انسان اور غیر انسان کی صفت واقع ہو سکتا ہے مگر دلسوزہ خاص اس شخص کو کہیں گے جو اور دن کے حال میں رحم کھا دے۔ غیر دنگی مصائب پر اپنا دل جلاوے جس طرح خود مراد سے خود مرادہ امیر خسرو دہلوی شعر فرمان نبرد زانکہ ہستند : ان غایت ناز خود مرادہ : اس طرح خودگی میں کاف فارسی ہائے مخفی کا بدل ہے کیا معنی کہ خردہ بمعنی ریزہ ہر چیز و اسباب فرومایہ و عیب ان سب معنوں میں مستعمل ہے معنی اول بیس خردہ قلم اسے ریشہ قلم خردہ مینا اسے ریزہ مینا سے شکستہ اور معنی ثانی جیسے خردہ فروش آئینہ کنگھی سرمہ دانی ازار بند وغیرہ کم بہا چیزوں کے بیچنے والے کو کہتے ہیں اور معنی ثالث یعنی عیب اس شعر کے مصرعہ ثانی میں خردہ گیر موجود ہے اور انتساب شے کے لیے اور نے مناسبت بھی کفایت کرتی ہے جس طرح اضافت میں مذکور ہوا پس باعتبار معنی اول اپنے انکسار کی راہ سے جیسے ذرہ بمقدار وغیرہ کہا جاتا ہے اس پر ہائے نسبت کے لگانے سے یہ معنی ہوئے کہ انوری حقارت کے کام کرتا ہے آپ بزرگی کو کام فرمائیں اس کے عیب سے درگزر میں باعتبار معنی ثانی یہ معنی ہوئے کہ انوری اگرچہ فرومانگی اور کمینہ پن کرتا ہے آپ بزرگی کریں اور باعتبار معنی ثالث یہ معنی ہوئے کہ انوری اگرچہ وہ کام کرتا ہے جو منتسب بہ عیب ہیں یعنی معیوب ہیں آپ بزرگی کریں اور عیب گیری نکرین غرض خاصہ طور پر خردگی میں کاف فارسی خردہ کی ہائے مخفی کا بدل ہے شاید لفظ بزرگی کے تقابل سے شبہ پڑا ہو کیا معنی کہ خرد و بزرگ آتا ہے نہ خردہ و بزرگ اگر غور کیجئے تو یہ شبہ کوئی وقعت اور توجہ کے قابل نہیں یہاں بزرگی عمر کی نہیں باعتبار خلق کے ہے اس کے لیے تقابل خرد کا ضروری نہیں۔ امیر خسرو شعر خردہ نگیرند بزرگی کنند : دنیہ چنان نیست کہ گرگی کنند : شیخ شیراز علیہ الرحمۃ نے اسی مضمون کو ان الفاظ میں ادا کیا ہے شعر اگر من ناجو ان مردم بکروار : تو بر من چون جو ان مردان گزر کن : اور فرزندگان میں کاف عجبی نہیں کاف عجبی تصنیف و ترجمہ کے لیے لایا گیا ہے یعنی بقیاس طفلک فرزندک مصغر پر الف و نون جمع کا لگا کر طفلکان کی طرح فرزندکان کہلایا۔ صاحب درفش کاویانی مرزا غالب دہلوی ریدک و کودک کے کاف کو بھی اسی قسم کا تصغیر فرماتے ہیں فقط رید و کود کو ترجمہ طفل کا بتلاتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں

رید و کود  
کاف تصغیر

کاف تازی بپارسی و آخر اسما معنی تصنیف و بد چون مردک و کووک و ریدک ہمانا کو و و رید ترجمہ  
 طفلست انتہی۔ مگر نقط رید و کو و کو یعنی طفل کسی استاد کے کلام میں نظر نہیں آیا البتہ رید و کو و پاخانہ اور کھا  
 کے معنوں میں آئے ہیں چونکہ بچے اکثر گودہ موت میں آلودہ رہتے ہیں ریدک و کووک انکا نام ہو گیا پس  
 اس کاف کو چو شک و تیرک کے کاف کی طرح نسبت کا کاف سمجھنا چاہیے اب اگرچہ وجہ تسمیہ سے قطع  
 کر لی گئی امر دون اور نابالغ لڑکوں کو بولنے لگے ہیں۔ منوچہری کا شعر ہے شعر شاد باش و می ستان از  
 ساقیان و ریدکان و ساقیان سیم ساعد ریدکان سیم ساق و غرض فرزندکان میں کاف تازی تصنیف  
 ہے کاف عجمی زائد نہیں۔ بہار باغ تحقیق باغ و بہار تحقیق صاحب جواہر الحروف اپنے رسالہ میں تحقیق  
 فرماتے ہیں و اگر قرینہ و آله باشد و غیر کلمہ ذات الہا نیز ہیں عمل کند چنانچہ درین بیت میر معری فرد  
 اندر دہن قمریگان ساختہ بر لب و اندر گلوے فاختگان ساختہ طنبور و اسے مہیا و موجود شدہ است بر لب و  
 طنبور۔۔۔ و احتمال بودن کاف تازی بر قیاس طفلکان خطاست و ہذا غایتہ تحقیق فی ہذا المقام  
 و لا مزید علیہ۔ انتہی کلامہ خلاصہ تحقیق یہ ہے کہ قمریگان میں کاف فارسی زائد محض ہے غیر بدل  
 بہ اور اس مقام میں اسی کو اتہاد وجہ کی تحقیق قرار دیتے ہیں میں عرض کرتا ہوں کہ قمریگان قمریہ  
 بالہا کی بطریق فارسی جمع ہے صاحب حیوۃ الحيوان نے اسکی بڑی تحقیق کی ہے اور فرماتے ہیں  
 قمری طائیف مشہور کتبہ ابو نکرری و ابو طلحہ و هو حسن الصوت و الا نشی قمریۃ الخ انتہی اللاربن  
 ہے قمریۃ بالضم والیا مشدودہ مرغست از جنس فاختہ قاری و قمر بالضم جمع یا مادہ قمریۃ  
 است و زینا قمر انتہی پس معلوم ہو گیا کہ قمریگان میں کاف فارسی زائد نہیں بلکہ بعض الہا ہے اور تخفیف  
 یا فارسیوں کا تصرف ہے جو تمامی نسبتی یاؤن میں جائز رکھتے ہیں اب کیون کر مان لیا جائے کہ صاحب  
 جواہر الحروف کا قول غایتہ تحقیق لا مزید علیہ ہے فقط حسن ظن نے یکے بعد دیگرے آنکھ بند کیے  
 اتباع کرنے پر مجبور کر دیا۔ اور یہاں یہ بات بھی سن رکھئے کہ اہل عجم بغیر ارادہ تسمیہ و تانیث یا تخفی  
 زیادہ کرتے ہیں جیسے کام کامہ معشوق معشوقہ میرزا محمد قلی سلیم طہرانی۔ شعر مفلس چشیم رو بہ و آدمیم  
 معشوقہ روزے نوایست خدا و نظامی شعر کامہ دل گرچہ زجان خوشترست و عاقبت اندیشی ازان  
 خوشترست سعدی شعر کامہ دل دشمن نشیند آن مغرور و کہ بشنود سخن دشمنان دوست نماے و

نشان چنانکہ حکایت  
 صورت ساقی چہ  
 مینا فضا  
 فارسی زبان میں تسمیہ تانیث  
 و تخفی زائد بھی آتا ہے



جائز رکھا گیا ہے سید حسن اشرفی کا شعر ہے شعر من غزلے سے سرائے سوے گلے سے نگرہ او طرح  
 سے فرلے شاخ گلے سے شکن پہ بعض قواعد نگاروں نے اس امر کا لحاظ نہ کیا صرف صیغہ امر کو ہم فعل  
 کے معنوں میں فرما دیا۔ اور بعضوں نے مطلق فاصلہ کو جائز مانا ہے اور ہر دو فریق نے شعر حکیم سخن  
 بر زبان آفرین کو شاہد اپنے مدعا کا بنایا ہے۔ اسی طرح اسم اور نہی کی ترکیب بھی مفید معنی فاعلیت پیدا  
 ہوتی ہے جیسے ہچمدان و ہچمنگار و ہچمیز۔ واضح ہو کہ اس ترکیب کا جز اول یعنی اسم اکثر جزو ثانی کا جب  
 وہ افعال متعدیہ سے ہو مفعول بہ ہو اگر تلبہ جیسے جہان آفرین و کارکن اور کبھی جزو اول آہ ہوتا ہے  
 جیسے تیغ زن اور کبھی ظرف جیسے شب چراغے آنکہ چریدن اور شب ست ایسے ہی شب و زورات  
 میں چوری کرنے والے کو اور شب گزرات میں کھٹنے والے یعنی کھٹل کو کہتے ہیں اور کبھی جزو ثانی کے  
 معنی مصدری کی صفت بھی واقع ہوتا ہے جیسے بسیار خوش کیسکہ بخشیدن اور بسیار ست و سخت کش  
 اے کوشیدن او سخت ست اگر جزو ثانی فعل لازم ہے تو جزو اول جزو ثانی کا فاعل ہوگا جیسے خدائے  
 یا صفت ہوگا مگر اسکا صفت واقع ہونا یا بلا واسطہ ہوگا جیسے تیز رولے کیسکہ سیرا و سرعیت۔ و  
 زود خیز و نظامی ہر شعر و شاقان موکب روز و زود خیز + بدیدار تازہ بر قاتر تیز + یا بلا واسطہ جیسے بیار خیز  
 اے کیسکہ خاستن او مثل بیمار ست۔ نظامی ہر شعر فریبندہ چٹے جفا جوے تیز + و دابخش بیمار و  
 بیمار خیز + یا ظرف واقع ہوگا خواہ مکانی ہو جیسے مسند نشین و تارک نشین و خانہ خیزے جائے نشستن  
 مسند و تارک است و جائے خاستن او خانہ است۔ نظامی ہر شعر زمین را منم تاج تارک نشین +  
 ملزان مرا تانلر زوزین + ولہ گہے باچان گو ہر خانہ خیز + چوبو طابے را کنی سنگریز + خوہی نامانی  
 جیسے شب افروز و صبح خیز اے زلمہ روشن شدن او شب ست و وقت خاستن او صبح ست نظامی  
 شعر شب افروز کر میکہ تابد ز دور + زبے لوری شب زند لاف نور + دوسرا اسم اور ماضی مطلق کی  
 ترکیب سے جیسے ہم نشست سعدی شعر بشوای خردمند زان دوست دست + کہ با دشمنانت بود ہم  
 تیسرا امر واحد حاضر کے اخیر میں الف زیادہ کرنے سے جیسے دان سے دانا بین سے بینا دار سے دارا  
 خلص کاشی شعر دلا بصرہ قدم نہ کہ در طریق معاش + سکندری خور و از فاقہ ہر کہ دارا نیست + چوتھا  
 صیغہ ماضی مطلق کے اخیر الف و زیادہ کرنے سے جیسے خرید سے خریدار خواست سے خواستار  
 یعنی طلبگار اور چونکہ شفاعت میں بھی مجرم کو حاکم سے مانگ لینا ہوتا ہے۔ اس لفظ کو شفیع کے

اسم اور نہی کی ترکیب بھی  
 معنی فاعلیت پیدا کرتی ہے

اس ترکیب کا جزو اول  
 کبھی مفعول بہ ہوتا ہے  
 کبھی ظرف ہوتا ہے  
 کبھی مکانی ہوتا ہے  
 کبھی ماضی مطلق کی  
 ترکیب سے ہوتا ہے

تیسرا امر واحد حاضر کے  
 اخیر میں الف زیادہ کرنے سے  
 جیسے دان سے دانا بین سے بینا دار سے دارا

چوتھا صیغہ ماضی مطلق کی  
 ترکیب سے ہوتا ہے  
 جیسے خرید سے خریدار خواست سے خواستار  
 یعنی طلبگار اور چونکہ شفاعت میں بھی مجرم کو حاکم سے مانگ لینا ہوتا ہے۔ اس لفظ کو شفیع کے

معنوں میں کنایہ کرتے ہیں۔ فردوسی کی کاؤس کے قتل سیاوش پر مطلع ہونے کے داستان میں لکھتے ہیں شعر برید نداشتن سر شاہوار ۛ نہ فریاد رس بود نہ خواستار ۛ اے نہ کس فریاد رس بود نہ کے شفیع۔ یہاں یہ بھی احتمال ہے کہ الف و ر نسبت کے لئے ہو۔ چنانچہ بیان حاصل مصدر میں محقق ہو چکا ہے۔ یہاں سے اُن اسماء غیر مشتقہ کا بیان ہے جو تنہا یا کسی ترکیب سے معنی فاعلیت پیدا کرتے ہیں گو کہ وہ مانحن فیہ سے نہیں ہیں اس واسطے کہ ہکومتقتات کا بیان منظور ہے لیکن تبعاً انکا ذکر بھی ضرور ہے تاہیندہ کوئے الجملہ بصیرت ہو جائے۔ ایک تو وہ کہ تنہا اسم خواہی جامد ہو خواہ مصدر عربی معنی میں فاعل کے آتا ہے جیسے جادو بمعنی جادوگر۔ نظامی ۛ شعر مگر جادوان از من آموختند ۛ کہ از موم خود خواب را دوختند ۛ اور مصادر عربی جیسے رضا و کرم و ضامن بمعنی رخی و کریم و ضامن حیاتی گیلانی شعر عطیہ فیض رسانست و جرم عفو پذیر ۛ بہر چہ بہت رضائیم غم چراو اریم ۛ سعدی ۛ شعر بگریست گیاه و گشت خاموش ۛ صحبت نکند کرم فراموش ۛ احتمال ہے کہ یہ از قبیل مجاز فی النسبت ہو خصوصاً مثال ثانی میں یہ بھی احتمال ہے کہ نسبت نفی کی حقیقتہً جانب کرم ہی ہو اس واسطے کہ اہل کرم بھی اگر حق صحبت ملحوظ رکھتے ہیں تو اُسی کرم کا اقتضا ہے گو کہ وہ وصف ذی شعور نہیں مگر نسبت کے لئے ہقدر اصلیت کافی ہے۔ لفظ ضامن شعر دوشم نوید داد و بشارت کہ حافظا ۛ باز آ کہ من لبغونگناہت ضامن شدم ۛ اے ضامن شدم اسی طرح خبر بمعنی خیر۔ ماقفی ۛ شعر خبر شد از ان قصہ والی مصر ۛ کہ آد خلل در حوالی مصر ۛ استاذی قلندر حسین اطہر رحمہ اللہ اکبر اپنے مرشد واعظ مولوی عبدالحی صاحب مرحوم کی تعریف میں لکھتے ہیں شعر واعظ نہ سحر کر کہ اینست ۛ در علم خبر خبر کہ اینست ۛ دوسرا اسم پر پیاختانی زیادہ کرنے سے خواہ وہ اسم فارسی میں جامد ہو جیسے شکار سے شکاری یا عربی میں صفت کا صیغہ ہو جیسے نظارہ سے نظارگی۔ نظامی شعر عجب ماند زان کار نظارگی ۛ بعبرت فرو ماند یکبارگی ۛ کس واسطے کہ فقط نظارہ بھی بدون یاے تحتانی بمعنی فاعل مستعمل ہے۔ فردوسی جنگ کجسر و اورا فراسیاب کی داستان میں لکھتے ہیں شعر سپہر اندران جنگ نظارہ بود ۛ ستارہ شمر سخت بچارہ بود ۛ میرے نزدیک یہ یاے تحتانی نسبت ہی کی ہے لیکن نسبت فاعلی جس طرح اسم فاعل بمعنی نسبت مستعمل ہے مثلاً از زندہ بمعنی قہیتی اسب طرح نسبت کو معنی فاعلیت میں دخل ہے چنانچہ اسکی نظیر ہاے مخفی نسبت فاعلی و مفعولی کے لئے مستعمل ہوتی ہے اول جیسے فردوسی مح رسم بزبان سہراب فرماتے ہیں شعر

اس الف و ر نسبت کا احتمال بھی ہے

اسماء غیر مشتقہ کا معنی فاعلیت میں استعمال

یا صمد عربی ۛ ایک مصدر اسم جامد ہو

زیادہ کرنے سے اسم پر پیاختانی

از زندہ بمعنی قہیتی

بہشت کی حالت

کہ بہت و دین و اقلقہ

از ان شعر نسبت بمعنی فاعل

گمانے برہم من کہ اور ستم ست کہ چون او نبردہ بگیتی کم ست کہ اسے نبرد کنندہ جس طرح گاروناک کا لفظ آموزگار و آموزناک میں نظامی شعر توئی برترین دانش آموزناک ولہ نبوشندہ خواہم از روزگار کہ گویم بدور از آموزگار کہ مگر دونوں میں فرق یہ ہے کہ ناک معنی مبالغہ کو متضمن ہے اور لفظ گار میں یہ بات نہیں جیسے پرورشگار پروردگار وغیرہ نظامی سبب نظم کتاب سکندر نامہ بحری میں فرماتے ہیں شعر مرا کا دلین پرورشگار بود کہ ولی نعمتے دروہش یار بود کہ اور یہ لفظ پروردگار کا مطلق مرئی کے معنوں میں متعل ہے فردوسی فرماتے ہیں شعر چوستان کہ پروردگار من ست کہ تہمتن کہ خرم بہار منست کہ اور دوسری جگہ لکھتے ہیں شعر شما پاک پروردگار میند کہ ہمان از پدر یادگار میند کہ خواہم کہ آید شمار اگر زند کہ مباحثید با من بہ بدیار مند کہ بعض قواعد نگاران تحقیق پیشہ نازک خیالان لغز اندیشہ نے یاسے فاعلی کو مصاد فارسی پر بھی مانا ہے اور یہ شعر نظامی کا اپنے دعویٰ پر شاہد گرانا ہے شعر توانا و دانا بہر بودنی کہ گنہ بخش و بسیار بخشودنی کہ میری راے میں بودنی اور بسیار بخشودنی در صورت فصل وہی یاسے لیاقت ہے جو مصاد فارسیہ پر آتی ہے اور واور رابطہ حالیہ ہے نہ عاطفہ اور بسیار بخشودنی خبر ہے بتدایے محذوف کی اور مبتدا جو واور رابطہ حالیہ سے ملکر حال ہو اگر گنہ بخش کا اور یہ جملہ حالیہ بہنزلہ علت کے ہے کیا معنی کہ وہ گناہ بخش ہے اسلئے کہ وہ قابلیت و قدرت بخالیش بسیار کی رکھتا ہے۔ اور لفظ بسیار کا مبالغہ بخشائیش کے اظہار کے لئے لایا گیا ہے جس طرح عربی میں لفظ مرجم مبالغہ کے لئے غرض یہ یاسے لیاقت ایسی ہے جیسے کشتنی گردن زدنی سوختنی میں۔ مگر بات یہ ہے کہ اگر وہ یاسے لیاقت مصد بنی للفاعل پر لاحق ہوگی تو اس فعل کے فاعل کی لیاقت بتلائیگی جیسے بودنی میں موجود کی ہوتی کی اور بخشودنی میں بخشائیدہ کی بخشائیدگی کی لیاقت کا اثبات ہے۔ اور اگر وہ یاسے لیاقت مصد بنی للمفعول پر آوے گی تو مفعول کی لیاقت کا اشعار کرے گی جیسے کشتنی و سوختنی میں قاتل و حریق کے کشتہ شدن و سوختہ شدن کی لیاقت کا اظہار ہے چنانچہ حضرت نظامی دوسری جگہ مناجات میں اسی بخشودنی کو بنی للمفعول فرماتے ہیں شعر توئی خالق بود ہر بودنی کہ بہ بخشاے بر حال بخشودنی اور در صورت وصل یعنی بغیر واور بسیار بخشودنی میں وہی یا سمجھی جائیگی جو اکثر مفعول مطلق پر لاحق ہوا کرتی ہے اور لفظ بسیار کا کثرت پر دلالت کرتا ہے جو صفت بخشودن کی ہے۔

گار و ناگ  
استعمال میں

پروردگار یعنی  
مطلق مرئی

صاحب تحقیق القواعد  
مصادر فارسی  
فاعلی کے ماننے پر  
پہنچا ہے۔



واضح ہو کہ مفعول مطلق اپنے فعل کی کیت و کیفیت کے اظہار کا ذمہ دار ہوتا ہے مثال کیت کی یہی  
 بسیار بخشودنی اور یہ شعر نظامی علیہ الرحمۃ کا شعر بیاساقی از باوہ بردار بندہ بیاسیاس پیمودن باوہ چند  
 بعض نسخوں میں پیمودن باوہ چند آیا ہے اسوقت یہ جملہ جداستقل ہوگا۔ مثال کیفیت کی نظامی علیہ الرحمۃ  
 کا شعر ہے شعر بجنید جنیدن باشکوہ چو از زلزلہ کا لبد ہائے کوہ چو اور یہ شعر سعدی علیہ الرحمۃ کا  
 شعر نگہ کرد شوریدہ درین فقیہ چو نگہ کردن عالم اندر سفیہ چو مگر بخشودن بخش کا مفعول مطلق بغیر لفظ ہوگا  
 اسکی نظائر بہت سی ہیں۔ نظامی رح سفارت سکندر بنوشاہ کی داستان میں فرماتے ہیں شعر جو ہم  
 بفرمے گفتن برانہ کہ تارہ نور دم سو خانہ باز چو مولانا سے روم قدس سرہ شعر قاصد از ابر عصایت  
 دست نے چو تو نجسپ اسے شہ مبارک خفتے چو دونوں مثالوں میں مفعول مطلق بغیر لفظ منظر کیفیت  
 فعل ہے اور اس تقدیر پر یہ یا بودنی و بخشودنی وغیرہ میں زائدہ مجہول ہوگی نہ معروف چنانچہ یہ امر  
 مولانا سے روم کے شعر قاصدان را بر عصایت الخ میں نے نافیہ کے ساتھ قافیہ واقع ہونے سے  
 بخوبی واضح ہے۔ اور جن لوگوں نے بخشودن کو فقط رحم کرنے اور بخشیدن کو محض عطا کرنے کے  
 معنوں میں خاص کر لیا ہے درست نہیں ان دونوں معنوں میں وہ دونوں لفظ استعمال ہیں مگر اول  
 بمعنی ترحم و ثانی بمعنی اعطاکثیر الاستعمال ہے اور اسکا عکس قلیل سعدی شعر کریمیا بخشاے  
 بر حال ماہ کہ ہستم اسیر کند ہوا چو اسے رحم کن بر حال ماہ ولہ خور و پوش و بخشامی و راحت رسان چو  
 نگہ سے چو داری ز بہر کسان چو اسے بخور و پوش و بدہ الخ میرزا محمد طاہر وحید اعتماد الدولہ محمد بیگ کے  
 خط میں لکھتے ہیں نشر بخشانندہ پیرایہ وجود و کسوت پوش آراستگان بزم شہود الخ اے عطا کنندہ  
 پیرایہ وجود الخ امیر خسرو شعر نہ من زان فکندم درین کو چہ رخس چو کہ یا ہم ز بخشایش شاہ بخش و نیم زان  
 حرلیان بسیار جوے چو کہ در کار خویش کنند آہر و سے چو مولوی معنوی رح شعر تو شب و روز از  
 تلے این قوم عمر چو چوں شب و روزے بدو بمثلے عمر چو اور ثانی جیسے سعدی رح کا شعر ہے شعر بخشید  
 بر حال مسکین مرو چو فرو خورد خشم سخنهاے سرو چو اسے رحم کرو الخ نظامی شعر کہ شاماہر ایکدم درخوست  
 اگر بخشی از کشوری بہترست چو اسے عطا کنی الخ اور اسبطح رستی بمعنی نامی میں یاے لیاقت مصدر  
 مبنی للفاعل پر لائی گئی ہے۔ نظامی رح فرماتے ہیں شعر سرنامہ نام جہاندار پاک چو آرازدہ رستینہا  
 ز خاک چو گو کہ اسکا ترجمہ نامی ہے اور نامی صیغہ اسم فاعل کا ہے مگر معنی فاعلیت کے درست

مفعول مطلق اپنے فعل کی کیت و  
 کیفیت کے اظہار کا ذمہ دار ہوتا ہے

مفعول مطلق  
 بغیر لفظ

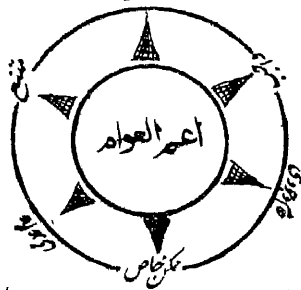
مفعول مطلق پر یا زائدہ  
 مجہول بہ معروف

بخشودن و بخشیدن  
 کے معنی

رستی بمعنی لیاقت  
 ہے نہ فاعلی

جب ہی ہونگے جبہ کسی نسبت کی صفت ہو اگر استعداد و قوت کی صفت واقع ہوتا ہے تو یہاں بھی بیان نسبت کے لئے ہو جائے جیسے قوت نامیہ۔ اور یہ لیاقت اور قابلیت جو اس یاے ملحقہ سے مستفاد ہوتی ہے بمعنی امکان ہے پس حاصل بودنی کا ممکن الوجود کیا معنی کہ بود بمعنی ہستی جسکو زبان عربی میں وجود کہتے ہیں اور جو چیز لیاقت وجود کی رکھے وہ ممکن الوجود ہوتی مگر شدنی و بودنی مثلاً جو واجب الانقضایہ جیسے فردوسی سہراب کے رستم کو خود کشی سے روکنے کی داستان میں لکھتے ہیں شہر ازین خویشی کشتن اکنون چہ سودہ چنین رفت و این بودنی کار بودہ اور ناشدنی کا حاصل ایک امتناع پر جا پڑتا ہے ہماری تحقیق کے کوئی سنائی نہیں اس واسطے کہ امکان سے وہ امکان علم جسکو اعم العوام کہتے ہیں مراد ہے جو واجب اور متمنع اور ممکن خاص وغیرہ کو شامل ہے لان الامکان هو سلب الضرورة اما عن الجانبین فخاص و اما عن الجانب العدم فوجودی او الوجود فعدمی واحد ہما فقط مباحث اور بلا تید فقط فاعلم العوام

ہکذا



کذا افادہ الاستاذ العالم الامجد مولانا سیدنا المولوی سید احمد قدس سرہ اللہ الاحد الفرد الصمد۔ اور غالب و ملوی کے اس شعر میں شہر بودنی بخش خوب وزشت توئی + رونق کعبہ نش توئی + اور نظامی رح کے اس شعر میں شہر نخوردہ خورشید ہے بالیستی + ہم از گو سپندان شایستی یاے معروف نسبت کے لئے ہے حاصل بودنی کا وجود پر جو حاصل بالمصدر ہے اور حاصل شایستی و بالیستی کا بالیستہ و شایستہ پر جو صیغہ صفت کا ہے جا پڑے گا وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْصَّوَابِ۔ اسم مفعول وہ اسم ہے کہ مصدر سے مشتق ہوتا ہے اور اس شے کے لئے وضع کیا گیا ہے کہ جس پر وہ فعل واقع ہوتا ہے جیسے زودہ و کردہ۔ اور کبھی یہ معنی اسم اور امر کے ترکیب سے حاصل ہوتے ہیں جیسے دست آموز مرزا دانش کا شعر ہے شعرے کند لیل گمان باغبان صیاد را + مرغ دست آموز شاخ گل چہ داند دام حیات + لفظ دست یہاں آموز کا ظرف واقع ہے۔ اور بعض قواعد نگاروں نے فقط صیغہ امر واحد حاضر کو بمعنی مفعول کہا ہے اور مثال میں لفظ گزین کو بیان کیا ہے اور اس شعر کو سعدی علیہ الرحمۃ کے سند گزرا نا ہے شعر تواضع کند ہوشمند گزین + نہد شلخ پر میوہ سر بزمین

یہ بیان نسبت  
لیاقت کا بمعنی امکان  
اور اس امکان سے  
اعلم العوام مراد ہے

اعلم العوام واجبہ  
متمنع ممکن خاص  
وغیرہ کو شامل ہے

اسم مفعول کا بیان

اسم مفعول اسم  
وامر کی ترکیب  
سے بنتا ہے

فقط صیغہ امر واحد  
حاضر کو بمعنی مفعول  
کہا ہے

میرے نزدیک یہ درست نہیں کہ واسطے کہ گزین حاصل مصدر بمعنی مفعول ہے اسکی تحقیق موعظانہ بیان حاصل بالمصدر میں گزری چکی ہے۔ اسبطح اسم اور نہی کی ترکیب سے اسم مفعول ترکیبی متصف بصفۃ عدمی حاصل ہوتا ہے جیسے کس میریں۔ دوسرا اسم اور ماضی مطلق کی ترکیب سے جیسے اومی زاد و دست پخت۔ نظامی رح شعر میں روشنک را کہ دخت من ست + بدین ناز کی دست پخت من ست + تیسرا امر کے اخیر میں الف کے زیادہ کرنے سے جیسے پزیرا۔ نظامی شعر پزیرا سخن بود شد جاے گیر + سخن کز دل آید بود دلپذیر + چوتھا ماضی مطلق پر الف دراکے زیادہ کرنے سے جیسے گرفتار و دیدار و گشتار بمعنی مقتول۔ فردوسی قتل پیران کی داستان میں فرماتے ہیں شعر چو گودرز زان گرو دیدار گشت مل نامداران نے ازار گشت + خلاق معانی خاقانی رح محران حج بیت اللہ کی تعریف میں فرماتے ہیں شعر بر چہرہ تیغ آسمان دار + جو ہر زربنگی است ویدار + استاد فرخی شعر ہنوز سیخ یکے پیش میر برودہ نبودہ ازان شکار کہ از تیر میر شد کشتار + یہاں احتمال ہے کہ الف دران نسبت کے لیے ہو بطرح بیان حاصل بالمصدر میں محقق ہو چکا ہے۔ اب یہاں سے وہ اسمائے غیر متفقہ بیان کیے جاتے ہیں جو تنہا یا کسی ترکیب سے معنی مفعولی کا افادہ کرتے ہیں۔ اول اکیلا مصدر عربی بکسی ترکیب مفید معنی مفعولی ہوتا ہے جیسے تسلی و عذر و اختیار و تربیت و خلاص۔ ظہوری کا شعر ہے شعر از بخت درین شہر تسلی سے باش + دریاے صور را در معنی سے باش + سعدی رح شعر آن را کہ بجائے تست ہر دم کرے + عذرش بندہ ار کند ہمیری ستے + ولہ کنج صبر اختیار لقمانست + ہر کر اصبر نیست حکمت نیست + مولوی معنوی رح شعر تربیہ آن آفتاب رو شینم + زنی الاعلیٰ ارباب بر میز نیم + اے تربیت یافتہ آن آفتاب الہ حافظ رح شعر خونم بریز و از غم بجرم خلاص کن منت پزیر غمخیز گزار مت + دوسرا اسم کے اخیر میں یاے تختانی کے الحاق سے جیسے شکاری و کاغذ مہری طالب آملی شعر پیکان ترا بر غبت دل + چون سبزہ تر خور و شکار سے چٹھل ہے کہ یاے تختانی یہاں نسبت مفعولی کے لیے ہو جیسے نسبت فاعلی کے لیے لائی جاتی ہے چنانچہ اسکی نظیر لفظ رنجہ و بندہ میں ہاے مختفی ہے نظامی شعر بے بندہ و بندی آزاد کرو + نیرودان بے نیکوئی یاد کرو + جیسے نسبت مفعولی کے لیے لفظ گار بھی آتا ہے نظامی رح شعر چو ہستی بہ بندین آموزگار + بدین روز تشاندت روزگار + اسواسطے کہ آموزندہ تو ناصح ہے۔ اسم ظرف اور اسم آلہ بھی

ترکیب اسم اور نہی کی  
پیدا ہونے سے  
اسم مفعول ترکیبی  
نظامی رح شعر  
پزیرا سخن بود شد جاے گیر  
سخن کز دل آید بود دلپذیر  
معنی مقتول  
فردوسی قتل پیران کی داستان میں فرماتے ہیں

معنی اسم مفعول حاصل ہوتا ہے  
صیغہ ماضی مطلق پر الف دراکے الحاق

اسکی ترکیب مفید معنی مفعولی ہوتا ہے

اسے تختانی کا لفظ ہے  
معنی اسم مفعول حاصل ہے

نظیر لفظ رنجہ و بندہ میں ہاے مختفی ہے

نظامی شعر بے بندہ و بندی آزاد کرو + نیرودان بے

نیکوئی یاد کرو + جیسے نسبت مفعولی کے لیے لفظ گار بھی آتا ہے

اسی قسم کی ترکیبوں سے حاصل ہو جاتے ہیں اول یعنی اسم ظرف ترکیبی جیسے موج خیز بمعنی جاے  
 خاستن موج۔ آب خیز جاے خاستن آب امیر خسرو شعر دید بہ کشتیش بدانگونه تیز کاٹتے برخاست ادا  
 آب خیز اسکو فاعل ترکیبی کہہ نہیں سکتے اسواسطے کہ خاستن بمعنی متعدی مسموع نہیں اس ترکیب میں  
 جزو اول جزو ثانی کا فاعل واقع ہے اسی طرح دو اسموں کی ترکیب سے جیسے چار موج یعنی ایسی جگہ کہ  
 چاروں طرف سے موج اٹھتی ہو۔ اسی طرح ستان وزار و سار و بار و لاج و لان و کند و دان۔ پس ستان  
 جیسے ہندوستان و میستان و یوسفستان و بلبلستان فردوسی شعر نخن رود گفستی میستان شدہ است  
 ز نیزہ ہوا چون نیستان شدہ است مولوی معنوی شعر آب را در غور مایہاں کم چشما ہار خشک و  
 خشکستان کم صائب شعر این چہ لطف است کہ بر خود نظر اندازد یوسفستان شود از پر تو عارض بزش  
 اوستان کی سین کو متحرک رکنا بھی جائز ہے فردوسی گنگ در کی تعریف میں لکھتے ہیں شعر بہر گوشہ  
 چشمہ و گلستان و زمین بہن شاخ بلبلستان و خاقانی شعر سازی پے نہ بہت روانہا و در ولف  
 سمنستانہا و آراسکا مخفف سان بھی مستعمل ہے فرخی شعر گرز بود تو نیسے بگز و برزنگبار و ور  
 زخمیے تو سمن در و زو بر ہند سان و ہندوان را آتش سوزندہ روید شاخ شاخ و رنگیان را  
 شوشہ از مسکن بر آید خیزان و فردوسی شعر بے شارساں گشت بیمارسان و بے بوستان نیز  
 شد خارسان و شارساں مخفف شارساں اور شار بمعنی عمارت اور یہ مبدل شہر ہے اور شہرستان  
 بمعنی شہر کلان یعنی ایسا شہر کہ اور شہر و نکلے لیے بمنزلہ ظرف کے ہے یعنی یہ شہر کئی شہروں کو  
 مشتمل ہے یہی معنی نہادند کے ہیں کسواسطے کہ نہ بالکسر بمعنی شہر ہے اور زار جیسے کار زار یوسف زار  
 ہندوار۔ گلزار۔ اور بازار بھی اسی قبیل سے ہے اصل اسکی ابا زار ہے اسواسطے کہ بازار میں اکثر  
 کھانے پینے کی چیزیں فروخت ہوتی ہیں پھر بعد میں مطلق سوق کے معنی میں اس لفظ کو استعمال کر نیلگے۔  
 سعدی شعر اے تہیدست رفتہ در بازار و ترسمت بر نیاروی دستار و ولہ چہ مردی کند و صف  
 کار زار و کہ دستش تہی باشد و کار زار و عرفی شعر بر برق مہ کنعان کہ بہت حسن آباد و بجلد گاہ لیجا  
 کہ بود یوسف زار و البوطالب کلیم شعر نرود سبزہ در ہر جانمک زار بیت حیرانم کہ خط چون سبز و خرم  
 میکند لعل لب اورا و عرفی شعر فردغ شعلہ تہرت فتہ چو درار حام و بچشمہ زار بزیاسندران خرنجک  
 زلالی شعر چو آتش سوے ہندو زار بگزشت و بخار سوختہ خیل شر گشت و آراساں جیسے چشمہ سار

اسم اور امر کی  
 ترکیب ہے

چندوں کی ترکیب  
 سننی طرزی تفسیر  
 سبب لفظ و کثرت  
 ہوتے ہیں

ستان کی سین کو حرکت

ستان کا مخفف  
 سان ہے

شارسان کی تحقیق

زار کا بیان

نظارہ کی تحقیق

نظارہ کا بیان

وچا ہسار کو ہسار صائب شعر سے رویم چو مایہی بچشمہ سازندہ چو تیغ جو ہر ذاتی بس ست جوش ما +  
 فردوسی شعر کشان بیزن گیوا از پیش دار + بسر دند بستہ بدان چاہ سار + آور ساران اور سارہ اسپکا مزید علیہ  
 جیسے کو ہساران کو ہسارہ و کف سارہ صائب شعر راہ رورایال دیر بہت سختیہاے و ہر + کو ہساران  
 سے شود سنگ فسان این سیل ما + فرخی شعر بر کشیدند کہ سارہ غزنین دیبا + بر زوشتند ز کہ سارہ غزنین بلیم +  
 حکیم مختاری شعر بکتف سارہ بر آوردہ زانو ازاد بار + بچشم خانہ فرورفتہ دیدہ از نا مار + آور اسکا مخفف  
 سر بھی مستعمل ہوتا ہے۔ فردوسی شعر منیرہ بیامد بدان چاہ سر + دوان خوردنیہا گرفتہ بسر + ممکن ہے  
 کہ یکلمہ جو لفظ سار سے مرکب ہے مقولہ ہو اور لفظ سار مزید علیہ سر کا ہو جیسے گلو سار سر گلوں کا مقولہ  
 اور مزید علیہ ہے اور جیسے اس شعر میں جو رستم اور شنگل کی رزم میں مذکور ہے شعر از ایران بیامد و لاور  
 ہزار + زرہ وار با گرزہ کا و سار + گا و سار مزید علیہ گا و سر ہے کوا سٹے کہ گز رستم کا بشکل سر کا و تھا  
 چنانچہ اس گرز کی گا و ہر بھی صفت کرتے ہیں اسی داستان میں فردوسی فرماتے ہیں شعر چنگیدن  
 گرزہ گا و ہر + تو گفٹی بہن سنگ بار و سپہر + بلکہ گا و سر و گا و سرہ بھی اسکی صفت واقع ہوئی ہے۔  
 اگرچہ یہ ترکیب اور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلمہ آور بار جیسے جو بار رود بار و زنگبار و ہندو بار و گنجبار اور یہ  
 دونوں لفظ زنگبار و ہندو بار بوجہ سیاہی رنگ دوات سے کنایہ ہوتے ہیں نظامی یہ شعر زبں رود  
 خیزان لب رود بار + فشانہ ز رخسار گیتی غبار + کمال اسمیل شعر خاتم تو کہ دریاش تا کمر گاہ است  
 خامہ ات کہ بسر میر و ہندو بار + آور جو بار کو تخفیف یاے تحتانی جو بار بھی کہتے ہیں ملامفید  
 بلخی کا شعر ہے شعر نصیب صاف دلاں ست عیش این گلشن + ہمیشہ سرو سہی در کنار جو بار است +  
 فردوسی شعر ہیارم نشانش بر تخت یار + وزان پس کشایم در گنجبار + آور لاخ جیسے سنگلاخ و  
 دیولاخ۔ صائب شعر روشن دلاں ز سختی ایام خوشدل اند + کز سنگلاخ آب سبکتر کند گز + لہ  
 دیولاخ ست جہان در نظر وحشت من + تا مرارہ بہ پر سخاۃ عولست داوند + آور لالان جیسے تریاق  
 لالان مولوی معنوی شعر سروری زہرست جزآن روح را + کو بود تریاق لانی زابتدا + آور کند جیسے  
 نار کند بختے نارستان یعنی باغ انا و واضح ہو کہ یہ الفاظ معنی مبالغیت کو متضمن ہیں یعنی اپنے  
 مدخل کی کثرت اور انہو ہی کا افادہ کرتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلمہ بالصواب بعض محققین لفظ دلاں  
 کو اسی قبیل کا فرماتے ہیں مگر معنی کثرت اور مبالغہ کا افادہ اس سے نہوگا اور یہ لفظ جل اسم کے تسم

ساران و سارہ  
 مزید علیہ سارہ

سار کا مخفف  
 سار

لفظ بار کا بیان

جو بار جیسے ہیں  
 جو بار کو تخفیف یا

بیان لاخ کا

بیان لان کا۔

بیان کند کا۔

لفظ دلاں کا بیان  
 لفظ دلاں کا بیان  
 لفظ دلاں کا بیان

ترکیب پاتا ہے وہ اسم اکثر ظرف ہو کر تائب ہے جیسے قلمدان و جزو دان و گنجدان۔ محمد سعید اشرف شہر  
آمد آن شوخ و برادران و لم گردید و رفت و جزو دان سینہ را از بیکدگر پاشید و رفت و نظامی شہر گراوند  
آمد تو ہستی و خوش ہا گراو گنجدان شد توئی گنج بخش و اسطرخ جزو دان جبر بالکسر بمعنی سیاہی جبروان و دوت  
سیحے کاشی تاریکی شب تاریکی تعریف میں کہتے ہیں شہر یک قلم از تیرگی شب جہان و پیر سیاہی  
شدہ چون جبروان و اور کبھی مادہ جیسے چرم دان ہبیانی چرمی مولوی معنوی شہر چونکہ حق و باطل  
آیتند و نقد و قلب اندر چرم دان ریختند و ولہ کہ درین کشتی چرم دان گم شدہ است و جملہ را جستم  
نتوانی تو رست و مگر لفظ چرم بمعنی جلد بسکون را سے مہملہ ہے بر وزن نرم و گرم اور چرم دان میں را  
متحرک ہے وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْاَصْوَابِ۔ واضح ہو کہ یہاں اسم ظرف سے وہ اسم مراد ہیں کہ ان میں اس  
ترکیب خاص سے معنی ظنی پیدا ہو جائیں اسکا کوئی جز بالاستقلال ظرفیت پر وال نہ ہو ایسوجہ  
تماشا گاہ و در سگاہ و نہاوند و باز جاسے بمعنی ماوا و روزگار و شب خانہ و گنج خانہ و شب گاہ وغیرہ  
ان میں نہیں شمار کیے گئے اگرچہ گنج خانہ گنجدان کے معنی میں ہے اور چارموج ان میں یعنی ظرف  
ترکیبی شمار کیا گیا۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ نشان اور کند وہی ہندی کے استخوان اور کھنڈ میں استخوان  
بالفتح و الہاء المخلوطہ مطلق جاسے اور مکان کو کہتے ہیں۔ اور کھنڈ بالفتح و الہاء المخلوطہ والداں الہندی  
حجرہ وغیرہ کے معنی میں ہے مگر ہندی بالاستقلال مستعمل ہوتے ہیں فارسی میں ضمائر متصلہ کی طرح  
بغیر کسی اسم کے نہیں مستعمل ہوتی ایسوجہ سے حروف میں شمار کیے جاتے ہیں لیکن افادہ کثرت و  
انہوی کا ان میں بڑھا ہوا ہے نیز خصوصاً نشان جس طرح ظرف مکان کے لئے آتا ہے ظرف زمان  
بھی استعمال پاتا ہے جیسے تابستان و زمستان یعنی زمانہ بسیار گرمی و زمانہ بسیار سردی سو یہ بات  
اس زبان کی خصوصیات سے ہے۔ بعض وقت یہ الفاظ بغیر ارادہ کثرت بھی استعمال کرتے ہیں  
جیسے شبستان مطلق رات کے رہنے کے مکان کو کہتے ہیں اسطرخ چاہسار و خسار شعر مذکور میں  
اس واسطے کہ جس میں بیزن قید ہوا وہ ایک ہی کنواں تھا البتہ اس میں اس تاویل کی گنجائش ہے  
کہ وہ کنواں جس میں بیزن قید تھا چونکہ بہت بڑا تھا کئی کنوونکی وسعت اور عمق اس میں تھا مجازاً  
چاہ سار کہہ دیا۔ اسطرخ رودبار و جویار کو سمجھنا چاہیے وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْاَصْوَابِ۔  
اسم آلہ بھی اسم اور امر کی ترکیب سے حاصل ہوتا ہے جیسے مگسراں با وزن جارب منزل شناس

گراو گنجدان  
نہ از بیکدگر پاشید  
صاحب انجیل سے  
منع نہیں ہوا گراو  
منع نہ از بیکدگر پاشید  
جس سے کہہ دیا  
اور کبھی مادہ جیسے  
چرم دان ہبیانی چرمی  
مولوی معنوی شہر  
چونکہ حق و باطل  
آیتند و نقد و قلب  
اندر چرم دان ریختند  
ولہ کہ درین کشتی  
چرم دان گم شدہ است  
و جملہ را جستم  
نتوانی تو رست  
و مگر لفظ چرم  
بمعنی جلد بسکون  
را سے مہملہ ہے  
بر وزن نرم و گرم  
اور چرم دان میں  
را متحرک ہے  
وَاللّٰهُ تَعَالٰی  
اَعْلَمُ بِالْاَصْوَابِ۔  
وضوح ہو کہ یہاں  
اسم ظرف سے وہ اسم  
مراد ہیں کہ ان میں  
اس ترکیب خاص سے  
معنی ظنی پیدا ہو  
جائیں اسکا کوئی  
جز بالاستقلال  
ظرفیت پر وال نہ ہو  
ایسوجہ تماشا گاہ  
و در سگاہ و نہاوند  
و باز جاسے بمعنی  
ماوا و روزگار و  
شب خانہ و گنج خانہ  
و شب گاہ وغیرہ  
ان میں نہیں شمار  
کیے گئے اگرچہ گنج  
خانہ گنجدان کے  
معنی میں ہے اور  
چارموج ان میں  
یعنی ظرف ترکیبی  
شمار کیا گیا۔ اور  
یہ بھی یاد رہے کہ  
نشان اور کند وہی  
ہندی کے استخوان  
اور کھنڈ میں  
استخوان بالفتح  
و الہاء المخلوطہ  
مطلق جاسے اور  
مکان کو کہتے ہیں۔  
اور کھنڈ بالفتح  
و الہاء المخلوطہ  
والداں الہندی حجرہ  
و غیرہ کے معنی میں  
ہے مگر ہندی  
بالاستقلال  
مستعمل ہوتے ہیں  
فارسی میں  
ضمائر متصلہ کی  
طرح بغیر کسی  
اسم کے نہیں  
مستعمل ہوتی  
ایسوجہ سے  
حروف میں  
شمار کیے  
جاتے ہیں  
لیکن افادہ  
کثرت و انہوی  
کا ان میں  
بڑھا ہوا ہے  
نیز خصوصاً  
نشان جس  
طرح ظرف  
مکان کے  
لئے آتا ہے  
ظرف زمان  
بھی  
استعمال  
پاتا ہے  
جیسے  
تابستان  
و زمستان  
یعنی  
زمانہ  
بسیار  
گرمی و  
زمانہ  
بسیار  
سردی  
سو یہ  
بات اس  
زبان کی  
خصوصیات  
سے ہے۔  
بعض  
وقت یہ  
الفاظ  
بغیر  
ارادہ  
کثرت  
بھی  
استعمال  
کرتے  
ہیں جیسے  
شبستان  
مطلق  
رات کے  
رہنے کے  
مکان کو  
کہتے ہیں  
اسطرخ  
چاہسار  
و خسار  
شعر مذکور  
میں اس  
واسطے  
کہ جس  
میں  
بیزن  
قید  
ہوا وہ  
ایک ہی  
کنواں  
تھا  
البتہ  
اس میں  
اس  
تاویل  
کی  
گنجائش  
ہے کہ  
وہ  
کنواں  
جس  
میں  
بیزن  
قید  
تھا  
چونکہ  
بہت  
بڑا  
تھا  
کئی  
کنوونکی  
وسعت  
اور  
عمق  
اس  
میں  
تھا  
مجازاً  
چاہ  
سار  
کہہ  
دیا۔  
اسطرخ  
رودبار  
و جویار  
کو  
سمجھنا  
چاہیے  
وَاللّٰهُ  
تَعَالٰی  
اَعْلَمُ  
بِالْاَصْوَابِ۔  
اسم  
آلہ  
بھی  
اسم  
اور  
امر  
کی  
ترکیب  
سے  
حاصل  
ہوتا  
ہے  
جیسے  
مگسراں  
با وزن  
جارب  
منزل  
شناس

اسم آله عینہ امیر  
 ہا کے نسبت  
 الحاق سے  
 امیر المومنین  
 امیر فقہان  
 سے نسبت الحاق  
 اجماع میں  
 بنیاد ہے یعنی  
 صالحانہ  
 نسبت کا الحاق  
 خصوصاً  
 اسم سے جائز  
 ہو چاہے  
 یا بغیر اسم  
 کا اطلاق  
 یا قبل مکان  
 مجازی کو  
 اللہ تعالیٰ اعلم  
 بالصواب

بیان اسم حالیہ

نیا پودہ کیسے مالیت پیدا کرے؟

یہ نظم کوئی منظوم ہے

زنی میں بھی آزمائش  
اسم مفعول  
حالیہ اسم فاعل  
اسم فاعل

حالیہ اسم فاعل کی  
اور اسم مفعول  
ترکیبی کی ترکیب

روئے برخاک جزئی نام میں  
عدم رابطہ کا الزام نہیں

دست بدل ہو گیا  
جس کا دل قابو سے بچ گیا  
جانا ہوا درود باوجود  
عدم قدرت اوسکو  
بکلفت نکالتے جانے  
پہننے

حالہ جزئی کا  
حال

جمل حالیہ میں  
رابطہ عائد کی ضرورت

وبنگہ صبر گداز ہے اسی طرح اسم فاعل اور اسم مفعول ترکیبی جیسے عذر خواہ ع عفت مکن عذر خواہ  
آدم ہے اور کبھی صفت مشبہ کے صفیہ مطلقا کسی ترکیب کے ہون حال واقع ہو جاتے ہیں جیسے مردہ  
مشقتا میں سے سعدی کے اس شعر میں شعر یاز رہے ہر دوست کند خواہ در کنارہ یا موج روزے  
افگندش مردہ بر کنارہ اور روسیہ دو اسموں کی ترکیب نظامی شعر عفت مکن عذر خواہ آدم ہے  
برگاہ تو روسیہ آدم ہے اور روسے برخاک عجز اسم اور ظرف کی ترکیب سے یعنی توسط حرف جار  
یہ تینوں صفیہ صفت مشبہ کے ہیں سعدی شعر روسے برخاک عجز مے نالم ہے ہر سحر کہ باد مے آید  
بیان عذر خواہ دروسیہ دروسے برخاک عجز آدم مے نالم کی ضمیر مرفوع متکلم سے اور مردہ افگندش  
کی ضمیر غائب منصوب حال واقع ہے بعض محققین نے روسے برخاک عجز کو جملہ قرار دیکر لیل گلستان  
فضاحت پر عدم رابطہ کا الزام لگایا ہے سو یہ محض نے اعتنائی ہے کیا معنی کہ روسے برخاک عجز  
دست بدل و دست بر سر و دست بسر کی طرح جو کنایہ عاجز اور حیران سے ہیں اور چشم بر در و  
چشم بر راہ و گوش بر آواز و گوش بر راہ کی طرح جو کنایہ منتظر و مترصد سے ہیں صفت مشبہ ہے بیدار  
شعر چہ سلیمانیت اسے غافل ہے دانہ گیری ز مورد دست بدل سعدی شعر آن سرور کائنات  
و آن فخر بشر ہے جبریل امین ز قرب او دست بسر صاحب شعر اے جاوہ سودائے تو ہر شے آہ ہے  
در ہر گز ز چشم براہ تو نگاہ ہے کسی استاد کا شعر ہے شعر اور فت و دلم باز نیامد ز برش  
من چشم بدر گوش برہ بر اثرش ہے معہذا ضمیر متکلم کا ظرف میں موجود ہونا بخویون کے نزدیک  
مسلم ہے۔ یہ بھی سن رکھو کہ صحت حالت کے لئے چونکہ کسی اسم کا دال برہیات ہونا کافی ہو جاتا  
بعض جاہل غیر مشتق بھی حال واقع ہو جاتے ہیں جیسے لفظ یار مصرعہ اوسے میں فردوسی شعر نوحہم  
ز ایرانیان یار کس ہے پئے رخس وایز و مرایا بس ہے واضح ہو کہ جب جملہ خبریہ حال واقع ہو خواہ وہ جملہ  
فعلیہ ہو خواہ اسمیہ اس میں عائد و رابطہ کا ہونا ضروری ہے تاکہ اسکو اپنے ذوالحال سے مربوط کر دیوے  
اور یہ رابطہ کبھی صرف واو ہوتا ہے کبھی ضمیر فقط۔ کبھی واو اور ضمیر ہر دو جملہ فعلیہ جیسے محمد قلی  
میلی شیرازی کا شعر ہے شعر مردم و بر زندگانم رحم مے آید کہ تو پے خون آن بیداد ناداری کہ با کردہ  
و بر زندگانم رحم مے آید۔ مردم کی ضمیر مرفوع سے حال ہے اس میں واو اور ضمیر دو رابطہ ہیں  
اور فعل بھی ہشت ہے اور فردوسی فریبرز کی کوہ ہما یون پر لشکر لیجانے کے داستان میں لکھتے ہیں



شعر شب تیرہ راتا سپیدہ دمان + بیاید بخوید برہ بر زمان + یہاں بخوید فعل مضارع غائب منفی  
 حال ہے اور رابطہ صرف ضمیر متر ایک ہے اور وہی فاعل بھی ہے، برہ برظن مستقر تعلق فعل ناشیہ فعل  
 محذوف یہ بھی حال ہے زمان ذوالحال کا اسکو حال متداخلہ اور حال در حال کہتے ہیں۔ زمان بمعنی  
 توقف ذوالحال اپنے حال سے مل کر مفعول بہ بخوید کا بخوید فعل اپنے فاعل رابطہ اور مفعول سے مل کر  
 حال ہوا بیاید کی ضمیر غائب متر کا ضمیر غائب مرفوع مستر ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل ہوئی  
 بیاید کا اور مصرعہ اولیٰ شب تیرہ راتا سپیدہ دمان مفعول فیہ + یا تا غائیہ + سپیدہ دم مضاف شب تیرہ  
 الیہ + مضاف مضاف الیہ مجرور + جار و مجرور متعلق بیاید + سپیدہ دمان مین الف ونون مزید تان جیسے  
 بامداد بامدادان امشب امشبان۔ مولوی معنوی شعر درکہ باور نیستت خیر امشبان + تا بہیٰ فسق  
 شیخت راعیان + ای طرح الف نون ہستان مین مولوی معنوی شعر <sup>۱۲۹</sup> لکھن جہان نیست چون ہستان  
 شدہ + وان جہان ہست بس نہان شدہ + یعنی فرید علیہ سپیدہ دم + را اضافی لے تاجع امشب  
 بیاید۔ یہ بھی سن لو کہ ان ضمائر سے جو جبل حالیہ یا صفات حالیہ مین ہوتے ہیں یا انکے متعلق سے  
 دوسرا حال واقع ہو جاتا ہے اسکو حال در حال یا حال متداخلہ کہتے ہیں جیسے اوپر بیان ہوا اور کبھی  
 ایک ذوالحال کے چند حال متساوی الرتبہ واقع ہوتے ہیں انکو حال مترادفہ یا حال بر حال کہتے  
 ہیں فردوسی <sup>۱۳۰</sup> رزم رستم و شنگل مین لکھتے ہیں شعر بیک زخم صد نیزہ کردی قلم + خروشان  
 جوشان چو شیر و زرم + خروشان و جوشان کردی کی ضمیر مرفوع سے متساوی الرتبہ حال مین  
 اور جملہ اسمیہ جیسے سعدی کا شعر ہے شعر بہ بدختی و نیک سختی قلم + بگرد و ماہچمنان و شکم + دہچن  
 و شکم بگرد کی ضمیر مرفوع مستر سے حال ہے ولہ بلند آسمان پیش قدرت نخل + تو مخلوق و آدم  
 ہنوز آب و گل + ان دونوں مین فقط ایک رابطہ ہے۔ کبھی بنظر تاکیہ صیغہ حال کو مکرر بھی کرتے  
 ہیں اسوقت اول پر سے الف ونون حالیہ کا تخفیفاً حذف کرنا بھی جائز ہے تا دونوں صیغہ ملکر بمنزلہ  
 ایک صیغہ کے ہو جائیں جیسے پرس پر سان و کش کشان و خند خندان مولوی معنوی شعر پرس  
 پر سان بیکشیدش تا بصدر + گفت گنجے یافتہ اما بصبر + ولہ فکر و سینہ و آید نوبہ نوبہ خند خندان  
 پیش او تو باز رو + جنب جنبان فردوسی شعر زمین جنب جنبان شد و روز تارہ پس اند فر از آمد و  
 پیش غار + اور حال اپنے ذوالحال سے مقدم بھی ہوتا ہے موخر بھی جیسے اسئلہ بالاس ہویدا

حال متداخلہ

امشبان

حال مترادفہ

نظر تاکیہ صیغہ حالیہ کا  
 مکرر اول مین بنظر تا

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب کبھی اسم اور امر کی ترکیب لفظ وار کی طرح قدر اور اندازہ کو بتلاتی ہے نظامی  
 شعر ہوران وہ کہ بود مورخوار ۛ وہد ہیل را طعمہ پیل وار ۛ صفت مشبہ وہ اسم ہے کہ وہ فعل لازم  
 سے اُس شے کے لئے اشتقاق کیا جاتا ہے کہ جسکے ساتھ وہ فعل قائم ہے یعنی قیام فعل کا اُس شے کے  
 ساتھ اکثر بحیثیت ثبوت ہوتا ہے نہ بحیثیت حدوث و تجد و اکثر کی قید اس لئے ہے کہ تاخفہ و رفہ و مرؤ  
 وغیرہ اس سے خارج نہ ہوں اس واسطے کہ سونا اور چلنا اور مرنا اسکے فاعلون میں امر حادث ہے نہ ثابت  
 کیا معنی کہ سونا بعد بیداری کے چلنا بعد سکون کے مرنا بعد حیات کے ہے۔ اسکے صیغے سو صوت  
 اسم فاعل کے کئی طرح مستعمل ہیں۔ ایک تو جسطرح عربی میں فیصل جیسے اسم مفعول (مثلاً قتل و مرجع)  
 کی میزان ہے صفت مشبہ (مثلاً رحیم و کریم وغیرہ) کا وزن بھی قرار دیا گیا ہے۔ اسبطح فارسی میں خفہ  
 و رفہ و مرودہ وغیرہ کا وزن اسم مفعول اور صفت مشبہ میں مشترک ہے سعدی شاعر بطلست  
 آنکہ مدعی گوید ۛ خفہ را خفہ کے کند بیدار ۛ ولہ نام نیک رفتگان جنائع مکن ۛ تا با باند نام نیک  
 برقرار ۛ انکی صورت ظاہری پر نظر کر کے انکو اسم مفعول کہہ دینا ہے تو جہی کی بات ہے اس واسطے  
 کہ اسم مفعول اُس شے کا نام ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہوا اب یہاں خفہ پر کس کا خواب اور رفتگان  
 پر کسکی رفتار واقع ہوئی۔ دوسرا اسم حالیہ کی شکل میں جیسے روان و درخشان و دمان و جہان جیسے  
 آب روان و مہر درخشان و پیل دمان و برق جہان اضافت کے ساتھ تا معنی حال کا شائبہ نر  
 سعدی شاعر نہ مروست آن بہ نزدیک خرومند ۛ کہ یا پیل دمان پیکار جوید ولہ بگفت احوال برق  
 جہانست ۛ دے پیدا و دیگر دم نہانست ۛ فردوسی کا موس کے قتل کی داستان میں لکھتے ہیں  
 شہر چینست رسم جہان جہان ۛ گہے باغم دور و گہ شادمان ۛ اردشیر کے خاتمہ کا میں لکھتے ہیں  
 شہر بیتا ہمہ دست نیکی بریم ۛ جہان جہان را بید نہریم ۛ اسے روزگار بے ثبات ناپائدار۔  
 جانتا چاہیے کہ جہان بالکسر تیزی سے نکل جانے والا یعنی بے ثبات غیر قرار کیونکہ جیتن بالفتح سے  
 مشتق ہے اور وہ معنی میں کوونے کے ہے لیکن جب نام ایک شے کا رکھ دیا اسکے کسرہ حرف اول کو  
 فتح سے بدل دیا تا معنی دینی سے ذہول ہو جائے یعنی وہ صفت کا صیغہ نہ سمجھا جائے جس طرح  
 ہلے تسمیہ صیغہ صفت پر بڑھائی جاتی ہے جیسے دلسوز سے دلسوزہ ایو جہ سے جیسے دینائے  
 ناپائدار کا جہان نام رکھا ہے دولت زوال پذیر کو بھی جہان سے کنایہ کرتے ہیں نظامی کا شعر ہے

اسم اور امر کی ترکیب  
 سے قدر اور اندازہ

صفت مشبہ  
 وزن اسم مفعول

صفت مشبہ  
 اسم حالیہ کے وزن

نظامی کی تحقیق

شعر جهان خوش بدان نیست کار سے بدست و بزر بخیر و قفلش کنی پائے بست و اور کبھی دو اسموں کی ترکیب سے معنی صفت مشبہ کے حاصل کرتے ہیں جیسے سرو بالا و گلزار۔ میر خجالت صاحب گل کشتی کا شعر شعر سرو بالا صنمے آمدہ خوش بر سر بایہ از سر صدق بگوئیم ہمہ نام خدا و اس مقام پر یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ معنی صفت کے فقط اس ہیئت خاص ترکیبی سے کہ مشکلم نے دو کلموں کو بمنزلہ ایک کلمہ کے قرار دیا ہے پیدا ہوتے ہیں اور درحقیقت یہ ہر دو اسم آپس میں ایسی نسبت رکھتے ہیں کہ اگر ان سے لحاظ افراد اٹھا دیا جاوے تو یا تو ترکیب اضافی متحقق ہوگی اور اضافت بھی۔ یا تشبیہی حکم یا تشبیہی کہتے ہیں جیسے خورشید چہرہ سرو بالا یا حقیقی جیسے جامہ یار سا۔ سعدی فرماتے ہیں شعر ہر کرا جامہ یار سا بینی و پارسا دان و نیکم دان گار و اور کبھی یہ دونوں ترکیبیں مقلوب بھی ہو جاتے ہیں اول یعنی قلب تشبیہی جیسے ابرش سپہر بد چاچ کا شعر ہے شعر مہر منو چہر چہر آرش ابرش سپہر چہر غفور فرحیدر احمد شاعر ثانی یعنی قلب اضافت حقیقی جیسے چور پیشہ سپاس اندیشہ سعدی فرماتے ہیں شعر نکند چور پیشہ سلطانی و کہ نیاید ز گرگ چوپانی و یا ترکیب <sup>عطف</sup> اضافی متحقق ہوگی جیسے روسیہ لب خشک زبان دراز سینہ صاف جامی شعر تو آب رحمتی آن بہ کہ گاہے و کئی بہر حال لب خشکان نگاہے و اور اکثر اس ترکیب کا قلب بھی مستعمل ہے جیسے سیاہ روی نیک خوی مرغولہ موسیٰ تہ لب جیسے۔ مائشہ لبانیم توئی آب حیات و یا باہم ظرف و مضاف کا علاقہ متحقق ہوگا یعنی ان دونوں اسموں کے درمیان میں بریاد و نکالنا پڑے جیسے اژدہا و دوش لے کیسکہ اژدہا بردوش دارد و حمل لے کیسکہ در دل اور حم ست فردوسی شعر سخا ہم بر گاہ خنک را و مران اژدہا دوش ناپاک را و اب انہی صیغہ صفت کی ترکیب اور ڈھنگ سے ضبط کی جاتی ہے تا ناظرین لغز خیال بلند اندیشہ لطف اندوز ہوں اور اس اختراع نادر کی داد دین۔

صفت مشبہ ترکیب کے دونوں اسموں سے اگر کاظ و صفت اٹھا لیا جائے تو تضاد و تشبیہی ہوگی یا حقیقی یا تشبیہی ہوگی  
صفت مشبہ ترکیب کے دونوں اسموں سے اگر کاظ و صفت اٹھا لیا جائے تو تضاد و تشبیہی ہوگی یا حقیقی یا تشبیہی ہوگی  
صفت مشبہ ترکیب کے دونوں اسموں سے اگر کاظ و صفت اٹھا لیا جائے تو تضاد و تشبیہی ہوگی یا حقیقی یا تشبیہی ہوگی

گوہر ازین بیش ز کانیکہ زاد	نادرہ چندین ز زبانیکہ زاد
ہر خرفش ز یور معنی ست بین	گر شناسی لغرامت نشین
و ہو ہذا جن دو اسموں کی ترکیب اسنادی سے معنی و صفتی حاصل ہو کر متعلق مسند الیہ کو موصوف بنانا چاہیں اس مرکب کو میں صفت مشبہ ترکیبی کہتا ہوں ان میں مسند مقدم ہو تو اکثری اور مؤخر تو اقلی پھر ہر ایک میں مسند مسند الیہ بلا تاویل بنے تو صغری جیسے اکثری میں پاک نظر تو آئین سیرت	

ایک نادرہ و صفت مشبہ ترکیب کا بیان

عصمت بنیاد تقدس فرش قدسی نفس کشادہ روخیزہ چشم نگارین مثال زرین پروبال شور و بخت  
 خالی کیسہ تنگ سرمایہ سنگدل پاک گوہر یعنی آنکہ نظر اد پاک ست و آئین اولوست و چشم او سیرت الخ  
 اور اقلیٰ میں کہ ورت رفته سرمایہ نگار سرگرم - دلریش سر بلند جگر خون سراپا نار و وسیہ زبان دراز سیدھا  
 یعنی آنکہ کہ ورت اور رفته است سرمایہ است اور نگار است سر او گرم است الخ اور جو بروقت اسناد لفظ مثل مقدار  
 ماننا پڑے تو وسطیٰ جیسے اکثری میں ماہ طلعت خورشید رخ غنچہ طبع یا قوت لب گوہر دند ان یعنی آنکہ طلعت  
 او مثل ماہ ست و رخ او چون خورشید است و لب او مانند یا قوت ست الخ - اقلیٰ وسطیٰ جیسے تن البرز  
 و آبرش سپہر یعنی آنکہ تن او مثل البرز کوہ است و آبرش او چون سپہر است اور جو لفظ مثل و مثل لفظ سیدھا  
 مقدار ماننا پڑے تو کبریٰ جیسے اکثری میں صدق دہان سلیمان جاہ سکندر حشمت حجم مرتب و آرا  
 منظر فر یعنی آنکہ دہان او مثل دہان صدق ست جاہ او چون جاہ سلیمان است حشمت او مانند حشمت سکندر  
 است الخ - اقلیٰ کبریٰ جیسے جامہ پارسا - یعنی آنکہ جامہ او مثل جامہ پارسا است اے کیکہ زمی پارسا یا  
 گرفته واللہ تعالیٰ شانہ اعلم بالصوات

## بحث الفعل

جو کلمہ کہ اپنے معنی بتلانے میں مستقل ہو محتاج انضمام کلمہ دیگر نہ ہو یعنی وہ معنی مستقل بالمفہوم است  
 ہوں اور اس سے تینوں زمانوں میں سے کسی ایک معین زمانے کا اقتران بھی مفہوم ہو تو فعل  
 کہلاتا ہے اور مشہور یہ ہے کہ زمانے تین ہیں ماضی حال مستقبل ماضی گزرے ہوئے زمانہ کو کہتے ہیں  
 مستقبل آنے والے زمانہ کا نام ہے حال ان دونوں زمانوں کے درمیان کا وقت - اس سے  
 یہ بات سمجھ میں آگئی ہوگی کہ درحقیقت زمانے دو ہیں ماضی یا مستقبل اور حال ایک آن کا نام ہے  
 اور یہ آن ماضی اور مستقبل کے درمیان فصل مشترک ہے بطرح نقطہ خط میں لیکن مجازاً زمانے کی  
 ایک تقسیم سے جس قدر حصے کیے جائیں ان اقسام متساویہ میں سے جس قسم میں یہ آن دائرہ سائر ہوگی  
 اس قسم کو بہ نسبت اقسام گذشتہ و آئندہ حال کہتے ہیں جیسے زمانہ کو صدیوں برسوں مہینوں دنوں  
 گھنٹوں منٹوں وغیرہ میں وہ آن ہوگی وہ ہی حال کے نام سے مشہور ہے چنانچہ ماہ حال سال حال  
 محاورہ اور زبان زد ہے - واضح ہو کہ فعل ان تینوں معنوں کو مشتمل ہے حدث یعنی معنی مصدر یا  
 جو مدلول مادہ فعل ہے - اور نسبت جانب کسی نہ کسی فاعل معین کے اور اقتران زمان جہر سیات

بحث فعل

تینوں

واقعیات زمانہ دو ہیں

تحقیق حال

فعل کا حدث و نسبت و اقتران زمان جہر سیات

ماہودہ حدیث ہر  
بیانات اقرآن پر  
دلائل کونست  
فلربینین بنجنا

[illegible]

تعریف فعل لازم

تعریف فعل لازم  
اعتبار عدم ضرورت  
کاملاً ۱۲۵

افعال دو قسم کے ہوتے ہیں لازم اور متعدی لازم وہ فعل ہے کہ فاعل پر تمام ہو جائے محتاج مفعول بہ کا نہ ہو یعنی اُس فعل کا فاعل سے تجاوز کر کے مفعول بہ پر پہنچنا تقدیراً یا تحقیقاً کوئی ضروری نہ ہو پس تعریف لازم میں اعتبار عدم ضرورت سے اس امر کا افادہ ہے کہ اگر افعال لازم کہیں مفعول بہ کے ساتھ تعلق پکڑیں ہماری تعریف کے منافی نہ ہوگا اور یہ بات عربی فارسی اردو

سب میں عام ہے جیسے ارشاد قرآنی ہے وَجَاءَهُمْ الْمُرْسَلُونَ اور حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ دیکھئے یہاں ضمیر جمع غائب بلا تو سطر حروف جار خاصہ مفعول بہ ہے اور شعر در لُغِ آدم زان ہمہ بوستان تہی دست رفتن سوے دوستان ۴ مصرعہ اول میں ہم تکلم اور مصرعہ ثانی میں سوے دوستان بلا واسطہ رابطہ آمد اور رفتن کے مفعول بہ ہیں اور اردو میں جیسے کہتے ہیں مجکو بخار آیا۔ میر تقی کا شعر ہے شہر کس دل سے ترا تیر نگہ پار نہ گزرا ۴ کس جان کو یہ مرگ کا پیغام نہ آیا ۴ متعذری وہ فعل ہے کہ فاعل سے تجاوز کر کے مفعول بہ پر پہنچنا تحقیقاً یا تقدیراً اسکو ناگزیر ہے تحقیقاً جیسے زوزید عمر و را تقدیراً جیسے نظامی کا شعر ہے شہر زمین ناوردانگوئی بیار ۴ بیار دہوا ناانگوئی بیار ۴ اسے نیار دزمن رستینہارا و نیار دہوا باران را۔ اب طریقہ اشتقاق ملاحظہ فرمائیے ۴۔

الماضي

لازمہ ذات مسدودوں کے گرا دینے اور حرف اخیر کو ساکن کر دینے سے ماضی مطلق کا صیغہ بنتا ہے جیسے گفتن سے گفت کردن سے کرد۔ ہم اس ماضی مطلق کو بے قابلہ ماضی ناقص کے بحکم اذا اطلق اطلاق افراد الکامل ماضی کمال کے ساتھ ملتبہ کرتے ہیں۔ اگر اسکے اول بین لفظی یا ہی یا اخیر میں یا بے مجہول زیادہ کیجائے ماضی ناقص حکو متناہی۔ بشرطی نا تمام دوامی استمراری کہتے ہیں ظہور پائے جیسے گفت سے می گفت یا بھی گفت یا گفتی مگر حرف متناہی کا افتران جیسے کاش کا شکے و کالج ان ماضیوں کی متناہیت پر قرینہ ہے قاضی رضی الدین اصفہانی کا شعر ہے شعر از خدا قرب تو آن روز کہ می خواست رقیب و کاش آزادی ما نیز متناہی ہے کہ در و سی شعر مراد سے مرا کا شکے مادرم و اگر زاد مرگ آمدے بر سرم و اورادات شرط جیسے اگر و چون و چو کا اتصال انکی شرطیت پر دل ہے سعدی شعر نعوذ باللہ اگر خلق غیب دان بودے کہے بحال خود از دست کس نیا سودے و اور ان ہر دو یعنی اورات متناہی بشرط سے خالی رہنا دوایت و اقرار کے معنی دیتا ہے۔ اور کبھی سیاق و سباق کلام قرینہ مقام بخاتا ہے فردوسی شعر مرا کاش ہرگز نہ پروردہ بود و چو پروردہ بودی شبانم ربود و اسے نہ پروردہ بودے۔ نظامی شعر بدار انداد انچہ داد از نخست و ہمان دادہ را نیز از و باز جست و اسے انچہ می داد یعنی سکندر نے دارا کو نہ دیا جو کچھ پہلے دیا کرتا تھا۔ اور کبھی یہ علامات زائد محض حسن کلام کے لیے بھی لائی جاتی ہیں جیسے

فعل للزعم كما في  
حرف جازم مفعول  
زبان عربي مين  
زبان فارسي مين  
زبان اردوين  
تعريف فعل متحد

وطنیہ اشتقاق بیان فعل خفی

یہ علامات بلا قصد و نیت اور اختیار  
محقق حسن کلام کے لئے  
بھی لائی جاتی ہیں

فردوسی رح فرماتے ہیں شعر ز رومی و مسمری و از بربری و سواران شایسته و لشکری و گزین کر فیج  
 وہ دو ہزار و ہمہ رزم جوئے و ہمہ نامدار و ز اختر شناسان و از موبدان و جہان دیدہ و نامور بخروان  
 ہمیں برد باخویشتن شصت مرد و پڑو ہندہ روزگار نبرد و اسے گزین کرد و باخویشتن برد و کہ اگر خست  
 شاہ بودی کہ من و بیایم بنزدیک این انجن و نمی ماند می زندہ از لشکرت و ہمیں بر سر نیزہ بود سرت  
 مولوی معنویؒ شعر بچنین در گریہ و در نالہ او پے شمر دی جرم چندین سالہ او و یہاں یا تومی و ہمیں کو  
 زائد ما نین یا یایے تختانی کو جس طرح اس شعر میں می اور ہمیں ہر دو جمع ہو گئے ہیں ان میں سے ایک کو  
 زائد ماننا چاہیے۔ مولوی معنویؒ شعر آن ولی حق چو پیداشد ز دور و از سر پایش ہی می تخت نور  
 اور ماضی کامل ہو یا ناقص انکے اخیر میں ضمائر مرفوعہ متصلہ کے لاحق کرنے سے چھہ صیغے پیدا  
 ہوتے ہیں جیسے ان جدولوں سے واضح ہے۔

### جدول تصریف ماضی کامل

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
گفت	گفتند	گفتی	گفتید	گفتم	گفتیم

### جدول قسم اول تصریف ماضی ناقص

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
می گفت	می گفتند	می گفتی	می گفتید	می گفتم	می گفتیم

### جدول قسم ثانی تصریف ماضی ناقص

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
گفتے	گفتندے	.	.	گفتے	.

یہاں چونکہ صیغہ واحد حاضر میں دو یاے مہول کا اجتماع ایک ناموزون ساختہ تھا تو وہ صیغہ بہت  
 کم مستعمل ہوا اور ایسی متابعت سے صیغہ جمع حاضر اور جمع حاضر کی مطاوعت سے متکلم مع الغیر  
 کو فصاحت نے اپنے کلام میں بہت کم استعمال کیا جس سے عوام انکو متروک الاستعمال تصور کرنے  
 لگے مگر حقیقت ایسا نہیں جیسے عوام کا خیال ہے بلکہ بطریق شذوذ مستعمل ہو بھی جاتے ہیں  
 چنانچہ صیغہ حاضر فردوسیؒ کے اس شعر میں شعر مرا کاش ہرگز نہ پروردیے پو پروردہ بودی  
 (حدوفاٹ سکندر آسمان سے شکر کر رہے ہیں)

داستان فکر و کلام  
 سکندر بر جنگ و فدا  
 شاہ نامہ سلمان کی ہے  
 دستم کی پیام نجات  
 کا داستان

جگہ سے لفظی نقطہ  
 بھی کالان اسمی معنی  
 کا افادہ کرتا ہے  
 بخوف طوالت وجوب  
 ملائت اسکو واجب  
 بین نہیں بیان کیا  
 ہے

یا جو محمول والی  
 نہیں نہیں ہے میں نے  
 واحد جمع حاضر اور  
 جمع متکلم میں  
 میں نے اسکا استعمال  
 نہیں کیا

نیاز روئے بہ مولوی معنویؒ شہر شاد گشتی ہر کہ رویت دیدیئے بہ دینت ملک جہان از دیدیئے  
 و لہ در نماز استادہ بدر پرورے ریگ بہ ریگ کز نقش بچش آب دیگ بہ گتئے سرمست برسزہ و گلست  
 یاسوارہ بر براق و دل دلست بہ اسے میگفتی۔ اور صیغہ جمع متکلم علیہ مولانا سے روم کے اس شعر  
 میں شہر پس زمستہا بگفتندے در یغ بہ بر زمین باران بدادیمی چو یغ بہ گتیر یہی دوران بداد جابہ  
 عدل و انصاف و عبادات و وفا بہ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ جاننا چاہیئے کہ اگر کسی امر متوقع پر  
 دلائل خارجیہ سے ایسا ثبوت ہم پہنچ جائے کہ اُسکے وقوع متوقعہ میں کسی نوع کا شک باقی  
 نہ رہے تو ایسے متوقع بلکہ یقین الوقوع کو بجائے صیغہ مضارع صیغہ ماضی کے ساتھ بیان کرتے ہیں  
 سعدیؒ شعر گزشت آنچہ در ناصوابی گزشت بہ درین نیز ہم در نیابی گزشت بہ اسے اگر اس باقی عمر  
 نیز بخلت سپاری مثل عمر گزشتہ بگزد بہ مولوی معنویؒ شہر پیش شیخ آمد کہ اسے شیخ دشت بہ یقین  
 دان کہ مرا استاد گشت بہ گربراستاروم دست تہی بہ او مرا بکشد اجازت میدہی بہ اسے یقین دان  
 کہ استاد مرا بکشد الخ۔ فغانی کا شعر ہے شہر تو لے گل بعد ازین باہر کہ می خواہد دلت بنشین بہ کہ من  
 چون لالہ باداغ جفایت زین چمن رفتم بہ دے مے باید و صبرے کہ آرد تاب دیدارش بہ فغانی گروے  
 داری تو باش اینجا کہ من رفتم بہ بس من فارسی میں ان دو کامل و ناقص ماضیوں کا اور ان تین  
 تصریفوں کا قائل ہوں۔ تصریف تین ہیں ایسے کہ می اور ہی کو ایک ہی سمجھتا ہوں۔ پس است و  
 بود و شاید و باید و توانست و تواند و توان کی ترکیب سے میرے نزدیک فعل مفرد نہیں رہتا جملہ جملات  
 ہے پھر ان حمل فعلیہ کو بیط صیغے ماننا ماضی قریب ماضی بعید ماضی متشکی ماضی مع القدرت وغیرہ  
 کے ساتھ ملقب کرنا بڑی مساحت ہے اسکی کچھ تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ بیان مستقبل کے ضمن میں عرض  
 کروں گا اگرچہ اس میں ایک جمہور قواعد نگاروں کا خلاف ہے مگر خدا داد کے نزدیک جو امر محقق ہو  
 پیش کروینا انصاف ہے۔ خیر یہ حمل فعلیہ ہوں یا فعل مفرد یہاں ایک امر جو بڑے بڑے فاضل  
 انشا پر دازوں کا منزلۃ الاقدام بنا ہوا ہے واجب العرض ہے عرض کرتا ہوں ذرا توجہ کے ساتھ  
 ملاحظہ فرمائیں وہ یہ ہے کہ تو اند اسی جگہ بولا جاتا ہے کہ جہاں اُسکا فاعل عبارت میں مذکور ہو  
 جیسے قطعہ بندہ ہماں بہ کہ زلفیہ خویش بہ عذر بدر گاہ خدا آورد بہ ورنہ سزاوار خداوندیش بہ  
 کس نتواند کہ بجا آورد بہ اس میں لفظ کس فاعل نتواند کا مذکور ہے بر خلاف توان کے کہ اسکی

صیغہ ماضی کو بجا  
 مضارع لائے ہیں  
 بہت

است و بود و شاید و  
 باید و توان و توانست  
 کی ترکیب سے وہ  
 امر جو بڑے بڑے فاضل  
 انشا پر دازوں کا منزلۃ  
 الاقدام بنا ہوا ہے  
 واجب العرض ہے







غائب ہو یا حاضر یا مستحکم اس میں یہی ہوتا ہے کہ امر کو اپنے حکم کرنے کے بعد مامور سے ایقاع فعل  
 مطلوب ہوتا ہے غائب جیسے نظامی شہر چین واد فرمان بہ سالار بارہ کہ باماندار و کس امر و کارہ ولہ  
 بفرمودتازین برابرش نہند ولہ فسوں نامہ زند را ترکسند وگر نہ بزند ان دفتر کسند  
 حاضر جیسے فردوسی پیران کے قتل کی داستان میں لکھتے ہیں شہر گزشتان دہی تابتوران شونہ  
 برایشان نہ ساز سی بکینہ گزندہ اے ایشان را راہ بدہ تابتوران روند الخ پھر اگر کاف اور تا مصدری  
 ان پر آتا ہے تو ان صیغوں کو مصدر بنا کر تاویل میں مفرد کے کر دیتا ہے۔ لیکن صیغہ واحد حاضر  
 میں علامت حاضر یاے تختانی کا حذف کرنا تخفیف کثرت استعمال کے اقتضا سے ہے چنانچہ ادا  
 میں اکثر ترخیم کا قاعدہ جاری ہے کیا معنی کہ ندا اور مخاطبہ کی کثرت سے احتیاج پڑتی ہے جس شے  
 کی احتیاج اس کثرت کو پہنچے اس میں تخفیف آسانی اور سہولت کا موجب ہے۔ اور اسی صیغہ مخرم کا معنی  
 مضاعف عرفی متعل ہونا ہمارے اس دعوے کا مؤید اور ان معنوں کے باہم مشترک ہونے کی قوی دلیل  
 ہو سکتی ہے۔ قہر ان قلم و سخن خاقانی کا شعر ہے شہر دانی چہ کن بنا خوش و خوش کم کن آرزو ہر سرخ  
 و ش زنا کس دس گم کن آشیان ہا اے دانی چہ کنی الم فردوسی کا شعر میان دو صفت شہیدہ اور ابیدہ  
 یکے با دوسرے جگر کشیدہ بد گفت پور سیاوش توئی ہر خردمند و بیدار و خاش توئی ہر اگر جنگ توئی  
 ز پیش سپاہ ہر دور بگزین یکے جا نگاہ ہر کز ایران و توران نہ بیند کس ہر نخواہند یاران فریاد  
 چین داد پاسخ بدو شہر یار ہر کہ اے شیر و زندہ کار ہر ہر ز پیش پدر چون بیارستی ہر ز لشکر بر و مرا خوشی  
 مرا خوشی کس نبودی روا ہر کہ پشت فرستادے مناسرا ہر کنون آرزو کن یکے زمرگاہ ہر کہ باشد  
 بدور از میان سپاہ ہر اے کنون آرزو مے کنی الخ مگر اشتراک زمانی دو ہی میں ہیکا اس واسطے  
 کہ امر بھی زمانہ مستقبلہ کو متضمن ہے واللہ تعالی اعلم بالصواب صیغہ امر مخاطب میں ترخیم کا  
 اس درجہ رواج ہو گیا کہ ظاہر نظر اسی کو اصل اور کامل صیغہ تصور کرتی ہے اور جب معنی امر میں  
 صیغہ مضارع کا اس قدر اشتراک متحقق ہو گیا بلا تکلف میں کہہ سکتا ہوں کہ الف والے دعائیہ صیغے  
 بھی امر وہی کے صیغے ہیں چنانچہ انکی نفی کے لیے بھی میم لائی جاتی ہے اس واسطے کہ مزید و مخرم  
 یہ ہر دو خلاف اصل تھے تو ان دونوں کی نفی پر بخلاف اور صیغوں کے میم لاتے ہیں ورنہ اصل  
 میں کلمہ نفی نون ہے یعنی اصل صیغہ وہی ہے جس میں نہ زیادتی ہونہ کمی پس یہ مزید و مخرم صیغے

امروا حاضرین علامت حاضر  
 یاے تختانی کے حذف کی وجہ

اسی صیغہ کو فردوسی  
 نے استعمال کیا ہے

موند الخ اس واسطے کہ  
 معلوم ہو کہ امر کی صیغہ

کئی خاص صورتوں میں  
 صیغہ مضارع کے نہیں ہے

شہر دانی چہ کن بنا خوش  
 و خوش کم کن آرزو ہر سرخ

ز پیش سپاہ ہر دور بگزین  
 یکے جا نگاہ ہر کز ایران و توران

نہی اور عاملین  
 والے صیغوں پر  
 نفی کے لیے میم  
 لائی جاتی ہے

خلاف اصل ہوئے تو انکی نفی کے لئے میم ایک ایسا حرف قرار پایا کہ وہ اصلی حرف نفی نہیں ہو اسوا  
 کہ نفی کے لئے فارسی میں مصادر اور ساثر افعال پر نون نافیہ لایا جاتا ہے کیا معنی کہ جب تلک یصیغہ اپنی  
 اصلیت پر بلا ترخیم و زیادت رہیگا اُس پر نفی کے لئے نون ہی لایا جائیگا جیسے سعدی کا شعر ہے شعر  
 معشوق ہزار دوست را دل ندہی + اسے دل مدہ - نظامی فرماتے ہیں شعر چنان بہ کہ با او مدارا کنید +  
 بیایید و عذر آشکارا کنید + نباید کہ آن آتش آید تباہ + کہ تشنید انگہ بدریاے آب + اسے سباد کہ  
 آن آتش از ولہ سکندر شہ ہفت کشور نامند + نہ نامد کہے چون سکندر نامند + اسے ناماد ہیچ کس از - اسی  
 طرح جب نفی و منفی کے بیچ میں فاصلہ واقع ہو جیسے فردوسی کا شعر ہے شعر تو خون سر شہر یاران  
 مرید نہ از گاہ در غار بے بن گریز + اسے مگر نیز جانتا چاہیے کہ صیغہ ہاے نہی مرخم و مرید پر جو در حقیقت  
 امر نفی ہیں بخلاف اور منفی صیغوں کے میم اس لئے لاحق کرتے ہیں کہ نہی بمعنی طلب ترک ایک مستقل صیغہ  
 یعنی ایک امر وجودی سمجھا گیا ہے اور بوجہ طلب اور ترک کے گویا مجمع عدم و وجود ہے تو ان دونوں معنوں  
 کے ادا کرنے کے لئے میم ایسا مناسب حرف معین ہوا جو قوت میں نون اور بے کے ہے جو حرف نفی  
 و اثبات ہیں - البتہ یہ شبہ واقع ہوگا کہ نون اور بے اسی ترتیب کے ساتھ زمی میں میم کے آتے ہیں  
 اور در صورت عکس ترتیب انکو پیرایہ میم کا بہرگز حاصل ہو نہیں سکتا اور ترکیب معنی نہی یعنی طلب ترک  
 مطابق ترتیب معکوس ہے - تو عرض کرتا ہوں چونکہ فعل میں حدث کا اعتبار کیا گیا ہے یعنی فعل متضمن  
 معنی حدثی ہے اور حدوث کو سبق عدم لازم اور کل افعال ممکنات کے سبق بالعدم ہیں پس در صورت  
 اجتماع وجود و عدم یعنی اثبات و نفی عدم کو وجود پر پیش قدمی کرنے کے لئے اس قدر حقیقت بس ہے اور یہ  
 بھی ظاہر ہے کہ وجود اشرف ہے عدم اخس اور از روئے مسئلہ مسلمہ کہ نتیجہ تابع اخس کے ہوتا ہے  
 نفی کو اثبات پر مقدم و بالانشین ہونا لازم ہوا کہ وہ نتیجہ ترکیب کا ہے - معہذا یہ فعل باعتبار حقیقت  
 منفی ہے اور منفی میں نافیہ کا تقاضاے صدارت ایک لا بدی امر ہے تو نون نے پر مقدم ہوا اور پھر  
 قوت میں میم کے ہو کر ترکیب مزجی سے عین میم بن گیا چنانچہ جب فعل پر نون نفی اور باے زائد جمع  
 پڑ جاتے ہیں تو انہیں متذکرہ بالا وجوہ سے نون کو با پر مقدم کرتے ہیں جلال اسیر شعر از طاقت من  
 رنجش بجانہ سپرسی + شاید کہ بگویم تو حمدانہ سپرسی + نظامی شعر میان دو پر کار بنشت شاہ +  
 درین دوران کردنیکو نگاہ + نہ بشناخت از یکدگر باز شان + نہ پے بروہ بر پردہ راز شان +

اور منفی صیغوں کے لئے میم اس لئے لاحق کرتے ہیں کہ نہی بمعنی طلب ترک ایک مستقل صیغہ  
 یعنی ایک امر وجودی سمجھا گیا ہے اور بوجہ طلب اور ترک کے گویا مجمع عدم و وجود ہے تو ان دونوں معنوں  
 کے ادا کرنے کے لئے میم ایسا مناسب حرف معین ہوا جو قوت میں نون اور بے کے ہے جو حرف نفی  
 و اثبات ہیں - البتہ یہ شبہ واقع ہوگا کہ نون اور بے اسی ترتیب کے ساتھ زمی میں میم کے آتے ہیں  
 اور در صورت عکس ترتیب انکو پیرایہ میم کا بہرگز حاصل ہو نہیں سکتا اور ترکیب معنی نہی یعنی طلب ترک  
 مطابق ترتیب معکوس ہے - تو عرض کرتا ہوں چونکہ فعل میں حدث کا اعتبار کیا گیا ہے یعنی فعل متضمن  
 معنی حدثی ہے اور حدوث کو سبق عدم لازم اور کل افعال ممکنات کے سبق بالعدم ہیں پس در صورت  
 اجتماع وجود و عدم یعنی اثبات و نفی عدم کو وجود پر پیش قدمی کرنے کے لئے اس قدر حقیقت بس ہے اور یہ  
 بھی ظاہر ہے کہ وجود اشرف ہے عدم اخس اور از روئے مسئلہ مسلمہ کہ نتیجہ تابع اخس کے ہوتا ہے  
 نفی کو اثبات پر مقدم و بالانشین ہونا لازم ہوا کہ وہ نتیجہ ترکیب کا ہے - معہذا یہ فعل باعتبار حقیقت  
 منفی ہے اور منفی میں نافیہ کا تقاضاے صدارت ایک لا بدی امر ہے تو نون نے پر مقدم ہوا اور پھر  
 قوت میں میم کے ہو کر ترکیب مزجی سے عین میم بن گیا چنانچہ جب فعل پر نون نفی اور باے زائد جمع  
 پڑ جاتے ہیں تو انہیں متذکرہ بالا وجوہ سے نون کو با پر مقدم کرتے ہیں جلال اسیر شعر از طاقت من  
 رنجش بجانہ سپرسی + شاید کہ بگویم تو حمدانہ سپرسی + نظامی شعر میان دو پر کار بنشت شاہ +  
 درین دوران کردنیکو نگاہ + نہ بشناخت از یکدگر باز شان + نہ پے بروہ بر پردہ راز شان +

وجہ دوم

وجہ سوم

تائید ان وجوہ  
 کی اساتذہ کے  
 کلام سے +

مولوی معنوی شاعر وقت غارت خواب ناید خلق را پتانہ بر باید کہ زو و لوق را پ صاحب فرہنگ  
رشیدی تقدیم با برنوں کے قائل ہیں اس دلیل سے اُسکا ثبوت دیتے ہیں "چرا کہ با از حروف زیاد  
وحروف زائد در میان کلمہ معقول نباشد" تسامح اس قول کا ظاہر ہے چنانچہ صاحب جو اہر الحروف نے  
اسکو رد کیا ہے بس تحقیق یہی ہے کہ نون نے پر مقدم کیا جاے اسلئے کہ با اگر حرف زائد ہے  
لیکن وہ اپنے فعل مدخول کے مثبت ہونے پر دلیل ہے اور درود نفی کا اسپر ایک عارضی امر ہے۔  
چونکہ نفی اور اثبات میں تناقض ہے اور اجتماع نفیضین محال ہے اگرچہ یہاں اجتماع متناقضین نہیں  
کسو اسلئے کہ اثبات و نفی یہاں جمع نہیں پڑے بلکہ آلات و ادوات اثبات و نفی کے اجتماع سے  
صرف صورت اجتماع نفیضین کی سی ہو گئی ہے تو بھی اسکا استعمال بہت کم رہا یہاں تک کہ خاص  
خاص ہی لوگ ان استعمالات پر واقف ہیں یعنی ادوات اثبات و نفی یعنی با و نون ایک فعل پر بہت  
کم جمع کیے جاتے ہیں مگر جب کبھی جمع ہوتے ہیں وہ با و آلہ اثبات فعل ہے اُس فعل معروض  
کا کالجز بنا دیا جاتا ہے اب اتصال فعل کے ساتھ اُسکو واجب ہو جاتا ہے۔ اور کالجز بننے میں اس  
بے ثبوتہ کو ادوات نفی پر ترجیح کی وجہ یہی ہے کہ فعل معروض نفی قبل ان دونوں نفی و اثباتی حالت  
اپنے درجہ اطلاق میں زیادہ تر مناسبت اثبات سے رکھتا ہے کیونکہ مثبت فرد کامل ہے بلکہ مثبت  
اسی مطلق کے پیرایہ میں استعمال پاتا ہے اور فرد کامل علامت وجد اشناس سے بے نیاز ہو کر آتا  
یعنی علامت وجد اشناس کا اسپر لانا ضروری اور واجب نہیں ہو کر تاہاں فرد ناقص کے لئے  
علامت و ممیز ضرور ہے چنانچہ اصول جبریہ کو ملاحظہ فرمائیے کہ اثبات و نفی یعنی جمع و تفریق کے  
لئے یہاں علامتین مقرر ہیں ایک سیدھے پڑے ہوئے خط کا ایک سیدھے کھڑے ہوئے خط سے  
تقاطع جس سے چار قائے پیدا ہو جائیں جیسے یہ شکل + اثبات یعنی جمع کے لئے اور صرف  
ایک پڑا ہوا سیدھا خط جیسے - نفی یعنی تفریق کے لئے موضوع ہے با این ہمہ اگر کوئی مسئلہ  
حروف مثبتہ سے آغاز کیا جاتا ہے اسپر علامت اثبات نہیں لائی جاتی حروف معدود صرف  
اُنکے اطلاق پر چھوڑ دیئے جاتے ہیں جیسے ب - م - بخلاف نفی کہ اگر کوئی مسئلہ حروف  
منفیہ سے شروع کیا جاتا ہے علامت نفی کا اسپر لانا ضرور اور واجب ہو جاتا ہے جیسے ب  
+ م اور یہی حال واحد اور جمع کا ہے یعنی واحد کو فرد کامل اور جمع کو فرد ناقص سمجھنا چاہیے ہیوجہ

مطلق صیغہ واحد پر وال ہو جاتا ہے اور جمع کے لئے علامت ند وغیرہ کی ضرورت پڑتی ہے دیکھیے  
 اصول جبریہ میں جب حروف معدودہ سے خالی ہوں واحد واحد شمار ہونگے جب واحد سے متجاوز  
 ہوں پھر تعین عدد اور انکا اظہار واجب ہو جاتا ہے جیسے مسئلہ  $ب + ب + ب = ۳ ب$   
 ہوگا۔ نیز واحد کا فرد کامل ہونا اس سے بھی مفہوم ہوتا ہے کہ وہ اصل بہر کثرت ہے کیا معنی کہ  
 اسکے کسور سے کثرت داخلی اور افزائش سے کثرت خارجی پیدا ہوتی ہے۔ غرض فرد کامل علامت  
 سے ملے نیاز ہوا کرتا ہے تو فعل مثبت کو فعل مطلق کے ساتھ زیادہ تر مناسبت بلکہ کمال اتحاد ہوا  
 تو اداة مثبتہ کو فعل مطلق کا کالجزو بخالنے کا ہر طرح کا استحقاق ہے۔ اور اس سے یہ بات سمجھ جائیں  
 کہ اب میم نہیں پر (چونکہ وہ درحقیقت نون نفی اور باے اثبات زائدہ ہے) پھر ایک باے زائدہ  
 لانا جائز نہیں کس واسطے کہ وہ میم نہیں ایک حرف جداگانہ اور نہ ہی ایک صیغہ مستقل سمجھا گیا ہے نہ  
 امر نفی تو اب اس نظر اجمالی نے اسپر باے زائدہ کا لانا جائز کر دیا فرخی کا شعر ہے شعر آئین مدوہر  
 تو داری و تو دانی پ آئین مدوہر نگہدار و بگزار پ فوقی یزدی شعر بیازا ہد ترک سالوس کن پ  
 ریا را بنر بنجر مجوس کن پ در نہ مکن آشنائی بس پ مفروش زہد ریائی بس پ مگر استعمال اس میم کا  
 جب ہی تک جائز ہے کہ وہ افعال کے ساتھ متصل ہو جاتا ہو ورنہ وہی نون نافیہ با نام مخفی  
 متمم یعنی لفظ نہ لایا جائیگا۔ محقق وانا بہار فرزانہ نے در صورت فصل بھی میم ہی کو تجویز فرمایا ہے مگر  
 اس میم کو نون نفی کی طرح مرکب بہ ہائے مخفی جو منظر حرکت و متمم کلمہ ہے مانا ہے اور ان اشعار کو سند  
 گردانا ہے حکیم سنائی شعر بر سر جو تو شد دین سن و دیتی من پ کہ تم شب پوش و قبا باد و وہ  
 زین و فرس پ ناصر خسرو شعر بر راہ امام خود بھی ناز وہ اور امناس و تمہ اماش را پ خاقانی مصرع  
 جو صرع آیت با عقلی تمہ سر باد و تمہ دستارش پ میرے نزدیک وہی نہ ہے غالباً یہ تحریف خوانی  
 ہے البتہ کسی استاد اہل زبان کے ماوہ تاریخ میں یہ لفظ واقع ہو یہ امر طے ہو سکتا ہے واللہ تعالیٰ  
 شانہ اعلم بالصواب فعولن پر بجا ہے نون نافیہ الف کے ساتھ نا بھی آتا ہے نظامی شعر  
 در انجائے کاندیشہ نا دید جائے پ در واز محمد قبول از خدائے پ خواجہ حافظ شعر ہرگز نہ شامل تو  
 سروے پ نارسہ زبستان شاہی پ آوریہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ مناسبت جواب بمطابق  
 جنسی مضارع غیر دعائیہ میں الف کو محض زائد بھی لے آتے ہیں جیسے لفظ باد نظامی کے اس شعر

واحد کے فرد کامل ہونے پر  
 دوسری دلیل

ایک ہی صیغہ پر زائدہ لانا  
 ممکن نہیں ہے

اگر کسی اور سے فعل متصل  
 واقع ہو پھر ہائے نون

صاحب جہاں لوت  
 در صورت فصل  
 بھی میم ہی کو

افعال پر ہائے نون نافیہ  
 ان کے ساتھ کر ہی آتا ہے

مضارع دعائیہ میں الف  
 محض زائدہ لایا جائیگا

شعر متاع گرانمایہ کاسد مباد و اگر باد جزیب حاسد مباد و آوریہ دعائیہ صیفی بھی اور صیفون کی طرح  
غائب حاضر تکلم کے ساتھ گردانے جاتے ہیں غائب جیسے عرفی کا شعر ہے شعر زورہ تو گویا آسمان  
تا شعر کہ دور شمت این رفت و دور آن آمد نظامی شعر نشست تو برگاہ فرزندہ باد و سران چہاں  
پیش تو بندہ باد و اور حاضر جیسے نظامی شعر جزین نیز نیم تراش خصال کہ بادی برومند از وہ سال  
فردوسی شعر چو اہی کہ تلج تو یاند بجاس و مبادی جز آہستہ و پاک راس و اور شکم جیسے حسان عجم  
خلاق معانی خاقانی شعر مین فرماتے ہیں شعر بینام لباس کار و بارت و معلّم بطراز چاریارت  
رایات تراخل مبینام و آیات ترا بدل مبینام و کبھی یہ یا سے خطاب بضرورت حذف کیجاتی ہے  
نظامی خوردنامہ مین فرماتے ہیں شعر بہر جا کہ باشی تنومند باد و سپندے بر آتش فکس باد و اور  
کبھی الف دعائیہ حذف کیا جاتا ہے صرف مضارع بغیر زیادتی الف بمعنی وعا استعمال ہے عرفی کا شعر کہ  
شعر پیکر ختم ترا خاک بر دوسر بہ نشیب و دشمن جاہ ترا دار کند سر بفرار و کبھی اس لفظ باد مین جو  
مخفف بود ہے الف دعائیہ کے حذف سے تخفیف در تخفیف کیجاتی ہے۔ فردوسی شعر بریدہ  
زبانست بہ شمشیر بد و بہت سوختہ ز آتش ہیر بد و اسے زبان تو بشمشیر بریدہ باد و کہ بدو گفت شاہ  
النوشہ بدی و ترا بر زمین فرہ ایزدی و کہ بدو گفت گور ز آتش بدی و زیدار تو دور چشم بدی  
مگر فصاحتے مشاعرین نے بالتباس قبیح استعمال نہیں کیا۔ اور کبھی دال اخیر کو حذف کر دیتے ہیں۔  
فردوسی شعر کہ خرم بواہین و مان تو و گیتی پر گندہ فرمان تو و اسے خرم بود۔ مولوی معنوی شعر  
حال اینست در فقر و عناد و پیچ مہانے مہا مخر و ماہ اسے مباد۔ اور کبھی بحکم ضرورت وقت قیام نہ  
صیغہ دعائیہ کامل حذف کیا جاتا ہے جیسے چشم بد دور نظامی شعر نشستہ جہاں جوے با بخردان و  
از ان و اللہ و چشم بدان و اسے دور باد۔ و کہ سر سبز ش از شاوی افراختہ و سر خیم و پایش انداختہ  
اسے افراختہ باد انداختہ باد۔ واضح ہو کہ باد بود کا مخفف ہے چنانچہ کبھی بغیر حذف حرف اصلی استعمال  
ہو جاتا ہے فردوسی شعر دی وادر فروت نجستہ بود و در ہریدی بر تو بستہ بود و اگرچہ حقیقت مین  
لفظ باد بود کا مخفف ہے اور بود بود کا فرید علیہ مگر قطع نظر ان تحقیقات سے جمیع لفظ گزشت  
وغیرہ اواد استناد وغیرہ بنائے گئے ہیں یہ لفظ باد بھی ادات دعا و کلمہ دعائیا لیا گیا ہے مد نظر  
ہے کہ باعتبار تحقیق لفظی اس لفظ باد مین دال اخیر علامت مضارع واحد غائب کی ہے پھر اس پر

دعائیہ صیفی غائب  
حاضر تکلم مین  
نظامی شعر نشستہ جہاں جوے  
فردوسی شعر چو اہی کہ تلج تو یاند بجاس  
خلاق معانی خاقانی شعر مین فرماتے ہیں  
رایات تراخل مبینام و آیات ترا بدل مبینام  
نظامی خوردنامہ مین فرماتے ہیں  
کبھی الف دعائیہ حذف کیا جاتا ہے  
شعر پیکر ختم ترا خاک بر دوسر بہ نشیب  
مخفف بود ہے الف دعائیہ کے حذف سے  
زبانست بہ شمشیر بد و بہت سوختہ  
النوشہ بدی و ترا بر زمین فرہ ایزدی  
مگر فصاحتے مشاعرین نے بالتباس قبیح  
فردوسی شعر کہ خرم بواہین و مان تو  
حال اینست در فقر و عناد و پیچ مہانے  
صیغہ دعائیہ کامل حذف کیا جاتا ہے  
از ان و اللہ و چشم بدان و اسے دور  
اسے افراختہ باد انداختہ باد۔ واضح  
ہو جاتا ہے فردوسی شعر دی وادر  
لفظ باد بود کا مخفف ہے اور بود بود  
وغیرہ اواد استناد وغیرہ بنائے گئے  
ہے کہ باعتبار تحقیق لفظی اس لفظ

یہاں سے حاضر کے الحاق سے بادی کہنا کس طرح جائز ہوتا جیسے یارب کو قطع نظر ترکیب ندائی کے ایک کلمہ قرار دیکر یاربہا دیا رب جمع و تنکیر بنائی ہے جیسے مناد این گزر چکا۔ غرض یہی صیغہ مضارع ہے کہ بمعنی حال بھی متعمل ہوتا ہے اور یہی بمعنی مستقبل بھی متعمل ہوتا ہے اور یہی بمعنی امر بھی متعمل ہوتا ہے البتہ قرآن و علامات تعین معنی واحد کے لیے معین ہو جاتی ہیں جیسے کلام عرب میں سین و سوف علامت مستقبل ہیں فارسی میں می و ہی تخصیص معنی حال کی علامت سمجھنی چاہیئے اور کبھی اس کا خیال بھی نہیں کرتے ان علامتوں کو محض زائد لے آتے ہیں۔ کبھی سیاق و سباق پر کفایت کرتے ہیں۔ صائب اصفہانی کا شعر ہے شہر در آفتاب قیامت نمی شوی سیراب و ز تشنگی نشود تادل تو آب اینجا یہاں می محض زائد ہے ورنہ نخل معنی ہوگا کس واسطے کہ قیامت مستقبل ہے اور اس علامت اور فعل میں فصل بھی جائز ہے سعدی شاعر خور و پوش و بخشای و راحت رسان و نگہ می چہ داری ز بہر کسان و علامت الدین کا شعر ہے شہر طعنہ زنی بمفلیس ہمارا و ما مفلس از انیم کہ تو سیمیر مولوی معنوی شاعر مومنان آئینہ ہدیگر اند و این خبر می از پیمبر آورد و کسی استاد کا شعر ہے شعر گوئی کہ چنان کودک می کس بچہان بیند و ہم چابک و ہم زیرک ہم نیکو و ہم بخرد و اکثر یہ قاعدہ ہے جب اس فعل کی نفی کیجاتی ہے حرف نفی اس لفظ می پر جو علامت حال یا استمرار کے لاحق کرتے ہیں مگر بعض وقت اسکے خلاف حرف نفی خود فعل پر لاحق کرتے ہیں اس علامت کو خالی اور سادہ چھوڑ دیتے ہیں سعدی شاعر مہاز و سند سی کن بر کہاں و کہ بر یک منظر می نمازد چہاں کبھی یہ علامت مضارع میں صیغہ ماضی کی طرح معنی دوام و استمرار پیدا کرتی ہے جلال اسیر کا شعر ہے شعر توبہ قدر تشنگی دانست و بعد ازین گاہ گاہ می شکند و یہاں استمرار استقبالیہ میں ہے بقرینہ لفظ بعد اور ترجمہ اسکا ٹوٹا رہیگا۔ مگر عربی کے سین و سوف کی طرح لفظ خواہ کو علامت استقبالیہ کہنے میں محکوم بڑا مال ہے اس واسطے کہ مثلاً اشتراک کی وجہ سے جب صیغہ مضارع معنی حالی اور استقبالی میں مبہم غیر متعین المعنی رہا تو جیسے تعین حال کے لیے می یا ہی صیغہ مضارع پر لاحق ہوتی ہیں لفظ خواہ بھی اسی مضارع پر آنا چاہیئے نہ کہ صیغہ ماضی پر کس واسطے کہ صیغہ ماضی میں کوئی ابہام زمانی نہیں ہے جس کو یہ خواہ دفع کرے پس یہ جملہ فعلیہ ہے اسکی ترکیب خواستن کے مضارع خواہ اور ایک حاصل بالمصدر سے وقوع میں آئی ہے اور یہ حاصل بالمصدر خواہ کا

مستطاع ہر می پائیم (جو بی حال کی تمیز کرنا ضروری)  
 کہیں زائد محض بھی آجاتا ہے۔  
 فعل مضارع  
 فعل مضارع  
 فعل مضارع

بر خطبات قاعدہ اکثر یہ علامت کو  
چھوڑ کر عن فضل پر حرف لگاتی

سبھی میں باہمی  
 سبھی کے مضامین  
 دین اور زمین  
 مضامین  
 غلامانہ  
 میں  
 تامل ہے  
 غلامانہ  
 میں  
 تامل ہے  
 غلامانہ  
 میں  
 تامل ہے



مفعول بہ ہے اور یہی حال توان اور تواند کی ترکیب کا ہے چنانچہ ان کے جز ثانی کی مصدریت ان اشعار سے بالتصریح واضح ہے۔ سعدی شاعر و خواہند بودن بمشتر فریق + ندائم کد امان دہندم طریق + خون شاعر گرد لب خامہ ات ترک نوا گوید حزین + گلشن بمرغان چمن بیت الحزن خواہد شدن + توان اور تواند جیسے سعدی یہ کاشعر ہے شعر نہ ہر جام مرکب توان تاختن + کہ جاما سپر باید آنداختن + حزین شاعر تو بجز از قصوری ادر اک خودی + موجود نہان نمی تواند بودن + واضح ہو کہ تواند اور خواہد اور آن کے مفاعیل کا (جو حاصل بالمصدر صورت ماضی میں ہے) فاعل علی سبیل التنازع ایک ہی ہے جیسے زید تواند کردین توانائی رکھنے والا اور کرنے والا زید ہی ہے اس طرح خالد خواہد گفت میں خواہندہ یعنی ارادہ کرنے والا اور کہنے والا خالد ہی ہے اور اسی وجہ سے کہ انکا جز ثانی حاصل بالمصدر ہے ضمائر متصلہ مرفوعہ جو خاصہ فعل ہیں اسی خواہ مضارع پر لگائے جاتے ہیں مصدر ماضی صورت پر نہیں لگائے جاتے جیسے خواہد کرد خواہند کرد۔ خواہی کرد۔ خواہم کرد۔ اس طرح باید و شاید دست و بود و باشد کو مع ان کے اسم و خبر کے ماضی قریب و بعید و شکی و غیرہ نام رکھے ہیں کس واسطے کہ وہ حاصل مفہوم اس مرکب کا ہے۔ شاید اس ترکیب کے مستقبل کے نام سے مشہور ہونے کی یہ وجہ ہو کہ اہل زبان نے مبتدی کو جب اس لفظ مشترک کند کے مثلاً دونوں معنی جدے جدے سمجھاے تو یوں تشریح کی کہ این صیغہ دو معنی دارد یک معنی حالت و معنی دیگر استقبال کہ آن را بعبارت خواہد کردن تعبیر توان نمود پس یہ مفاد نقل ہوتے ہوتے مسامت سے عین صیغہ مستقبل بن گیا چنانچہ حضرت نظامی نے معنی استقبال کو اس نوع کی عبارت میں ادا فرمایا ہے شعر شب شب قدر وقت وقت دعاست + یافت خواہی ہر آنچہ خواہی خواست + اسے بیابی ہر چہ طلبی۔ ہماری اس تحقیق پر اگر کوئی شبہ کرے کہ صیغہ مضارع کے معنی استقبالی کی تفہیم میں خواہد کو جو و مضارع خواستن کا ہی لے آنا مستلزم وہ ہے پھر تقسیم اسکان سے دور ہے کیا معنی کہ اس خواہد کی استقبالیہ خود مبہم ہوئی اور اپنے معنی استقبالی کی تعیین کے لئے ایک دوسرے امر خارج کی محتاج تو اور وہی استقبالیہ کی تعیین اس قسم کے لفظ سے کب ممکن ہے بقول مصرعہ او خوشی گم ست کرار ہبری کند + میں عرض کرتا ہوں کہ ہکویان فعل آتی مطلوب ہے تو خواہد کا اشتراک

توان اور تواند کی ترکیب کا ہے چنانچہ ان کے جز ثانی کی مصدریت ان اشعار سے بالتصریح واضح ہے۔ سعدی شاعر و خواہند بودن بمشتر فریق + ندائم کد امان دہندم طریق + خون شاعر گرد لب خامہ ات ترک نوا گوید حزین + گلشن بمرغان چمن بیت الحزن خواہد شدن + توان اور تواند جیسے سعدی یہ کاشعر ہے شعر نہ ہر جام مرکب توان تاختن + کہ جاما سپر باید آنداختن + حزین شاعر تو بجز از قصوری ادر اک خودی + موجود نہان نمی تواند بودن + واضح ہو کہ تواند اور خواہد اور آن کے مفاعیل کا (جو حاصل بالمصدر صورت ماضی میں ہے) فاعل علی سبیل التنازع ایک ہی ہے جیسے زید تواند کردین توانائی رکھنے والا اور کرنے والا زید ہی ہے اس طرح خالد خواہد گفت میں خواہندہ یعنی ارادہ کرنے والا اور کہنے والا خالد ہی ہے اور اسی وجہ سے کہ انکا جز ثانی حاصل بالمصدر ہے ضمائر متصلہ مرفوعہ جو خاصہ فعل ہیں اسی خواہ مضارع پر لگائے جاتے ہیں مصدر ماضی صورت پر نہیں لگائے جاتے جیسے خواہد کرد خواہند کرد۔ خواہی کرد۔ خواہم کرد۔ اس طرح باید و شاید دست و بود و باشد کو مع ان کے اسم و خبر کے ماضی قریب و بعید و شکی و غیرہ نام رکھے ہیں کس واسطے کہ وہ حاصل مفہوم اس مرکب کا ہے۔ شاید اس ترکیب کے مستقبل کے نام سے مشہور ہونے کی یہ وجہ ہو کہ اہل زبان نے مبتدی کو جب اس لفظ مشترک کند کے مثلاً دونوں معنی جدے جدے سمجھاے تو یوں تشریح کی کہ این صیغہ دو معنی دارد یک معنی حالت و معنی دیگر استقبال کہ آن را بعبارت خواہد کردن تعبیر توان نمود پس یہ مفاد نقل ہوتے ہوتے مسامت سے عین صیغہ مستقبل بن گیا چنانچہ حضرت نظامی نے معنی استقبال کو اس نوع کی عبارت میں ادا فرمایا ہے شعر شب شب قدر وقت وقت دعاست + یافت خواہی ہر آنچہ خواہی خواست + اسے بیابی ہر چہ طلبی۔ ہماری اس تحقیق پر اگر کوئی شبہ کرے کہ صیغہ مضارع کے معنی استقبالی کی تفہیم میں خواہد کو جو و مضارع خواستن کا ہی لے آنا مستلزم وہ ہے پھر تقسیم اسکان سے دور ہے کیا معنی کہ اس خواہد کی استقبالیہ خود مبہم ہوئی اور اپنے معنی استقبالی کی تعیین کے لئے ایک دوسرے امر خارج کی محتاج تو اور وہی استقبالیہ کی تعیین اس قسم کے لفظ سے کب ممکن ہے بقول مصرعہ او خوشی گم ست کرار ہبری کند + میں عرض کرتا ہوں کہ ہکویان فعل آتی مطلوب ہے تو خواہد کا اشتراک

پہلے بیان مضارع خواہد و مستقبل ہر چہ طلبی۔ ہماری اس تحقیق پر اگر کوئی شبہ کرے کہ صیغہ مضارع کے معنی استقبالی کی تفہیم میں خواہد کو جو و مضارع خواستن کا ہی لے آنا مستلزم وہ ہے پھر تقسیم اسکان سے دور ہے کیا معنی کہ اس خواہد کی استقبالیہ خود مبہم ہوئی اور اپنے معنی استقبالی کی تعیین کے لئے ایک دوسرے امر خارج کی محتاج تو اور وہی استقبالیہ کی تعیین اس قسم کے لفظ سے کب ممکن ہے بقول مصرعہ او خوشی گم ست کرار ہبری کند + میں عرض کرتا ہوں کہ ہکویان فعل آتی مطلوب ہے تو خواہد کا اشتراک

اسکا جواب

و ابہام بہاری تفہیم میں حرج انداز نہ ہوگا کس واسطے کہ خواہد خواستن سے (جو معنی ارادہ کرنے کے ہے) مشتق ہے اور ارادہ خواہی استقبالی ہو خواہی حالی وہ فعل ارادی جو آپسکے بعد مذکور ہوگا انکا وقوع بعد اس ارادہ ہی کے ہوگا پھر اگر یہ شبہ پیدا ہو کہ ماضی و حال و مستقبل زمانے کے ٹکڑے اور حصے ہیں اور کیا ضرور ہے کہ ارادہ کا فعل پر جو تقدم ہے وہ زمانی ہی ہو تو عرض کرتا ہوں کہ تقدم ارادہ کی تمیم جو ذاتی اور زمانی کو شامل ہے اس تفہیم کے کچھ مضر نہیں کیا سنی کہ اہل عرف ذاتی اور زمانی کے دقیقوں سے غافل ہیں اسوقت یہ شعر سعدی کا بلا تکلف تاویل درست ہو جاتا ہے شعر خلاف پیمبر کسے رہ گزید کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید یعنی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف راہ اُس شخص نے اختیار کی جو کبھی منزل مقصود کو پہنچنا نہیں چاہتا معہذا ماضی و حال و مستقبل از قسم مفرد ہیں کہ نوع کلمہ سے ہیں اور یہ است و بود و باشد و باید و شاید و توانست و تواند و خواست و خواہد وغیرہ کی ترکیب سے جل فعلیہ بنتے ہیں جو نوع کلام سے ہیں اس واسطے کہ جو کلمات کہ علامت قرار دیے گئے ہیں وہ خود فعل ہیں اگر وہ لازم ہیں تو بعد انکے صورت ماضی میں جو حاصل بالمصدر مذکور ہوگا وہ انکا فاعل ہوگا جیسے ہائیت کرد و باید کرد و شائیت کرد و شاید کرد۔ اگر متعدی ہیں تو انکا مفعول بہ ہوگا جیسے توانست کرد و تواند کرد و خواست کرد و خواہد کرد۔ چونکہ یہ کرد مثلاً بلا تاویل حاصل بالمصدر ہے اس پر کاف مصدریہ نہیں لاتے مگر جب یہی خواہد مضارع پر آتا ہے اور مضارع بغیر تاویل مصدر نہیں متعل ہوتا تو اسپر کاف مصدریہ لانا ضرور پڑتا ہے سعدی کا شعر ہے شعر جو خواہد کہ ویران کند حالے نہد ملک و رنجہ ظالمے یعنی اگر خداوند جل و علا عالم را ویران کردن خواہد ملک را و رنجہ ظالم می نہد یہاں بھی کند تاویل میں مفرد یعنی مصدر کے ہو کر خواہد کا مفعول بہ ہے پس جیسے اس مضارع کند پر خواہد کے آنے سے مستقل فعل مستقبل نہیں کہا جاتا اس طرح ترکیب غیر مضارع کو بھی سمجھنا چاہیے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ اس طرح است و بود و باشد کس واسطے کہ یہ افعال ناقصہ ہیں اور افعال ناقصہ اسم و خبر کو چاہتے ہیں تو انکے اندر ایک ضمیر مستتر ہے وہ انکا اسم اور وہ کلمہ جو انکے قابل مذکور ہے وہ انکی خبر جیسے کردہ است و کردہ بود و کردہ باشد بخلاف می او بھی کہ یہ صرف ناتمام یا دوام یا حال کی علامتیں ہیں اپنی استقلالی اور افرادی حالت میں اُن سے کوئی معنی مفہوم نہیں ہوتے

تو شعر اشعار کہ استقبالی زمانی کی ایک قسم تقدم کیلئے ضرور نہیں زمانی ہو ذاتی ہو سکتا ہے۔  
اسکا جواب

است و بود و باشد و شاید و باید و تواند و خواہد کو ان کے مفعول سے کیا تعلق ہے

یہی خواہد مضارع پر آتا ہے اور مضارع تاویل میں مصدر نہیں متعل ہوتا ہے بلکہ اسکا مفعول بہ مستقل فعل مستقبل نہیں کہتا ہے بلکہ اسکا مفعول بہ مستقل فعل مستقبل نہیں کہتا ہے بلکہ اسکا مفعول بہ مستقل فعل مستقبل نہیں کہتا ہے

فی ادھی علامت کیسے بن سکتے ہیں

تو انکی ترکیب سے فعل مفرد کا مفرد ہی رہیگا کلمہ سے منکر نوع کلام میں داخل نہ ہوگا۔ کبھی اس ترکیب میں فصل واقع ہوتا ہے سعدیؒ کا شعر ہے شعر دران ساعت کہ خواہند این و آن مرد و خواہند از جهان میش از کفن بردہ۔ کبھی یہ ترکیب معکوس ہو جاتی ہے نظامیؒ کا شعر ندانم کہ پرورد خواہد تراہ کہ امی دودہ خورد و خواہد تراہ ولہ درین باغ رنگین چو کبک و تدرود نہ گل در چمن ماندہ خواہد نہ سرد اور یہی ترکیب مفید معنی مستقبل خواست کے ساتھ بھی آتی ہے جیسے فردوسیؒ فرماتے ہیں ع بدل سوزگی جان بھی رفت خواست ۱۰ اسے خواست رفت پس جیسے خواست کو علامت مستقبل اور خواست رفت کو ایک صیغہ نہیں کہتے خواہد کو بھی ایسا ہی سمجھنا چاہیئے واللہ تعالیٰ اعلم صیغہ مضارع مجازاً کبھی کسی نکتہ کے لئے بجائے صیغہ ماضی مستعمل ہوتا ہے مثلاً شکلم کو جب حکایت حال ماضی مطلوب ہو یا فاعل کے غلبہ و قدرت کا اظہار تو صیغہ مضارع مثبت میں حال ماضی بیان کیا جاتا ہے یعنی اس امر کا اظہار ہے کہ فاعل مقتدر نے اس طرح کا کام پہلے تو کیا ہی ہے اور آئندہ بھی کر سکتا ہے سعدیؒ کا شعر گلستان کند آتش بر خلیل ۲ گر وہ ہے بآتش برد زاب نیل ۳ چنانچہ یہ سب قصے ہو چکے ہیں۔ اگر اس مضمون کا انکار منظور ہو صیغہ مضارع منفی میں ادا کیا جاتا ہے یعنی یہ مطلب ہے کہ یہ امر نہ کبھی کسی سے زمانہ ماضی میں ہوا نہ اب نہ آئندہ کبھی ہو سکے سعدیؒ کا شعر کس نہ بیند کہ تشنگان حجاز ۴ برب آب شور گرد آئند چنانچہ اس نکتہ کی تصریح سعدیؒ کے اس شعر سے واضح ہے شعر در اقبال تائید بوبکر سعدیؒ کہ ماورن زاید چنوقبل وبعد ۵ یعنی چون اون ترا دکی جگہ نر زاید مستعمل ہے لفظ قبل وبعد کا اسی نکتہ کے اظہار اور تاکید کے لئے ہے۔ واضح ہو کہ مضارع پر یا و مجہول کبھی حسن کلام کے لئے محض زائد آتا کبھی شرط کبھی استمرار کبھی تمنا کے لئے جسطرح ماضی میں فردوسیؒ کا شعر ہے شعر ۳۳۵ کہ گوئی ہی آنچنان باید ۶ اگر نیستی مہر نر زائد ۷ ولہ اگر بودے پند آموز گار ۸ پر آرد ۹ من ز جانت دمار ۱۰ ولہ جہاندار گردا گردا باشد ۱۱ ز فرمان ار کے گزر باشد ۱۲ ولہ اگر جویدے ہمنبردش منم ۱۳ تن و نام او زیر پائے افگم ۱۴ مولوی معنویؒ کا شعر گر نیند و واقفان امر کن ۱۵ در جہان رد گشتہ بودی این سخن ۱۶ وانی میں کسی اہل زبان کا شعر ہے شعر روزی بود کہ عشق تو بے آید ۱۷ یا آن ولت بہر من بگر آید ۱۸ اور جیسے ماضی میں الف زائد لایا

فصل بیستم در ترکیب  
خواہد والی ترکیب  
اور یہ ترکیب کو  
بھی ہوجاتی ہے  
کی ترکیب سے  
فائدہ نہ ہو  
کا ہوتا ہے

صیغہ مضارع کا  
بجائے ماضی  
استعمال کسی نکتہ  
کی توضیح ہو گیا

مضارع میں یا مجہول زائد اور استمرار  
تثنية شرط کے لئے لائی جاتی ہے

صیغہ مضارع  
بجائے ماضی کے  
کبھی استعمال  
ہوتا ہے

صیغہ مضارع  
میں بھی الف  
زائد لایا جاتا ہے

جاتا ہے جیسے گفتا مضارع میں بھی لاتے ہیں فردوسی کا شعر ہے شعر گریز و مین بر  
 بہنشا پیرا تن رزم جویم نفر ساید اولہ پر زیادہ یا سیا و خشیاب کہ دل را بہرت ہی خشیاب  
 ولہ من اکنون زہر سو فراوان سوار پ فرستم ہمہ درخور کارزار پ زبیرن مگر آگہی یا با پ بدین  
 کار ہشیار بشتا باہ اور اسطرح صیغہ امر پر بھی الف زائد لے آتے ہیں فردوسی کا شعر ہے شعر  
 خرومند شاہی دن کہترا تو خود چشم و دل باز کن بنگراہ اور مضارع کے اخیر میں ضمائر مرفوعہ  
 متصلہ کے لاحق کرنے سے چھپنے پیدا ہوتے ہیں جیسے جدول مذیلہ سے واضح ہے

### جدول تصریف مضارع

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد مکمل	جمع مکمل
گوید	گویند	گوئی	گوئید	گویم	گوئیم

### جدول تصریف حال

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد مکمل	جمع مکمل
می گوید	می گویند	می گوئی	می گوئید	می گویم	می گوئیم

یہ بھی سن لیجے کہ فارسی میں مصدر سے امر کے اشتقاق کر نیکا طریقہ نہایت پریشان قانون کلی  
 کے احاطہ میں قدم رکھنے سے آبی قواعد کلیہ کے حلقہ میں داخل ہونے سے سرتابی کرتا ہے اور  
 میں اول سے کابل سست طبیعت ضعیف القلب خلق ہوا ہوں اسپران پریشانیوں اور آلام کا تمام  
 بس اس سے میر اول و دماغ کسی قابل نہ رہا اول تو والدین کے انتقال پر نلال سے ہم سب بالکل  
 نے سہارا ہو گئے تھے مگر پھر بھی برادر معظم مغفور نے وہ وہ غنایات وہ وہ ناز برداریاں کیں کہ سب  
 غم بھلا دیئے گویا ہمارے لئے رہنمائی قسمت نے صحرا سے نئے آب و علف سے ایک دو حہ پر ثمر اور  
 شجر بار ورتک پہونچا دیا تھا جس سے ایک زمانہ ایسے ہوا دار روح افزا سایہ میں اُسکے ترسیوے  
 اور تازہ رطب کھاتے آسودگی کے ساتھ گزار رہے تھے کہ اچان چکھٹا دٹ کی تند باد اور مرگ  
 مفاجات کے جھکڑ نے اُسکو جڑ سے اکھاڑ پھینکا انا اللہ وانا الیہ راجعون جوش غم میں یہ  
 چند مصرعے زبان قلم سے نکل گئے۔

چو آن سایہ از فرق من شد جدا	نذا نم بسر زندہ ام یا بہا
-----------------------------	---------------------------

صیغہ حاضر  
 پر بھی الف زائد  
 لایا جاتا ہے

نذا نم بسر زندہ ام یا بہا  
 شست کہ در مقام کمال تشویش گوئیم ۱۲ بہار

نہ کس نغمہ سازو نہ یار می رست	بدین بیکسیم سبادا کے
کر اعنم کہ آیینم من خورد	بدرد و لم دل بدرد آورد
بد لسوز گیم نشیند دے	ز رخ گرد و از چشم چیدنے
فروفت بر پائیم ز محنت بگل	نہ بینم کسے را بمن رود دل
بہ محنت بریند نامم مگر	بدل خورد نم کس نسوزد جگر
بزحمت جگر کس نہ مرہم نہند	بروحی ار دود دل نہ کس دل بہ

اب آفتاب قیامت کی خار گداز پیش ہے اور ہم سایہ پروردون کا دماغ ضعیف علاوہ برین دوستون کی ناچاقیان و ثام کی ناحق کی نا اتفاقیان اسپر طرہ یہ کہ مجھ جیسا ضعیف القلب پست بہت خاندان کا سر پرست بنایا جانا اور مجھ کو بدحواس بنا دیا میرے مصائب اور پرگندہ خاطر می کو دو بالا کر دیا حضرت من بادل العظیم اگر آپ کی آزدگی کا خوف اور ماتھ پکڑے کی لاج یعنی قلم اٹھانے کی شرم نہ ہوتی میں بھول کر ایک حرف کے لکھنے کا نام نہ لیتا اور جو کچھ لکھ رہا ہوں معلوم نہیں کیا لکھ رہا ہوں اللہ تعالیٰ المحض اپنے فضل و کرم سے اسکو عام قبولیت عطا فرماے اور آپ کے بھی پسند آجائے آمین آمین اللہم آمین بطیفیل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین۔ شعر

چہ میگفتم و در چہ پرداختم ہ کجا بود اشہب کجا تا ختم ہ واضح ہو کہ مضارع جیسے وہ معنی حال اور استقبال میں مشترک ہے معنی امر کے لئے بھی مشترک ہے جیسے اوپر مذکور ہوا مگر میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ مضارع صیغہ امر کے لئے اصل ہے۔ جس طرح لغز کو نکتہ سنج اسد اسد خان غالب بیخ آہنگ میں نکتہ سرائین مضارع در گران مایگی پاسے کم از مصدر نیار دہم چون مصدر وجوب ذاتی دارد و خود منشاء پیدائی فراوان افعال ست و آخر ہر مضارع جز دال نیست چون کند و گوید۔ اور پھر فرماتے ہیں ”امر از مضارع میزاید قاعدہ آن براگندن دال ست و بس چون کن از کند و گوئی از گوید“ اور یہ بھی کہہ نہیں سکتا کہ اسکا عکس ہے یعنی امر حاضر کو اصل قرار دیا جائے اور اسی امر کے اخیر میں دال ساکن ماقبل مفتوح کے الحاق سے مضارع بنایا جائے اس واسطے کہ یہاں دونوں تقدیر پر آنکھ بند کیئے بلار عایت غیبت و حضور و تکلم غائب سے حاضر اور حاضر سے غائب بنالیا گیا چاہیئے تھا کہ اگر ایسا بنایا بھی جاتا غائب غائب سے حاضر حاضر سے شکلم شکلم سے بنایا جاتا

یاری دل  
در مشکلات براس  
یاری رسد و بہار  
دو دل یکے نذرین  
دوسے ملقت و منوچہ  
نہ نام از نام کے  
بہر سبب برین ہم عمرہ آن  
چہ متبسی بود چہ عزت  
کہ اگر قابل نام طغارا  
نہونی و غری بر عقل  
بہر سبب نہونی و غری از غند  
دگر گفت و غم زد و غم و غن  
گر نہ نہ مصطلحات  
بہر سبب نہونی و غم از غم  
آوردن بہار از غم

خامہ فرا غالب  
مضارع اصل امر  
و غیرہ کے مضارع  
سینے فراموش ہیں

یہ امر کے مضارع  
اصل امر حاضر  
سینے امر حاضر  
اس کا کسکی وجہ

ہاں ایک اور بات یہاں کہہ سکتے ہیں مگر وہ ایک دقیق نظر پر مبنی ہے مجملہ عرض کرتا ہوں ملاحظہ فرمائیں وہ یہ ہے کہ وال ساکن ماقبل مفتوح کو مطلقا علامت مضارع نہ کہیں اور ہے بھی یوں ہی کیا معنی کہ اگر یہ علامت تھی تو لمحق ضمائر کے وقت کس لئے ثابت نہ رہی پھر تو یہ علامت علامت نہ ہوئی یعنی لازم نہ ہوئی عرض مفارق ہو گئی بلکہ حق یہ ہے کہ یہ وال ساکن ماقبل مفتوح یا ہی حاضر و نیم شکلم کی طرح واحد غائب کی ضمیر بارز ہی یعنی مطلق مضارع جو لا بشرط شے کے درجہ میں ہے وہ یہی امر حاضر مستعمل کی صورت ہے اور بوجہ اپنی حیثیت اطلاق کے خارج میں وجود نہیں رکھتا کسی نہ کسی فرد میں غائب ہو یا حاضر یا شکلم اُسکا تحقق ہوتا ہے لیکن صیغہ امر حاضر مستعمل مشہور اور مطلق مضارع میں اتنا فرق ہے کہ امر حاضر میں ضمیر خطاب یا ہی معروف مخدوف منوی ہے یعنی وہ یا خطاب یا اگرچہ مفلوظ نہیں مگر نیت اور لحاظ میں اُسکا اعتبار ضرور ہے کس واسطے کہ وہ مرخم ہو بخلاف مطلق مضارع کے کہ وہاں ان میں سے کسی شے کا اعتبار نہیں چنانچہ بعض وقت مضارع حاضر مطلق مضارع کی زمی میں آتا ہے جیسے شعر دانی چہ کن بنا خوش و خوش کم کن آرزو الخ جیسے پہلے مذکور ہوا پس اب باعتبار اس تحقیق کے یہ کہہ سکتے ہیں کہ تو ان مطلق مضارع ہے اگرچہ وہ ابداء مخدوف الفاعل مستعمل ہوتا ہے اسبوجہ سے اُسکا حصول تو اتند سے (جو صیغہ جمع غائب ہے) قرار دیا گیا اس تحصیل و تخریج سے اسکی اطلاقی حیثیت کہ کوئی نقصان نہیں پہونچتا کسواسطے کہ افراد و جمع اسی طرح غیبت و حضور و تکلم اسی مطلق پر انکی خاص خاص علامات کے داخل کر نیسے حاصل ہوتی ہیں اگر اب ان علامات کو اُس پر سے اٹھا دیوین پھر وہی اطلاقی حالت باقی رہ جائیگی اسبوجہ سے کہ وہ مطلق ہے اور کل افراد کے ساتھ اُسکا تعلق مساوی ہے کبھی تو وہ غائب کے موضع میں مستعمل ہوتا ہے جیسے سعدی کا شعر ہے شعر تو ان در بلاغت لبسجان رسیدہ نہ در کنہ بیچون سبحان رسیدہ کبھی حاضر کے جیسے ولہ میر تابری اسی حود کاین رنجیست ہلا زشت او جز بمرگ نتوان رست کبھی شکلم کے جیسے ولہ چہ کنم باکہ تو ان گفت کہ او ہر کنار من و من مجرم سپ طرح انکی جمع۔ حافظہ کا شعر ہے شعر این حال عجب باکہ تو ان گفت کہ ماہ بلبلانیم کہ در موسم گل خاموشیم غرض صیغہ جمع غائب سے اسکی تخریج کی خصوصیت (باوجودیکہ ہر چہ صیغہ کے ساتھ اسکا تعلق برابر ہے) اسوجہ سے ہے کہ صیغہ جمع غائب اور یہ تو ان بمنزلہ صیغہ مجهول یعنی مخدوف الفاعل

امر و مضارع کے لئے  
اصل کو کسی چیز کے  
وال ساکن  
باقبل مفتوح علامت  
مضارع منوی  
ہو نہیں

مطلق مضارع کا  
مستعمل

باعتبار اس تحقیق کے تو ان کو  
مطلق مضارع کہہ سکتے ہیں

تو ان کو تو انہی کے لئے  
کہ اسکی اطلاقی  
حیثیت میں نقصان  
نہیں واقع ہوتا

چونکہ تو ان مطلق  
ہے اور غائب  
مستعمل کے موضع  
میں مستعمل ہوتا ہے

تو ان کو صیغہ جمع غائب  
کہہ سکتے ہیں

مستعمل ہوتے ہیں اگرچہ تاہم ان ہر دو کے استعمال میں جواز و وجوب کا فرق ہے یعنی صیغہ جمع سیال سے فاعل کا حذف و ذکر و نون امر جائز ہیں حذف جیسے نظامی در شاعر سریر و سراب و دہ و تاج و تخت و نچند آنکہ آزا تو انہ سخت و فاعل کا ذکر کرنا تو ظاہر ہے۔ اور اس صیغہ مخففہ تو ان میں حذف یعنی عدم ذکر فاعل واجب ہے جیسے اوپر مذکور ہوا مگر ترجیح کے لئے اس قدر مناسبیت کافی ہے اور اسکو اطلاقی حالت میں رکھنے میں (باوجودیکہ موقع حضور یا تکلم کا ہے) یہ نکتہ ہے کہ کسی شے کا ثبوت یا اسکی نفی عام طور سے ہر ایک شخص کے لئے جب مستحق ہوگئی تو مخاطب یا متکلم کے لئے بھی بالضرورت وہ اثبات یا نفی مستحق ہو جائیگی تو اب جزیمہ گرتوان رست اور توانی رست اور باکہ توان گفت کہ اولیٰ اور باکہ توانم گفت کہ اولیٰ کا ایک مفاد ہوگا اسو اسطے کہ جب کوئی بھی چہرہ نہیں بکتا کوئی بھی نہیں کہہ سکتا تو اس مخاطب کا چھوٹنا اور اس متکلم کا کہنا بھی ناممکن ہوگا اسو اسطے کہ یہ دونوں اسی کوئی کے افراد میں سے ہیں اور یہ بھی معلوم کر لیجئے کہ توان کا مفعول کبھی محذوف ہوتا ہے کبھی مذکور محذوف جیسے ان مثالوں میں ابو طالب کلیم شاعر کز اقبال ثانی صاحب قرآن و شکارے چنین صید وحشی توان + اسی توان کرد۔ ظہوری شاعر مرگ یا وصال سخن ختم میکم و زین بیش بافراق مدارا نمی توان و اسی نمی توان کرد اگر مذکور ہو یا نو یہ مقدم ہوگا یا مؤخر پھر یہ دو حال سے خالی نہیں یا حاصل بالمصدر یعنی مفرد بلا تاویل ہوگا یا جملہ بتاویل مفرد ہوگا اور پھر یہ حاصل بالمصدر یا بصورت ماضی ہوگا جیسے توان کرد و توان گفت یا بصورت مصدر اصلی جیسے حافظہ کا شعر ہے شعر تا بود کہ دست در کمر او توان زدن و در خون دل شمشیر چو یاقوت احمدیم و اور جملہ جیسے سعدی رح فرماتے ہیں مصرعہ توانم آنکہ نیازم اندرون کسے و لے نیازا ردن دل کسے۔ آن اسم اشارہ۔ جملہ نیازم اندرون کسے بوجہ کاف مصدر یہ تاویل میں مصدر یعنی مفرد کے ہو کر مشار الیہ۔ اشارہ مع مشار الیہ مفعول بہ۔ اور بعض وقت یہ کاف مصدری حذف بھی کیا جاتا ہے اور کبھی اس کاف مصدری کا حذف اور توان کی ضمیر فاعلی کا حذف یعنی یہ دونوں حذف جمع پڑ جاتے ہیں جیسے توان برخیزم بجائے توانم کہ برخیزم شیخ العارفین کے اس شعر میں شعر زاہد از پائے خم بادہ چسان برخیزم و من نیفتادہ ام انسان کہ توان برخیزم و کمال اسمعیل مصرعہ آن قدر بارہ بدل نہ کہ توان برخیزم و اسکا حاصل توانم برخاست پڑ جاتا ہے و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب +

جیسے نیک و عذر ان کا  
فائدہ کہ

توان کو مطلق نہ کہ  
اس کو غیر متکلم  
و تکلم کو حضور  
لیکھا جاتا ہے

توان کا مفعول  
کبھی محذوف ہوتا ہے

توان کے مفعول  
توان کے مفعول  
توان کے مفعول

توان کا مفعول  
کبھی مفرد ہوتا ہے

کبھی جملہ مصدر  
بجائے ہوتا ہے

کبھی اس جملہ پر  
کاف مصدری  
حذف کیا جاتا ہے

خیر مضارع ہو یا امر حاضر جسکو جی چاہے اصل قرار دیجے غرض مصدر سے اُس اصل کا اشتقاق گیارہ باب پر کیا جاتا ہے اس واسطے کہ علامت مصدر کے ماقبل گیارہ حرفون میں سے کسی نہ کسی ایک حرف کا ہونا ضروری ہے اور وہ گیارہ حرف یہ ہیں۔ ا۔ خ۔ ز۔ س۔ ش۔ ث۔ م۔ ن۔ و۔ می جن کے مجموعہ کو ان جملوں پر ترکیب دے سکتے ہیں میزان خوش فرس و می از سخن فردا و از سخنم شرف دے و شرفم از سخن وے و فراز سخن شویم و سخن شانی و وزم و شرف آموزی سخن و از سفر خوش نیم و ازین سفر خوشم و ز سفر خوش مانی و ناز فرخ سیم و ش و خوش شازین فرسم و خوف شرف نازیم و از سر خفیم شنو و سیف را خوش مرزن و سیف مرا خوش زن و خون ریز سام فش و زمی فنا سر خوشم اور اسید طرح ذرا غور سے بہت سے جملے اور بھی حاصل ہو سکتے ہیں۔ یاد رہے کہ مصدر سے اشتقاق مطلق مضارع کا ہوتا ہے اور اوپر یہ بات ثابت کر دی گئی ہے کہ وہ امر حاضر عرفی کی صورت پاتا ہے تو یہاں اس اشتقاق کی بحث میں وہ مطلق امر کے ساتھ تعبیر کیا جائے گا۔

## باب الالف

اس باب میں تین قاعدے جاری ہیں اثبات۔ تبدیل۔ اسقاط۔ اثبات یعنی بعد حذف علامت مصدر جو بنائے امر کے لئے ایک ضروری امر ہے اُس صیغہ کو جس ہیأت میں ہو اُسی ہیأت و صورت پر ثابت رکھنے اور اُس میں کسی نوع کا تصرف نہ کرنے کو ہم اثبات کہتے ہیں۔ جیسے کشادن سے کشا و کشائی۔ زادن سے زاونامی۔ جانا چاہیے کہ جو کلمات کہ الف اور واو مدہ پر ختم ہوتے ہیں بوقت ترکیب اُن پر تحمل حرکت کے لئے یاے زائد ضرور لائی جاتی ہے اور اور بعد انخال اور قبل ترکیب وجود اس یا کا کچھ ضروری نہیں سمجھا جاتا پس یہاں بھی یا کے ساتھ اور بغیر یا دونوں طرح استعمال جائز ہے اول جیسے شعر بکشی تیر مرغان و بریز خون حافظ کہ چنان کشدہ را کشد کس انتقامی ثانی یعنی بغیر یا طالب آملی شعر بکشی کین فتنہ بانگیز غمزہ و در تاز رخس ناز سے و شبیر غمزہ و اور جب انکے اخیر میں ضمائر وغیرہ ملحق ہوتے ہیں تو صرف تحمل حرکت کے لئے اس یا کا دخل کرنا واجب ہو جاتا ہے جیسے کشاید کشائی کشایم و کشاندہ مگر چونکہ اس یا کا وجود اس اشتقاق میں ضروری نہیں ہے اصل قاعدہ کے زیادات میں اسکو شمار نہیں کیا۔ دوسرا تبدیل یعنی بعد حذف علامت مصدر اُس الف کو ہا و ہوز سے بدل دینا جیسے واون سے وہ

باب الالف  
قاعدہ اثبات الف  
بعد حذف علامت مصدر

جس امر کا بغیر الف  
اسکے بعد یا و زائد  
بھی لانا جائز ہے

مثلاً بکشی کین  
کین کشادن اسے  
کین تافضی  
مثلاً کشاید  
نہی از ناز و غمزہ  
کہ شہوت را بر انگیزد

قاعدہ تبدیل



الف کا بار ہونے سے بدلنا غیر منکر بلکہ دستور مستمر ہے اور فتح وال کو کسرو سے بدلنا اسی قانون کی پابندی ہے جو فارسی میں اکثر ماقبل ہا و ظاہر کا کسور رکھا جاتا ہے مع ہذا رفع التباس وہ حدی سے ہو جائے۔ بعض وقت اس ہا و بدلہ کے قبل کا فتح اصلی بحال رکھا جاتا ہے جیسے زہ بالفتح جو حاصل بالمصدر زہیدن کا ہے چنانچہ اسکی تحقیق بیان اضافت میں گزر چکی۔ متقدمین کے کلام میں خاص اس دادن کے اشتقاق میں بجائے ہا و کے یائے تحتانی بھی لائی گئی ہے۔ رودکی کا شعر ہے شعر آنچہ از رخ یافتیش بدل ہا و باسانی از گداز یافتیش ہا و لے مدہ اورا اور یہاں ان مصادر کے معانی سے بحث نہیں کیجا سکی انشاء اللہ تعالیٰ اگر زمانہ مسامتہ کرے سکے دوسرے حصہ میں جو ان معانی اور صلات کے لئے مختص ہوگا عجیب و غریب نکات معانی اس میں بیان ہونگے۔ تیسرا اسقاط یعنی بعد حذف علامت مصدر لقیہ صیغہ میں سے اور بھی کم کر دینے کو اسقاط کہتے ہیں جیسے استادن سے است اگر مصدر مشع ہے امر بھی مشع ہوگا جیسے ایستادن سے ایست۔ سعدی م شعر ہمرہ اگر شتاب کند در سفر بالیت ہا و دل در کسے بند کہ دل بستہ تو نیست ہا و کبھی اس مصدر میں قاعدہ اثبات کا بھی جاری ہوتا ہے یعنی کشاد و زادن کے الف کی طرح اسکا الف بھی بحال رکھا جاتا ہے رضی الدین نیشاپوری کا شعر ہے شعر اسپ چہ طاقت تو دارد زین برگہ نہ ہا و تخت چہ درخو تو باشد بر چرخ استاے ہا و اور اس کے پہلے کا الف جو صدر کلمہ ہے گرا دینا بھی جائز ہے مشع میں جیسے مولوی معنوی م کا شعر ہے شعر مادر تن در گہ ملولان نیستیم ہا و تاز بعد راہ ہر جا بیستیم ہا و اور غیر مشع میں جیسے امیر خسرو علیہ الرحمۃ کا شعر ہے شعر نہ بدزان ترکناز ہمچو بادش ہا و بجز از حد ترکستان ستادش ہا و اقامتش ولہ ساتی بر خیز و یار بنشین ہا و کاین شستہ و آن ستادہ باید ہا و اور ایک مصدر اسی صورت کا یعنی مرادف گرفتن بھی آتا ہے مگر ماہ الامتیاز معنوی ان دونوں میں یہی ہے کہ جو معنی توقف و اقامت ہے وہ ایستادن و استادن کا مخفف ہے اور جو معنی گرفتن ہے وہ کسی کا مخفف نہیں اور تفرقہ لفظی یہی ہے کہ اول میں بعد حذف الف اس کا کسور نقل کر کے سین کو دیا جاتا ہے اور ثانی مضموم بضمہ اصلی رہا کرتا ہے نظامی م کا شعر ہے شعر کہ نختہ خبر دارد ز دادن ہا و نہ آنکس کو پذیرفت از استادن ہا و شاہ داعی شیرازی شعر ماسر بغیر حضرت تو در نیا دریم ہا و

وہ میں گزشتہ کام

وہ کو بجائے پایا  
سعدی بھی کہتے ہیں

قاعدہ اسقاط الف

استادن کام  
ایک جی آیا ہے

استادن اور استاد  
تیسے الف  
حذف کیا جاتا ہے

استادن بمعنی تیار  
اور بمعنی گرفتن  
میں ماہ الامتیاز

سلطان زبندہ تو نیار دستا و باج نہ مگر اسکا استعمال بہت کم ہے اور اسکی مخفف شدن ہی کا استعمال بحث مصدر میں اور اسکے مزید علیہ ستادن ہی کا بحث مضارع میں اکثر ہے اور شدن میں تا قرشت مضموم نہیں بلکہ بعد حذف الف اسکا فتح بحالہ باقی ہے طاہر وحید کا شعر ہے  
 شعر درین بارگہ بے گواہ و سندیہ بود گرم بازار داد و ستد بہ آب صاحب و ریش کاویانی جناب غالب دہلوی کے اس اعتراض کو بجز اسکے اور کیا کہا جاوے کہ جناب نے تحقیق نہیں فرمائی ہے صاحب برہان پر صرف پنا غصہ اتارا ہے جہاں فرمایا ہے ”ستادن کجا و معنی کر فتن کجا سخن اینست کہ ایستادن و استادن ستادن بمعنی قیام آمدہ است الخ“ دوسری جگہ فرماتے ہیں ”ستا و مخفف ستانہ سخا ہد گفت مگر کور سواد و ستادن شدن را سیکہ نخواہ دانست مگر کور مادر زاد اگر ستد کو مخفف ستاد کا نہ کہیں بلکہ اصلی اور مستقل اور کامل بلا تخفیف و حذف مصدر مانیں جس طرح وہی فرماتے ہیں ”اماستدن مصدر لیت دیگر بسین مضموم و تا مضموم و بمعنی باگر فتن مراد و مضارع ستاند و امر آن ستان“ الخ علاوہ برین کہ خلاف تحقیق ہے اور یہ بات بھی لازم آئیگی کہ ضابطہ اشتقاق گیارہ باب پر نہ تھمیکا بلکہ ایک اور باب بارہواں تاے قرشت کا زیادہ کرنا ہو گا یہ خلاف را کہ جمہور و استقرار ہے واللہ تعالیٰ اعلم یا نہ صواب اور استادن کا مصدر مضارع استانیدن بھی مستقل ہے مولوی معنوی رح شعر مرکب استانید و پس آواز دادہ آن سلام و آن امانت باز دادہ اسی طرح فرستادن سے فرست بعض وقت اسکا دوسرا حرف تا بھی حذف کیا جاتا ہے مگر استعمال اس محذوف الحرفین کا مشیع میں اکثر ہے جیسے فریس فریذہ بحث مصدر اس مشیع کی استعمال نہیں اور بحث مضارع مشیع اگر چہ عمل ہے مگر غیر مشیع ہی فصیح مانی گئی ہے واللہ تعالیٰ اعلم یا نہ صواب۔

## باب النحی

اس باب میں صرف تبدیل کا ایک قاعدہ جاری ہے لیکن تبدیل کبھی زای مجملہ سے جیسے آموختن سے آموز۔ اس لفظ پر ایک بات یاد آگئی کہ اکثر فارسی قواعد نگاروں کا یہ قول ہے کہ آموختن لازم اور متعدی ہر دو آتا ہے چنانچہ مصنف قواعد فارسی روشن علی انصاری نے لازم اسکو بتلایا ہے جس کا ترجمہ ہندی میں سیکنا ہے اور متعدی جبکا ترجمہ سکھانا اسی طرح مرزا غالب دہلوی پنج آہنگ میں فرماتے ہیں ”آموختن ہم لازمی ہم متعدی است الخ یہ ناصواب ہے کیا معنی کہ

یہ کہون نہیں  
 کا مخفف شدن کو  
 اسکا مزید علیہ  
 ستادن

ستادن بمعنی رفتن  
 پر مرزا غالب کا  
 اعتراض کیسا ہے

استادن کا مصدر مضارع  
 استانیدن آتا ہے

فرستادن کی بحث مضارع  
 حذف تا و زیادتی  
 یا کہ ساتھ فریس کو  
 مستقل ہے مگر  
 فصیح نہیں ہے  
 باب النحی

آموختن کو چہ معنی  
 سیکھنا ہے لازم  
 قرار دینا ناصواب ہے

جیسے خوردن یعنی کھانا کسی نہ کسی خوردنی چیز کا ہوتا ہے سیکھنا بھی کسی نہ کسی علم و ہنر کا ہوتا ہے۔  
 خلاصہ کلام یہ ہے کہ باعتبار معنی اول متعدی بیک مفعول اور باعتبار معنی ثانی متعدی بدو مفعول ہوگا  
 ہاں معنی اول کو بہ نسبت معنی ثانی کے لازم کہہ سکتے ہیں مگر یہ لازم اضافی ہوگا نہ حقیقی اور ان موضع  
 میں جہاں کہیں لازم مطلقاً بیان کیا جاتا ہے تو اس سے فرد کامل یعنی لازم حقیقی مراد ہوتا ہے ورنہ  
 کردن بسیط کو (جیسے فروسی) ہر کا شعر ہے شعر پہر وزین و زمان کر وہ است : گم و بیش گیتی بر آوردہ است  
 اے پہر وزین و زمان ساختہ است) بہ نسبت کردن مؤلف کے جیسے حضرت خسرو کے اس شعر میں شعر  
 دیدہ کج راز مرہ دام کن : دیدہ ز صاحب نظران وام کن : کسی نے لازم نہ کہا۔ لیکن سراج المحققین  
 مصنف چراغ ہدایت جناب آرزو نے اسکا لزوم معنوی اور طرح ثابت کیا ہے اسکے حاصل معنی  
 خوگر فتن یعنی عادی ہونے کے بتلائے ہیں جہاں فرمایا ہے ”آموختن معروف و این گاہے متعدی  
 آید و گاہے لازم اول مشہور است دوم آنجا کہ حرف بار مفعول آید چنانکہ راقم گوید شعر و فعل بار و چو موجم  
 ہمہ تن آغوش است : حشر تم بسکہ بخمیا زہ کشیدن آموخت : بتماشاے تو ترسم کہ نظر نکشاید : دیدہ  
 نے روئے تو از لب بہ ندیدن آموخت : میری گزارش یہی ہے کہ میرزا سعد الدین راقم کے ان  
 اشعار میں لفظ آموخت اپنے مشہور معنوں میں مستعمل ہوا ہے کیا معنی کہ شعر اول میں ضمیر متکلم منصوب  
 جو حشر تم کے متصل ہے آموخت کا مفعول اول ہے اور چونکہ یہ آموخت متعدی بیک مفعول ہے  
 بواسطہ باء تقدیہ جو بخمیا زہ میں ہے متعدی بدو مفعول بنا دیا گیا یعنی حشر مرا خمیا زہ کشیدن  
 آموخت ۔ اسی طرح شعر ثانی میں نظر مقدم مفعول اول بہ ندیدن بواسطہ باء تقدیہ مفعول ثانی یعنی دیدہ  
 کہنے روئے تو آن نظر را ندیدن آموختہ است ۔ اور نظر کا دیدن کے ساتھ انتساب کلام اساتذہ میں  
 موجود ہے چنانچہ پاک بین دور بین کے ساتھ اسکو مصنف کرتے ہیں صائب کا شعر ہے شعر  
 در وادی کہ رو بقفا میر و ند خلق : و در قعر چاہم از نظر دور بین خویش : خصوصاً دوسرے شعر میں  
 اکثر نسخوں میں بجائے باء تقدیہ زامی ثانیہ ہے اسوقت یہ آموخت ثانی بحالہ اپنے ایک مفعول  
 بر قاف ہوگا اور وہ مفعول بھی محذوف جسکا ندیدن بیان پڑا ہوا ہے یعنی دیدہ کہ در فراق رو  
 تو ندیدن آموختہ است ۔ ترسم کہ بتماشاے تو نظر نکشاید ۔ اور ممکن ہے کہ مفعول ثانی کشیدن ہوا  
 بخمیا زہ اسکا متعلق ۔ اور اس قسم کا تقدیہ جواب بواسطہ روا بطور ہو کلام عرب میں کثیر الوقوع ہے

مثال کردن بسیط

مثال کردن متعدی

جناب آرزو کے  
آموختن کو لازم کہے  
ہر مفعول کی را

مثال  
اکثر نسخوں میں  
جائے باء تقدیہ  
زامی ثانیہ  
ہو کلام عرب میں  
کثیر الوقوع ہے

دوسرے شعر میں  
جائے باء تقدیہ  
زامی ثانیہ  
ہو کلام عرب میں  
کثیر الوقوع ہے

اور فارسی میں کم جیسے زادِ نازم بائی تقدیر کے ذریعہ سے متعدی بنا لیا گیا فردوسی کی خبر  
کے ولادت کی داستان میں لکھتے ہیں شعر در دیوان آن پیرہ سر پہ سبز بزمائی کی خبر نامہ  
دوسرا تبدیل سین مہلہ کے ساتھ جیسے شناختن سے شناس - تیسرا تبدیل شین منقوطہ کے ساتھ  
جیسے فروختن بالضم بمعنی بیع سے فروش اور سینے فروختن بمعنی اضافت اور بمعنی بیع میں یہی  
ماہر الاتیاز ہے کہ بمعنی اضافت محذوف الالف فروختن کا مخفف ہے بعد حذف الف کا فتح لقل  
کر کے فاکو دیا گیا اور جو بمعنی بیع ہے وہ کسی کا مخفف نہیں اُس پر ضمہ اصلی ہے۔ پس اب یہ بات  
کہ جو بمعنی بیع ہے اُس کے مصدر اور بحث ماضی سے حذف الف کو واجب جانتا جیسے فروختن فروخت  
اور جو بمعنی روشن کرنے اور روشن ہونے کے ہے اُس پر ہمزہ کا وجود ضروری سمجھنا جیسے فروختن  
وافروخت الیٰ علیٰ جنس مصنف پنج آہنگ جناب غالب مصدر فروختن کے ذیل میں فرماتے ہیں لیکن در بحث  
مصدر حذف الف متوال کر دہ اندر ان صورت فروختن و فروخت فروختن و فروخت میگرد  
و آن بحثے است جدا گانہ بمعنی جدا گانہ "انتہی بجز اس کے اور کیا کہا جائے کہ محض عدم اعتناء ہے اور  
بس نظامی فرماتے ہیں شعر سکندر ز گرمی چنان بر فروخت کہ از آتش دل زبانش بسوخت +  
امیر خسرو شعر آتش مے گر چہ جہان بر فروخت + پنبہ قرابہ ز آتش نسوخت + مولوی معنوی شعر  
آفتابے زدے این عالم فروخت + اندکے گر پیش آید جملہ سوخت + ولہ عشق آن شعلہ است  
کو چون بر فروخت + ہر کہ جز معشوق باقی جملہ سوخت + اور یہ مصدر جلا دینے اور صیقل کرنے کے  
معنی میں بھی آیا ہے نظامی شعر نشاندش بدانش آموختن + کہ گوہر شود سنگ ز فروختن + سیاح  
و وقتن بمعنی سینا یعنی خیاطہ اور بمعنی دوہنا یعنی علب ان دونوں معنی میں مستعمل ہے بمعنی اول  
جیسے نظامی شعر قباے دو عالم ہم دوختند + وزان ہر دو یک زیور فروختند + اور حنی ثانی جیسے  
سراج الدین راجی کا شعر ہے شعر شیر ہر اس دوختند پیرش + وام افلاس توخت احسانش +  
اس کا مخفف وختن بھی آیا ہے فردوسی شعر سر انجام چن شیر از دوختہ شد + زن و مرد از کار  
پردختہ شد + ماہر الاتیاز انکی امر میں کیا معنی کہ امر بمعنی اول و زار اسم آلہ دوختہ یعنی ٹھیکڑاے  
سوئی آتا ہے اور امر بمعنی ثانی دوش اور اسم آلہ دوختہ و دوشتہ بمعنی مجلب اسے دوہنا مستعمل ہے  
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ گیسختن کی بحث امر مسموع نہیں اکثر قواعد نگاروں کی یہی تحقیق ہے کہ

بابی تقدیر سے  
زاوہن لازم کا مستحق  
بیجا نا  
سی سخت  
سین موٹے  
تبریں تریل بن جو کر  
فروخت  
معنی اصابت  
معنی سب کام الاوتیا  
معنی

دو خٹمی معنی سینا  
اور معنی دو سینا  
و دونوں میں  
جہاں شہناش

کتابتیں کی بھٹا  
مسودہ ہند

آختن اور آہنجن  
مقتضب بہین  
اسکا مضارع آزاد  
آہنجن کلام اسنادہ  
ہیں اس کے ہیں

آختن اور آہنجن مقتضب بہین انکا مضارع یا امر مستعمل نہیں مگر فصحا نے عجم نے آزاد اور آہنجن استعمال فرمایا ہے فردوسی <sup>۱۳۸</sup> شعر گہر آنکہ از فرزند ان بود و نیاز و بید دست و بد نشنود و اسکا مصدر مضارع آزدین بھی مستعمل ہے فردوسی <sup>۱۵۱</sup> شعر نیارید گر گین میلاد دست و بدان راہ رفتن میان را بست و اس میں یای تحتانی بوقت ترکیب بانون نافیہ الف کی بدل لائی گئی ہے جیسے آید سے نیاید کہتے ہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یا ختن بالیا سے بغیر ترکیب آختن کا سبب ہو چنانچہ فردوسی کا شعر ہو شعر زمان تا زمان دست بر یافتی و سرکش ز مرگان بیند اختی و کمال آہنجل شعر ہر فردو مایہ کہ او سوے بلندی یازد و زود برگردد و سر زیر شود و چو بخار و اسبطر آختن بھی مقتضب نہیں اسکا مضارع آہنجد باثبات خاتمہ آتا ہے میر معری کا شعر ہے شعر چون بر زم اندر بر آہنجنی تو تیغی از نیام و چون بصید اندر تو از ترکش کشی تیر گزین و بستہ گرد و سر کشان را دست و خصمان را دہن و خستہ گرد و آہوان را چشم و گوران را سترین و اسکا مصدر مضارع آہنجدین بھی مستعمل ہے ابوالموید شعر چون بر آہنجدین تیغیش بدید و در تن شیر زیان شد زہرہ آب و اسی سے ہر دم آہنجن بمعنی اڑو تاکہ بدم بسوے خود کشندہ است و دود آہنجن دود کش مطبخ و حمام وغیرہ و عالم آہنجن بادشاہ کی صفت ہے کہ وہ عالم کو اپنے زیر حکم کھینچتا ہے۔ اور اسکا مخفف آختن تخفیف یا اور آہنجن بختن الف بھی مستعمل ہے فردوسی <sup>۱۳۹</sup> شعر ز آہنجن تیغہا از غلاف و کہ قاف را و ردل افتاد کاہنجن و ابوشکور شعر چنانچہ مرغ ہو اپرو بال برہنجد و تو بر خلالت بر پر مرمی برہنجن و مگر چونکہ یہ تصریف استعمالات شاذہ سے ہے باب النہای میں قاعدہ اثبات کو نہیں بڑایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

آہنجن اور آہنجن  
ز آہنجن سے  
مخفف بہین

## باب الراء

باب الراء  
باب الراء  
باب الراء  
باب الراء

اس باب میں تین قاعدے جاری ہیں اثبات و زیادت و اسقاط مع الزیادۃ۔ اول یعنی اثبات جیسے گستردن سے گستردن سے خور اور یہ مصدر بمعنی لازم بھی آیا ہے فردوسی کا شعر ہے <sup>۱۴۱</sup> شعر در انداخت تیغ پرند آورش و ہمچو است از تن گسستن سرش و سر تیغ برگردن رخس خور و بہرید برگستوان نہر و جسکا حاصل معنی ٹکرانے اور لگنے کے قریب قریب ہو۔ اور بھی سن لیجیے کہ خوردن اور اسکی ہر دو بحیثین (بوجہ او معدولہ) لفتح خائے مجملہ چاہیے اسکو ضمہ کے ساتھ پڑھنا ناصواب ہے سعدی <sup>۱۴۲</sup> شعر مکن نماز بران ہیچکس کہ ہیچ نکر و کہ عمر در سر تحصیل مال کرو و خورد و

اور کبھی جو اسے مہلہ مضموم الما قبل کا قافیہ واقع ہو جاتا ہے جیسے فردوسیؒ شعر ترازین جهان  
 روزیر خورد نلست و نہ ہنگام تیمار و پیر و نلست و مولوی معنویؒ شعر ہر کہ تریاک خدائی را بخورد و  
 گر خورد زہرے مگویش کہ بمرد و زلالی شعر چنان ساغور کہ در خون غولہا خورد و بہ تحفہ پیش شاہ غزنویؒ  
 ولہ تعریف عصامین لکھتے ہیں شعر زرنگ زندہ اش فیروزہ مردہ و رگ کان ز مردنیش خورد  
 اُس سے دھوکا نہ کھائیں کہ خوردن بالضم مستعمل ہے بلکہ یہ وہی تعائر حرکت ماقبل روی ہے جسکو  
 فصحا سے متاخرین نے بھی جائز رکھا ہے جیسے ہش مخف ہوش کا خوش کو قافیہ کر دیتے ہیں۔  
 فردوسیؒ شعر پس گتہم اشکش تیز ہش و کہ بارے دل بود و بانغ خوش و اور اسی قبیل سے ہے کردہ کہ  
 بردہ بالضم کے ساتھ قافیہ کرنا۔ فردوسیؒ شعر ہمہ دیدہ اندانچہ من کردہ ام و غم و رنج و سختی کہ من بردہ ام  
 ولہ ازان دشمنان بگند شصت مرد و نہاید یکے پہلو سے دستبرد و اور اسی قبیل سے ہے گرد بالسر  
 گرد بالضم کا قافیہ پڑنا۔ فردوسیؒ شعر ہمہ پاک درپاس گرد آمدند و بردخمہ یزد گرد آمدند و اسطرح  
 کرد بالفتح کا گرد بالسر کے ساتھ قافیہ واقع ہونا قافیہ شعر اصنفت چرخ دوست گردش و دوزخ  
 زیر و جیم گردش و واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب دوسرا زیادت یعنی قبل اسے مہلہ کے یا تحتانی  
 زیادہ کیجاتی ہے جیسے مردن سے میراوریہ مشہور ہے استشہاد کی ضرورت نہیں اور کبھی بغیر اس  
 زیادتی کے اسکا مضارع مرد بھی مستعمل ہو جاتا ہے امیر خسروؒ فرماتے ہیں شعر زندہ باقی کہ جان  
 آفرید و کہ مر و آن زندہ کہ جان آفرید و مولوی معنویؒ شعر بہر یزدان میزیدنے بہر گنج و  
 بہر یزدان می مر و ز خون و رنج و فردوسیؒ شعر مگر خار یا سنگ خارا خورد و چوروزی سر آید  
 خورد و مرد و مولوی معنویؒ شعر صد چراغت از مردار بیستند و باش فلغ چون یگانہ نیستند  
 ولہ قطیان تک میمرند اشکی و از بے ادبیر خود یا بدگی و ولہ محف اے سگ چون منافق لیتی و  
 ہم منافق می مری تو چستی و ولہ اگر سر ہمہ سوے خنجر بریم و بروز می بزدایم و روزی مریم و  
 اسکو میر و کا مخف کہنے میں سراسر تکلف ہے کیا ضرورت ہے کہ مردن سے میر و اور میر و سے  
 پھر مرد بنایا جائے تیسرا اسقاط مع الزیادۃ یعنی بعد اسقاط علامت مصدر را مہلہ کو حذف  
 کرنے سے فقط ایک حرف کاف باقی رہ گیا تو اسپر نون زیادہ کر دیا جاتا ہے جیسے کردن سے  
 کن بالضم اور یہ نون کی زیادتی ویسی ہی ہے جیسے ندن سے زن میں ہے اور خلاف

خوردن بالضم  
 کا قافیہ پیش  
 جوری بن  
 مضموم

خوردن کا خوش کے ساتھ قافیہ  
 کردہ کا خورد  
 کا خورد کا خورد  
 کا خورد کا خورد  
 کا خورد کا خورد

گرد بالسر کا گرد  
 بالسر کے ساتھ قافیہ  
 قافیہ زیادت  
 قافیہ زیادت

مردن میں قافیہ  
 بار زیادت اشان  
 کا بھی جاری  
 ہوتا ہے  
 شعر مردان کی جو  
 میں نسبتاً زیاد

اسقاط مع الزیادۃ

قیاس فتح کاف کو ضمہ سے اس لئے بدل دیا کہ اس تغیر غیر قیاسی پر وہ دلیل ہو اور نیز امر کنند کے ساتھ التباس کا کھٹکا نہ رہے۔ اور اسکی بحث امر باثبات راے مہملہ بھی بطریق شد و مستعمل ہو جیسے کرندہ مرادف کنندہ ساسان پنجم اپنی ہمشیر از دساتیر کے نامہ جمشید میں کہتا ہے ”و تو بشید کنندہ و کرندہ کردہ و آفریدہ راے مینی و بینانی“ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

## باب الزاء

اس باب میں مصادر کثیر الاستعمال میں سوا ایک مصدر زون کے اور مصاور قلیل الاستعمال میں سوائے آزون کے پایا نہیں گیا۔ اور اس باب میں فقط زیادت مفرد کا ایک قاعدہ جاری ہو اور وہ زیادت صرف ایک حرف نون کی زیادتی ہے جیسے زون سے زن اور آزون سے آزن۔ فردوسیؒ شعربنزدیک آن گرگ باید شدن و سر و چشم اورا بہ تیر آزون و فرخیؒ شعربنمخالفاں بیازن بہ تیر و بچون گفت دے بزر آزدی و سید ذوالفقار علی شروانیؒ شعربکشف کردار ہر کو رشید از طوق امرت سر و بسان خارشپش کردشت چرخ تیر آزن و اورجم کے ساتھ آجدان اسکا مبدل ہے اور زون مخدوف الصدر اسکا مخفف بھی آیا ہے فردوسیؒ شعربنزدیک آن گرگ باید شدن و ہمہ چرم اورا بہ پیکان زون و اے بہ پیکان خستن۔ اور یہ مصدر رنگ کرنے اور استرہ وغیرہ سے بدن پر زخم لگانے اور ریل اور چکی وغیرہ پر ٹانگی لگانے اور تیر یا نیزہ یا ہونی وغیرہ چبوتے کے معنوں میں آیا ہے باعتبار اسی اخیر معنی کے بخیہ زون و اُلُو برجامہ کشیدن سے کنایہ کرتے ہیں۔ فردوسیؒ شعربنزدیک بر میان دود و کہ شد سنگ خارا بخون آزدہ و ولہ ہمہ راہ بیراہ گنبد زدہ و جہان شد چو دباز آزدہ و ولہ بداغ جگرشان کنی آزدہ و کہ بخشایش آرد برایشان دود و مگر زون بمعنی خستن و بمعنی ضرب میں ہی فرق ہے کہ اول آزون کا مخفف ہو اور یہ راے فارسی مثلثہ کے ساتھ بھی بولا جاتا ہے اور ثانی یعنی زون بمعنی ضرب کامل لفظ بلا تخفیف اور یہ زون زیادتوں میں اکثر داخل ہوتا ہے خواہ افعال ہوں خواہ اسما۔ افعال جیسے کون و دانستن و دانستن کی بحث امر اور اسموں میں جیسے نازنین کی زاء اور ہنگنان کے کاف کے بعد۔ کسوا سطلہ کہ اصل نازنین کے لفظ ناز پر یا و نون نسبت کا لگایا گیا ہے زمین کی طرح اور اصل ہنگنان کی ہمہ پر الف و نون جمع کا ہے چنانچہ ہنگان کو بھی فصحاے عجم نے اپنے کلام میں برتا ہے۔ منوچہری کا

کردن سکام  
کون ضمی دہ

سلسان درون  
خزندوشی پرتک  
ایک شازادہ  
ایران سنہ  
رنگ لباس  
شاہی کے کسوت  
قلندری اختیار کی  
تھی اسواسطہ  
سلسان کہنے لگے  
سنہ  
شعبہ  
دور بجا اشراف  
باطن مرادست ہیں

ہمینی ضرب  
نور زون  
خفت زون  
مین منی

نور زون  
مین منی

ہنگنان ہنگان  
کامزید علیہ ہے

شعر ہے شعر بدون ہنگان را غرض و صلت ملک و اور غرض و صلت شاہ گہان ست و سید  
حسن غزنوی شعر آرا مش ورامش ہنگان لبر ماست و نزد ہنگان صورت این حال خیانت و  
اور اس میں کاف عجمی ہمہ کی ہائے مخفی کا مبدل ہے۔

## باب السین

اس باب میں تین قاعدے جاری ہیں۔ تبدیل اور حذف صرف اور حذف مع الزیادہ۔ اول یعنی  
تبدیل سین بزاے مجھے جیسے خاستن سے خیر جبکا الما خستین بھی آیا ہے یہ تو را بنونکا محاورہ ہے  
اور اسی الما کے ساتھ بحث امر متعل ہے سین اور زاء مجھے بوجہ قرب مخرج ایک دوسرے سے  
بدل پڑ جاتے ہیں جیسے ایاز و ایاس اول تو مشہور ہے ایاس جیسے شیخ عطار کا شعر ہے شعر  
گر تو مرد طالع و حق شناس و بندگی کردن بیاموز از ایاس و دوسرا یعنی تبدیل سین بلام جیسے  
گسستن سے گسل۔ لام اور سین میں کوئی قرب مخرج بھی نہیں اور نہین معلوم کیا مناسب خال  
ہے کہ ایک دوسری کا بدل پڑ جاتا ہے چنانچہ صاحب جوامع الحروف نے یہ دو لفظ سبج و سچ  
بمعنی رخسار اسی مبادلت کی سند میں پیش کیے ہیں اور ممکن ہے کہ یہاں حذف مع الزیادہ ہو یعنی  
بعد حذف سین مہملہ لام زیادہ کیا گیا۔ اور لام کا زیادات اور دعامون میں حروف علت کی طرح  
داخل ہونا ثابت ہے جیسے لفظ الف میں جو ایک حرف کا نام ہے یعنی قاف و کاف میں حرف  
علت اور الف میں لام دعامہ پڑا ہے تو اب گسستن و گسل کی بحث کی طرح حذف مع الزیادہ کے  
قاعدہ میں درج ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب تیسرا تبدیل سین بہائے ہوز جیسے کاستن  
سے کاہ و خواستن سے خواہ جستن و رستن لفظ ہما سے جہ درہ۔ یہ تبدیل موافق قیاس ہے  
جیسے خروس و خروہ اماں و اماہ۔ اور کسرہ ماقبل ہا، بضرورت ہائے ظاہر ہے اسکی تحقیق  
بیان اضافت میں آچکی ہے خصوصاً جہ میں یہ بھی ممکن ہے کہ جستن اسکی اصل ہو بعد حذف  
یائے تحتانی و تبدیل سین با ہجہ رگیا مولوی معنوی کا شعر ہے شعر چون بدیدم صبح روت  
وز زمان بر جستم گرم در کار آمد موقوف مطرب نیمتیم و ثانی حذف صرف جیسے دانستن سے دان  
مانستن سے مان زلستن سے زسی آراستن و پیراستن سے آرا و پیرا آراے پیراے (یہ وہی یائے  
زائد ہے کہ جبکا حال کشادہ کے ضمن میں بیان ہوا) اور گریستن سے گری و رستن سے ری

باب سین

سین اور لام  
میں مبادلت

حذف



اور ریدن مصدر جعلی ہے اور استعمال اسی جعلی کا اکثر ہے رستین اور اسکی بحث ماضی ذکر کم استعمال ہے شیخ اوحمدی کا شعر ہے شعر رستین گیروت زخوردن زشت و بدرت باید آمدن ز بہشت و تاج بہا شعر باقناعت ہمیشہ باید رست و بربروت طمع بیاید رست و ثالث حذف مع الزیادہ یعنی بعد حذف سین کہنہی صرف ایک حرف نون زیادہ کیا جاتا ہے جیسے شکستن سے شکن اور نون کا زیادہ ات میں داخل ہونا باب الزاء میں بیان کیا گیا۔ کبھی صرف واو زیادہ کیا جاتا ہے جیسے جستن و رستن و شستن بضم ہا ہے جو وجوے و ر و و روے شو و شوے بضم ہا یعنی بعد اسقاط علامت مصدر سین بھی حذف کر دی گئی صرف ایک حرف مضموم رہ گیا تو ہنا بہت اسی ضمہ کے حروف زیادہ علیہ میں سے واو زیادہ کر دیا گیا اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں واو سین کا مبدل ہوا میں کوئی مناسبت خاص ہے کہ جس سے ایک دوسرے کا بدل پڑ جاتا ہے اور بعض اسموں میں بھی یہ مبادلت واقع ہے چنانچہ صاحب جواہر الحروف نے اسی کی سند میں یہ دو لفظ بالتس و بالتو بمعنی ترجیح پیش کیا ہو اور یہ تکلفات اس لیے کیے جاتے ہیں کہ کیف ما اتفق کسی حرف کو کسی حرف کا بدل قرار دینا خلاف تحقیق ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ یاے تختانی بعد ان واؤن کے زائد محض ہے جسطح الف مدہ کے بعد زائد ہوتی ہے۔ اور کبھی دو حرف زیادہ کیے جاتے ہیں اور وہ کبھی نون و وال ہونگے جیسے بستن سے بند پیوستن سے پیوند۔ اور کبھی یا و نون جیسے شستن سے نشین۔ اسکا تعدیہ نشانخت و نشانستن و نشانندن آتا ہے۔ فردوسی شعر باکرام شانمانہ بنواختش و برخویش بر تخت بنشاختش و اسدی شعر ہم از تخم شہ بادشاہی نشانست و برورسم پاژانچہ بدر دراست و مولوی معنوی شعر اکنون کہ بدانستم چند انکہ توانستم بہر تو نشانستم از مات سلام اللہ و نظامی شعر نشانندش بدانش و آموختن و کہ گوہر شود سنگ زافروختن و اور اس مصدر اور اسکے کل مشتقات سے نون اول اصلی حذف بھی کیا جاتا ہے جیسے نشستن سے شستن و شستن و نشین اور اسکا تعدیہ شانندن آتا ہے امیر خسرو شعر شست صراحی بدوزا نو بہ پیش و دختر ز شانند بزانوے خویش و نظامی شعر کہ بندو بیداری بخت بین و کلمہ داری کن سر تخت نشین و مولوی معنوی شعر بہر این مقدار آتش شانندن و آب پاک دبل کیسان شد بفن و اسکا متعلق جو در صل اسکا مفعول ہے اکثر حروف صلوہ بر دور کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے یہ ظاہر اور معروف ہے اور کبھی بغیر حرف صلوہ جیسے شعر مذکور میں سر تخت نشین

حذف زائدہ نون

حذف زائدہ واو

حذف مع زیادت نون

حذف سین مع زیادت نون

نشستن کا تعدیہ نشانستن و نشانندن

نشستن کی بحث

مصدر و بحث

حذف و بحث

نشستن و بحث

باز نون جی

اس حذف و تعدیہ

تعدیہ شانندن آتا ہے

اور کبھی را کے ساتھ جیسے فردوسی کا شعر ہے شعر چو بشنید رستم میان را بہ بست و ز انجا یکہ  
رخش را بر نشست و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

## باب نشین

اس باب میں پانچ قاعدے جاری ہیں اثبات و زیادت و حذف و تبدیل مع الزیادۃ  
اول یعنی اثبات جیسے کشتن بالضم سے کش بالضم کہی حکم ضرورت اُن الفاظ کے ساتھ ہمعافیہ ہوتا  
جس کا قبل روی کسور ہے فردوسی کا شعر ہے شعر دو بہرہ ز توران سپہ کشتہ شدہ خون شان تین  
چون گل آغشته شدہ و دوسرا قاعدہ یعنی زیادت جیسے شدان سے شوبالنج بیان بھی اسی قسم کا اشباع  
ہے جس کو ہم رستن و جستن بالضم میں بیان کر آئے ہیں باریہ بات کہ دراصل یہ شدن شودن کا مخفف ہے  
اور یہی مخفف کثیر الاستعمال اور اصل بہت کم مستعمل ہے نظامی رح کا شعر ہے شعر پشیمان شو اکنون کہ  
چون گاہ شود نہ ندارد پشیمانی آن گاہ سودہ صاحب غومض سخن حضرت صہبانی رحۃ اللہ علیہ نے فردوسی  
کا یہ شعر سندین نقل فرمایا ہے شعر چو تو را پنهان دید غلین بشودہ بدان کش چنین بخت برگشتہ بودہ  
جس طرح بود سے بدن بھی آیا ہے لیکن بودن میں برعکس اصل کثیر الاستعمال ہے اور مخففہ قلیل انشاء  
تعالیٰ شانہ اسکی تحقیق باب الواو میں کیجائیگی پس یہ مصدر باعتبار اس اصلیت کے باب الواو میں  
درج ہونا چاہیے تھا لیکن مصادر کی کثیر الاستعمالی صورت ہا اباب باندے گئے ہیں۔ اور نشین کا  
بحث امر میں بخوف التباس امر شستن فتح سے بدل دیا گیا۔ تیسرا یعنی حذف جیسے برشتن کسور  
را کے اشباع سے برشتن بنالیا پھر بحث او بن نشین کو حذف کر کے بری بنالیا جیسے گرسن  
و گریستن سے امر گری بنالیا گیا ہے ان اتنی بات ہے کہ گرسن و گریستن ہر دو مستعمل ہیں اور  
برشتن یا تختانی کے ساتھ میری نظر سے نہیں آبرا۔ اگر اسکے عدم استعمال پر نظر کرتے اسکو  
حذف مع الزیادۃ کی فصل میں درج کر دین گنجائش رکھتا ہے مگر تبدیل صرفت میں داخل کرنا  
یا تختانی کو نشین منقوطہ کا مبدل قرار دینا بالکل خلاف تحقیق ہے۔ پانچواں قاعدہ تبدیل مع الزیادۃ  
یعنی کبھی نشین بمعجہ کو راسی مہملہ سے بدل کر بعد میں وال زیادہ کیجاتی ہے جیسے شستن سے گردوشستن  
سے نورو بفتح واو بمعنی طے کردن و پیچیدن اور کبھی نشین بمعجہ کو سین مہملہ سے بدل کر اُس سے  
قبل یا تختانی زیادہ کیجاتی ہے جیسے نوشستن سے نویس کہہ واو بمعنی کتابت مگر بحث مصدر

نشین  
کشتن  
جستن  
رستن  
شستن  
نوشستن  
نویستن

باب النشین

نشین

نشین

نشین

نشین

نشین

نشین

نشین

نشین

نشین

نشین

نشین

نشین

نشین

نشین

نشین

نشین

نشین

نشین

نشین

نشین

نوشتن بین واو  
باو موجدہ سے  
ہر لکڑ بنشتن بھی  
ہو جاتا ہے

باب الفار

قاعدہ اثبات فا  
میں فافہ اثبات بن  
فکفین شگفتہ کا  
مصدر مضارع  
مندی بھی بالابا

دوسرا قاعدہ زیاد

خفت خفتین کا  
بلکہ خفتین خود  
اسکا مصدر بھی ہے

خفتن کا نہیں  
خواب جعلی خواب  
کا امر ہے

جس کا خواب اور اس کی  
مصدر نہیں اور خفتین کا مصدر  
خفتن بالفتح

مقضب ہے

بحکم ضرورت کسر واو فتح سے بدلہ یا جاتا ہے اسکی بحث مصدر مجاہدے واو باے موجدہ کے ساتھ  
بھی مستعمل ہے جیسے نبشتن نبشت نبشتہ وغیرہ اور رشتن بالکسر سے (جو کہ تاگے وغیرہ کے کاتنے کے  
معنون میں ہے) ریس اور ریسیدن اسکا مصدر مضارعی ہے۔

## باب الفار

اس باب میں چھ قاعدے جاری ہیں اثبات و زیادت و تبدیل فقط و تبدیل مع الزیادۃ و حذف فقط  
و حذف مع الزیادۃ۔ اول اثبات جیسے بافتن سے بافت و شگافتن سے شکافت اور شگفتن بھی اسی  
قاعدہ میں داخل ہے کسوا سٹے کہ شگفتہ اسکا مضارع آتا ہے فرو و سحی کا شعر ہے شعر و چشمش گون  
دوا بر و کمان و تو گفستی ہی بشگفتہ ہر زمان و شگفتیدن اسکا مصدر مضارعی آیا ہے۔ فرو و سحی شعر چونامہ ہرنام  
ہر نام سید و رشادی رخس ہرچو گل بشگفتہ و شگفتن متعدی بھی آیا ہے و لقی کا شعر ہے شعر اے غافل یادہ گو  
چہ گفستی و دے خارجہ چہ گل شگفتی و مولوی معنوی شعر سید الأعمال بالنیات گفت و نیست  
خیرت بسے گہا شگفت و اسکا امر بحسب قیاس شگفت ہونا چاہیے تھا مگر وہ مستعمل نہیں جیسے بودن کا  
مضارع بود۔ اور حال مصدر بوش مستعمل مگر اسکا امر بحسب قیاس بوش مستعمل نہیں۔ دوسرا زیادت جیسے  
خفتن بالضم بمعنی نوم سے خفتت بالضم سوائے اس ایک صیغہ امر کے اور بحث مضارع مسموع نہیں  
سعدی فرماتے ہیں شعر شتر بچہ باادش خویش گفت و پس از رفتن آخر زمانے بخت و ولہ سراز  
خواب بر کردہ شوریدہ گفت و مرافتہ خوانی و گویٰ بخت و یہ خلاف قیاس باوجود التباس صیغہ مضی  
جائز رکھا گیا ہے جنہوں نے اسکو خفتیدن سے فرمایا ہے یہ انکا عدم اعتنا ہے بلکہ خفتیدن خود اس  
خفت سے بنا ہے یعنی خفتن کا مصدر مضارعی ہے اور خفتن کا امر خواب قرار دینا بھی نہیں چاہیے  
کیا معنی کہ خواب مصدر جعلی خوابیدن کا امر ہے اسکا تعدیہ خوابانیدن اور اسکا مخفف خوابنیدن مستعمل  
ہے نظامی و شعر سہی سر و ش بہالین خوابنیدہ و سرشک از لالہ و گل ہر و میدہ و اسکا بیان بحث  
مصدر میں گز چکا ہے۔ اور خست بھی ایک جداگانہ امر ہے جسکا مصدر وغیرہ مستعمل نہیں بیند و بین  
کی طرح کہ انکی بحث مصدر موجود نہیں اور خستیدن مصدر جعلی ہے۔ اور خفتن بالفتح بمعنی خمیدن و کج شدن  
مقضب ہے اسکی بحث امر میری نظر سے نہیں گزری ناخر و شعر امر و ز ہی ضعیف بینی و این بقا  
خفتہ نزارم و میر مغزی شعر اے دہانت تنگ و زلفت خفتہ از بہر نیست و پشت من چون زلف داری

ولم ہجوں دوان : تیسرا قاعدہ تبدیل فقط اور یہ تبدیل کبھی تو بار موحده سے جیسے کو فتن سے کو ب  
یا فتن سے یاب اور یہی مصدر کبھی واو کے ساتھ بھی مستعمل ہے حکیم نزاری ہستانی شعر بیک غمزہ رک جانش  
بکا و پو شو و گم و رو سے و خود را نیا و پو اے نیابد۔ ای طرح شیفتن بمعنی دیوانہ و پریشان شدن بھی  
جس سے شیفتہ مشتق ہے بحث امین واو اور بار موحده ہر دو کے ساتھ مستعمل ہے حکیم اسدی  
شعر ز خواری در بختی کہ آید شیب : کہ گیتی چنین ست بالا و شیب : فردوسی : شعر چو در خنجر روز  
بگو بخت شب : ہیرفت شیدان دل و خشک لب : کبھی صرف واو سے جیسے رفتن سے رو بالفتح  
کا فتن سے کا و فتن سے گو اور گوے شفتن سے شنو جاتا ہے جیسے کہ شنون و شنیدن ان ہر دو کو جدا  
مستقل مصادر اصلی قرار دینا میری سمجھ میں نہیں آتا کیا معنی کہ شفتن سے بقاعدہ تبدیل رفتن و رفتن کی  
طرح امر شنو حاصل ہوا اور بحسب ضابطہ مشہور امر حاضر اور علامت مصدر کے درمیان یاے تختانی کی زیاد  
سے مصدر جعلی شنویدن بنا لیا گیا چنانچہ قدما کے کلام میں یہ بھی مستعمل ہے اور نوشیدن بمعنی سماع اور اس کا  
مزید علیہ نوشیدن اسی شنویدن کا قلب ہے مولوی معنوی : شعر لیک نادانستہ آرم این زمان : تاکہ ہر  
گوشتے نوشد این نہان : و کہ تو چہ دانی تا نوشی قاشان : زانکہ نہانست بر تو حالشان : و کہ  
ما بری از دعوت و دعوت ترا : مانوشیم این دم تو کا فرا : مگر اسکا مزید علیہ نوشیدن کثیر الاستعمال ہے۔  
یہ قاعدہ قلب کا اور مصدر دن میں بھی جاری ہے جیسے گسستن بضم تین گستن کا قلب ہے مولوی  
معنوی : شعر گندم اربکت وز ہم و سکت : بر دکان آمد کہ نک نان درست : فردوسی : شعر غل و  
بند و رہم گسستم ہمہ : دوان آدم پیش شاہ رمہ : ممکن ہے کہ نوشیدن مصدر جدا گانہ مستقل ہوا و  
نوشیدن بمعنی سماع اسکا مخفف و اند تعالیٰ علم۔ سو ہی شنویدن کبھی تخفیف واو سے شنیدن کر لیا  
جاتا ہے اور کبھی تخفیف یاے تختانی سے شنون اور کبھی بحکم ضرورت واو اور یاے تختانی دونوں  
حذف کر دیئے جاتے ہیں فردوسی : شعر گریزان بالا چرا بر شدی : چو آواز شیر زریان بشندی :  
اور کبھی بزیا دتی الف شنیدن بھی کہا جاتا ہے مولوی معنوی : شعر دید صد چندان کہ دصف اشنیدہ بود  
کے بود خود ویدہ مانند شنود : مگر شفتن صرف سماع یعنی سننے کے معنوں میں آتا ہے اور شنون  
و شنیدن سننے اور سونگھنے کے ہر دو معنوں میں مستعمل ہے جیسے فیضی کا شعر ہے شعر فیلان کہ مقیم  
بیشہ بودند : بوسے ز روندگان شنوند : فردوسی : شعر کہ داند کہ گیتی چہ اور نمود : چہ گویم کہ گوش

تیسرا قاعدہ تبدیل فقط  
چنین  
و شنیدن  
یہ تبدیل کبھی  
واو اور بار موحده سے

شعر چو در خنجر روز  
بگو بخت شب : ہیرفت شیدان دل و خشک لب : کبھی صرف واو سے جیسے رفتن سے رو بالفتح

کا فتن سے کا و فتن سے گو اور گوے شفتن سے شنو جاتا ہے جیسے کہ شنون و شنیدن ان ہر دو کو جدا  
مستقل مصادر اصلی قرار دینا میری سمجھ میں نہیں آتا کیا معنی کہ شفتن سے بقاعدہ تبدیل رفتن و رفتن کی

طرح امر شنو حاصل ہوا اور بحسب ضابطہ مشہور امر حاضر اور علامت مصدر کے درمیان یاے تختانی کی زیاد  
سے مصدر جعلی شنویدن بنا لیا گیا چنانچہ قدما کے کلام میں یہ بھی مستعمل ہے اور نوشیدن بمعنی سماع اور اس کا

مزید علیہ نوشیدن اسی شنویدن کا قلب ہے مولوی معنوی : شعر لیک نادانستہ آرم این زمان : تاکہ ہر  
گوشتے نوشد این نہان : و کہ تو چہ دانی تا نوشی قاشان : زانکہ نہانست بر تو حالشان : و کہ  
ما بری از دعوت و دعوت ترا : مانوشیم این دم تو کا فرا : مگر اسکا مزید علیہ نوشیدن کثیر الاستعمال ہے۔  
یہ قاعدہ قلب کا اور مصدر دن میں بھی جاری ہے جیسے گسستن بضم تین گستن کا قلب ہے مولوی  
معنوی : شعر گندم اربکت وز ہم و سکت : بر دکان آمد کہ نک نان درست : فردوسی : شعر غل و  
بند و رہم گسستم ہمہ : دوان آدم پیش شاہ رمہ : ممکن ہے کہ نوشیدن مصدر جدا گانہ مستقل ہوا و  
نوشیدن بمعنی سماع اسکا مخفف و اند تعالیٰ علم۔ سو ہی شنویدن کبھی تخفیف واو سے شنیدن کر لیا  
جاتا ہے اور کبھی تخفیف یاے تختانی سے شنون اور کبھی بحکم ضرورت واو اور یاے تختانی دونوں  
حذف کر دیئے جاتے ہیں فردوسی : شعر گریزان بالا چرا بر شدی : چو آواز شیر زریان بشندی :  
اور کبھی بزیا دتی الف شنیدن بھی کہا جاتا ہے مولوی معنوی : شعر دید صد چندان کہ دصف اشنیدہ بود  
کے بود خود ویدہ مانند شنود : مگر شفتن صرف سماع یعنی سننے کے معنوں میں آتا ہے اور شنون  
و شنیدن سننے اور سونگھنے کے ہر دو معنوں میں مستعمل ہے جیسے فیضی کا شعر ہے شعر فیلان کہ مقیم  
بیشہ بودند : بوسے ز روندگان شنوند : فردوسی : شعر کہ داند کہ گیتی چہ اور نمود : چہ گویم کہ گوش

ہو قاعداً  
نیل مع الزیادۃ

پانچواں قاعدہ  
حذف حرف کا  
تاریخ  
گرفتن کی سے  
کی حرکت کا بیان

رفتن یا رفتنی  
باضم کے ساتھ  
ہم قافیہ ہونا

غرفتن سے  
لازم کی سند

باب المیم

آدم کے احوال آری اور آدنی و غیر آدنی  
کے احوال آدنی و غیر آدنی میں یا تختانی کو  
دیکھ کر کہنا عدم اعتناء اور خلاف تحقیق ہے

این نیار و شنود و اور شنیدن کے دونوں معنی اس ایک شعر سے واضح ہیں حافظہ شعر ہے خوش  
تو ہر کہ زیادہ صبا و شنید و از بارش شناسنا شنید و چوتھا تبدیل مع الزیادۃ یعنی نے کو باہر  
سے بدل کر قبل اس لئے کے نون زیادہ کیا جاتا ہے جیسے سفین بالضم سے سنب شعر خنجر و سفلن گزیش  
بود گردن شکن و تیر او پولاد سنب روح او سندان گزار و سبیدن اسکا مصدر مضارعی ہے۔ پانچواں  
حذف فقط جیسے پذیرفتن سے پزیر۔ چھٹا حذف مع الزیادۃ جیسے گرفتن سے گیرہاں لئے  
تختانی اشباع کسرہ سے پیدا ہو گئی۔ جانتا چاہیے کہ اس لفظ گرفتن کی حرکات میں اختلاف ہو کہ قول تحقیق  
کسرہ کا ت فارسی و فتح را و مہملہ ہے چنانچہ فردوسی و فرما تے ہیں شعر سر و دل پر از کینہ کرو و برفت  
تو گوئی کہ عہد فریدون گرفت و کبھی بحکم ضرورت ان الفاظ کے ساتھ ہم قافیہ کر دیا جاتا ہے جتنا کہ  
مائل روی مکسور و مضموم ہے مولوی معنوی رح شعر یک بیک را حاجہ بستن گرفت و تا پدید آید گہر  
بنگر شکفت و فردوسی رح شعر بک و شبنان گوشہا برگرفت و غریوان از و ماند اندر شکفت و اسکے  
نظائر بہت ہیں جیسے رفتن کو خفتن و آشفتن کے ساتھ ہم قافیہ کرنا فردوسی رح شعر چو رفتند بیدار  
دل رفته بود و کہ بخت چنان بادشہ خفته بود و ولہ سیاوش بگفت آن کجا رفته بود و وزان کو رسوداہ  
آشفته بود و ولہ شباروز مادر می خفته بود و زمی خفته و ہم زہش رفته بود و واللہ تعالی اعلم  
اور یہ مصدر لازم بھی آیا ہے۔ حافظ فرماتے ہیں شعر گرفت ہجو لالہ دلم در ہواے سرو و اے مرغ  
وصل کے شوی آخر بدام ما و ولہ گرفت در تو گریہ حافظ ہیچ رو و حیران آن دلم کہ کم از سنگ غار نیست و

## باب المیم

اس باب میں سوائے ایک مصدر کے اور کوئی نظر نہیں آیا اور اس میں صرف ایک حذف مفرد کا  
قاعدہ جاری ہے جیسے آمدن سے آ اور آ می یہاں بھی زیادتی یا سے تختانی کی اسی قسم کی غیر واجب  
ہے جسکی تحقیق مکرر کہ لفظ خدا یا کی تحقیق اور بیان اصناف اور ای بحث کی باب الف میں مصدر  
کشادن کے ضمن میں گزر چکی ہے حاشا و کلا یہ (ے) ہرگز ہم کے بدلے میں آئی ہوئی نہیں ہے  
جیسے اور قواعد نگاروں نے عدم اعتناء سے لکھا یا خصوصاً مصنف جو اہل الحروف محقق فرزانہ بہار اور  
انکے اتباع صاحب تحقیق التواہین صاحب ہفت قلزم صاحب تواہین و نگہ میری غیر ہم سے سخن تعجب ہے  
کہ وہ تحقیقات کے لیے درپے اور پھر انہوں نے بلا مناسبت کیسی آنکھ بند کئی آ می میں (جو آمدن سے)

آئین کا ایک  
بکلم ضرورت  
خفیہ ہی ہو جاتا ہے

امر حاضر کا صیغہ ہے) یا ی تختانی کو میم کا بدل کہہ دیا اسی طرح آراے و پیراے مین (جو آراستن و پیراستن سے امر حاضر کے صیغے ہیں) یا ی تختانی کو سین مہملہ کا بدل کہہ دیا ہے یہ خلاف تحقیق ہے یہ وہی یاے رائدہ ہے جو الف مدہ کے بعد در صورت عدم ترکیب جوازاً جیسے آو آئی آرا و آراے پیرا و پیراے اور وقت ترکیب محل حرکت کے لئے وقایہ و جوازاً زیادہ کی جاتی ہے وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْظُّوَابِ کہتے ہیں ضرورت اس مصدر آمدن کا ایک الف حذف بھی کر دیا جاتا ہے مولوی معنوی شعر رحمت اندر رحمت آید تا بسر بر یکے رحمت فروماے پسر پراے فرومیا۔

باب نون

## باب النون

اس باب میں صرف ایک اثبات کا قاعدہ جاری ہے جیسے افکندن سے افکن افکندن سے افکن کندن سے کن۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

باب الواو

## باب الواو

یہ باب دو قاعدوں کو مشتمل ہے اثبات اور تبدیل۔ اثبات جیسے غنودن سے غنو۔ سعدی شعر لغتوم زان رو خیالش رانی بینم خواب و دیدہ گریان من یک شب غنودی کا شکے و بودن کا صیغہ امر حاضر مستعمل نہیں لیکن قیاس یہی چاہتا ہے کہ بُو اسکا امر ہو کیونکہ بود بُوے بوم اسکا مضارع مستعمل ہے فردوسی شعر کہ تاسن بگیتی بوم زندہ را و ز ترکان اگر شاہ و گربندہ را و اور بوجو یعنی آرزو اشتیاق آتا ہے وہ بویہ کا مخفف ہے چنانچہ بویہ بھی خود مستعمل ہے فردوسی شعر ترابویہ دخت مہراب خاست و دلت خواہش سام نیرم بکاست و اسی طرح حاصل بالمصد بوش بمعنی تقدیر اساتذہ کے کلام میں مستعمل ہے کیا معنی کہ یہ حاصل بالمصدر امر حاضر پرشین ماقبل کمسور لاحق کر نیسے حاصل ہوتا ہے فردوسی شعر بہ بخشود یزدان شکی دہش ہیکے بودنی داشت اندر بوش و ولہ نوشتہ چنین بودمان از بوش و برسم بوش اندر آمد روش و اور اسکا مخفف بدن اور اسکی تمام بحث اسی تخفیف کے ساتھ بھی مستعمل ہے مولوی معنوی شعر چیت دنیا از خدا غافل بدن و نے قماش و نقرہ و فرزندوزن و فردوسی کا بجز یہ شعر ہے شعر چوہیم دارش نبدر نژاد و زوہیم داران نیاوردیاد و اگر ماور شاہ بانوبدے و مراسیم دزتا بنانوبدے و ولہ کہ پیش از تو شامان فراوان بدند و ہمہ تاجداران گہان بدند و ولہ بایرانیان گفت بیدارید

قاعدہ اثبات  
فحسب جائز  
رہ بودن کا لفظ

بویہ کی آرزو اشتیاق  
بویہ کا مخفف ہے  
بودن کی شکل نہیں

بودن کا مخفف واو  
بدن کی شکل ہے

کہ من کردم آہنگ دیو سپید : ثانی تبدیل جیسے نمودن سے نما اور نما سے یہاں امر میں فتح  
 نون کا ضمہ سے بدلہ لگایا تا دوا و تبدلہ پر ولالت کرے اور پالودن سے پالا اور پالاسے یہاں بھی یک  
 تحتانی بعد مرہ نائد ہے جبکہ کئی بار ذکر ہو چکا ہے یہاں ایک بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ پالودن  
 پانی شراب تیل جیسے مائیات کے چھاننے صاف کرنے کو کہتے ہیں اگرچہ وہ بالفعل مائی نہون بعد  
 پگھلانے کے ان میں مائیت سیلان پیدا ہو جیسے سونا چاندی نظامی ہر شعر گہر سفت نتوان با سودگی :  
 برد نقرہ محتاج پالودگی : بعض وقت مطلق پاک و صاف کرنے کے معنوں میں استعارہ کر لیا جاتا ہے  
 فردوسی ہر شعر ہر داور پاک بنمودشان : زاکو دگیہا ہا لودشان : جب طرح پختن آٹے خاک راکھ  
 جیسے خشک چیز و نگو چھاننے صاف کرنے کو کہتے ہیں بعض وقت مطلق کسی مسئلہ کے تفتیش کے  
 موضع میں مستعمل ہوتا ہے۔ جانتا چاہیے کہ ایک قاعدہ زیادتی کا بھی اس باب میں جاری ہے چونکہ وہ  
 مصاد و شاذۃ الاستعمال میں سے ہے ہم نے اسکو ذکر نہ کیا جیسے ہسودن سے ہسودا و اس میں  
 دو طرح تخفیف کی جاتی ہے ایک تو باے موحہ کو حذف کر کے ہسودن کہتے ہیں دوسرا ہا و فارسی  
 کو حذف کر کے ہسودن کہتے ہیں ابوالفرح کا شعر ہے شعر بعون عدل تو صیاد عدل ہسود :  
 سر دن آہوے نخچیر بے وسیلہ دام : ولہ کوہ ہسود زخم تیرش و گفت : صاعقہ است این  
 نہ تیر داغ و ناہ حکیم سوزنی شعر بخاک وادی آن چہرہ کہ آبلہ کرد : باستین حریر ارچہ نرم ہسودی  
 فردوسی ہر شعر نگہ کرد پیکار دو پہل مست : و خروشان چور عد و ہسا وان دو دست : ولہ تان  
 بشاہ نوا این نمود : کہ بودند چون گوہر ناہسود :

قاعدہ تبدیل  
 پالودن مائیات کے  
 چھاننے کے لیے  
 ہون خواہی بالقد  
 مضمون میں آتا ہے  
 ایک صاف کرنے کے  
 باب اول میں قاعدہ  
 زیادتی بھی ہو چکا  
 وہ مصاد و شاذۃ  
 الاستعمال میں لایا  
 جاتا ہے بیان نہیں کیا

مصدر ہسودن کی تحقیق۔

## باب الیاء

اس باب کے مصاد مستعملہ میں فقط دو قاعدے حذف مفرد اور زیادت مفرد کے میرے دیکھنے  
 میں آئے۔ اول حذف جیسے رسیدن سے رس بریدن بالضم سے بر بالضم بمعنی قطع گزیدن  
 بالفتح سے گز۔ دوسرا زیادت مثلاً گزیدن بالضم سے گزین اور بریدن بالضم بمعنی قطع کا  
 امر جیسے بر بالضم مخذوف الیا آتا ہے جیسے قاعدہ اولی حذف میں عرض کیا گیا برین بالضم زیادتی  
 نون بھی آتا ہے جس کا حاصل بالمصدر برینش و برین مستعمل ہے مولوی معنوی شعر چون برید  
 اوداد اور ایک برین : ہچو شکر خروش و چون انگبین : نظامی ہر شعر دلے باید اندیشہ راتیر و تند :

باب الیاء

قاعدہ حذف  
 ہجہ زیادت

برینش نیاید ز تشبیر کند + جانتا چاہیے کہ اسی باب الیاء میں دیدن ایک ایسا مصدر ہے کہ باعتبار  
بحث امر کے مقتضی ہے یعنی دیدن مصدر اور ہے بین شتق اور ان کے باہم کچھ تعلق اشتقاق نہیں یعنی  
دیدن کا مضارع اور امر نہیں آتا اور بین کا مصدر اور ماضی نہیں آتا ان معنوں میں مترادف ہے اس  
بارہ میں مولانا صہبائی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہمزبان ہوں چیدن سے چین اور یہ مصدر مع کل مشتق  
بتخفیف یا چدن و چد چین بھی کلام فصاحت میں مستعمل ہے فروسی<sup>۲۲</sup> شعر بھی گل چند از لب رود بارہ رخا  
چو گلستان و گل در کنارہ ولہ<sup>۲۳</sup> تر آرزو جنگ و پیکار نیست + اگر گل چینی راہے خار نیست + ولہ  
بہار آمد از گلستان گل چمن + زدوے زمین شاخ سنبل چمن + واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب +

## بحث الحرف

جو کلمہ کہ اپنے معنوں پر بنفسہ دلالت نہ کرے یعنی اپنی مفہومیت میں مستقل نہ ہو کیا معنی کہ جبکہ دوسرے کلمہ  
اس کے ساتھ نہ ملے اس کا معنی کچھ نہ سمجھا جائے وہ حرف ہے جیسے از و در و بر حروف کی قسم کے  
ہیں حروف جر۔ حروف مشبہ بالفعل۔ نہ و نے مشبہ بنیت۔ نہ نفی جنس کا۔ نا و بی کہ جنکی ترکیب سے  
وہ مرکبات صفت مشبہ منفیہ کا کام دیتے ہیں جس طرح لفظ با صفت مشبہ مثبتہ کے معنی پیدا کرتا ہے۔  
حروف نواصب اسم۔ حروف شرط۔ حروف جازمہ۔ حروف عاطفہ۔

اول حروف جر چونکہ یہ حروف معنی فعل کو اپنے متصل و مایل کی تک پہنچا دینے کے لئے موضوع  
بین حروف صلہ و روابط بھی انکو کہا جاتا ہے اور جر یعنی کشیدن بھی ہے تو یہ حروف بھی معنی فعل کو  
اپنے ملحق و متصل تک کھینچ لاتے ہیں اور جر عربی میں ایک اعراب مخصوص کا نام بھی ہے یعنی  
کلام عرب میں کسی کلمہ پر ان حروف کے داخل ہونے کا اثر اس اعراب خاص کے پیرایہ میں ظاہر  
ہوتا ہے تو حروف جر کے ساتھ اسکو لقب کرتے ہیں چونکہ اعراب کی بحث زبان عرب کے ساتھ  
مختص ہے اعجام ان دقیقوں سے بے بہرہ ہیں پس یہ تسمیہ اس وجہ کے ساتھ مخصوص بزبان  
عرب ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب اور حروف جر میں سے ایک تو لفظ آز ہے اور ہکا مخفف  
نہ یہ کئی معنوں میں مستعمل ہے ایک از ابتدائیہ اور از ابتدائیہ ایک امر ممتد کی ابتدا کے لئے  
موضوع ہے یعنی از اور اسکا مجرور جس فعل کے ساتھ متعلق ہو وہ فعل امر ممتد ہونا چاہیے  
مگر عام ہے کہ مثلاً بنفسہ ہو جیسے عرفی کا شعر ہے شعر از در دوست چہ گویم بچہ عنوان رفتم +

صدر دین  
تحقیق  
چند  
تخفیف  
چند  
جایا ہے

بحث الحرف

حروف جر کا بیان  
اس کی وجہ تسمیہ

معنی فعل  
کہ افعال میں اس کا  
فاعل و اسم مفعول  
مشبہ مصدر اور ظرف  
اور اسم اشارہ و غیرہ  
میں مختص معنی فعل کی  
صلیٰ ہی میں صرف معنی  
فعل کہ کانی ہے فعل  
یا معنی فعل کہنے کی  
ضرورت نہیں اور نہ  
اعلم بالصواب



ہمہ شوق آمدہ بودم ہمہ حرمان رفتم کیا معنی کہ رفتن خود ایک امر متدہ ہے نظامی شعر  
 ز دروازہ سدرہ تاساق عرش قدم بر قدم عصمت افگندہ فرش قدم بر قدم خود امتداد پر  
 وال ہے یا منشا اور سبب کسی امر متد کا ہو جیسے نظامی شعر برون جبت ازین گنبد چار بند  
 فرس راند بر سفت چرخ بلند کیا معنی کہ باہر کو دجانا امر متد نہیں اسوا سطلے کہ ایک ہی پھلانگ  
 مین باہر کو دجا سکتے ہیں بلکہ دوسرے کسی ایک امر متد یعنی فرس راندن بر سفت چرخ کا سبب  
 اور فرس راندن بلاشبہ امر متد ہے اور ابتدا اس امر متد کی (جس پر محور از دلالت کرتا ہے)  
 مکان یا زمان یا سوا اسکے کسی تیسری شے سے بھی ہو سکتی ہے مگر علمائے نخاۃ کا اہمین اختلاف  
 ہے بعض غیر زمان مین اسکا استعمال حقیقت اور زمان مین استعارہ اور مجاز جانتے ہیں۔ اور  
 غیر زمان خواہی مکان ہو یا غیر مکان جیسے نظامی شعر گر آئی ز جابے نگہ دار جائے و گر نہ  
 سپارم سرت زیر پاے اور غیر مکان کوئی شخص وغیرہ جیسے نظامی شعر بے منزل آمد زن  
 تابو نہ نشاید ترا یافت الا بتو اور بعض صرف مکان کے لیے حقیقت باقی زمان ہو یا غیر زمان  
 مین استعارہ اور مجاز مانتے ہیں اور بعض تینوں حالتوں میں اسکا استعمال کو حقیقتہ جائز رکھتے ہیں۔  
 واضح ہو کہ لفظ ابتدا سے خود یہ بات سمجھ میں آگئی ہوگی کہ جو شے لا بدایۃ لہ ہوگی اُس پر  
 از کالانا محال ہے جیسے لا نہایۃ لہ پر تاے انتہائیہ لانا باطل ہے پس از ازل تا ابد جیسے  
 نظامی کے اس شعر مین شعر محمد کازل تا ابد ہر چہ بہت بارالیش نام او نقش بست  
 متاؤل ہے یعنی اول خلقت سے آخر خلقت تک کی مدت طویل کو ازل اور ابد کے ساتھ متعاً  
 کر لیا اسوا سطلے کہ آپ کی ذات پاک صاحبِ لواک لما خلقت الافلاک باعث کائنات سبب  
 وجود مخلوقات ہے اور کل کائنات اور جمیع مخلوقات مین سے کوئی بھی ازلی اور ابدی نہیں  
 ازل اور ابد اسی کی ذات تبارک و تقدس ہے واللہ تعالیٰ اعلم سیطرہ غیر مکان وغیر زمان  
 سے مکانیات و زمانیات مراد ہیں نہ کہ جو شے مکان و زمان سے باہر ہو پس از لامکان  
 یا تا لامکان کہنا جیسے مولانا المولوی المعنوی کے اس شعر مین شعر آن سیہ حیران شد از بر بل  
 او پ می و مید از لامکان ایمان اور متاؤل ہے یعنی بڑی بعید سافت کو لامکان کے ساتھ  
 استعارہ کر لیا اسوا سطلے کہ لامکان ایمان کا مخزن نہیں صرف یہ بات ثابت کرنی ہے کہ ہمارے

ایمان کی طرح لوٹ نہیں نوربان مقربان حضرت سید زوان جل جلالہ کے ایمان کی طرح اس کا ایمان بھی بے لوٹ اور کامل تھا۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْاَصْوَابِ ۝

و واضح ہو کہ از کا استعمال جب کئی معنوں میں ہوتا ہے تو جدا شناس اور علامت خاص اس معنی ابتداء کی یہ ہے کہ اس کے مقابلہ میں تا انتہائیہ یا جو اس لفظ معنی تاکو داکرے لانا درست ہو اول ظاہر ہے جیسے از خانہ تا مسجد رنم ثانی جیسے نظامی کے اس شعر میں شعر سزافہ در بیت اقصا کشاد ۝ زناف زمین سرباقصا نہاد ۝ اے ازناف زمین تا اقصار رفتند۔ جسطح نجات عرب نے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ میں تاویل کی ہے چنانچہ شیخ رضی استرآبادی شرح کافہ میں فرماتے ہیں لہٰذا معنی اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ اَلِیْہِ وَاٰفِرَالِیْہِ فَاَلْبَاءُ هٰہُنَا اَفَادَتْ مَعْنٰی الْاِنْتِهَاءِ اَوْ کَہٰی یہ از ابتداء لقرینہ مقام حذف بھی کیا جاتا ہے جیسے اس شعر میں نظامی شعر محمد کازل تا ابد ہرچہ ہست ۝ اے کازل تا ابد الخ ولہ سکندر کہ کرد آن عمارت گری ۝ کجاتا کجا سدا سکندری ۝ اسی از کجا تا کجا۔ اسی قبیل سے ہے سرتاپا اے از سرتاپا وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْاَصْوَابِ دوسرا از بیان یہ جو ایک امر مبہم سے مقصود متکلم کیا ہے اس کے اظہار و تبیین کے لیے موضوع ہے یعنی از اپنے مجرور کے ساتھ ملکر منظر و مفسر و تبیین اس امر مبہم کا بنجاتا ہے جو مقصود ہے اور وہ امر مبہم وہی قبل از بیان کے ہو جیسے اس شعر میں نظامی شعر بر انگشت رزمے چو بارندہ میخ ۝ پلنگ گشت پیکان و باران ز تیغ ۝ خواہی بعد جیسے اس شعر میں سعدی شعر بر گل سرخ از نم افتادہ لالی ۝ ہجو عرق بر عذار شاہ غضبان ۝ جامی شعر بشیر بنی و چربی از ز بانم ۝ نہاد می لقمہ خوش درد بانم ۝ یہاں لالی اور لقمہ کا بیان نم اور زبان ہیں۔ علامت اور جدا شناس لفظی اس کا یہی ہے کہ بجائے اسکے موصول مع مقتضیات لایا جائے تو معنی میں کوئی قباحت نہ آئے جیسے امثلہ مذکورہ میں اسی لالی کہ آن نم ست و لقمہ کہ آن زبان من ست و پلنگ او کہ پیکان ست و باران او کہ تیغ ست اور یہ از بیان یہ لقرینہ مقام حذف بھی کیا جاتا ہے مولوی معنوی شعر تابرون آرد زمین خاک رنگ ۝ ہرچہ اندر حجب دار و لعل و رنگ ۝ اے از لعل و از رنگ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْاَصْوَابِ ۝

تیسرا تبصیضہ اور وہ وہ حرف از ہے کہ جس اسم پر وہ از داخل ہوتا ہے اسکے قبل یا بعد جو ہم مرفوع یا منصوب مذکور ہو وہ اس مجرور از کے بعض افراد میں سے ہو اول یعنی مرفوع جیسے اس شعر میں

از ابتداء کی علامت

از ابتداء لقرینہ مقام حذف کیا جاتا ہے۔

از ابتداء کی علامت

از بیان کی علامت

از تبصیضہ

سعدی شعر ملک صلاح از پادشاہان شام و برون آمدی صبح دم با غلام و ثانی یعنی منصوب  
 جیسے اس شعر میں ولہ یکے رات آمد صاحب دلان و کسے گفت شکر بخواہ از فلان و یہاں اسم مفعول  
 یعنی ملک صلاح مجبور یعنی پادشاہان شام کے بعض افراد میں سے ہے۔ اس طرح اسم منصوب یکے را  
 یعنی جس شخص کا حال بیان کرتے ہیں صاحب دلان کے بعض افراد میں سے ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب  
 چوتھا از انتزاعیہ وہ یہ ہے کہ مجبور از سر سے صرف موضع انفصال و انتزاع کا ظاہر کرنا مقصود و متکلم  
 یعنی اس سے مبدئیت کسی امر متد کے بیان کرنی مقصود نہو اور اسکو انفصالیہ بھی کہہ سکتے ہیں  
 جیسے سعدی شعر ز گوش پنبہ برون آرد و خلق بدہ و اگر تو نے نہ ہی داد روز دادے ہست و  
 نظامی شعر ستانی زبان از قیباں راز و کہ تار از سلطان نگویند باز و ولہ نہر شاہ کا دجہان را  
 پدید و بدست تو داد آفرینش کلید و یعنی ہر پادشاہ کہ در وجود آمدہ کلید سلطنت از دست او گرفتہ  
 ہو سپرد و کبھی بقرینہ مقام یہ از انتزاعیہ حذف بھی کیا جاتا ہے سید حسین خالص کا شعر ہے شعر  
 وعدہ وصلے کہ اے مہ پارہ یادت رفتہ است و چارہ دروین بیچارہ یادت رفتہ است و اے از یادت  
 رفتہ است پانچواں از اعراضیہ جیسے اس شعر میں سعدی شعر گفتم میان عالم و عابد چہ فرق بود  
 تا کردی اختیار از ان این فریق را و ولہ دل آرمے کہ داری دل درو بند و اگر شہم از ہمہ عالم فرو بندہ  
 چھٹا تفضیلیہ جو بفضل علیہ پر لایا جاتا ہے تا مفضل کا اپنے وصف مقصود میں مفضل علیہ سے  
 بڑھا چڑھا رہنا ثابت ہو سعدی شعر سر ہنگ لطیف خوں دلدار و بہتر ز فقہیہ مردم آزار و  
 نظامی شعر تونی کا فریدی ز یک قطرہ آب و گہر اے روشن تر از آفتاب و کبھی مفضل کو  
 کبھی مفضل علیہ کو بوجہ کسی نکتہ کے مذکور نہیں کرتے مثلاً اعلام اس امر کا منظور ہوتا ہے کہ  
 اسکی عمومیت حصر بیان کو مانع ہے وغیرہ فلک اول یعنی حذف مفضل سعدی کے اس شعر میں  
 شعر چو دانشور این در معنی بسفت و بگفت این کرین بہ محالست گفت و اے چیزے بہتر از این  
 اور ثانی یعنی حذف مفضل علیہ جیسے نظامی کے اس شعر کے مصرعہ ثانی میں شعر کران خوبتر  
 جانبا شد و گر و چو آن خوبتر گفستی آن خوبتر و اے خوبتر از ہمہ چیز چنانچہ عربی میں اللہ اکبر ہے  
 اکبر من کل شیئ - واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب اور کبھی مفضل علیہ مفضل پر مقدم بھی ہو جاتا ہے  
 مگر بہر حال میں حرف تفضیل کا اتصال مفضل علیہ کے ساتھ ضرور ہے فارسی میں اداۃ تفضیل تر

از انتزاعیہ

از انتزاعیہ  
تکلم علیہ کی جگہ

از اعراضیہ

از تفضیلیہ

مفضل مفضل علیہ  
کے حرف میں کوئی  
نکتہ مقصود ہوگا

عربی میں مفضل علیہ پر مقدم بھی ہو جاتا ہے  
 مثلاً اللہ اکبر ہے  
 اور کبھی مفضل علیہ مفضل پر مقدم بھی ہو جاتا ہے  
 مگر بہر حال میں حرف تفضیل کا اتصال مفضل علیہ کے ساتھ ضرور ہے فارسی میں اداۃ تفضیل تر

یا تترین ہیں اور کبھی بغیر اداۃ کے بعض اسم جو تضرع میں تفضیل کو ہیں بفضل بجاتے ہیں چنانچہ حضرت نظامی  
کا یہ شعر ان دونوں وعودن (یعنی تقدیم بفضل علیہ اور اداۃ تفضیل) کی شہادت ہے شعر امیدم ثبوت  
زاندازہ بیش و کم نام امیدم زرد گاہ خویش و سعدی شعر چون در آید مہ از توئی بسخن و گرچہ بدانی  
اعتراض کن و کبھی معنی تفضیل سے تجرید کر لجاتی ہے اداۃ تفضیل اس پر لاکر بیشتر و مہتر و بہتر کہتے ہیں  
کبھی ان اداۃ سے تفضیل مراد نہیں ہوتی ہے جیسے نظامی کے اس شعر میں شعر شکر کہ این نامہ  
لعنوان رسید و پیشتر از عمر پیا بیان رسید و اور صیغہ تفضیل کو بغیر حرف جر یا تفضیل علیہ  
اضافت بھی کر سکتے ہیں مگر اس میں شرط ہے کہ متصل بعض افراد بفضل علیہ سے ہو غیر اضافت یعنی حالت  
تحلیل و انفصال ان شرطوں سے بری ہے ہر حال میں بفضل بفضل علیہ کو بتوسط حرف جر بیان کر سکتے  
ہیں گلستان میں ہے نثر اجل کائنات از روئے ظاہر آدمیت و ازل موجودات سگ مبالغہ  
خردمند ان سگ حق شناس بہ از آدمی ناسپاس۔ آدمی اجل کائنات است و سگ ازل  
موجودات۔ یہ دو مثالیں اضافت کی ہیں اس عبارت میں آدمی اور سگ (جو بفضل ہیں)  
بعض افراد بفضل علیہ (یعنی کائنات و موجودات سے) ہیں یہ امر صحت اضافت کے لئے  
شرط ہے بخلاف حالت تحلیل کے کہ اس میں خواہی مفضل بفضل علیہ کے افراد سے ہو یا نہ ہو  
سب درست ہے اول ظاہر ہے جیسے گوہر بہتر از سنگ ست تو گوہر نوع سنگ و افراد سنگ  
ہے اور اسی مثال آدمی اجل کائنات کو آدمی اجل از کائنات بھی کہنا درست ہے اور ثانی یعنی  
جہاں بفضل افراد بفضل علیہ سے نہ ہو جیسے سگ حق شناس بہ از آدمی ناسپاس کہنا درست اور  
اضافت کے ساتھ سگ بہتر آدمی ست نہیں کہہ سکتے اس واسطے کہ سگ موصوف مردم  
ناسپاس کے افراد سے نہیں اس طرح زید بہتر از حارست جائز ہے بہترین حارست اضافت  
کے ساتھ جائز نہیں پس ان دو استمالوں میں نسبت عموم خصوص مطلق کی ہوگی یعنی استعمال ہیوط  
از حلقہ تفضلیہ عام ہے اور اضافت کے ساتھ خاص جیسے زید بہترین مردانست و بہتر از مردان  
مادہ اجتماع ہے اور زید بہتر از حارست مادہ افتراق یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ مفضل جس پر  
حرف تفضیل لاحق ہوتا ہے وہ اسم متضمن معنی صغی ہونا چاہیے اور بعض جگہ اسم غیر متضمن معنی صغی  
یا اعلام پر لاحق ہو جاتا ہے تو ان اسموں سے ان کے اوصاف مشہورہ مراد ہو کر مندرجہ صیغہ صغی کے

[illegible]



اے سپاس خداوند سعدی در شعر اقلیم پارس را غم از آسیب دہر نیست تا بر سرش بود چو تو اے  
 سایہ خدا اے غم آسیب دہر و لہ بندہ ہمان بہ کہ ز تقصیر خویش عذر بد رگاہ خدا آورد و اے  
 عذر تقصیر خویش۔ بیان اس تحلیل سے سامع کو چونکا منظور ہوتا ہے تا وہ سامع اس تفسید و قید  
 پر تفصیلی اور واضح طور پر نظر ڈالے جو در صورت ترکیب اضافی اجالی نظر کو مقتضی تھی کیا معنی کہ اضافت  
 میں قید یعنی مضاف الیہ خارج ہوا کرتا ہے اور تفسید داخل تو شاید سامع اس تفسید پر توجہ نہ کرے اس  
 قید کو اتفاقی سمجھے تو وہ بند اضافت یعنی تفسید از کے ساتھ کھولہ بجاتی ہے مگر چونکہ صحت اضافت  
 کے لئے مناسبات شئی ہیں (یعنی کوئی مناسبت ہو صحت اضافت کے لئے کافی ہے) کہیں یہ از  
 محلہ رائے مخصوصہ کے معنی دیگا جس طرح غنی میں لام تخصیص جیسے سپاس از خداوند میں یعنی سپاس جو  
 خاص خداوند عالم کے لئے ہے۔ اور کہیں سبب کے معنی دیگا جیسے غم از آسیب دہر میں یعنی غم جو سبب  
 آسیب دہر کے ہو اسی طرح اور مناسبات کو قیاس کر لین پس از مادی کو (جبکہ بیان ابھی آئیگا انشاء اللہ تعالیٰ)  
 اسی محلہ کی قسم میں داخل کر سکتے ہیں مگر اسوجہ سے کہ اضافت میں اضافت حقیقی اصل ہو اور نہ  
 حقیقی میں مقصود مضاف ہی ہوا کرتا ہے اور مادی میں مضاف کا مقصود ہونا ضروری نہیں  
 مادی کو قسم جدا نہ بتا دیا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ گیارہواں از مادی وہ از ہے جو مادہ پر داخل  
 ہوتا ہے تا ظاہر ہوگا کہ جو اسم ماقبل از مذکور ہے مجرور از اس کا مادہ ہے خواہی یہ مادہ حقیقہ ہو خواہی  
 ادعاے محض اول جیسے اس شعر میں سعدی در شعر شمشیر نیک ز اہن بد چون کند کہے نا کس  
 بہ تربیت نشود اے حکیم کس ثانی جیسے اس شعر میں نظامی در شعر ز لعل در در گردن و گوش پر  
 لب از لعل کافی و دندان زور پہ یعنی لب و دندان کا مادہ ادعاء بیان کیا جاتا ہے کہ لعل و در ہر  
 اس نزاکہ غم از آسیب و عذر از تقصیر کی طرح محلہ اضافت نہیں کہہ سکتے کسوا سطر کہ محلہ مضاف الیہ  
 پر داخل ہوتا ہے اور مادی کا حال یہ ہے کہ اگر مجرور از مادہ حقیقہ ہے اور اس سے بعد حذف  
 حرف جر ترکیب اضافی بنائی جائے تو محلہ کی طرح مجرور از اپنے قبل کے اسم کا مضاف  
 الیہ ہوگا جیسے شمشیر از اہن انگشت از زر سے شمشیر اہن انگشت زر اور اگر مادہ ادعا ہے مجرور از  
 اپنے ماقبل کے اسم کا مضاف ہوگا جیسے مثال مذکور میں لب از لعل دندان از در سے لعل لب  
 در دندان مرکب اضافی ہوگا غرض ماہ الا تین از مادی حقیقی اور ادعا ہے کا بھی وہی ہے مگر حال

اس تحلیل سے  
 سامع کو مقتضی  
 تھی کیا معنی کہ

صحت اضافت  
 کے لئے مناسبات  
 شئی ہیں (یعنی  
 کوئی مناسبت ہو  
 صحت اضافت کے  
 لئے کافی ہے) کہیں  
 یہ از

از مادی

مجرور از مادہ حقیقی  
 بھی ہوتا ہے اور  
 ادعا ہے کا بھی

میں مقصود اور محظوظ وہی اہم ہوگا جو ماقبل از کے مذکور ہو اگرچہ مرکب اضافی بنانے کے بعد مادی حقیقی میں مضاف مقصود ہو جاتا ہے جو قبل ترکیب اضافی ماقبل از کے تھا اور مادی داعی میں مضاف الیہ مقصود ہو کر تا ہے جو قبل ترکیب اضافی یہ بھی ماقبل از کے مذکور ہوا ہے جیسے اشلہ سے ہویدا ہے اور اضافت ان ہر دو قسم مادی یعنی حقیقی و داعی کی اضافت بیانہ کہلاتی ہے وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْصَّوَابِ بارہوان از برلے قسمت و توزیع یہ وہ از ہے کہ جو مقسم علیہ پر لایا جاتا ہے میر مرتضیٰ رضی کا شعر ہے شعر برادرانہ بیاضے کینم رقیب : جہان و ہرچہ دروہست از تو یار از من : اے ہمہ جہان قسمت تو دیا ر قسمت من - خواجہ افضل الدین کاشی رباعی ابرازد ہقان کہ ترالہ میر وید ازو : دشت از بخون کہ لالہ میر وید ازو : طوبی و بہشت و سلسبیل از ازید : مادی و لکی کہ نالہ میر وید ازو : تیر ہوان از جو بجائے : اے مفعولی کے مستعمل ہوتا ہے سعدی : شعر شب سروشان بردہ از دیدہ خواب : چو حراتا بل کنان از آفتاب : اے آفتاب رابض نسون میں بغیر زے کے تامل کنان آفتاب ہے - مفید بلخی شعر چون گرم از آن شوخ ہوسناک مفید : من کہ بچون صدف آبلہ دندان دارم : اے لب آن شوخ را - ممکن ہے کہ یہاں از زائدہ مفعول بہ پر لایا گیا ہو - چو دہوان از جو بجائے در مستعمل ہوتا ہے نظامی : شعر چہل روز خود را گرفتہ زام : کا دیم از چہل روزہ گرد و تمام : پندرہوان از جو بجائے بر استعمال کیا جاتا ہے نظامی شعر نشست از بارہ روزہ بر آہست لشکر برسم نبرد : شعر فریب خوش از خضم ناخوش بہ است : پرافشاندن آب ز آتش بہ است : خسرو شعر اے پسر از ملک و جوانی منازہ نازید و کن کہ شد او بے نیاز : واضح ہو کہ جو ناز کا صلہ واقع ہوتا ہے وہ دوشی پر آتا ہے ایک تو کوئی کمال یا جمال وغیرہ کے سبب انسان قرار آتا ہے ناز کا تاہر جیسے شعر ناز برین دولت تا زال کن : از من ناصح بہر بر این سخن : دوسرا وہ کہ اسکے ناز و خفا کو بردا کرتا ہے جیسے صرعہ ناز بران کن کہ خیر از دست : عشق اول میں بر جی حقیقی یعنی استعمال کیلئے بہر کہ کہ سبب ہے پس جواز کہ موضع اول میں مستعمل ہو اسکو جی بقرار دینا نہیں چاہیے بلکہ اس موقع میں اگر خود مستعمل ہو اسکو معنی از کہنا مناسب ہوگا وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْصَّوَابِ سوہوان از جو بے مرکبہ اتصالیہ کی جگہ مستعمل ہوتا ہے جمال الدین سلمان کا شعر ہے شعر جان زندگی از چشمہ پر نوش تو دارد : دلبستگی از سنبل لگپوش تو دارد : اے دلبستگی با سنبل لگپوش تو الخ - ستر ہوان از جو صفت یعنی وہ حرف از کہ در اصل صلیہ صفت ہے

از برلے قسمت

از یعنی مادی مفعولی

از یعنی در

از یعنی

معنی

معنی

معنی

معنی

معنی

معنی

اور مرکب وصفی کے درمیان میں لایا جاتا ہے جیسے دست از کار رفته آب از سرگزشتہ کیا معنی کہ دراصل اور حقیقت کے اعتبار سے دست اور آب موصوف ہے از کار رفته و از سرگزشتہ صلیہ موصول محذوف کا۔ موصول صلیہ کے ساتھ ملکر دست اور آب کی صفت ہوئی جسکی تقدیر دست کہ از کار رفته است و آب کہ از سرگزشتہ است ہے اس صورت میں موصوف کسرۃ توصیف سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور جب اس مجموعہ سے صیغہ صفت کا بنایا جاتا ہے کاف موصولہ اور است رابطۃ اسنادی جو علامت جملہ ہے حذف کر دیا جاتا ہے تا یہ مرکب کلامی قوت میں مفرد کے ہو جائے اس واسطے کہ صیغہ صفت مشبہ کے نوع کلمہ سے ہیں آب ذرا غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ حروف روابط مطلقا جزو صفت واقع ہو سکتے ہیں کوئی خصوصیت حرف از کی اس بارہ میں جس طرح صاحب جوامع الحروف نے فرمائی ہے سمجھ میں نہیں آتی چنانچہ درو بر و بار موحده و بار مرکب برابر جزو صفت واقع ہیں جیسے پائے در ماندہ چشم در راہ گوش بر آواز سر بر زانو نہادہ۔ دل با مہر ساختہ۔ دست بدل اسکا ذکر صفت مشبہ کے بیان میں گزر چکا وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْغُیُوبِ۔ کبھی یہ از جزو صفت بقریۃ مقام حذف بھی کیا جاتا ہے صائب کا شعر ہے شعر بردست کار رفته نباشد گرفت و گیر چون بہلہ دست و کمر یار میکنم اگر مجھ سے پوچھیے اس از جزو صفت قرار دینا ایک اصطلاح جدید بحث کلفت ہے اور حقیقت انتزاعیہ انفصالیہ از ہے جو صلہ گزشتن و رفتن کا واقع ہوا ہے۔ اٹھا رہواں ہ از جو صلہ بعض افعال کا واقع ہوتا ہے جیسے پرسیدن فراموش کردن یا آمدن یا در کردن یا دو ماندن وغیرہ اگر یہ فعل لازم ہے مجرور از فاعل ہوگا جیسے جامی شعر جو ایش داد یوسف کاے پر نیز او نہ نیاید باتو کس را از پری یاد او اے در مقابل تو کسے را پری یاد نمی آید۔ اگر متعدی ہے مجرور از مفعول ہوگا سعدی شعر یکے پرسید زان گم کردہ فرزند کہ اے روشن گہر پر خردمند نہ یہاں از پرسیدن کے مفعول اول پر واقع ہوا ہے ورنہ اکثر مفعول ثانی پر لایا جاتا ہے سعدی شعر حکیمے را پرسیدند از سخاوت و شجاعت کہ کدام بہتر است۔ حافظ شعر کلک شکین تو روزیکہ زما یاد کند بہر و اجد و صد بندہ کہ آزاد کند بہ باقر کاشی شعر تو خود کے می کنی از من فراموش نہ کن داتن فراموش اس حرف صلہ کو نہ بمعنی راے مفعولی سمجھنا چاہیے نہ زائد محض اگر بمعنی مفعولی ہو تا فعل لازم پر معنی فاعل کے نہ دیتا بلکہ یہ امر خصوصیات محاورہ سے تعلق رکھتا ہے۔ آنیسوان از زائدہ اور یہ وہ حرف ہے

حروف روابط مطلقا  
جزو صفت واقع  
ہو سکتے ہیں خصوصیت  
از کی اس بارہ میں  
سمجھ میں نہیں

از جزو صفت  
کا حذف

از صلہ

از جو صلہ پرسیدن  
وغیرہ کا فاعل  
اور مفعول اول اور  
ثانی پر لایا گیا ہے



کہ اگر وہ کلام سے حذف کر دیا جائے معنی میں کوئی خرابی نہ آئے۔ لیکن اس کا الانا فائدہ سو خالی بھی نہیں کچھ نہیں تو اپنی جنس کی تاکید ہی اُس سے حاصل ہوتی ہے چنانچہ جمال بن نصیر نے شرح جامی کے من زائدہ کے حاشیہ میں فرمایا ہے وہی ما لو اسقط استقام المعنی وفائدہ التأكيد غالباً کما هو شان الحروف الزائدة جیسے از بہر از براے از پے بلکہ اُس راکے ساتھ جو معنی براے کے ہو زاید لایا کرتے ہیں چونکہ از کو اپنے مجرور سے مقدم اور راکو مؤخر ہونا ضروری ہے از براے کی طرح از اور متصل نہونگے اپنے مجرور کے آگے اور پیچھے رہیں گے جیسے مولوی معنوی کا شعر ہے شعر ساحران باموسی از استیزہ را بہر گرفتہ چون عصاے او عصاے اے براے استیزہ۔ ازیرا اور آسکے مخفف زیر این بھی از اور را اسی قسم کے ہیں اس واسطے کہ اصل اسکی ازین را وزین را ہے جسکو بعد حذف لون ازیرا زیر کہا کرتے ہیں مولوی معنوی رح شعر بگودل راکہ گرد غم نگر دوہ ازیرا غم ز خوردن کم نگر دوہ سید حسن اشرفی شعر از عیب بہر سیز زانی بخود آساے بہر کہ خرد مند نیا سود زا غیار بہ اور یہی مخفف زیادہ مستعمل ہے۔ بلکہ یہ تینوں حرف ایک مجرور پر داخل ہو جاتے ہیں جیسے میر معری کے اس شعر میں شعر از بہر ترا تو بہر سو گند شکستہ بہر کف قدح بادہ نہادیم دگر ہیچ بہ اے بہر تو انوری شعر فاتحہ دغش از زمانہ ہی خواست بہ شیر سپہ از براے لوح سترن را بہ اے براے لوح سترن مولوی معنوی شعر نامہ خواند از پے تعلیم را بہ حرف گوید از پے تفہیم را بہ اور اسی قبیل سے ہیں از اول از نخت از آغاز از پیش از پس از عقب از کجا از ناگاہ مولوی جامی کا شعر ہے شعر ہمان صورت کہ از اول ز دہر و راہ بہ درآمد بارنے روشن تر از ماہ بہ اے اول بار۔ نظامی رح شعر طراز سرنامہ بود از نخت بہ بنامے کرد نامہا شد درست بہ فردوسی رح شعر از آغاز بنوشت نام خداے بہ کہ بود دست ہموارہ باشد بجای بہ حافظ رح شعر رہ خلاص کجا باشد آن غریقے را بہ کہ سیل محنت عشق ز پیش و پس باشد سعدی رح شعر برگ عیشے بگور خویش فرست بہ کس نیا روز پس تو پیش فرست بہ حافظ رح شعر گرم نہ پیر مغان در بروے بکشاید بہ کد ام رہ بزخم چارہ از کجا جویم بہ اے کد ام جا جویم یعنی در کد ام جا جویم کمال اسمعیل شعر چہ لطف بود کہ تشریف دادی از ناگاہ بہ کہ یادت ازین رنجور ناتوان آورد بہ کہ کتاب شریعت بطلع مسعود بہ با وج ہرج سعادت ز ناگہاں آہ بہ کیا معنی کہ اول و نخت و پیش و پس وغیرہ ظرف کے صیغے ہیں بلا واسطہ حرف جر مفعول فیہ واقع ہو جاتے ہیں اب اگر یہ از عبارت سے

کلام میں من زائدہ  
نامہ بخوشی سے  
خالی نہیں ہوتے

ازیرا اور زیر کی  
تینوں

از اور را اور برا  
یا بہر وغیرہ ایک  
جگہ جمع ہو جاتے  
ہیں

از اول اور از  
پیش وغیرہ میں  
از کجا جو

حذف بھی کر دیا جائے معنی ہی طرح بنے رہیں گے استقامت معنی میں ذرا فرق نہ آئیگا جیسے امثلہ سے  
 ہویدا ہے اور یہ از اسی مفعول فیہ والے معنی ظرفی کی تاکید بھی کر دیتا ہے جو ان ظروف سے ضمناً مفہوم  
 میں پس اس صورت میں یہ از بمعنی ظرفیہ ہوگا چنانچہ خود لفظ در اس موقع میں مستعمل ہے حضرت امیر خسرو  
 فرماتے ہیں شعر بود در اول کس ازو پیش نہ ماند در آخر کس ازو پیش نہ حافظ شعر ہر کہ در پیش تان  
 از سر جان می سوزد نہ تکلف تن اولائق قربان نشود ولہ دلس آئید طوطی صفتم داشتہ اندہ انچہ استا وازل  
 گفت ہمان می گویم نہ مگر فرق ان دونوں از اندہ میں یہ ہے کہ جواز کہ برائے دیہر در آ کے ساتھ  
 آتا ہے اس برائے دیہر و آ کے معنوں میں ہوتا ہے جو اسکے متصل صریح مذکور ہیں اور جواز کہ ان ظروف  
 کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے وہ در (یعنی فی) کے معنوں میں ہوتا ہے جو کہ ان ظروف سے ضمناً سمجھ  
 جاتے ہیں اور یہ بھی سن رکھیے کہ لفظ نگاہ میں گاہ بمعنی وقت ہے جیسے سحر گاہ میں اور نالفی کے  
 لئے تو نا گاہ نے وقت کے معنوں میں ہوا اور جو فعل اچانک بخت ہوتا ہے وہ بھی وقت ہی ہوتا ہے  
 ایسوجہ سے اس لفظ کو مفاجات میں استعمال کرتے ہیں اور مفاجات بھی بمعنی عجلت ہے چنانچہ مصباح  
 میں ہے فاجاء مفاجاً ای عاجلہ اور اس قسم کی ترکیبیں عربی میں بھی مستعمل ہیں جیسے کہتے  
 ہیں جاء فلان فی حاجتہ ثم رجع من فورہ کما فی المصباح اے رجع فی ساعۃ التی وصل فیہا  
 چنانچہ محاورہ اردو میں فی الفور کہا جاتا ہے غرض از نا گاہ اور از نخست از آغاز میں ایک ہی طرح کی  
 زیادتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم باد صواب اور یہ از جب اپنے ماقبل کے کسی کلمہ کے ساتھ اتصال  
 پاتا ہے فتح ہمزہ نقل کر کے ماقبل کو دیا جاتا ہے جیسے کروڑ نظامی شعر ہر آن فتح کا قبائلش آورد  
 پیش ہر فضل خدا دید نژدہد خویش امیر خسرو شعر منکہ سپہ را بو غار اندہ ام نژدہد باز می و دغا  
 راندہ ام چنانچہ ضمائر متصلہ کے بیان میں بطور نظیر کے اسکا بھی کچھ بیان آگیا ہے ۔

الثانی، مرکب یہ کئی معنوں میں مستعمل ہے ایک تو انتہائی سادہ بلا تضمین معنی موصول شرطی اور  
 یہ از ابتدائہ کے مقابلہ میں آتا ہے تو یہ بھی ایک امر متبادل ذات یا بالعرض کے لئے موضوع ہوگا  
 اس طرح اسکے استعمال کو مکان اور زمان جیسے از وہلی تا اگرہ و از صبح تا شام اور غیر مکان و زمان  
 میں از ابتدائیہ پر قیاس کر لینا چاہیئے علامت اور جد اشاس تا انتہائیہ کا یہ ہے کہ اسکے مقابل  
 میں از ابتدائیہ کا لانا درست ہو نعمت خان عالی کا شعر ہے شعر کے بشرط کہ فردا دست کوچ تا وہلی

از سر جان می سوزد  
 اول کس ازو پیش نہ ماند  
 در آخر کس ازو پیش نہ ماند

نگاہ اچانک  
 معنی کین و بجا

آز اگر اپنے ماقبل کلمہ کے ساتھ  
 وصل پاتا ہے اللہ تعالیٰ اعلم  
 دے کر اللہ کو گرا دیتے ہیں

تا انتہائیہ سادہ

علامت تا انتہائیہ

توان بعرصہ چلوز یا دو ماہ رسیدہ اسے ازینجا تا مدلی صائب شعر جاے میروی کہ دل بدگمان  
من بہ تابا نگشتن تو بصد جان نمی رود اسے تا زمان مراجعت تو۔ غیر مکان و زمان جیسے مولوی معنویؒ  
شعر پس سلیمان از دلش آگاہ شد کہ دل او تادل اورا شد کہ حافظ شیراز شعر فرق ست ز آب خضر  
کہ ظلمات جاے اوست بہ تا آب ماکہ مبعث اللہ کبرست کہ اور بوقت قیام قرینہ اسکا حذف کر دینا بھی  
جائز ہے عثمان خان بخاری کا شعر ہے شعر ملکش ز جهان چندان کز ہند بہ قسطنطین کہ استو تائبہ قسطنطین  
یہاں بار موحہ یعنی تا نہیں ہے بلکہ وہ باے موحہ ہے جو تا انتہائیہ کے بعد اکثر متعمل ہونے لگی  
شعر بے منزل آمد من تا بتو نہ نشاید ترا یافت الا بتو کہ دوسرا تا ابتدائیہ متضمن معنی موصول شرطی  
اسکے مقابل تا انتہائیہ متضمن معنی موصول شرطی بھی آتا ہے کیا معنی کہ یہ تا چونکہ بعض موضع میں  
نائب مناب کہ کا بنجاتا ہے تو لفظ کہ کی طرح اپنی ابتدا اور انتہاے زمانی کے ساتھ معنی موصول  
کو بھی متضمن ہو جاتا ہے اور یہ دونوں تا ابتدائیہ ہو خواہ انتہائیہ بدایت و نہایت زمانی ہی کے  
ساتھ مختص ہیں غیر زمان میں خواہ مکان ہو یا غیر مکان اسکا استعمال سموع نہیں ابتدائیہ جیسے  
شعر تا عشق تو در سینہ مکان کرو کر اجاہ کس دید در آفاق بیک شہر دور اجاہ اسے از زمانیکہ عشق  
تو در سینہ من الخ چونکہ یہ موصول معنی شرط کو متضمن ہو تو جملہ تا عشق تو در سینہ مکان کرو شرط ہوگا  
اور کر اجاہ استفہام انکاری یعنی دیگر کس را دران سینہ جاے نماذ اسکی جزا۔ اور جب کہ یہ تا اتنے  
معنون کو شامل ہے فقط حرف از اسکی جگہ نیابت کے لئے کافی ہو نہیں سکتا یعنی تا عشق تو در سینہ  
کی جگہ صرف از عشق تو در سینہ الخ کہنا درست نہ ہوگا تیسرا تا انتہائیہ متضمن معنی موصول شرطی جیسے  
نظامیؒ کا شعر ہے شعر چراغے کہ تا او نیفر وخت نور بہ چشم جہان روشنی بود دور کہ شعر تا بقا  
در جہان بود ممکن کہ ذات پاکت ہمیشہ باقی باد کہ اسے تا زمانیکہ جہان رابقاست اور یہ جملہ شرط ہو  
توات پاکت باقی باد جزا اور لفظ ہمیشہ کا تاکید معنی شرط کے لئے لایا گیا۔ دواست معنی شرطی  
سے اشارۃ مفہوم ہیں نہ مفہوم تا واللہ تعالیٰ اعلمہ چوتھا ان معنون میں مستعمل ہوتا ہے جہاں  
عربی میں حتی مستعمل ہوتا ہے جیسے عرفی شیرازی کے اس شعر میں شعر منم آن قطرہ کہ صد سینہ  
دل کردم داغ کہ تا زلوک مژغہ غلطیدہ بدامان رفتم کہ پانچواں تا علت و سبب کے لئے یعنی مدخول  
اس تا کا علت غائی اور سبب فعل ہوا کرتا ہے عرفی شعر تا بثر گال نعل گرد آشاہ دیدہ را بنیش مکان نیم

حذف تا انتہائیہ

تا ابتدائیہ قصیدہ

تا انتہائیہ قصیدہ

تا یعنی حتی

تا علیہ وسیبہ

تازو سب

دیدہ برنیش زون کی غرض کہو علت غائی کہو مژگان معشوق کے ساتھ جو کرنا ہے چھٹا تازو سب  
 جو کہ دوام و ملین شدت التزام پیدا کرنے کے لئے لایا جاتا ہے جس سے معلوم ہو جائے کہ در صورت  
 وجود امر اول ترتیب امر ثانی میں کوئی حالت منتظرہ باقی نہیں رہی جیسے گلستان میں ہے نشر  
 فراش باد صبارا گفت تا فرش ز مروین بگستر دودایہ ایر بہاری را فرمود تا بنات بنات را در مہد زین  
 پیرورد لیکن گستر و پرورد کو بسکون را صیغہ ماضی پڑھنا چاہیئے نظامی رح شعر لفرمود تا کوس روین  
 زدند و سراپردہ بر پشت پروین زدند کیا معنی کہ گفت و فرمود کا مفعول یعنی مامور بہ ہنوز مذکور نہوا  
 تھا کہ ترتیب امر ثانی کا ہو گیا جس سے معلوم ہو جائے کہ مسد سے بات پوری نکلنے نہیں پاتی کہ  
 تعمیل اسکی ہو جاتی ہے اسی قبیل سے ہے تا اس شعر میں نظامی رح شعر نشد برتنے تا پیر خشت  
 نزد بر سرے تا نیند خشت یعنی دشمن پر جانے نہیں پاتا کہ جگہ اس سے خالی کر دیتا ہے یا اس  
 تن کو جان سے خالی کر دیتا ہے اور کسی سر پر بار نے نہیں پاتا کہ اس سر کو گرا دیتا ہے غرض خجل تا  
 اور اس کے مقابل میں ملازمہ ہونا چاہیئے اگر وہ ادعائی ہی کیوں نہوا اور یہ تازو سب تا بیانیہ کی طرح  
 کاف کے ساتھ بھی متعل ہے نظامی شعر در رومی رفت چون تند باد و کہ تا چشم برہم نہد سر نہا  
 مختل ہے کہ مصرعہ ثانی رومی کی صفت ہو اور کاف صلہ یا صفت کا ہو جو جملہ کو بتاویل مفرد کرنے  
 کے لئے لایا جاتا ہے وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْاَصْوَابِ سآ تو ان بیانیہ جو کہ کاف بیانیہ کے قائم مقام  
 ہو جاتا ہے جس طرح کاف تا کی جگہ استعمال پاتا ہے نظام دست غیب کا شعر ہے شعر شب  
 بیاد او چو جام چند در محفل زدم و سینہ کندم القدر تا ناخن برول زدم و اسی القدر کہ ناخن برول زدم  
 لیکن فرق اتنا ہے کہ اگر مقام مقام استغراب و تردد و انتظار نہیں ہے تو کاف اصل اور تا اسکا  
 نائب سمجھا جائیگا جیسے نظام دست غیب کے شعر سے واضح ہے اور اگر مقام استغراب و انتظار کا ہو  
 تو اسکا عکس یعنی تا اصل اور کاف اسکا قائم مقام سمجھا جائیگا جیسے بہ نیم کہ چہ معاملہ پیش آید نظامی  
 شعر دبیر ان نگر تا بر وز سپید و قلم چون تراشد از مشک بید و اور یہ تا اور کاف ہر دو ایک محل میں  
 جمع ہو جاتے ہیں اس وقت کوئی کی کا نائب نہوگا وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْاَصْوَابِ نظامی رح شعر  
 بہ نیم کہ تا کردگار جہان و درین آشکارا چہ دارد نہان و شعر جہد نہا کہ بجائے سی و در و کبش تا  
 بہ دوا سے بھی و اول میں کاف مقدم ہے ثانی میں موخر آٹھواں تازو سب تا بیانیہ کے

تأبیانیہ

تازو سب تا بیانیہ

مضمون جملہ کی تاکید کرتا ہے سعدی رح شعر رضا صاحب غرض تا سخن نشنوی ؛ اگر کار بند می پشیمان شوی ؛ اور تا زہاریہ اکثر منفی پر داخل ہوتا ہے اور کبھی مثبت پر بھی آجاتا ہے سعدی رح شعر بران باش تا ہر چہ نیت کنی ؛ نظر در صلاح رعیت کنی ؛ چنانچہ خود لفظ زہار اور ہرگز جمل مثبتہ پر داخل ہوتے ہیں سعدی رح شعر غم زہرستان بخور زہنہار ؛ بترس از زہرستی روزگار ؛ صائب رح شعر در ملک خویش رخنہ فلکدن عقل نیست ؛ زہنہار بستہ دار زبان سوال را ؛ نظامی رح شعر گرازے شدم ہرگز آلودہ کام ؛ حلال خدا بر نظامی حرام ؛ محمل ہے کہ تا ہر چہ نیت کنی مین تا بران کا بیان ہو۔ نوآن تا اسی جبکہ ترجمہ طرف اور سوے کیا جاتا ہے حضرت امیر خسرو معراج مین فرماتے ہیں شعر باز کشادست در آسمان ؛ پای بیرون ز زمین تا زبان ؛ اے بسوے زبان بظرف زبان یہاں زبان سے تسمیۃ الثئی باسم لازمہ آسمان مرا ہے کیا معنی کہ مقدار گردش آسمان کا زمانہ نام ہے واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

بیان لفظ در

بیان لفظ در استعمال حقیقی اور مجازی میں مجاز

در مجازی

در مجازی

الثالث۔ لفظ در استعمال اسکا ظرفیت کے لئے یعنی مجرور اس در کا ظرف مکان یا زمان ہو استعمال حقیقی ہے جیسے آب در کوزہ و خواب در شب اور استعمال غیر ظرف میں مجاز ہوگا جیسے نجات در صدق ست اور کبھی برابر آلی اور را مفعولی وغیرہ کے معنوں میں مجاز استعمال کیا جاتا ہے اور اس اختیار مجاز یعنی غیر معنی حقیقی کے لئے استعارہ کرنے میں مقصود متکلم کوئی نہ کوئی نکتہ ہوتا ہے جیسے شکر ظاہر ہے۔ اول مجنی بر امیر خسرو شعر عمر ابد باد بعیش اندرش ؛ این غزل اندر لب خنیا گرش ؛ اے برب خنیا گرش نظامی شعر بغوغاے لشکر در آمد شکیب ؛ کہ دست از عارفیت و پا از رکیب ؛ اے بسبب غوغاے لشکر صبر و شکیب بیرون رفتہ خصوصاً جب اسکے دخول کے صلہ میں از واقع ہو۔ نظامی رح شعر رطب چین در آمد زوشینہ خواب ؛ دماغ پر آتش دہانے پر آب ؛ ولہ در آمدن نالہ ناگہی ؛ گز اندیشہ پر گشتم از خود تہی ؛ ولہ غنودہ تن مردم از رنج و تاب ؛ نظر بر زمانے در آمد خواب ؛ شفائی شعر زہرہ کردمان غمزہ غماز شفائی ؛ کو حوصلہ کہ عہدہ این ناز در آید ؛ اے برآید۔ مدار قافیہ ناز و راز پر ہے دوسرہ مجنی الی سعدی رح شعر غیر از تو ملاؤ و ملجاؤم نیست ؛ ہم در تو گریم ار گریم ؛ اے سوے تو گریم۔ نظامی رح شعر چنان دید در قاصد راہ رخ ؛ کہ از جوش دل مغرین آید بر رخ ؛ اے جانب قاصد تیرا بنے قرب (جسکو اردو میں پاس کے ساتھ ترجمہ کر سکتے ہیں) آتا ہے۔ امیر خسرو شعر دل تہوداد دست نشانی مرا ؛ در تو رسم گر برسانی مرا ؛ تیرے پاس پہونچ جاؤں ؛ چوتھا مجنی پیش نظامی رح شعر

درجہ اولیٰ و ثانیہ  
درجہ اولیٰ و ثانیہ

در اتصال

در ضمیمہ

در زائدہ تاکید

مشوعاصی اندر خداوند خویش و خداوند ملکم پیوند خویش و ولہ زبس زنگی کشتہ بر خاک راہ و زمین  
گشتہ در آسمان و سیاه و اسے پیش آسمان۔ پانچوان جو بجایے راے علامت مفعول کے مستعمل ہوتا ہے  
نظامی و شعر ز تو آیتے وزن آموختن و زن دیورادیدہ بردوختن و اسے از تو آیتے مرا آموختن۔ چھٹا  
تمیز یہ جو معنی تیز کے دیتا ہے سعدی شعر بنی آدم اعضاے یکدیگر اند کہ در آفرینش ز یک جوہر اند  
اسے از روے آفرینش۔ ساتواں در اتصال یہ جو بجایے بے اتصال مستعمل ہوتا ہے مولوی معنوی شعر  
خیمہ در خیمہ طناب اندر طناب و شکر آنکہ کروید ارم ز خواب و نظامی شعر سنان در سنان رستہ چون کو  
خار و سپر بر سپر بستہ چون لالہ زار و لیکن اس میں نسبت باے الصاق کے زیادہ مبالغہ ہو کیا جانی کہ  
خیمہ و طناب اس کثرت سے جمع ہو گئے تھے کہ الصاق و اتصال باہمی تو کیا ہے ایک دوسرے میں  
بوجہ تنگی مکان گھس گئے تھے محتمل ہے کہ یہ در ضربی ہو مگر مصرعہ ثانیہ کے مقابل کی وجہ اتصال یہ کی  
مؤید ہے۔ آٹھواں ضربی جو دو مقداروں کے بیچ میں ضرب کے لیے لایا جاتا ہے وہ مقداریں  
خواہی کم منفصل ہوں خواہی متصل مگر یہ دونوں مقداریں یعنی مضروب و مضروب فیہ ایک نوع کے  
ہونی شرط ہے جیسے وہ در در گز در گز کم منفصل جیسے فروسی کا شعر ہے شعر نہ اندر نہ آمد نہ اندر چہاں  
و کم متصل جیسے نظامی شعر بر آفاق کشور کشائی کنی و جہاں در جہاں بادشاہی کنی و کسواسطے  
کہ یہاں وسعت مملکت و ممالک زیر فرمان کا بیان کرنا منظور ہے اسی قبیل سے ہرچین و چین  
صحرا و صحرا اور یہ کثرت و ابنوہ سے کنایہ ہوتا ہے اسکو اتصال یہ نہیں کہہ سکتے۔ چونکہ اتصال  
پر دلالت کرتا ہے اور در ضرب پر اور جمع اور ضرب میں جو فرق ہے ظاہر ہے مثلاً صد کو صد کے  
ساتھ جمع کرین دو صد حاصل ہوئے اور اگر صد کو صد کے ساتھ ضرب دین دس ہزار حاصل ہوئے  
تو ان در زائدہ تاکید یہ جو بعد اسم مجرور بہ بایا در کے آتا ہے اور اسے بایا در کے معنوں کی تاکید  
کرتا ہے۔ اول جیسے بدر یا در اس شعر میں شعر بدر یا در منافع بیشمار است و اگر خواہی سلامت  
بر کنار است و دوسرا جیسے مولوی معنوی شعر در شود چون ماہی اندر آب در و انہیب من شود  
زیر وزیر و بلکہ کبھی تاکید پر تاکید بڑا دی جاتی ہے ولہ صد ہزار ان طفل می کشت از برون و مو  
اندر صدر خانہ در ورون و اور کبھی اصل حرف کو حذف کر کے اسی تاکید کو باقی رکھتے ہیں جیسے  
مولوی معنوی کا شعر ہے آلت زر گر بہت کفش گر و ہرچو دانہ کشت کردہ ریک و رے در ریک

دستور نامہ

فہرست

وسوان زائد جو زینت کلام کے لئے اکثر مصداق اور ان کے مشتقات پر زیادہ کیا جاتا ہے جیسے درخشاں  
 و درواذن سعدی و شعر اگر درود ہدیکہ صلائے کرم و غزلی گوید نصیب برہم و نظامی و شعر زمانہ  
 چینین پیشہا برودہ و یکے درستانیکے درودہ و کبھی بقرئہ مقام حذف بھی کر دیتے ہیں نظامی و  
 شعر زن آن بہ کہ زیور بود پاسے او و لے در پاسے او۔ اور یہ حذف اکثر اسمائے ظروف میں چونکہ  
 وہ خود متضمن معنی درو بر ہوا کرتے ہیں جاری ہے امیر خسرو و شعر نیم شب آن سپک آہی زدور و  
 آمد و آورد براتی ز نور و اے در نیم شب نظامی و شعر نہ خلوت بدی کا فریش نہ بود نہ چون  
 کردہ شد بر تو رحمت فرود و اے در خلوت الخ مولوی معنوی و شعر جان بابا چونکہ ساحر خواب شد  
 کا راو نے رونق و بے آب شد و اے در خواب شد۔

المرآۃ لفظ بر۔ ایک تو اس لفظ کا استعمال استعلا کے لئے حقیقت ہے جیسے بادشاہ بر تخت  
 نشست است اسکا مزید علیہ ابر بھی آیا ہے فردوسی و شعر ابر بارہ جنگ جوئے سوار و برون رفت از قلعه  
 دیو سار و دوسرا یہ بر سہی بھی ہوا کرتا ہے بمعنی فوق جہر ادا تفضیل لگا کر برتر کہتے ہیں اور ماے  
 نسبت و تسمیہ کے الحاق سے برہ وابرہ و آبرہ بمعنی رومی جامہ مقابل آستر کہا کرتے ہیں عنصری کا  
 شعر ہے شعر عارضش را جامہ پوشیدست نیکوئی و فر و جامہ کا زابرہ شک است و آتش آستر و تیسرا  
 اسی بمعنی نزدیک بھی آیا ہے نظامی و مصرعہ کہ بسیار ناید براند کے و اور ماہ الفرق حرفی و اسی  
 میں یہ ہے کہ معنی اسی میں خواص اسم کے عروض کا وہ متحمل ہوتا ہے جیسے واہ تفضیل و ماے تسمیہ  
 و نسبت کا الحاق جس طرح اوپر گزرا اور اسکا مضامین واقع ہونا اور علامت اضافت کا قبول کرنا  
 فردوسی و شعر بفرمان بزدان میان را بہ بست و نشست از بر رخس چون پیل مست و اے فوق  
 پشت رخس۔ نظامی و شعر نشست از بارہ رہ نور و بر آست لشکر برہم نہرو و چوتھا استعلا  
 مجازی یعنی بمعنی ذمہ و لزوم بھی مستعمل ہے جیسے سعدی و شعر برتست پاس خاطر بیچارگان و شکر و  
 بر باد بر خداے جہاں آفرین جزا و کیا معنی کہ استعلا حقیقی یہاں خصوصاً بر خدائی میں محال ہو  
 پانچواں برسبب جو سبب پر دخل ہوتا ہے یعنی مجبور بر اپنے متعلق کے لئے سبب واقع ہو مثلاً کسی  
 نے اپنے نوکر کو گالی دی اُسپر نوکر نے نوکری چھوڑ دی تو کہہ سکتے ہیں کہ فلان برو شکر ترک ملازمت کر  
 نظامی و شعر معنی دگر بارہ ہوا زود و بیا د آزان خفتگان و سرور و بہین سوز من باز کوں ساز نو و

لفظ بر کا  
 استعمال  
 بر سہی یعنی فوق  
 اُسپر تسمیہ لگا  
 کر کہتے ہیں  
 لفظ نزدیک  
 بر سہی و حرفی  
 میں ماہ الامتیان

بر لزوم  
 برسبب

مگر خوش بچشم بر آواز نو و اسے آواز نو سبب خوش فتن شود و لہے ناب می خورد و بر بانگ رود و  
 فلک ہر زمان می رساندش درود و لہے نہ بچید زان پس سر از داد و ہمہ سال سے خورد و بر یاد او و  
 یعنی حریفان گذشتہ کی یاد اور آگ و رنگ کا سامان طبیعت کو مے خوری پر ابھارتا ہے اور نرم و  
 پرستی کا سبب بن جاتا ہے چھٹا بر اجلیہ جو یعنی برائے کے آتا ہے نظامی و شعر فرستاد تری ہنر اور او و  
 کمر بستہ ہر خدمت کا راو و اسے برائے خدمت کا راو۔ مابہ الامتياز سبب اور اجلیہ بیان ازین مذکور ہو چکا  
 ہے۔ سا توان بر اتصالیہ جو یعنی باے اتصال کے مستعمل ہوتا ہے نظامی و شعر زبں مردمی یا  
 کہ آن زن نمود و زبان بر زبان کبرش سے ستود و ملک را بیدار آن و نواز و زمان ہر زمان بیشتر شد  
 نیاز و آٹھوان جو یعنی مقابل و پیش و نزد کے آتا ہے نظامی و شعر بجائے میا و کہ جہنم زجا و  
 نذر و پریش بر پیل پاے و اسے مقابل پیل ثبات ندارد و لہے ہزاری نمود از پے زرخ و بنالید  
 بر مرد گوہر فروش و اسے پیش مرد و لہے فرمان شہ کرد و سی شتاب و رسانیدمہ را بران آفتاب و  
 اسے نزد آن آفتاب و لہے یکے بر صد آید نہ صد بر یکے و اسے یک نزد صد آید نہ صد نزدیک مختل ہو  
 کہ یہ بر اسمی ہو یہاں فک کسرہ اضافت کے ساتھ مستعمل ہوا ہو۔ نوان بر یعنی الی حافظہ شعر  
 مرثیہ سیاحت ار کرد بر خون ما اشارت و زفریب او میندیش خلطی مکن نگار و جدال سعدی شعر لیکہ  
 حور بہشتی رلود و یغا کرد و کے التفات کند بر بتان یغائی و اور اسی معنی میں ہے۔ برمن منکر بر کم  
 خویش نگہ نظامی و شعر سکندر بتاریکی آرد شتاب و رہ روشنی خضر یابد بر آب و در ستوان بر جو  
 بمعنی در ظرفیہ مستعمل ہوتا ہے علی خزین شعر ساقی تنگدل مرا چند بہانہ میدہی و بادہ ناب گفت  
 شور شراب بر سرم و اسے در سرم مدار قافیہ شراب و کباب وغیرہ پر ہے۔ نظامی و شعر جلا ج  
 از ہوا بر زمین برودہ بیخ و پس آہنگ شد در زمین چار بیخ و اسے در زمین بیخ برودہ۔ گیار ہوا  
 بر مفعولی جو بجائے را علامت مفعول کے مستعمل ہوتا ہے صائب شعر بر جرم من بخش کہ آوردہ  
 شفیع و اشک ندامت و عرف انفعال را و اسے جرم مرا بخش الخ بار ہواں بر یعنی با وجود۔ نظامی و  
 شعر بران فحلی اسکندر فلیقوس و تکرر التفاتے بچندین عروس و اسے با وجود مردمی و مذکری۔  
 تیر ہواں بر نائدہ تاکید یہ جو بعد اسم مجرور بہ یا مجرور بہ کے آتا ہے اس سے محض تاکید یعنی بیا یا  
 چار سابق مقصود ہوتی ہے اول جیسے ہدیہ بر اس مصرعہ میں چون تا فتن رستم سگری ہدیہ بر

بر اجلیہ

بر اتصالیہ

بر یعنی مقابل و پیش و نزد

بر یعنی الی

بر یعنی

بر مفعولی

بر یعنی با وجود

بر نائدہ تاکید



دوسرا بر لب برود کی کے اس شعر میں شعر داویش دو بوسہ بر کجا بر لب بر لب بدنہ چہ بختیق  
چون بد چو شکر بہ فردوسی شعر ہمہ روے آہن گرفته بر زہ درفش سید بستیہ بر خود بہ بر کجھی اس تاکیدی  
بر کو باقی رکھ کر اصل موکہ کو حذف کر دیتے ہیں مولوی معنوی <sup>۱۴۵</sup> شعر چون نویسی کا غذا سپید برہ آن  
نوشہ خواندہ آید در نظر <sup>۳۹۴</sup> اسے بر کا غذا سپید مولوی معنوی <sup>۱۴۵</sup> شعر اسی بلال خوش نوامی خوش صہیل  
میں نہ برود بران طبل رحیل <sup>۱۲</sup> اسے بر سندنہ چود ہوان بر زائدہ تزیینہ جو زینت کلام کے لئے افعال  
پر لایا جاتا ہے فردوسی شعر سز و گر گیری سرش در کنارہ زمانی بر آسانی از کارزار <sup>۱۹۵</sup> ولہ کہ برگوی  
ہاں کہ آن شیر مردہ چگونہ خراہد بشت نبروہ اور بوقت قیام قرینہ یہ لفظ بر حذف بھی کر دیا جاتا ہے  
مولوی معنوی شعر عادر التوباد دادی در جہان <sup>۱۹۵</sup> ہاں کہ او فگندی در عذاب و اندمان ہاں اسی بر باد دادی  
فردوسی قتل کاموس کے داستان میں لکھتے ہیں شعر عنان را بہ پیچید و اور از زمین ہاں نگوں اندر  
افگند روے زمین ہاں اے بر روے زمین یعنی بر سطح زمین واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

بر زائدہ تزیینہ

الخامس۔ رامکب۔ یہ کی معنوں میں مستعمل ہوتا ہے ایک تو بمعنی برائے تخصیص یعنی مفید یعنی  
تخصیص سعدی <sup>۱۲</sup> نشر ہر چہ درویشان راست وقف محتاجان ست اسے ہر چیز مخصوص بدیشان  
است الہ اور جیسے منت مرخاے را عو جل ترکیب اسکی بعینہ الحمد للہ کی سی ہے یعنی منت بتدا  
خداے را جابر مجرور متعلق فعل یا شبہ فعل کے ہو کر خبر۔ چونکہ یہاں تخصیص اسے حاصل ہے لفظ مر کو  
اجضون نے زائد محض جانا اور کسی نے کاتب کی غلط نویسی پر حمل کیا مگر میرے نزدیک نہ وہ زائد  
محض ہے نہ زلت قلم کاتب بلکہ اسی را کے اختصاصیت کی بیان اور تاکید ہے کیا معنی کہ اختصاص  
کلی مشکک ہے کمی و زیادتی یعنی شدت و ضعف کی سمین گنجائش ہے تو یہ مزید اختصاص کا افادہ  
کر چکا چنانچہ صاحب مہبت <sup>۱۲</sup> عطیے نے اس کی تصریح کی ہے یعنی در باب تقدیم مفعول و زیادتی مر  
(کہ ہر دو امر مفید ہوں) فرماتے ہیں گویم تخصیص امریت کہ قبول شدت و ضعف و ادیس منضرب  
کہ از تقدیم ہم افادہ حصر بود <sup>۱۲</sup> انتہی پس یہاں بھی قبل از الصاق مخصیص ضعیف تھی بعد اسکے قوی  
ہو گئی خصوصاً گلستان میں غلطی کاتب کا احتمال ہو نہیں سکتا کیا معنی کہ لفظ گلستان میں اسانہ  
سے مروی ہے جیسے شعر چو دید از دور آن گلگون قبارا <sup>۱۲</sup> گلستان گفت منت مرخاے اگر چہ یہاں گلستان  
سے کتب مخصوص مراد نہیں مگر تاہم ایک طبع لطیف ہے مولوی معنوی <sup>۱۲</sup> شعر بلبلان را جاسو میر چہین

بیان را

را بمعنی بر تخصیص

مرخاے مراد نہیں ہے بلکہ ایک اختصاص سے مراد ہے

مرجول <sup>۱۱</sup>چو شتر وطن اور کبھی اس معنی کی تعیین و تاکید کے لئے لفظ برائے کا بھی اسکے ساتھ لاتے ہیں انوری شعر ہر ان مثال کہ توقع تو بران نبود زمانہ طے نکند جز برائے خنارہ چونکہ تاکید اور بیان کا منصب اپنے مبین و موکر سے موخر ہوتا ہے اور یہاں برائے ہو یا م لفظ را سے (جسکے بیان اور تاکید کے لئے یہ برائے و مر لائے جاتے ہیں) مقدم ہونے سے را کو زائد محض سمجھنا نہیں چاہیے اسکے نظائر موجود ہیں چنانچہ مئے و بجام بلور کو ملاحظہ فرمائیے بائے موحہ ظریفہ پر در مقدم ہے انشاء اللہ تعالیٰ باوجود میں اسکا بیان آویگا۔ دوسرا را تو سلیہ یعنی وہ را کہ مفید معنی تو سل و توسط ہے جیسے مصرعہ خدا را برین بیدل بخشاے <sup>۱۲</sup>میسر علیہ یعنی دخول اس را کا اکثر مفعول لہ واقع ہوتا ہے جو علت غائی اپنے فعل کی ہوتا ہے جسکے ساتھ یہ را متعلق ہے مولوی معنوی <sup>۱۳</sup>م شعر در بہاران کے شود سبز سنگ <sup>۱۴</sup> خاک شوتا گل بر وید رنگ رنگ <sup>۱۵</sup> سالہا تو سنگ بودی دلخراش <sup>۱۶</sup> آزمون را یک زمانی خاک باش اسے امتحان اسے از براے امتحان چنانچہ بجائے را از براے بھی آیا ہے مولوی معنوی <sup>۱۷</sup>م شعر از براے آزمون مے آزمون <sup>۱۸</sup> زانکہ لب مروانہ و جانبا ز بود <sup>۱۹</sup> یعنی آزمون را خاک باش کے متعلق ہے اور اس خاک بودن کی علت غائی ہے اسطر ح مصلحت را زلانی دیوانہ کے بازار حلب میں جانے کی داستان میں لکھتے ہیں شعر مصلحت را آتش اندر خانہ زد <sup>۲۰</sup> تن گشت و باگ بر دیوانہ زد <sup>۲۱</sup> چوتھا را سبب یعنی دخول را فعل متعلق کا سبب ہو سجدی <sup>۲۲</sup> شعر قضا را من و پیرے از فاریاب <sup>۲۳</sup> رسیدیم در خاک مغرب باب <sup>۲۴</sup> لے بہ سبب قضا لے الہی یعنی قضا را متعلق رسیدیم کے ہے اور سبب اس رسیدن کا تقدیر الہی ہے جو اس سے سابق ہے پس را علیہ و اسبب میں وہی فرق ہے جو از اہلیہ اور سبب میں تھا کبھی اس راے مفعول لہ کو سیاق و سباق کے اعتماد پر حذف بھی کر دیتے ہیں مولوی معنوی <sup>۲۵</sup>م شعر مصطفیٰ آمد عیادت سوے او <sup>۲۶</sup> چون ہمہ لطف و کرم بدخوے او <sup>۲۷</sup> اسے برائے عیادت الخ پانچواں را بمعنی براستعلا نظامی <sup>۲۸</sup>م شعر بدہ جزئیہ از ماہر کینہ را <sup>۲۹</sup> قلم و رکش رسم دیرینہ را <sup>۳۰</sup> رسم دیرینہ فردوسی <sup>۳۱</sup>م چوب گز سے رسم کے تیر بنانے کی داستان میں لکھتے ہیں شعر چوبش نیر رسم میان را بہ بست <sup>۳۲</sup> از انجا یکہ رخش را بر نشست <sup>۳۳</sup> اسے بر رخش۔ نظامی <sup>۳۴</sup>م شعر شہ از ہول آن بازی سہناک <sup>۳۵</sup> بتر سید کا فتہ سپہ را ہلاک <sup>۳۶</sup> اسے بر سپاہ۔ مولوی معنوی <sup>۳۷</sup>م شعر راست می فرمود آن بحر کرم <sup>۳۸</sup> من شمار از شما مشفق ترم <sup>۳۹</sup> اسے بر شما۔ چھٹا را بمعنی و ظرفیہ ایخسرو

را تو سلیہ  
را علیہ

چوتھا

را علیہ کا حذف

راستعلا

را ظرفیہ

را بے از

دہلوی شہر ختم کبر معشان سینہ را بہ پشت مدہ صحبت دیرینہ را بہ اسے در سینہ نظامی شہر کہ چون  
 صبح را شاہ چین بار دادہ عروس عدن در بدینار دادہ اسے در صبح ساتوان را بمعنی از نظامی شہر کہ  
 ناکشادہ لب آگیرہ کہ آید لب غنچہ را بوسے شیرہ اسے از لب غنچہ بوسے شیر آید ولہ لب غنچہ را کایدش  
 بوسے شیرہ بکام گل سرخ در دم عبیرہ استشہاد اس شعر ثانی سے ایک امر لطیف پر مبنی ہے یعنی  
 کایدش میں شین ضمیر متصل منصوب مفعول ہے اور باقی ضمائر میں مفعولیت پر علامت لفظ را ہے جو  
 یہاں بسبب تعذر کے لاحق نہیں ہوئی چنانچہ حالت انفصال میں اور اور کہتے ہیں پس کایدش کی  
 تعبیر کاید اور ہوگی جیسے در لہج آدم میں در لہج آدم را کے ساتھ تعبیر کجاتی ہے اور یہاں اور میں را  
 اپنے معنی مفعولیت پر نہیں بلکہ از کے معنوں میں ہے یعنی لب غنچہ را کہ آید از بوسے شیر چنانچہ چنان  
 کن واللہ تعالیٰ اعلمہ بالصواب آٹھواں را بمعنی با۔ بنجر کاشی شہر ختم الرسل اگرچہ نحو واداد از کرم  
 آن نسبت کہ داشت نارون کلیم را بہ اسے با کلیم۔ نو آن را محملہ اضافت وہ یہ ہے کہ اسکا مضاف الیہ  
 پر دخل کرنا ترکیب اضافی کو تحلیل کر دیتا ہے جس طرح عربی میں لام اختصاص مضاف الیہ پر دخل  
 ہوئیے جیسے غلامہ نرید سے غلامہ لمرید اب یعنی بعد تحلیل مضاف کو مضاف الیہ سے  
 مقدم و موخر بفصل و بلا فصل سب طرح بلا کٹکٹے لاسکتے ہیں تا تحلیل بخوبی متحقق ہو جائے سعدی  
 شہر شہزادان آرزو خواہند بہ مقبلان را زوال نعمت و جاہ بہ اسے زوال نعمت و جاہ مقبلان ولہ  
 کسانرا نشد ناوک اندر حیرہ کہ گفتی بدوزند سندان بہ تیرہ اسے ناوک کسان۔ نظامی شہر گزارندہ  
 صرف گوہر فروش پسخن را بگوہر برآمد گوشت بہ اسے گوش سخن ولہ چہل روز خود را گفتم زام بہ اسی زام  
 خور۔ دستان را ند محض جو کسی معنی کا افادہ نہیں کرتا صرف براے بیت آتا ہے خواجہ جال الدین  
 سلمان کا شعر ہے شہر امید زندگانی را کہ دارد بہ تن رنجور من جان روان ست بہ اسی امید زندگانی  
 کہ دارد۔ اگر غور کیجئے تو اس قسم کی ترکیبوں میں چونکہ علامت مفعول کو ظاہر نہیں کرتے تو یہ را  
 را ند قرار دیا گیا۔ ورنہ در اصل دارد فعل اس میں ضمیر ستر جانب کہ راجع اسکا فاعل اور امید زندگانی  
 را مضاف مضاف الیہ ملکہ دارد کا مفعول بہ اور را علامت مفعول کا مفعول پر لانا را ند نہیں کہلاتا  
 واللہ تعالیٰ اعلم اسی طرح سید حسن اشرفی کے شعر میں شہر یارب سبے ساز کہ آن سرور وان را بہ  
 آرد بر بخت علی الرغم جہان را بہ اسے علی الرغم جہان یہاں محتمل ہے کہ مجموعہ علی الرغم کو ایک لفظ قرار

را بمعنی با  
محملہ اضافت

را از اند محض

دیکر یعنی عے کی ترکیب سے قطع نظر کر کے را کو بمعنی برقرار دیا ہو اور عے کو جز و لفظ جو ہر کلمہ قرار دینا ایسا ہی ہے جیسا و لیکن کا واو جو ہر کلمہ قرار دیا نہ عاطفہ چنانچہ اسکا بیان حروف مشبہ بالفعل میں آویگا انشاء اللہ تعالیٰ غرض اہل فارس اپنے استعمالات میں عربی الفاظ میں تصرفات کو جائز رکھتے ہیں جیسے حور کو جو خود جمع کا صیغہ ہے الف و نون لگا کر اپنے قاعدہ پر جمع کر لیتے ہیں مہصر عہ حوران بہشتی را دوزخ بود اعراف و اور کبھی اس را اور اس کے مغل میں فصل بھی واقع ہو جاتا ہے سعدیؒ شعر دانکہ را بادشہ بیند از دہ کسش از خیل خانہ نتوازد و اے ترا کہ حافظہ شعر محرم را ز دل نشید آخودہ کس نے بنیم ز خاص و عام را و اے کس را نے بنیم صاحب قوانین و تنگیہی وغیرہ نے قاعدہ فصل پر توجہ نہ کی زائد محض کہ ہدایہ اللہ تعالیٰ اعلم و بالخصوص اور کبھی سیاق و سباق کے اعتماد پر اعلات مفعول حذف بھی کر دیا جاتا ہے مولوی معنویؒ شعر مصطفیٰ آمد عیادت سوے او و اے برائے عیادت الخ اور جیسے طعام خوردم آب نوشیدم سعدیؒ شعر بروز کار سلامت شکستگان دریا بہ کہ جبر خاطر مسکین بلا بگرداند و اے شکستگان را دریا بہ و بار را بگرداند و لہ مرا یکدم بود برداشتند و بکشتی د و رویش بگذاشتند و اے درویش را بگذاشتند

حذف اعلات مفعول

بیان کا  
کاف علیہ

السَّادِسُ حروف صلہ و رابطہ میں سے کاف یعنی کہ بھی ہے اور یہی معنوں میں مشتمل ہوتا ہے ایک تو کہ علیہ جو علت پر دخل ہوتا ہے یعنی مغل کاف اپنے قبل کے لئے علت ہوتا ہے اور وہ عام ہے خواہ علت موثرہ اور سبب ہو خواہ علت غائی جسکو غرض کہتے ہیں اول کاف تعلیلیہ و سببیہ ہی کہلاتا ہے جیسے حافظہ کا شعر ہے شعر بے سجادہ رنگین کن گرت پر مغان گوید و کہ سالک بیخبر بود ز راہ و ہم منزلیا و کیا معنی کہ سالک کی خبر داری اور نشیب و فراز راہ سے آگاہی اسکی اتباع اور پیروی کرانے میں تاثر رکھتی ہے اسکی علت اور اسکا سبب ہے دوسرے کاف غائیہ جو غرض اور غایت فعل پر دخل ہوتا ہے سعدیؒ شعر غریب آشنا باش و سیاح دوست و کہ سیاح جلاب نام نکوست و لہ انکو نو آورده ترش طعم بود و روز دوسہ صبر کن کہ شیرین گردد و کیا معنی کہ مسافر کے ساتھ مروت کرنے کی غرض اور علت غائی اپنی نیک نامی کا اشتہار ہے اسبطر ح صبر کی علت غائی شیرینی انگور ہے اور کاف علت وقت قیام قرینہ حذف بھی کر دیا جاتا ہے نظامیؒ شعر اگر نیک بشناختم شاہ را و شناسد لبش ہر کسے ماہ را و اے کہ بشناسد ہر کسے ماہ را یعنی اگر من شاہ را بخوبی بشناختم عجب نیست

کاف غائیہ

حذف کاف علیہ

کاف تثنیہ

ہر کہ ہر کس در شب ماہ را بشناسد تیسرا کہ تثنیہ جو جملہ تثنیہ پر داخل ہوتا ہے بعینہ یہ کاف علیہ کی طرح ہے مگر وہ علت پر آتا ہے اور یہ تثنیہ پر بیدار شعر مکن گردن فرازی تانسا زودہر پالمالت و

کاف تفریجیہ

کہ نے آخر بحر مکرشہ ہا بویا گرد و غنی شعر اگر شہرت ہوس داری اسپر دام عزلت شو کہ در پرداز وار و گوشہ گیری نام عقار اہ چوتھا کاف تفریجیہ جسکو عربی میں فا کے ساتھ اردو میں تو کے ساتھ

تعبیر کر سکتے ہیں نظامی در شعر سو مخزن آوردم اول پہنچ کہ شستی نکر دم دران کار پیچ یعنی کہتے ہیں مخزن الاسرار چونکہ میری اول تصنیف ہے میں تازہ دم تھا تو میں نے اس میں رضا میں لطیف

و معانی نازک کے ایراد میں ذرا سستی نہ کی۔ اس طرح اس شعر میں نظامی در شعر ہزیراے پند و زیران شند کہ از جملہ دور گیران شند پانچواں کاف شرطیہ جو جملہ شرطیہ پر آتا ہے یعنی دخول اسکا شرط

کاف شرطیہ

ہوتا ہے نظامی در شعر نہ خلوت بدی کا فریش نبود نہ چون کردہ شد بر تو رحمت فرود اے وقتیکہ آفرینش نبود۔ عراقی کا شعر ہے شعر گفتہ بودم کہ بیایم کہ بجان آئی تو پسن بجان آدم اکنون تو چرا

سے نائی پ اے ہر گاہ کہ بجان آئی تو۔ اور کبھی اس معنی کی تبیین و تفسیر کے لیے لفظ ہر گاہ جو مضمین معنی شرط ہے اسکے ساتھ لایا جاتا ہے جیسے مصرعہ ہر کہ گفت گزربکویت چھٹا کہ جزائیہ جو جزا پر داخل

کاف جزائیہ

ہوتا ہے تا شرط و جزا میں ارتباط پیدا کرے جس طرح عربی میں فا اور قدیم اردو میں لفظ تو۔ اس فا کے لیے جملہ اسمیہ کا واجب ہونا خصوصیات زبان سے ہے صائب شعر گر ہمہ خانہ کعبہ است کہ تعمیر مکن و

تا تو ان کرو عمارت دل ویرانی را پ اے اگر خانہ کعبہ بھی ہے تو تعمیر نہ کر۔ اس طرح جملہ کہ مرید نشینی مرزا احمیل کے شعر میں شعر بر خیز چنان از سر دنیا کہ پس از مرگ و گزشت کنندت کہ مرید نشینی و

مگر صاحب جو اہر الحروف محقق فرزانہ بہار اس کاف کا زہاریہ نام رکھتے ہیں اور اسکے قبل ان صلیہ اور مابعد فعل منفی و نہی کا ہونا شرط کرتے ہیں میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی ایک تکلف معلوم

ہوتا ہے خصوصاً شرط مابعد کے منفی ہونے کی صرف معنی زہار کی رعایت سے ہے حالانکہ لفظ زہار اور ہرگز جملہ مثبتہ پر آتے ہیں جس طرح بیان تازہ ہاریہ میں عرض کر چکا ہوں چنانچہ اس شعر میں دیکھیے سی

قسم کا کاف جملہ مثبتہ پر موجود ہے شعر بہرن دہر سخت ست مشو امین از و گر خود ام و زہر دہ است کہ فردا بر و یعنی اگر آج نہ لیکیا تو کل لیجا ایگا جناب بہار کی راے پر یعنی اگر زہار یہ کہا جائے یہ ترجمہ ہوگا

کہ اگر آج نہیں لیکیا ضرور کل لیجا ایگا کیا معنی کہ زہار و ہرگز مثبتہ میں معنی ضرور کے دیتا ہو جیسے

صلحین ہوا المودن  
الکاف زہاریہ کہتے ہیں  
اور جہنم شمس  
سلفہ نم دہ کہتے ہیں

غیم زیر دستان بخور زینہارہ اسے ضرور عاجز و محی غنحواری کر۔ اور اگر ہمہ خانہ کعبہ است کہ تعمیر کن زینہار یہ  
کہنا اور اگر خود ام و زینہارہ است کہ فردا بر و کونہ کہنا حکم ہے والد تعالیٰ اعلم بالصواب ساتھ ان کہ لزوم  
جو دو جلوہ کے درمیان داخل ہوتا ہے جن میں باہم علاقہ علت و معلول کا ہو یعنی ماقبل مابعد کے لئے  
علت ہو اور مابعد اسکا معلول جس سے مدخل کاف اپنے ماقبل کے لئے لازم ہو جیسے عرفی کا شعر جو  
شعر ہر سوختہ جانے کہ بکشمیر در آید کہ مرغ کباب است کہ بابال و پراید کہ آٹھوان کاف فجائیہ جس کو  
اتفاقہ بھی کہتے ہیں وہ ایسے دو جلوہ کے درمیان داخل ہوتا ہے کہ جن میں ایسا علاقہ نہیں ہوتا کہ جس  
مدخل کاف کو اپنے ماقبل سے استلزام ثابت ہو جیسے عرفی کا شعر ہے شعر شب گذشتہ بزلفونہادہ بودم  
کہ افتاد خرد و اوران خرابہ گزرہ اسے ناگاہ افتاد الخ فرق ان دونوں میں یہ ہے کہ لزوم میں جلوہ ماقبل  
کے لئے مدخل کاف لازم ہوتا ہے اور ماقبل کاف مابعد کی علت یعنی یہاں کشمیر میں آنیکو بابال  
ہو جانا لازم اور بابال و پد ہونیک کی دخول کشمیر علت اور مرغ کباب است جلوہ معترضہ بخلاف فجائیہ  
کہ اس میں باہم اتفاقی نسبت ہوتی ہے علاقہ لازمیہ اس میں نہیں ہوتا یعنی یہاں سر بزلفونہادہ اور گزر  
کردن خرد میں کوئی ایسا علاقہ نہیں کہ جس سے حکم استلزام کا لگایا جائے یا بمعنی اسکا اتفاقہ نام  
لکھنا مناسب نہوگا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب اور کبھی تبیین و تعین معنی فجائی کے لئے کاف  
کے ساتھ لفظ ناگاہ بھی بڑھا دیا جاتا ہے امیر خسروؒ کے دل گم گشتہ را در ہر خم زلفش ہی جستم  
کہ ناگہ چشم بدخوسوے رویش رفت و جان گم شدہ اور معنی اتفاقی مفاجات کے کوئی منافی نہیں  
واللہ تعالیٰ اعلم۔ تو ان کہ عاطفہ جس کا ترجمہ عرفی میں لفظ بل کے ساتھ کر سکتے ہیں اور یہ دو  
معنوں میں مستعمل ہوتا ہے ایک تو وہ کہ جس میں ابطال معطوف علیہ و اثبات معطوف کا کیا جاتا ہے  
اور پھر یہ بھی دو حال سے خالی نہیں یا تو بلا قصد ترقی ہوگا جیسے اس شعر میں سعدیؒ شعر نہ از  
جہل بے بشکنم پائے خرد کہ از جو سلطان پیدا گزہ اسے بلکہ از جو سلطان الخ یا اس میں ترقی  
مطلوب ہوگی جیسے سعدیؒ شعر نہ قدے کہ مردم بصورت خوردہ کہ ارباب معنی بکاغذ بندہ اس  
بلکہ ارباب معنی الخ چونکہ اس میں معطوف علیہ سے ایک نوع کا اعراض کیا جاتا ہے اس کاف کا اعراض  
نام رکھتے ہیں کیا معنی کہ اعراض بمعنی اعراض ہے چنانچہ کہتے ہیں اعراض علیہ ای اعراض  
کما فی المنتہی الارب اور اعراض علیہ اعراضت عنہ ترکا و اھمالہ دوسرا بلا قصد ابطال

کاف لزوم

کاف فجائیہ اتفاقہ

کاف عاطفہ اعراض

کاف عاطفہ تبیین  
مطلوب مقصودینکاف عاطفہ تبیین  
مطلوب مقصودینکاف عاطفہ سادہ  
بسنے واو

صرف ایک بات سے دوسری بات کی طرف چل دیتے ہیں اس وقت اسکا استعمال بجائے  
 واو عاطفہ ہوگا سعدی رح شعر اے بسا سپ تیز رو کہ باندہ کہ خزلنگ جان بنزل بردہ اے  
 و خزلنگ ائم ممکن ہے اس شعر کو بھی پہلی قسم میں داخل کریں مگر اسوقت اسکا معطوف علیہ متاثر ہوگا  
 یعنی باندہ سے جان بنزل نہر کے معنی مراد لیں اسے بسیار سپ تیز رو جان بنزل نہر و بلکہ خزلنگ  
 جان بنزل بردہ اور عربی میں بھی لفظ بَلْ صرف واو عاطفہ کی جگہ مستعمل ہو جیسے اس آیت شریف  
 میں بعض مفسرین کی رائے ہے کَمَا قَالَ عَمْرٌو جَلَّ وَاللَّهُ مِنْ قَرَأَ اِنَّهُ مَحْضٌ بَلْ هُوَ  
 قَرَأَ اِنَّهُ مَحْضٌ اے وہو قرآن مجید۔ یہ بھی سن لیجیے کہ جبکہ یہ کاف کئی معنوں میں مستعمل تھا مزید توضیح  
 و تعین معنی خاص اضرابی کے لئے لفظ بَلْ جو عربی میں اضراب کا کلمہ ہے اسپر لاکر بلکہ کہا کرتے ہیں  
 جیسے کاف نتیجہ کے ساتھ تائے نتیجہ بھی لایا جاتا ہے اور حسب طرح را بمعنی براے یا از بمعنی براہ کے  
 ساتھ ہر دو براے استعمال کیا جاتا ہے بلکہ مطلقاً کاف عاطفہ پر بل زیادہ کر کے بلکہ کہا کرتے ہیں  
 نظامی رح شعر بریشم تنے بلکہ لولو سنے ۛ روندہ چو لولو برابریشم ۛ یہاں صرف عطف بلا قصد  
 ترقی ہے۔ اور کبھی اُس اصل کاف کو حذف کر دیتے ہیں صرف کلمہ عربی لفظ بل کو باقی رکھتے ہیں  
 امیر خسرو رح شعر ہدیہ بسے ہر خداوند تاج ۛ ہدیہ نہ بل مملکتے را خراج ۛ یہاں ترقی مقصود ہے اور کبھی  
 وقت قیام قرینہ کاف مع لفظ بل حذف کیا جاتا ہے سعدی رح شعر ترا با چنین تندی و سگری ۛ  
 نہ پندارم از خاکی از آتشی ۛ بلکہ از آتشی عرفی شعر بچار سوئے سخن نقد را بجی دارم ۛ نہ ہچو ماہ ز راندو  
 آفتاب عیار ۛ اے بلکہ آفتاب عیار۔ اور یہ لفظ بلکہ بعض وقت فصحاء متاخرین نے باشد و شاید  
 کیطرح موضع ظن میں استعمال کیا ہے طغرا شعر گر بطغر انظرے میکنی اموزگن ۛ بلکہ از دور و فراق  
 تو لغو دازسد ۛ فیاض لاجبی شعر در سر و گل و یاسمین آن نورندیدم ۛ ہنگامہ مرغان چین بلکہ تو باشی  
 محمد سعید اشرف شعر گر بآید خطت مشو لگیر ۛ بلکہ خیریت دران باشد ۛ اور فارسی قدیم میں لفظ  
 وَاَنْ لَفَتْحِ وَاَوْ اَضْرَابِ کِلْیَے مستعمل ہو وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْاَصْوَابِ۔ و سوال کہ تفضیلیہ جو بفضل علیہ  
 پر داخل ہوتا ہے جیسے اس شعر میں سعدی رح شعر از دست تو مشت بردمانان خوردن ۛ خوشتر کہ بدست  
 خویش نان خوردن ۛ ولہ کم آوازہ ہرگز نہ بینی نخل ۛ جوے مشک بہتر کہ یک تودہ گل ۛ اور باقی  
 حالات کو از تفضیلیہ کے حالات پر قیاس کر لیں وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْاَصْوَابِ۔ گیارہواں کاف مقولہ

وقت قیام قرینہ  
 کاف تفضیلیہ

کاف تفضیلیہ

سوال تفسیری

جو جملہ مقولہ پر دخل ہوتا ہے اور یہاں فعل اس مقولہ کا مقدر ہونا شرط ہے سعدیؒ شعر بخندید  
 و ہقان روشن ضمیر کہ پس حق بدست من ست اے امیر ذی اے گفت کہ پس از ولہ ہی گفت گریان  
 براحوال طے بسبع رسول آمد آواز وے بہ بخشیدش آن قوم و دیگر عطا کہ ہرگز نکر واصل گوہر خطا  
 اے بخشید و گفت کہ ہرگز واصل حیل خطا کند۔ یہاں ذرا سی توجہ سے یہ بات سمجھ میں آجائیگی کہ یہ کاف  
 مقولہ بمعنی گفتن نہیں بلکہ بحسب اقتضائے مقام کوئی شق اس گفتن سے پہلے مقدر ماننا ہو گا یہ  
 کاف مع اپنے مفعول کے اسکا مقولہ یعنی مفعول ثانی بچائے پس جس صورت میں کہ فعل گفتن مفعول  
 ہوتا ہے یہ کاف انہی مقولہ پر دخل ہوتا ہے اگر مقدر ہو اسی مقولہ پر مگر اول ہی کو کاف مقولہ اور ثانی  
 کو بیانیہ کہنا صرف اصطلاح ہے۔ غرض دراصل کاف مقولہ وہ کاف ہے کہ جملہ مقول پر جو اس  
 فعل کا مفعول ثانی ہے دخل ہوتا ہے چونکہ شان مفعول افراد ہے بذریعہ اس کاف کے یہ  
 جملہ مفرد کی تاویل میں کر لیا جاتا ہے جس طرح عربی میں لفظ ان سعدیؒ شعر فریدون گفت  
 نقاشان چین را کہ پیرامون خرگاہش بدوزند نقاشان چین مفعول اول ہے اور جملہ مفعول  
 کاف مفعول ثانی یعنی مقولہ فریدون چونکہ جملہ صلاحیت مفعول بننے کی نہیں رکھتا کاف مصری  
 اُسپر لایا جاتا ہے تا وہ فعل مصدر کی تاویل میں ہو کر مفرد بچائے اے دوختن پیرامون خرگاہ یعنی  
 فریدون نے نقاشان چین سے پیرامون خرگاہ سینے کو کہا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اس مادہ کا  
 کے فعل کا مفعول ثانی مقولہ کہلاتا ہے تو بوجہ مجاورت مقولہ اس کاف کا نام بھی کاف مقولہ رکھ دیا  
 گیا ورنہ اور جملوں پر بھی جو مفعول بعض افعال کے واقع ہیں اور وہ افعال بھی اس قول یعنی گفتن کے  
 مادہ سے نہیں یہ کاف مصری لایا جاتا ہے اور وہاں بھی یہی تاویل مقصود ہوتی ہے جیسے  
 خواہم کہ ترا نہ بینم اے خواہم نادیدن ترا سعدیؒ شعر شنیدم کہ مردے براہ حجاز بہر خطوہ کردی  
 دو رکعت نماز اے شنیدم نماز کردن مردے بلکہ تمام حکایت کے جملے تاویل میں مفرد کے ہو کر معطوف  
 معطوف علیہ بنکر شنیدم کا مفعول ہونگے اس طرح ولہ بامید بیشی ندا و نخورد و خرمند داند کہ ناخوب کہے  
 کہ ناخوب کہو تاویل میں مفرد کے ہو کر داند کا مفعول ثانی کیا معنی کہ داند افعال قلوب سے ہے  
 جو وہ مفعول کو چاہتا ہے اور مفعول اول مضمون مصرعہ اول یعنی بامید بیشی ندا و نخورد و خرمند پس  
 مناسب تھا اس کاف کا مصدر یہ نام رکھتے اور موضع استعمال کو معنی قول کے ساتھ مخصوص کرتے

اس کاف مقولہ کا مصدر یہ نام  
 رکھنا مناسب ہے



جیسے عربی میں اس اُن کا مصدر یہ نام ہے اور اس اُن کی بدولت بڑے بڑے قصے کی قیل  
 کے مفعول واقع ہو جاتے ہیں۔ اگر خصوصیت معنی قول کا لحاظ کیا جائے تو اس کو اُن للتفسیر کی طرح  
 کاف تفسیر کہنا چاہیے۔ قولہ تعالیٰ وتبارک۔ مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَّا أَمَرْتُ بِهٖ اِنْ اَعْبُدُوا اللَّهَ  
 اور تَبَارَكَ اِنْ يَّآ اَيُّهَا اِهْلِيْہُمْ اور کبھی وقت قیام قرینہ یہ کاف مصدری حذف بھی کیا جاتا ہے  
 سعدی در شعر حد کرین زانکہ دشمن گوید ان کن + اے گوید کہ ان کن یعنی گوید کردن آنرا۔ اسطرح عربی  
 میں اُن مصدری حذف کیا جاتا ہے مع ابقاے عمل طرفہ بن العبد شاعر زمانہ جاہلی کا شعر قصیدہ  
 ثانیہ سبع معلقہ میں ہے شعر اَلَا اَيُّهَا الَّذِیْ اَلَّہُمَّی اَلْحُضْرُ الْوَعَاۤءُ وَاَنْ اَشْهَدَ اَللَّذَّ اَحَدِ  
 هَلْ اَنْتَ مُخْلِیْہِ اے اَنْ اَحْضَرُ الْوَعَاۤءُ۔ دالہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ بارہواں کہ دعائیہ جو  
 جملہ دعائیہ پر دخل ہوتا ہے سعدی در شعر زعہد پدر یادم آید ہی + کہ باران رحمت برو ہر دمی +  
 نظامی در شعر مرزان کریمان صاحب زمان + توئی ماندہ باقی کہ باقی بمان + ولہ تختین شملے  
 جہاندار گفت + کہ بادا جہاندار با کام جفت + اگر غور کیجے تو یہ کاف دعائیہ بھی مفسرہ ہے یعنی بزجل کا  
 فعل محذوف کے مفعول مقدر کی تفسیر ہے اور اسکی تقدیر یہ ہے کہ دران حال یاد میکنم پدر را بدعا  
 کہ تفسیرش باران رحمت برو ہر دمے اور نیز مفعول مقدر عام بھی نکال سکتے ہیں یعنی دعا میکنم  
 را بخیر کے کہ تفسیرش اینست کہ باران رحمت از مفسرہ بالفتح کو تفسیر سے عام رکھنے میں کوئی قباحت  
 نہیں جیسے اِس آیہ وافی ہایہ میں ما کی تفسیر ان اقد فیہ سے کی گئی اِذْ اَوْحٰیۤنَاۤ اِلٰی اُمِّکَ  
 مَا یُؤْمَرُ اِنْ اَخَذَ فِیْہِ۔ دالہ تعالیٰ اعلم بالصواب + اور کبھی یہ کاف حذف بھی کیا جاتا ہے  
 نظامی در شعر بزرگ ہمہ شہر زین شہر دور + نگر یکسے در بود ناصبور + اے کرین شہر دور باد + تیر ہواں  
 کاف قسمیہ جو جواب قسم یعنی مقسم پر آتا ہے نظامی در شعر بدارے گیتی ودانے راز + کہ دارم  
 بہ ہیو و دانا نیاز + شیدا شہر مرا کہ نیست بدور لبست ہواے قدح + بجان بادہ کہ جان میدہم برا  
 قدح + اور کبھی یہ کاف قسم حذف بھی کر دیا جاتا ہے شعر ہر خشنده آذر باستا وژند + بخورشید روشن  
 بچرخ بلند + بروم اندر آرم ز گرد سپاہ + کہم چشم خورشید روشن سیاہ + اے سوگند بخورشید روشن  
 کہ در روم سپاہ آرم از چو ہواں کہ تشبیہ جو تشبیہ مرکب میں مشبہ بہ پر دخل ہوتا ہے وحید کا شعر ہے  
 شعر عیان از غم نمل آن عکس لب + کہ فانوس نایج در تیرہ شب + اے چنانکہ فانوس نایج از غم نظامی

اُن کاف کو در صورت  
 خصوصیت معنی قول  
 کاف تفسیر کہنا چاہیے

کاف دعائیہ

حذف کاف دعائیہ

کاف قسم

حذف کاف قسم

کاف تشبیہ

شعر کے بیشہ و گردش انچوبہ تیر کہ باشد گیا برب آگیر کہ اسے چنانکہ باشد چنانچہ یہ کاف لفظ چنان کے ساتھ موجود ہے نظامیؒ شعر گرا سودہ ورناتوان میزیم چنان کافریدی چنان میزیم اگر ذرا غور کیجے اس کاف کا تشبیہی نام رکھنا اطلاق تجویزی ہے ورنہ یہ کاف بیانیہ ہے جو بحر لفظ چنان کے واقع ہوتا ہے بلکہ یہ کاف اسی موصولہ ہے اور لفظ چنان جو تشبیہ مرکب میں مستعمل ہوتا ہے وہ یہاں ان اسئلہ میں مقدر ہے پس چنانکہ میں بعینہ ترکیب اور معنی لفظ کما کے سے ہونگے کسواسطے کہ چنان کافریدی کا ترجمہ عربی میں کما خَلَقْتِی کیا جائیگا ظاہر ہے کہ اس میں کاف حرف تشبیہ اور صام موصولہ ہو وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ پندرہواں کاف بیانیہ جو کسی امر مبہم کے جملہ بیانیہ پر دخل ہوتا ہے نظامیؒ شعر چنان دارم اسے داور کار ساز کہ زین بانیا زان شوم نے نیاز کہ ولہ چنان گرم کن عرم ریم ہو کہ خرم دل آیم چو آیم ہو اور کبھی یہ کاف حذف بھی کیا جاتا ہے شعر چنان برعشتر تم قاسم فضلے آسمان تنگست بہر جا جست ننگے از فلاخن رو بآورد کہ فضلے آسمان الز صاحب جو اہر الحروف نے نظامیؒ کے اس شعر میں شعر جزا دہر کسے باتوسر میزند چوزلف توسر بر کمر میزند اسے ہر کسے کہ باقوانہ کاف بیانیہ محذوف مانا ہے مگر میرے نزدیک اس کاف کو بیانیہ کہنا درست نہیں بلکہ یہ کاف محذوف کاف موصولہ چنانچہ اسکا بیان موصول کی بحث میں گذر چکا ہے وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ سولہواں کہ تردید جو بجائے لفظ یا حرف تردید کے مستعمل ہوتا ہے شعر حسن معشوق بہتر است کہ آن آں ازین بہتر است و این از آن اسے حسن معشوق بہتر است یا آن معشوق حافظہ شعر چشم صاحب نظران در پے دنیا است کہ نیست سر خط سادہ دلائل نقش تناسل کہ نیست کہ نیست اسے در پے دنیا یا نیست و نقش تناسل یا نیست یہاں اس تردید سے کمال تقریر مطلوب ہے جو نتیجہ اس نفی و اثبات حصر کا ہے اور کبھی اس معنی کی تعین و تبیین کیلئے لفظ تردید یا کے ساتھ بھی یہ کاف مستعمل ہوتا ہے جیسے شعر یا کہ قلم موئید غم سے نوشت یا کہ رگ ابر سیہ بود و دست وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ سترہواں کہ زائدہ مولوی معنویؒ شعر اینچنین قفل گران را اسے وود کہ کہ تواند جز کہ فضل تو کشود اسے جز فضل تو کہ تواند کشود ولہ جز کہ صاحب ذوق شناس طحوم شہد رانا خوردہ کے دانی زوم ہاتھیؒ شعر طرازندہ داستان کہن چہین شدہ صلی بند بکر سخن

کاف بیانیہ

کاف تردید

کاف زائدہ

کہ از فرو اقبال شاہنشہی کہ از فتنہ شد آن مالک تہی ہ اسے از فتنہ الہ سعدی شعر بازی گفت  
 این سخن بازیید کہ از سکر این ترم کمرید ہ اسے از مرید الخ اگر غور کیا ہے ان کا فون میں تاویل  
 کیا جاسکتی ہے جس سے وہ زیادت محض سے شکل جباتین اور یہ بھی سن لیجئے کہ سوا سے ان  
 حرفی کا فون کے جو اوپر مذکور ہوئے ہیں کاف اسی بھی ہوتا ہے جس کا بیان بحث اہم میں گزر چکا  
 اور وہ یا تو صرف موصول ہوتا ہے جیسے اس شعر میں سعدی شعر گزند کسانش نیاید پسند ہ کہ ترسد  
 کہ در ملکش آید گزند ہ اسے کیسکے ترسد الخ کبھی اس کاف سے تعمیم و تنکیر مراد ہوتی ہے جیسے کراجا و ان  
 ماندن امید نیست ۔ اور کبھی استفہامیہ اور اس سے یا تو استخبار منظر ہو چکا یا اثبات یا انکار مگر باعتبار  
 مفہوم لفظ استفہام اسکا استعمال معنی استخبار میں حقیقت ہے کیا معنی کہ یہ معنی طلب کو مضمون ہے  
 جیسے درخانہ کیست ۔ اور باقی اثبات و انکار میں معنی طلب اپنی حقیقت پر نہیں ہے اول یعنی اثبات  
 میں تقریر مطلب مقصود ہے جیسے اس شعر میں انوری عم کہ بر فروزد ہر باد او مطلع صبح ہ سعدی شعر  
 بامرش وجود از عدم نقش لبست ہ کہ داند جزا و گردن از نیست ہست ہ یعنی وہی ہر باد او مطلع صبح روشن  
 کرتا ہے اور وہی نیست سے ہست کرنا جانتا ہے یعنی اسکے سوا دوسرا کوئی شخص نہیں کر سکتا ۔ اس  
 مجاز کے اختیار کرنے میں نکتہ یہ ہے کہ اس سے حصر کا افادہ ہو کیا معنی کہ جب ماسوا سے اس حکم  
 کی نفی کی گئی تو فقط اسی کے ساتھ وہ حکم مقصور و محصور رہ جاتا ہے تو اسی کے ساتھ اس حکم کا  
 اثبات لازم آجاتا ہے چنانچہ اس مثال میں از نیست ہست کر دن کہ داند غیر او نمی داند کے مساوی  
 ہے اور وہ مستلزم ہے از نیست ہست کر دن ہم اوداند کو ۔ اور استفہام انکاری میں جمیع افراد سے  
 انکار مقصود ہوتا ہے نظامی شعر کر اور خوراسے باشد بلند ہ نگوید سخنہاے ناسودمند ہ اسے  
 کسے رابا ہر کر ایضے جتنے افراد بذریعہ اس کاف کے مسؤل ہیں ان سبے شکم مضمون جملہ مداخل  
 کاف کا انکار ثابت کرتا ہے اور مضمون جملہ دیگر کا جو اسکا ضد ہے ثبوت دیتا ہے جیسے اس شعر  
 میں غنیمت شعر کہ میگوید کہ بر عزم سفر لبست ہ بقتل عاشق مسکین کمر بست ہ یعنی کوئی بھی نہیں کہتا  
 کہ معشوق نے سفر کے لئے کمر باندھی ہے اس نے عاشق مسکین کے قتل کے لئے کمر باندھی ہے  
 یہاں منظور یہی نکتہ ہے کہ افراد نافی کی تعمیم حاصل ہو جائے ۔ دوسرے یہ تاویل بھی ممکن ہے کہ بیان کہ  
 استفہامیہ مذکور تو پنج کے لئے لایا گیا ہو یعنی معشوق کے کمر باندھنے پر سب نے یہ خیال کیا بلکہ کہہ دیا ہو کہ

کہ نفی موصول  
 کہ استخباری  
 کہ تقریری

سہر زکاری

استفہام انکاری  
 دوسری تاویل

بقصد سفر کر باندھی ہے تو شکم سکوڈانٹ بتلاتا ہے اس غلط خیالی سے پھیر لاتا ہے مگر معنی اول  
 بنسبت اس معنی ثانی تو بیخی کے ابلغ ہیں اس واسطے کہ یہاں صرف ایک شکم تنہا منکر ہے اور اول  
 میں جمیع افراد یک زبان منکر ہیں غرض استفہام انکاری میں تعیم ایک امر کی مطلوب ہے اور تقریر میں  
 تخصیص ایک امر کی (جو مساوی حصہ ہے) مقصود ہے ناہم **وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْصَّوَابِ** واضح ہو کہ  
 کاف استفہام ذوالعقول کے لئے موضوع ہے اور اسکے مقابل لفظ چہ غیر ذوی العقول کے لئے اور  
 جہان ذوی العقول اور غیر ذوی العقول میں تعین نہ ہو سکے وہ بھی (بحکم انکہ نتیجہ تابع خس کے ہوتا ہے)  
 غیر ذوی العقول میں مندرج ہوگا جیسے دور سے ایک شیخ معلوم ہوا مگر یہ نہ معلوم ہوا کہ انسان ہے  
 یا غیر انسان تو یہاں سوال میں این چیست کہا جائیگا و این کیست۔ اور یہ بھی سن لے کہ جب  
 یہ کاف چہ کے ساتھ جمع ہوتا ہے یہ مرکب معنی برائے چہ کے دیتا ہے ظہوری شعر در ع زر گسنہ  
 چشمے بخوان تو بنشست و مرا گراشت چنین پشت دست خای کہ چہ و سعید اشرف شعر زہر دو چشم  
 میکنی سیار کہ چہ و نگہ دو سپہ چرانی بلالہ زار کہ چہ و اے چرا۔ اگرچہ بحث حرف موقع کاف ہی کا تھا  
 مگر بنظر توضیح ہمنے ذکر کر دیا۔ اور کبھی دو کاف دونوع کے ایک جگہ جمع پڑ جاتے ہیں مگر یہ شاذ ہو  
 مولوی معنوی شعر سوے نمر لہا دوید و بانگ داشت و کہ کہ بر در دانه ام عارت گماشت و اسی بانگ  
 داشت کہ کہ ام کس بر در دانه ام الخ۔

**السَّابِعُ** بے مفردیہ حرف چند معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے کبھی الصاق کے لئے یعنی دخول  
 و مجرور با کے ساتھ الصاق ثابت کیا جاتا ہے خواہی لصوق حقیقی ہو خواہی مجازی اول لصوق حقیقی  
 جیسے حکمی عقی عنہ شعر در بدل بودش و سودا بسر و خرد غم تلخ ترش چون شکر و دوسرا لصوق مجازی  
 جیسے حافظ شعر آخر لبسرم گز رکن ایدوست و انگار کہ خاک آستانم و یہاں لصوق حقیقی نہیں کیا معنی  
 کہ در حقیقت گز رکن ناسر کے قریب ہوگا نہ عین سر۔ واضح ہو کہ مثال اول در بدل و سودا بسر  
 بعینہ الیسی ترکیب ہو جیسے عربی میں یہ داء چنانچہ علامہ رضی البیاء لاصاق کی شرح فرماتے  
 ہیں نحو بہ داء ای التصیق بہ و قولک مرہات بہ ای الصقت المرہات بہ کان یقرہ منہ  
 مگر باعتبار مذاق فارسی بدل و بسر کی با کو ظرفیہ بمعنی در دل و در سر بھی کہہ سکتے ہیں۔ دوسرا با اتصالیہ  
 نظامی شعر خراوند مائی و باندہ ایم و بہ نیروے تو یک یک زندہ ایم و اے یک متصل یک۔

کہ آدھ چہ تنہا  
 کاف جمع تنہا

کہ آدھ ایک جگہ  
 جمع ہو کر معنی چہ کا  
 دینے لڑن۔  
 علامہ نظامی شعر  
 پایہ زین بحر خاوند کہہ  
 پایہ زین بحر خاوند کہہ

دینے لڑن کا  
 ایک جگہ استعمال

بائے الصاق

بائے الصاق

اس کو کل افراد می سے کنایہ کرتے ہیں یعنی ہر مہمہ زندہ ایم۔ ولہ رسید لشکر بہ لشکر فراز زمانہ درکنہ  
 بکشا و باز و تیسرا بابے مصاحبت و معیت جسکا مجرور اپنے فعل کے ساتھ تعلق رکھنے میں دوسری ایک شے  
 کا ساتھ دیتا ہے جیسے کہا جاتا ہے اسپ را بزین خریدم اسے با زین و ہمراہ زین خریدم الہامی شعر پنج پرچو سو  
 تربت من گامے چند و گفت این گور فلانیست بدشنامے چند و بابے اتصالیہ اور معیت میں فرق یہی ہو  
 کہ بابے معیت و مصاحبت کی جگہ لفظ ہمراہ یا مع بیان کیا جاسے معنی میں کوئی فرق نہ آئے مہذب اباحت  
 عام ہے اور اتصالیہ خاص کیا معنی کہ اتصال کیلئے معیت و مصاحبت لازم ہے اور مصاحبت کیلئے اتصا  
 لازم نہیں جیسے مثال مذکور اسپ را بزین خریدم یعنی اسکے یہ معنی ہیں کہ زین کا اشتراک اور معیت اسکے  
 ساتھ صرف خریداری میں ہے اور یہ ضرور نہیں کہ وقت اشتراک گھوڑے پر زین کسی ہوئی بھی ہو چوتھا باب  
 استعانت جو مدخل بالفعل متعلق کیلئے آئے ہوتا ہے یعنی فاعل اپنے فعل میں مجرور یا سے مدولیتا ہے  
 نظامی شعر نباشد چنین نامہ ترویر خیز و نوشتہ بچندین قلم ہائے تیز و بیان قلم آئے نوشتن ہے اور  
 نویسنده اپنے کہنے میں قلم سے استعانت لیتا ہے ولہ بشمئیر آتش بر آرزو آب و میاں کندی کنابر آفتاب  
 سعدی شعر و گر ہچنان روزگار ملی و بگردنش از پنج بنگلی و پانچوان باتوسلی جو مدخل باب سے  
 مہات میں وسیلہ پکڑا جاتا ہے شیخ ابوسعید ابوالخیر مر ربا عی یارب برسات رسول الثقلین و یارب بغزا  
 کنندہ بدرو حنین و عصیان مراد و نیمہ کن در عرصات و نیمی بحسن بخش و نیمی بحسین و اے لطفیل  
 حسن و بوسیلہ حسین رضی اللہ عنہا چھٹا باب معنی براے جسکا مجرور غایت اور غرض فعل متعلق کی ہوتا  
 اور جسکا وجود خارج میں فعل متعلق سے موخر ہوتا ہے جیسے شعر اگر بسیر چمن میردی قدم بردار و کہ  
 ہچو رنگ حنای رود بہار از دست و اے براے سیر چمن یعنی قدم برداشتہ چلنے کے بعد سیر چمن کا  
 حصول ہوگا۔ سا توان باد علت و سبب جسکا مجرور علت و سبب فعل متعلق کی ہوتا ہے جس کا  
 وجود اس فعل سے مقدم ہوتا ہے۔ امیر خسرو شعر بیک آمدن ربودی دل و دین صد چو خسرو و چہ زید  
 اگر بدینسان دوسہ بار خواہی آمد و نظامی شعر مشوران بخود کامی ایام را پد قلم در کش اندیشہ ظلم را  
 اے بعلت خود کامی یعنی خود کامی پہلے سے شخص میں موجود ہے جو شورش کا سبب ہے اسی طرح  
 محبوب دلربا کا آنا پہلے سے ہے اور دل لیجانا بعد میں اسی طرح نظامی کا یہ شعر شعر بیاساقی آن جام  
 یا قوت بار و بیاد شہنشاہ بکامم سپار و یہ اسی قسم کا بابیہ ہے جو بر سبب میں مذکور ہوا۔ آٹھواں باب

بابے مصاحبت

بابے اتصالیہ اور  
بابے معیت کا  
بابے الاستیاز

بابے استعانت

بابے توسل

بابے غایت و سبب

بابے علت و سبب

بابے علت و سبب

با معاوضہ و مقابلہ جبکا مجرور ایک دوسری شے کے مقابلہ و معاوضہ میں واقع ہوتا ہے نظامی شعر گراں نامہ راسن ہز گفتمی پے بحرے کجا گوہرے ستمی پے اسے عوض زر و لہ بدریا کند بیج دریا پدید پے کہ دریا بدریا توانی خرید پے تو آن بمعنی موافقت حافظہ شعر ساقی بنور بادہ برافروز جام ماہ مطرب بلکہ کار جہان شد بکام ماہ اسے موافق کام ماہ عارض اصفہانی شعر شاید بد عا تو گویم حکایت پے یکبار عرض حال مرا میتوان شنید پے اسے موافق دعاے تو۔ دسوان با کیاقت جیسے شعر صائب کنون کہ در دبیرمان نمازہ است پے آن بہ کہ راہ چارہ و تدبیر نسپریم پے اسے لایق دطن پیری۔ گیار جوان با تو تصرف سعدی ہم شعر چنانکہ دست بدست آمدست ملک با ماہ بدستہاے دگر تاچنین بخوابد رفت پے ابو تصرف دستہا دگرالہ حقیقت میں یہ با ظریفہ ہے مگر معنی تصرف اور قبضہ کے اس عبارت سے بطریق کنایہ لئے گئے ہز بار جوان با ہی تقداریہ جو بیان عدد و قدر کے لئے لایا جاتا ہے یعنی اسکا مجرور اکثر کم منفصل متصل کی تعیین مقدار کا افادہ کرتا ہے سعدی ہم شعر بہ نیم بیخہ کہ سلطان ستم بطوار و پے زند لشکر یانش ہزار مرغ بہ سیخ پے نظامی شعر بجوی ستاند زہقان پیر پے بن می فرستد بدیوان میر پے اسے قدر جو قدر من سجدی شعر اگر بار یفکان نہاشی شفیق پے لغزنگ بگریز وازوے فیتق پے کبھی مقدار کمی کے غیر میں بھی متعل ہوتا ہے جیسے نظامی ہم شعر نہ من ز بہمن شدم کاژدہا پے بخاریدن سر نکروش رہا پے اسے قدر زمانہ خارید اور کبھی لفظ قدر و مقدار کا صریحاً اس باء کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے جیسے سعدی ہم شعر اگر ختم گیری بقدر گناہ پے بدورخ فرست و ترا زوخواہ پے ولہ اگر جرم بخشی بمقدار جود پے نماز گرقاری اندر وجود پے۔ تیر جوان با تو تیز جبکا مدخل ایک امر بہم کا رفع ابہام کرتا ہے نظامی شعر درختے سہی سرور باغ شرع پے زینے باصل آسمانے بفرع پے اسے ازوے اصل و ازوے فرع۔ ولہ و شاقان موکب زود خیر پے بدیدار خوب و برقرار تیز پے سعدی ہم شعر بخیل ارچہ باشد تو نگر مال پے بخواری چو مجلس خود گوشتا پے چو دہوان باقی قسم جو مقسم بہ پردخل ہوتا ہے جیسے یازد اس شعر میں نظامی ہم شعر و گر نہ با یز و کہ تابودہ ام نئے دهن لب نیا لودہ ام پے پند رہوان با ابتدائیہ جیسے شعر بنام چاندار جان آفرین پے حکیم سخن بر زبان آفرین پے اگر غور کیجیے تو یہ باے الصاق ہے جو معنی قسم و معنی ابتدا کو مقسم بہ و ابتدا تک پہنچانے اور اس کے ساتھ متصل کر نیکیے لئے لایا جاتا ہے پس با میں نہ معنی قسم کے ہیں نہ ابتدا کے بلکہ یہ معنی اُس کے متعلق کے ہیں وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْاَصْوَابِ سولہوان با بمعنی تا انتہائیہ نظامی ہم شعر

با معاوضہ و مقابلہ

با معاوضہ و مقابلہ

با معاوضہ و مقابلہ

با معاوضہ و مقابلہ

با معاوضہ و مقابلہ

با معاوضہ و مقابلہ

با معاوضہ و مقابلہ

با معاوضہ و مقابلہ

با معاوضہ و مقابلہ

با معاوضہ و مقابلہ

با معاوضہ و مقابلہ

با معاوضہ و مقابلہ

با معاوضہ و مقابلہ

سر آہنگ تاساقہ از تیر و تیغ و برآورد کوکبے زور یا بخیغ و ولہ چنانست فرمان کہ فردا پگاہ و برایم  
 نیزے زماہی بجاہ و کبھی تا انتہائیہ اور یہ باد و نون ایک جگہ جمع پڑ جاتے ہیں نظامی و شعر بے قمر ل  
 آمد زین تا بتوہ نشاید ترا یافت الا بتوہ ستر ہوان با بھنی الی یعنی سو و طرف نظامی و شعر بدانش ترا  
 رہنمون کردہ اند کہ مال ترا حکم خون کردہ اند کہ اے لبسوے دانش سعدی و شعر مکن التفاتے  
 بہال خلیل و مہر نام مال و منال خلیل و آٹھار ہوان با بھنی پیش شیدا کا شعر ہے شعر مر کہ نیست  
 بدور لبت ہواے قدح و بجایے باد کہ جان میدہم براے قدح و اے پیش دور لبت کبھی لفظ پڑ  
 اس باکے ساتھ مذکور بھی ہوتا ہے نظامی و شعر کمر بکمر تاجداران دہر و بہ پیش جہاندار پیر و زہر و نیکون  
 با بھنی نزو نظامی شعر کہ مایم خاصان دارا و بس و بدارازا خاص ترینست کس و اے نزو دارا مولوی  
 معنوی و شعر میر بیرون جست و لبوسی بدست و نیم شب آمد براہ نیم مست و اے نزو زارہ کبھی  
 لفظ نزو بھی اس باکے ساتھ مذکور ہو جاتا ہے سعدی و شعر اے سیر ترانان جوین خوش نہ نماید مشق  
 منست آنکہ بنزدیک تو زشت ست و بیسوان با بھنی نیز نظامی و شعر چین تا بقدر ہفتاد و مرد و بہ تیغ آمد  
 از رویان در بندہ اے زیر تیغ و تحت سیوف کبھی خود لفظ زیر بھی اسکے ساتھ مذکور ہوتا ہے نظامی  
 شعر زبون تر زین صیدے آدر زیر کہ چرنی نخیز و پہلوے شیر و اکیسوان با تشبہی جو مشبہ بہ پر  
 داخل ہوتا ہے فردوسی و شعر ببالاے تو دچین سر و نیست و چو خسار تو تالیش پرو نیست و اے  
 مانند بالائے تو سعدی و شعر مگر ملائکہ بر آسمان و گر نہ بشر و بحسن صورت او بر زمین نخواہد بود و اے  
 چون حسن فیضی شعر نطقش بہ بہار شادمانی و قہر ش بسوم قہر گانی و اے مانند بہار و بکر دار سموم  
 اور کبھی کلمہ تشبیہ خود اس باکے ساتھ مذکور ہو جاتا ہے فردوسی و شعر لبانش بماند یک دانہ نار و  
 بیاوردہ از جنت کروکار و ولہ ببالا بکر دار سر و بلند و دوا برو کمان و دو گیسو مکند و بائیسوان با  
 ظرفیہ جو در کے معنی دیتا ہے یعنی دخول اس کا ظرف واقع ہوتا ہے نظامی و شعر بہر گوشہ کا فتم  
 ثنا خوانمت و بہر جا کہ باشم خدا دانمت و اے در ہر گوشہ و در ہر جا اور کبھی تعین و تمہین معنی  
 طرف کے لئے خود لفظ در اکثر جہد دخول باکے آتا ہے جیسے شعر مشہور ” بدریاد منافع بیشمارست“  
 مین اور کبھی اس باے ظرفیہ سے مقدم بھی ہو جاتا ہے فردوسی شعر مے لعلگون در بجام بلور و  
 بخوردند تلور سرفقاد شور و نظامی شعر کم باتو کار سے درین کارزار کہ اندر گیزی لبسورخ مار و

با بھنی الی

با بھنی پیش

با بھنی نزو

با بھنی زور

با تشبہی

با ظرفیہ بھی

و تمہین کی باء

ظرفیہ سے تعین

اور کبھی یہ باے ظرفیہ مع کلمہ مُبْتَنَہ حذف بھی کر دیا جاتا ہے۔ مولوی معنوی <sup>۳۳۷</sup> شعر بگہرا علم و فن  
 آموختن و دادن تیغ است دست راہزن و اسے بدست راہزن یعنی نخون مین دادن تیغے بدست  
 راہزن ہے مگر اول نسخہ صحیح ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب تیسواں باب استعلا بمعنی بر۔ نظامی <sup>۳۳۸</sup>  
 شعر بنہ بست زین کوے ہفتاد راہ بہ ہفتم فلک برز وہ بارگاہ و اسے بر ہفتم فلک۔ کبھی مجبور بلکہ بعد  
 تبیین تعیین معنی استعلا کے لئے لفظ برزائد بھی لایا جاتا ہے۔ فردوسی <sup>۳۳۹</sup> شعر منم کہ خداے جہان  
 سر بسر و نشاید نشستن بیکجاے بر و اسے بر یکجاے۔ سعدی <sup>۳۴۰</sup> شعر تو کے بشنوی نالہ داد خواہ و بکیوں  
 برت کلہ خوابگاہ و اسے بر کیوں کلہ خوابگاہ تو۔ چوتیسواں باب تعدیہ جو کہ فعل لازم کے اصلی فاعل پر  
 داخل ہوتا ہے اور اعتبار معنی تصییر سے وہ فعل لازم متعدی بنا لیا جاتا ہے اور یہی خصوصیت  
 معنی تصییر کی ہے کہ سوائے باے مفرد کے اور حروف کو تعدیت کے ساتھ ملقب ہونے نہیں دیتی  
 ورنہ تعدیت بمعنی ایصال سب حروف جر کو حاصل ہے فردوسی <sup>۳۴۱</sup> کا شعر ہے شعر در ایوان آن  
 پیرہ سر پر ہنر و بزرائی بیکسفر نامور و در اصل یہاں زادن بمعنی پیدا ہونا لازم تھا اور کچھ سرا کا فاعل  
 اب باکے داخل ہونے بمعنی جتنا متعدی ہو گیا اور مدخول ہا مفعول بہ واللہ تعالیٰ اعلم پچیسواں  
 بابے صلہ جو بعض افعال کا صلہ واقع ہوتا ہے جیسے دم بدر ویشان داد۔ جان بجانان رید۔ سپرم  
 بتو مایہ خویش را و گفتم بتو نوموم بزید وغیرہ اور جو ان افعال کے معنی میں ہو جیسے بخشیدن و حوالہ کرنا  
 بمعنی دادن شعر اسے دوست اگر جان طلبی جان بتو بخشم و از جان چہ عزیزست بگو آن بتو بخشم و  
 ع۔ بجنون حوالہ کردم ہمہ کار و بار خود را و غیرہ واللہ تعالیٰ اعلم چھتیسواں بابے زائدیہ اسم فعل حرف  
 ان ہر سہ نوع کلمہ پر داخل ہوتا ہے جیسے بجز و بسان و بہ تنہا و بہ بیزار و بہ بسیار و بجز و غیرہ نظامی <sup>۳۴۲</sup>  
 شعر می کوست حلوائے ہر غم کشی و نیدہ بجز آفتاب آتشی و ولہ شنیدم کہ رستم سوار دلیر و بہ تنہا  
 تگاپوے کردی چو شیر و انوری شعر ز کتخانی خود آچنان بہ بیزارم و کہ کاشکے پدرم نیز کتخانشدی  
 نظامی <sup>۳۴۳</sup> شعر زن از مرد موزی بہ بسیار بہ سنگ از مرد دم مردم آزار بہ و فردوسی <sup>۳۴۴</sup> شعر ز توران  
 نخواہیم یک تن بمرود کہ یکسر ز نامند اندر نہر و ولہ ابا انکہ کاموس روز نہر و ہی پلین را ندارد و بمرود  
 ستایسواں باب بمعنی باے مرکب۔ نظامی <sup>۳۴۵</sup> شعر چو شد کار خاقان ز قیصر بساز و بلشکر کہ خویش گشت باز و  
 اسے کار خاقان با ساز شد۔ آٹھایسواں بمعنی با وجود۔ نظامی <sup>۳۴۶</sup> شعر چو زرہ بگرد بزرگان دودید و بدان

حذف با ظرفیہ  
 بجز استعلا بمعنی بر

بابے تعدیہ  
 اور درون جر  
 عدت تعدیہ  
 سیونین بن جتہ

بابے صلہ

بابے زائدہ

بابی باہم کہ  
 بابی با وجود



خردی آورد و خورایدید و اے باوجود آن خردی و کلمہ تعالیٰ اکلک با الصواب

بیان با مرکب

بناؤ ایک مین

بناؤ ایک عاطفہ

بناؤ ایک فیضی

بناؤ مرکب غفر

بناؤ مرکب استعلا

بناؤ مرکب معنی از

بناؤ مرکب بجا

بناؤ مرکب معنی خضر

بناؤ مرکب معنی اختصاص

بناؤ مرکب معنی باوجود

الٹا من باے مرکب اور اس کا مفید علیہ ابافروسی رہ شعر ابادگیران مرمر اکار نیست و برین در  
مراجاے گفتار نیست و اسی با دیگران۔ یہ باے مرکب باے مفرد کی طرح کئی معنوں میں مستعمل ہے  
ایک تو معیت کے لیے جیسے نظامی رہ شعر زانڈ شہاے چنین ہوناک و دوشکر غنودند باترں ہاک  
اے مع ترس و ہاک۔ دوسرا عطف کے لیے بجائے واو عاطفہ مستعمل ہوتا ہے سعدی رہ شعر فرقت  
میان آنکہ یارش دربر و با آنکہ دو چشم انتظارش بر در و اے و میان آنکہ ظہوری شعر تفاوت کفر و دین  
آمد بمعنی و میان عدل او با عدل کسری و اے میان عدل او و عدل کسری۔ تیسرا با بمعنی الی سعدی  
شعر بریت بگویم حدیثے دست و اگر گوش بابندہ داری نخست و اے جانب بندہ۔ ولہ آن پر پھر  
کہ مارا نگران میدارد و چشم باما و نظر باو گران میدارد و اے چشم سوے ما و نظر سوے دیگران۔ فیضی  
شعر بستندہ تیغ پیش و پس را و باو نگراشتند کس را و اے سوے او نگراشتند۔ چوتھا با ظرفیہ بمعنی در  
حافظہ شعر درخی گیر و نیاز و ناز ما با حسن دوست و خرم آن کرنا ز نینان بخت بر خوردار داشت و  
اے در حسن دوست۔ جمال الدین سلمان شعر جان بیمار با بمعنی براستعلا۔ نظامی رہ شعر شبانی کندر گ  
باگو سفند و ہمان شیر باگور نار و گزندہ اے برگور۔ چھٹا با بمعنی از نظامی رہ شعر زین خورد و باخورد  
ویر نیست و ہنوزش ز خوردن شکم سیر نیست و اے از خوردن شان۔ محمد قلی سلیم شعر حسن با مہر فا  
یریکانہ است و ہر کہ عاشق میشود دیوانہ است و اے از مہر و وفا۔ بعض مقننین کی رائے باقر کاشی  
کے اس شعر میں بمعنی از تفضیلیہ ہے شعر بیچان ترست زلف تو باگفتہاے من و شیرین ترست  
لعل تو باقند عسکری و اے ازگفتہاے من و از قند عسکری و ساوان با بجائے رائے محکمہ بھی محل  
ہے فردوسی قصہ حضرت یوسف علیہ السلام میں لکھتے ہیں شعر کم و بیش باما تو یاور نہ و تو گوئی کہ با  
ماہر اور نہ و اے ماہر ابراور نہ یعنی برابر مانہ۔ آٹھواں با قبضہ اور تصرف کے معنوں میں آتا ہے  
سعدی رہ شعر ہنوز نگران ست کہ ملکش باو گران ست۔ نظامی رہ شعر لیک لیکے کہ دارم از پیران  
عیب باشد کہ ہست باو گران و اے در تصرف و قبضہ دیگران و توان با بمعنی اختصاص۔ نظامی رہ شعر  
تاج داری سزائے گوہر تست و تاج با است لیک بر ترست و اے تلج مختص بہ است۔ تھواں با بمعنی باوجود

بے حساب  
بے پیش و قابل  
بے سبب و سزاوار  
بے سبب و سزاوار

بے کرب عاطفہ

بے کرب صلہ

امیر خسرو شعر بامہ این قوت و جوش سپاہ و نیم اندر پئے آزار شاہ و اسے باوجود این ہمہ قوت و جوش  
گیا رہوان با بنیہ تقابل و پیش۔ امیر خسرو شعر با تو برابر نشوم در صاف و گرچہ بدوزم بسان کوہ قاف و  
فردوسی شعر کہ خرد غلامی چو باغ بہشت و کہ باو نماید رخ حور زشت و اسے پیش او و مقابل او۔ بارہوا  
باسعاضہ کے لئے خواجہ صفی شعر فراد کوہ غم را با جان نمی فروشد و مسکین گران خرید است از ان نیز فرشتہ  
تیر ہوان با استعانت کے لئے حکیم سنائی قدس سرہ شعر یکے با چشم دل بنگر درین زندان خاموشان و کہ اینجا  
صد ہزار ان کس ندیمان ندم بینی و مولوی معنوی و شعر کہ بیاور مطہرہ اینجا بہ پیش و تابش ویم جلہ را با دست  
خویش و اسے بدست خویش و محمد سعید اشرف شعر خط مشکین آلت قطع محبت میشود و با سیاہی طفل را  
ماور پستان می برد و اسے بسیاہی۔ چو رہوان با کعاطفہ جو بجائے و بمعنی وادعاطفہ ہے علی خراسانی۔  
شعرے دو چون باد بر شیب و فراز این جہان و پیش عاشق در طلیعت کوہ با صحر اکیست و اسے کوہ و  
صحرا۔ فردوسی و شعر فرنگیس بارنج دیدہ پس و بخواب اندر آوردہ بود و سر و اسے فرنگیس و پسرا و۔  
یعنی بود و نکاح صیغہ جمع لانا بمعنی وادعطف ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ پند رہوان با جو با و مفرد کی طرح  
صلہ بعض افعال کا واقع ہوتا ہے سعدی و شعر بر آورد و سر و بسیار دان و چنین گفت با خضر کاروان  
شعر بالطف ساتھ دید بیضانی رسد و پیش لب سخن بسیجانی رسد و مصرعہ گفت با سن فروش باعث  
اسے فروش با سن ہمنے ان سیانات کو مجمل طور پر ذکر کیا ہے مثلاً بمعنی از کہد یا اور اس میں تفصیل نہیں  
کی کہ از تو کئی قسم کا ہوتا ہے یہاں کس معنی میں ہے چونکہ بیان از میں ایک ضروری تفصیل مذکور ہو گئی  
ہے اگر اس پر توجہ اور نظر رہے تو خود مبتدی اس معنی کی تصین کر لے سکتا ہو و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب  
اور یہ بات بھی بغور سن رکھئے کہ یہ حروف حیب مکر کسی اسم پر وارد ہوتے ہیں تو ان میں سے ایک  
حذف کر دیا جاتا ہے خزن کا شعر ہے شعر بنام حسرتے نظارہ حسنہ کہ شکم را و چو آب تیغ از مرگان  
چکیدن باز میدارد و یہاں دو از چاہئے ایک صلہ چکیدن کا دوسرا باز میدارد کا۔ حکیم سنائی  
قدس سرہ فرماتے ہیں شعر زہر جا بگزرم اہل ملامت و تماندم بار باب سلامت و کہ این رد کردہ  
در گاہ عشق است و ز چشم افتادگان شاہ عشق است و یہاں ایک از تبعیضہ دوسرا افتادگان کا صلہ  
اور یہ بھی یاد رکھئے کہ اس بارہ میں دونوں حروف ایک جنس کے ہونا کوئی شرط نہیں بلکہ دونوں  
مختلف کے دو حرف کا اجتماع بھی ایک کے حذف کا باعث ہو جاتا ہے سعدی شعر پند است

شکر کہ ستم برآورد و در گردن او باند برآگیزشت و بیان برآگیزشت سے ایک لفظ از جوصلہ برگزشت  
کاسے محذوف ہے اے ازبر بالیٰ یعنی ہمارے اوپر سے گزر گیا۔ اور یہ بھی یاد رکھیے کہ اس حذف کے باب  
میں حرف از کی کوئی خصوصیت نہیں جمیع حروف اس باب میں متساوی الاقدام ہیں صائب مصرعہ عیب  
بحیب خود نرسیدن فیہ رسد و بیان دو با جا ہیے ایک صلہ نرسیدن کا دوسرا فیہ رسد کا۔ نظامی در شعر  
شبہ از روم شد باز میں خویش بود و بروم آمدن ز آسمان بیش بود و بیان ایک با صلہ آمدن کا دوسرا بیش  
یعنی در بروم آمدن۔ ظہوری شعر شیر در مہر برہ لیسیدن و گرگ در خون خویش خیسیدن و اور دو کافوں  
کا ایک جگہ جمع ہو جانا بحکم شذوذ ہے چنانچہ بیان کاف میں مذکور ہوا وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْاَصْوَابِ و  
التَّاسِعُ فرایہ بھی کئی معنوں میں متعل ہے ایک تو بجائے باے صلہ متعل ہے سعدی در شعر بر بیچارگی  
تن فرا خاک داد و و اگر دعام برآمد چو باد و دوسرا فرا ظرفیہ یعنی در سعدی در مصرعہ بجبل ستائش فرایہ مشو  
اے در چہ مشو۔ تیسرا فرا بمعنی براستعلا سعدی در شعر بگفتا فرا تر ما لم نماند و بماند کہ نیردی بالماند  
اے برتر۔ چوتھا فرا بمعنی پیش سعدی در شعر چراغ یقینم فرا راہ دار و زبدر دغم دست کوتاہ دار و اے  
پیش راہ من دار۔ پانچواں فرا زائد جو محض تزئین و تحسین کلام کے لئے لایا جاتا ہے جیسے فرا رسید غیر  
وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْاَصْوَابِ ۛ

العَاشِي۔ بسا اور اُس کا مخفف بس۔ یہ حرف انشاء تکثیر کے لئے لایا جاتا ہے جیسے عری  
مین دُبَّہ و مُرَبَّک۔ نصاب ابو نصر مین ہے شعر آن و لو گر متے کی دلانہ ۛ دُبَّہ  
دُبَّہا و رُبَّک بسا ۛ ہم کو بیان تقلیل و تکثیر کی حقیقت و مجاز اور اُس کے مدخول کی تنکیر و تعریف کا  
اختلاف جو ائمہ نحاة عرب کے باہم واقع ہوا ہے بیان کرنا فضول ہے اعجام ان دقائق سے عاری  
ہیں بس۔ چونکہ یہ لفظ بسا انشاء تکثیر محققہ ثابتہ عند المتکلم کے لئے موضوع ہے وہ جس فعل  
کے ساتھ متعلق ہو اُس فعل کا ماضی ہونا شرط ہے خواہی وہ صریح صیغہ ماضی کا ہو جیسے سعدی شعر  
اے بسا اسپ تیر رو کہ ہما نہ ۛ کہ خرنگ جان بنزل بُرد ۛ بیان کاف اول بسا کا جواب ہے اور  
کاف ثانی جو صدر مصرعہ ثانی ہے عاطفہ ہے ولہ بسا نامدار و بسا کام کار ۛ بسا سرقد و بسا گلزار ۛ  
کہ کردند پیراہنِ عمر چاک ۛ کشیدند سر در گریبان خاک ۛ خواہی صیغہ ماضی صریح نہ ہو یعنی ظاہر  
صیغہ مضارع کا ہو مگر وہ ماضی کے معنوں میں متاویل کر لیا گیا ہو کس واسطے کہ تکثیر محقق بجز صیغہ ماضی

کے تصور نہیں یعنی صیغہ ماضی ثبوت و تحقق کے لئے موضوع ہے اور معنی مضارع تجدد و حدوث پر دلالت دین پس ثبوت امر تحقق کا ماضی سے بخوبی ہوگا ایسوجہ سے امر یقین الوقوع بجائے مضارع صیغہ ماضی کے پیرایہ میں بیان کیا جاتا ہے سعدی رح شعر گزشت انچہ در ناصوابی گزشت ۛ درین نیز ہم در نیابی گزشت ۛ اے در نیابی بگزرد کی جگہ در نیابی گزشت فرمایا غرض اگر فعل متعلق بسا غیر ماضی ہو جانب ماضی متادل ہوگا نظامی رح شعر بسا شیر و زندہ و سہنناک ۛ کہ از نوک خارے در آید بجاک ۛ یعنی بہت سے شیر و زندہ ہیں کہ یک نوک خار سے خاک میں مل گئے ہیں۔ سعدی رح شعر بسا نام نہ کیوی پنجاہ سال ۛ کہ یک نام شتس کند پائمال ۛ اے کرد پائمال چنانچہ نخاع عربے آیہ وافی الہدایہ رُبَمَا یَوَدُّ الذِّینَ کَفَرُوا لَوْ کَانُوا مُسْلِمِینَ مِینَ یَوَدُّ کو بمعنی وَدَّ تاویل کی ہے حارث بن حازمہ یشکری شاعر ایام جاہلی صاحب قصیدہ ہفتم سبعمعلقہ کہتا ہے شعر اَذْنَتْنَا بَکِنِّهَا السَّمَاءُ ۛ رَبِّ تَنَادُوا مِمَّا مِثْلُ مِثْلُ النَّوَاءِ اور یہی واضح ہے کہ اس کے جواب میں کاف کا لانا لفظاً ہو یا تقدیراً واجب سمجھا گیا ہو اول جیسے اوپر کے امثال سے مستشہد ہو اور ثانی یعنی تقدیر جیسے سعدی رح شعر بسا اہل دولت بباری نشست ۛ کہ دولت فترش بباری ز رست ۛ ہو بسا اہل دولت کہ بباری نشست یعنی بہت دولت مند کہ ہو و احب میں پڑ گئے تو ان کے ہاتھ سے دولت نکال گئی یہاں کاف اول جو جواب بسا ہے محذوف ہے اور کاف ثانی جو مذکور ہے جزائیہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۛ اور کبھی اظہار تاسف و تحسر وغیرہ کے قصد سے اُسپر حرف نداء بھی لایا کرتے ہیں جیسے ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ ۛ کبھی الف بسا کا اسکے مدخول پر لاحق کرتے ہیں انہیں ایسی وحدت مان لی جاتی ہے کہ گویا یہ مع مدخول کے ایک کلمہ ہے مولوی معنوی رح شعر بسا کس کا کہ نان خورد دلشاد او ۛ مرگ اور گرد و بگیر و در گلو ۛ اے بسا کس کہ انہ اس باب میں ایک لغت بس بھی ہے جیسے اس رباعی میں جو فردوسی نے بفرمایش سلطان محمود غزنوی ایاز کے سبزہ عارض و خطا رخسار کی توصیف میں لکھی ہے رباعی مست ست بنا چشم تو تیر بدست ۛ بس کس کہ ز تیر چشم مست تو بخت ۛ گر پوشد عارضت زرہ عذرش بہت ۛ کہ ز تیر ترسد ہمہ کس خاصہ رست ۛ سعدی رح شعر بس قامت خوش کہ زیر چادر باشد ۛ چون باز کنی مادر و مادر باشد ۛ ولہ بس نامور بنیر زین دفن کردہ اند ۛ کہ بکشتیش بروئے زمین یک نشان نماند ۛ یہاں کاف جوابی مقدر ہے یعنی بس نامور کہ انہ۔ اور بسے کو بعض تو اس باب میں لغت مستقل جانتے ہیں اور بعض بس کا مرید علیہ مانتے ہیں جیسے عربی میں اسی

ع  
نظامی رح شعر بسا  
خواب کو بیدار کیجیے  
دانش سے و تعب و تحمل  
بکشتار و بانیان طلب  
خود و داندیش کا علم  
ۛ

بسا کے جواب میں  
کاف کا مقدر ہے  
مغفوف ہونا ضروری ہے

اظہار تاسف و تحسر  
کے لئے اُسپر حرف نداء  
بھی لایا کرتے ہیں  
بے کافیاں

ع  
نظامی رح شعر  
بس کہ کو کھد بہ نماند  
بس کہ ز تیر چشم مست  
ۛ

رَبِّ کے باب میں آٹھ لغات مروی ہیں چنانچہ علامہ رضی نے شرح کافیہ میں اسکی تصریح فرمائی ہے  
 فی ربّ ثمانی لغات اشہرہا ضمّ الراء وفتح الباء المشددة <sup>ع</sup> الیٰ اور انکا مدخل مفرد و جمع دونوں  
 طرح استعمال ہو مفرد کی اسلئے اوپر مذکور ہوئیں جمع کی مثال جیسے سعدی شعر بساخو برویان نوخاستہ  
 بسا نوخوسان آراستہ ولہ باستند گردان لشکر شکن و بسا شیر مردان شمشیر زن و نظامی شعر بسا گفینہا  
 کہ باشند ہفت و دیگر زبان بایدش بازگفت و اسطرح بے میں مفرد و جمع دونوں استعمال جائز ہیں  
 نظامی شعر کران آب صافی بے سانخورد و بہ بینی بدہر اندران کس نخورد و ولہ بے سالہاند کہ گوہر پرست  
 نیاور دین گوہر پرست و خصوصاً اس لفظ بے کا استعمال صدر کلام کے ساتھ مخصوص نہیں چنانچہ اوپر  
 کی مثالوں سے واضح ہے یہ بات بھی یاد رکھیے گا کہ بس اسہی بمعنی بسیار کے آتا ہے اور اسکا مفرد علیہ  
 بے اور بسا بھی استعمال ہے چونکہ یہ حرف رَبِّ کے معنوں میں نہیں ہے اُن شرطوں کے ساتھ مشروط  
 بھی نہیں سعدی شعر نداریم غیر از تو فریاد رس و تویی عاصیا نرا خطا بخش و بس و اسے خطا بخندہ بسیار  
 در صورت عطف یعنی خطا بخش و بس۔ یہاں بس بمعنی کافی کے ہونگے اب یہ لفظ عربی الاصل ہوگا  
 فارسی نہ رہیگا ولہ در اقصاے عالم بگشتم بے و بسر بردم ایام باہر کس و اے بسیار گشتم۔ نظامی  
 شعر نظامی بسا صاحب آوازہ و کہن گشتی و ہچمان تازہ و اے بسیار صاحب آوازہ۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْغُیُوبِ  
**الحادی عشر** واو قسمیہ واضح ہو کہ محاورہ عرب میں واو قسمیہ کا صدر کلام میں واقع ہونا اور اُس کے  
 مقسم بہ کا اسم ذات ہونا واجب ہے اور فارسی میں دو اسموں کے درمیان میں لایا جاتا ہے غالباً ہوی  
 شعر نہ بہین نالہ و فغان بلہم و من و جان آفرین کہ جان بلہم و اسی قبیل سے ہے جو محاورہ اردو میں  
 کہتے ہیں میں جانوں میرا خدا۔ بتقدیر واو قسمیہ جو کہ اصل میں واو عاطفہ ہی ہے۔ اس ترکیب عطفی سو  
 معنی لزوم کے لئے گئے ہیں اور یہی معنی لزومی اس مرکب کے معنی قسم کو لازم کرتے ہیں وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْغُیُوبِ  
**الثانی عشر**۔ حروف جر میں سے حروف تشبیہ میں جیسے چون اسکا مخفف چو۔ جانا چاہیے کہ  
 ایک شئی کی شئی آخر کے ساتھ کسی معنی میں کسی غرض سے مشارک ہونے کو علی غیر الوجه الاستعارہ  
 و تجرید بتلانے کا نام تشبیہ ہے۔ استعارہ بھی خواہ تحقیقی خواہ کنائی۔ تحقیقی وہ جسمین عین مشبہ بہ او  
 لازم مشبہ کے مذکور ہوں جیسے فردوسی رح ہفت خوان رستم کی پہلی منزل میں لکھتے ہیں شعر کمند  
 کیانی بیند اخت شیر و بخت اندر آور و گوری دلیر و اور کنائی جس میں عین مشبہ اور لازم مشبہ بہ مذکور ہو

وہاں آوازہ و فغان بلہم و من و جان آفرین کہ جان بلہم و اسی قبیل سے ہے جو محاورہ اردو میں کہتے ہیں میں جانوں میرا خدا۔ بتقدیر واو قسمیہ جو کہ اصل میں واو عاطفہ ہی ہے۔ اس ترکیب عطفی سو معنی لزوم کے لئے گئے ہیں اور یہی معنی لزومی اس مرکب کے معنی قسم کو لازم کرتے ہیں وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْغُیُوبِ

واو قسمیہ کا بیان

تعریف تشبیہ

استعارہ تحقیقی

استعارہ بالکنایہ

جیسے نظامی شہر زگر گران سنگ چاشکان و زمین را ہی سو و شد استخوان و سینے زمین کو  
 دل میں جانور ذی جسد کے ساتھ تشبیہ دیکر اسکے لئے استخوان ثابت کیا ایسا شہر کمان کڑا بر و بر گان  
 تیر و زپستان جوشن بر آورد شیر و اور استعارہ تخیلیہ بوجہ فقدان مشارکت سرے سے داخل جنس تعریف  
 تشبیہ ہی نہیں جیسے مثال مذکور میں زمین کے مشبہ بہ ذہنی کے لئے استخوان ثابت کرنا استعارہ تخیلیہ ہو  
 اور تجرید وہ ہے کہ ایک شے ذی صفت ایک اور شے جو اوصاف میں اسی ذی صفت کے مثل ہو  
 انتزاع کرین تا معلوم ہو کہ متفرع عنہ اس صفت میں ایسے کامل ہے کہ اس سے ایک اور شے جو  
 اسی صفت کے ساتھ ہو حاصل ہو سکتی ہے جیسے علمی عنہ شہر باروے تو آفتاب دیدم و انزل لعل تو  
 پیچ و تاب دیدم و ولہ شہر ز خسار و کیسوے پر پیچ و تاب و بیاوردہ اندر کند آفتاب و اس جگہ چہرہ  
 کی تجلی اور نورانیت میں سبالغہ منظور ہے یعنی فروغ تجلی چہرہ اس درجہ کو پہونچا کہ اس سے ایک آفتاب  
 حاصل ہو گیا سعدی شہر امر و زخار ماے سخیلان کشیدہ تیغ و گونی کہ خود بنود درین بوستان گلے و نظامی  
 شہر رخسار بنفشہ گل انداختہ و بنفشہ نگہبان گل ساختہ و یعنی خسار باعتبار رنگینی و نازکی اس کمال کو  
 پہونچا ہے کہ اس سے ایک گل نکل سکتا ہے تجرید کے بھی اقسام ہیں اگر منظور ہو علم بدیع کا مطالعہ فرمائیں  
 اب معلوم ہوا ہو گا کہ تشبیہ میں پانچ چیزوں کی ضرورت ہے اول تو وہ دو شے جو باہم مشارکت میں جنکو طریق  
 تشبیہ بھی کہتے ہیں جن میں سے اول کا مشبہ ثانی کا مشبہ بہ نام ہے تیسری وہ جو اس مشارکت کی دلالت کے لئے  
 آہ ہے یا یون کہیے کہ وہ کلمات کہ ایک کو دوسرے سے مانند کر نیکا واسطہ ہیں جنکو اداتہ التشبیہ  
 ہیں چوتھے وہ معنی جو اس مشارکت کی وجہ ہیں ان دونوں مشارکوں کے ساتھ قائم اور ان میں موجود  
 امر تشبیہ میں اسکا وجود شرط مانا گیا ہے اگر یہ نہ پایا جائے ایک کو دوسرے سے مشابہت نہو اسکا  
 وجہ الشبہ اور وجہ التشبیہ نام ہے پانچویں غرض تشبیہ جو اس فعل تشبیہ کی علت غائی ہے اگر یہ نہ ہو  
 تشبیہ ایک فعل عبث ٹھہر جائے مگر ارکان و اجزاء تشبیہ چار ہی مانے گئے ہیں غرض تشبیہ چونکہ  
 علت غائی ہو اور غایت کا خارج ہونا تاگزیر و ارکان میں داخل ہونے کی یعنی تشبیہ کا جزو نہیں سکتی لہذا بیان جہم اللہ کا  
 مذہب محقق یہی ہے جنہوں نے اس بات پر غور نہیں کیا غرض خارج کو رکن یعنی جزو داخل تشبیہ کا بنا دیا  
 غرض یہ پانچ چیزیں تشبیہ کے لئے اگرچہ ضروری ہیں مگر ان میں سے دو ہی شے اصل ہیں ایک تو مشبہ  
 دوسرے تشبیہ بہ اور اداتہ التشبیہ اسکے تسمیہ سے ظاہر ہے کہ وہ فقط ایک آہ ہے نظامی یہ فرماتے ہیں شہر

استعارہ تخیلیہ  
 تشبیہ

تشبیہ میں پانچ  
 چیزوں کا ہونا ضروری ہے

نظامی  
 تشبیہ میں پانچ چیزوں کا ہونا  
 ضروری ہے  
 تشبیہ میں پانچ چیزوں کا ہونا  
 ضروری ہے

تشبیہ میں پانچ  
 چیزوں کا ہونا  
 ضروری ہے

آلتی خواہ ہاش و خواہی نہ + اور وہ منجملہ اعراض ہے جو اطراف کے ساتھ قائم اور انہیں سے ماخوذ اور منترع ہے مگر مشبہ بہ میں یہ بات بطریق اصالت اور مشبہ میں بطور فرعیت کے موجود ہوتی ہے اور غرض تشبیہ وہ علت غائی اس فعل تشبیہ کی ہے وہ اس سے خارج ہے۔ یہاں یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ جب ایک شے کو دوسری شے کے ساتھ تشبیہ دیجاتی ہے تو ناقص کو کامل کے ساتھ ملحق کر دینا مقصود ہوتا ہے اسی وجہ سے مشبہ بہ کا بہ نسبت مشبہ کے رتبہ میں اقویٰ اور اکمل ہونا ضروری سمجھا گیا ہو تا مشبہ ناقص مشبہ بہ کامل کے ساتھ ملحق ہو جائے اور اس لحوق کی بدولت وہ ناقص اس کامل سے صوت پذیر کمال ہو جیسے زید چون شیرست میں زید کو شیر کے ساتھ ملحق ہوئیے جرات اور دلیری جو وصف مشتبہ شیر کے زید میں بھی معتبر ہو گئی۔ مگر جس جگہ کہ مشبہ سے اقویٰ اور اکمل کا وجود حقیقہ ہو یا ادعاء محال ہو ضعیف اور ناقص ہی مشبہ بہ بنادیا جاتا ہے مگر وہ ضعیف و ناقص مخاطب کے نزدیک وصف مقصود میں زیادہ مشہور ہونا ضرور ہے جیسے احمد سحانہ تعالیٰ شانہ کو آفتاب کے ساتھ تشبیہ دینی جامی حمد میں فرماتے ہیں شعر وجودش آن فروزان آفتابست + کہ درہ ازوے نور یابست + اور اسی قبیل سے ہے صلوٰۃ سیدنا و مولانا محمد المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کو صلوٰۃ سیدنا ابراہیم علیہم السلام کے ساتھ تشبیہ دینی جیسے اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم انک سمیع مجید اس واسطے کہ جیسے آپ کی ذات اکمل اور سائر انبیاء علیہم السلام سے افضل ہے آپ پر انعامات بھی اسی نسبت سے اکمل اور افضل ہیں مگر چونکہ یہاں مشبہ اس کمال تنترہ اور تمام فضیلت میں ہے کہ بغیر تنزل فہم کرنا مستعذر کیا محال تھا تو ایک وجود حقیقی اور کمال صلی کو ناچار وجود مجازی کمال ظلی مشتبہ کے ساتھ تشبیہ دی تا ہماری فہم میں آجائے اور حوصلہ ادراک کو خرق نکرے اور وہ رحمت نامتناہی جو ہمارے حضرت ہمارے سوار ہمارے مادی ہمارے پیشوا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی عقل قاصر ادراک متناہی اسکے دریافت کر فیے سخت عاجز ہے تو ناچار اس رحمت الہی کے ساتھ جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے شال حال تھی امم سابقہ اور عرب کے نزدیک مشتبہ تھی تشبیہ دی کہ تا سمجھ میں آجائے۔

آن فضا لہاے پنہان شان کہ آن + در نیاید در حواس و در بیان + ہیج ماہیات اوصاف جلال + کس نداند جز آثار کمال + آن کمال و آن جلال و آن وجود + بر نذر اند ز قہرش تار و پود + اور کبھی مشبہ مشبہ بہ بنادیا جاتا ہے تا معلوم ہو جائے کہ اس سے افضل تو کیا مساوی الرتبہ بھی موجودات میں حقیقہ ہو

ایک شے کو دوسری شے کے ساتھ تشبیہ دینے سے کیا منظور ہو

اقویٰ اور اکمل کا وجود محال ہوتا ہے تو کبھی ضعیف و ناقص ہی کو مشبہ بہ بنادیتے ہیں

کبھی مشبہ مشبہ بہ بنادیا جاتا ہے





لفظاً ہو یا تقدیراً ان کا اعتبار تشبیہ میں ضرور ہے بخلاف استعارہ اگرچہ اس میں بھی علاقہ تشبیہ موجود ہے مگر شکم چونکہ انکی عینیت کا اذکار تا ہے اداۃ تشبیہ لفظاً تو کیا تقدیراً بھی بیان نہیں کیے جائینگے جیسے فردوسیؒ شعر بشت شیر برد آزمان شیر دست و چپ رشک چینیان بر شکست و ساقان مشہور و مشتبہ مذکور باقی محذوف جیسے زید شیرست نظامیؒ شعر سکندر محیط است و من جوے آب و منہ تہمت سایہ بر آفتاب و آٹھوان مشتبہ بہ مع اداۃ مذکور ہو باقی محذوف مثلاً کوئی پوچھے زید چگونہ است و شجاعت جواب دیا جاے چون شیرست۔ بندہ حکمی عفی عنہ شعر باہم جو خودی چو سر خوش ستی۔ سو گند بخت کہ بت پرستی و اے با شخص مانند خود۔

متشبهہ اور مشتبہ بہ  
مذکور باقی محذوف

مشبہ بہ مع اداۃ  
مذکور باقی محذوف

ارکان نشانی افراد  
در یکب و حدود  
اعتبار و تیشیک قیم

تجميع ارکان مجلسه

کبھی ارکانِ ثلاثہ یعنی اطراف و وجہ شب کی افراد و ترکیب و تعدد کے اعتبار سے تقسیم کی جاتی ہے  
الاول افراد جیسے زید و دلیری چون شیرست۔

بعض مرکب  
اور بعض مفرد

الکثانی ترکیب اس میں ایک تویہ ہے کہ جمیع ارکانِ ثلاثہ مرکب ہوں جیسے حکمی غفرلہ شعر بجام بلورین سے  
لعل ناب و بود نار سیال دبستہ آب و فروسی شعر نشست از بر سینہ پلیدن و پر از خاک چنگال و  
دہن و بگردار شیرے کہ برگور نہ زند و دست و گور اندر آید بسر و دوسر بعض مرکب - اور بعض مفرد نظامی  
شعر شود چہرہ نار فروختہ و چو تاج درو علما و دختر و اس مثال میں مشبہ چہرہ نار اور مشبہ تاج  
مرکب یعنی مقید باوصاف مذکورہ - یہاں مشبہ مفرد ہے وجہ مشبہ اور مشبہ مرکب ہے اس کے جمیع قسم  
اور احد الطرفین کی ترکیب سے وجہ مشبہ کا مرکب ہونا ضروری ہے یا نہیں اور سیطح تعدد کا ہر مرکب  
بھی ہو سکتا ہے یا بعض مفرد بعض مرکب اسکی بھی کئی شکلیں نکل آتی ہیں (اگرچہ علمائے بیان سے  
کسی نے اسکا تعرض نہیں کیا) اسکی تفصیل و تحقیق علم بیان کا وظیفہ ہے میں نے اپنے اس مختصر سے  
رسالہ میں ان امور سے بحث نہیں کی تاہم الامتیاز متعدد و مرکب میں یہ ہے کہ متعدد میں الگ الگ ایک شے  
کے ساتھ تشبیہ مقصود ہوتی ہے جیسے زید و عمرو چون شیر و دریا اندر شجاعت و سخاوت بخلاف مرکب کہ اس میں  
کئی چیزیں مجتمع ہو کر صورت وحدانی حاصل کرتی ہیں پس در صورت تعدد اگر بعض کو ذکر کریں اور بعض کو  
چھوڑ دیں معنوں میں بعض باقی کے کوئی خرابی نہ آئیگی افادت معنی باقی میں بجا رہیگا اور در صورت  
ترکیب اگر اسقاط بعض کیا جائے مقصود تشبیہ قتل ہو جائیگا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ اب سنیے تعدد ایک تو  
طرفین یعنی مشبہ و مشبہ بہ میں ہوگا جیسے حکمی عفی عنہ ع ہماں موسے و ریش چولیل و ہارث

متعدد و مرکب میں  
کیا فرق ہے

تعدد طرفین

تعدد و وجہ

دوسرا تعدد وجہ شبہ بین نظامی در شعر شکر خندہ راست چون نیشکر و لطیف و خوش و سبز و شیرین و تر و  
یہاں شکر خندہ یعنی معشوق مشہ چون حرف تشبیہ نیشکر مشہ بہ یہ دونو مشہ و مشہ بہ واحد ہیں مگر وجہ شبہ  
متعدد ہے جن پر لفظ راست و لطیف و خوش و سبز و شیرین و تر و دلالت کرتے ہیں اسید طرح آئینہ کو  
آفتاب کے ساتھ تشبیہ دینی باعتبار گولائی اور چمک کے تعدد فی الوجہ ہے۔ بندہ حکمی غفرلہ و لوالدیہ شعر جبین  
بکشاہ و تابان چو ماہ ہے و چہ ماہی خاصہ ماہ نیم ماہ ہے و اور کبھی باعتبار طرفین فقط تشبیہ کو ملفوف و مفروق  
پر تقسیم کرتے ہیں۔ ملفوف وہ ہے کہ چند مشہ ایک جگہ اور ان کے مشہ بہ ایک جگہ بیان کیے جائیں پھر اگر  
بترتیب لفظ مشہات ان کے مشہ بہ کا نشر کیا جائے ملفوف مرتب کہلاتا ہے حکمی غفرلہ ع لب و دندان  
اوچو لعل و گوہر و اگر نشر بترتیب لفظ نہ ہو غیر مرتب ہے خواہ معکوس ہو خواہی منتشر حکمی عنی عند ع  
لب و دندان اوچون در و مروان و منتشر کیلئے دو سے زیادہ تعدد چاہئے اگر صرف مشہ بین تعدد ہو اس کا  
تشبیہ الجمع نام ہے اور یہ تعدد صرف بطریق عطف بھی بیان کیا جاتا ہے اور تعدد کے ہر فرد پر دادہ تشبیہ  
جد اگانہ بھی لے آتے ہیں جیسے ان اشلہ بین نظامی در شعر چاندار چون ابرو چون آفتاب و بانڈہ بخشہ  
ہم آتش ہم آب و سعدی در شعر دو پاکیزہ پیکر چو روپری و چو خورشید و ماہ از سہ دیگر بری و ان شالون  
مین حروف تشبیہ اور عاطفہ ہر دو ہیں۔ جامی قدس سرہ شعر عارض است این یا قمر یا لالہ حمراست این و شجاع  
شمس یا آئینہ و لہا است این و اس مثال میں صرف عاطفہ ترویید ہر فرد پر ہے۔ اور تشبیہ مفروق وہ ہے کہ  
ہر مشہ کے ساتھ اس کا مشہ بہ ذکر کرتے چلے جائیں۔ بندہ حکمی غفرلہ الہ یہ شعر دو چشم آہو و لفس مشکاں ہو  
رخش مہر و جبین ماہ و قمر و ولہ عنی عند ع لبش ہمو یا قوت و دندان چو در و اور یہ تعدد وجہ شبہ  
میں بھی ہوتا ہے طرفین میں تعدد ہو یا نہ ہو اور پھر اسکے اجزا کل حسی ہوں یا کل عقلی یا بعض حسی اور بعض عقلی  
اول جیسے آئینہ کو چاند سے تشبیہ دین وجہ شبہ اضاوت و تدویر یہ دونو جز حسی ہیں۔ نظامی در شعر خنیر  
نہ زن بلکہ آتش زن است کہ مریم صفت بکروا بستن است و یہاں وجہ شبہ بکارت اور بستن یہ دونو  
امر حسی ہیں۔ دوسرا مجموع اجزاء عقلی ہو جیسے کسی کو اسکی تیزی نظر اور چوکنے پن اور اخفای جلع کے  
اعتبار سے کوئے کے ساتھ تشبیہ دین یہ سب امور عقلی ہیں۔ تیسرا مختلف یعنی بعض حسی بعض عقلی نظامی  
شعر گہے خوردن نے چون خون بدخواہ و گہے تکیہ زدن برسند شاہ و یہاں وجہ شبہ ایک تو سوزنی  
رنگ جو حسی ہے دوسرا مرغوب طبع ہونا سو عقلی ہے۔ اسید طرح ارکان کے حسی یا عقلی ہونیکے اعتبار سے

تقسیم تشبیہ  
باعتبار طرفین  
ملفوف  
منفوق

تشبیہ مفروق

تقسیم تشبیہ  
باعتبار اجزاء  
عقلی  
حسی  
مختلط  
مجموع

جدی تقسیم کی جاتی ہے اور حسی سے یہاں ہماری مراد یہ ہے کہ وہ اجزا خود یا ان کا مادہ اگر خارج میں موجود ہو بلواسطہ حواس خمسہ ظاہر و مدرك ہو پس خیالات یعنی اگر ان کو بحیثیت اجتماع دیکھا جائے معدوم ہیں اور جو ایک ایک کو الگ الگ جو مادہ اس مجتمع کا ہے دیکھا جاتا ہے مدرك باحس الظاہرہ ہیں جیسے فردوسیؒ شہر زمین شد بگردار دریاے قیر بہ موجش از خنجر و گرز و تیر بہ نظامیؒ شہر بر گنخت رزے چو بارندہ میخ بہ تگر گش ز پیکان و باران ز تیغ بہ کیا معنی کہ دریا جدا اور قیر جدا مدرك بحس بصیرت مگر بحیثیت اجتماعی یعنی دریا قیر کا بہتا ہوا اسپرہ یہ کہ خنجر و گرز و تیر اسکی موجیں ہوں کسی نے نہیں دیکھا البتہ موج و خنجر و گرز و تیر جدا جدا مدرك باحس ہیں اسبطر ح تگر و پیکان و باران و تیغ الگ الگ محسوس ہیں لیکن ابر سے اولے کی جگہ پیکان پانی کی جگہ تیغ برستے ہوں کتم عدم سے وجود میں نہیں آئے پھر اس حیثیت اجتماعی کے ساتھ محسوس ہی کب ہونگے یہ محض تخیلات ہیں اسی قبیل سے ہے شعر نظامیؒ شہر گیا مان نورستہ از آب پر بہ چو بر شلخ مینا بر آموہ درہ آور و ہیات جیسے اس شعر میں حکمی غفر لہ لوالدہ شہر بدل ہول شبہ ہجران چنان بود کہ انجم بہ چو چشم غول بنمود بہ پس اب تشبیہ تخیلی وہی میں فرق بھی معلوم ہو گیا ہوگا کہ تشبیہ خیالی میں یہ بات ہو کرتی ہے کہ مدركات حسیہ کی صورتیں جو بواسطہ حواس خزانہ خیال میں مجتمع ہیں قوت تخیلہ بقدر ضرورت ان میں سے لیتی ہے صرف ایک ترکیب اپنی جانب سے ان میں اختراع کرتی ہو پس معلوم ہو کہ تشبیہ خیالی کے لئے ایک اصل ہے یعنی خارج میں اس کے اجزا کے لئے وجود متحقق ہے مگر اس مرکب اختراعی کا وجود خارج میں نہ ہوگا بخلاف تشبیہ وہی کہ وہ محض نے اصل ہوتی ہو کہ وجود لہ ولا تحقق لہ فی الخارج اس پر صادق ہے کیا معنی کہ وہاں سرے سے من جانب تخیلہ ایک اصل گھڑت ہوتی ہے اسی واسطے الوہم خلوق کہا جاتا ہے۔ لیکن با اینہم مختصرات و ہمہ جیسے چشم و دندان غول کا اور اک فرض کیا جائے تو وہ ضرور مدرك بحس بصیر ہونگے تو جیسے خیالات داخل نوع حسی ہیں وہیات بھی داخل شق حسی رہینگے عقلی وہ ہے جو اسطر ح مدرك نہو اگر وہ خارج میں موجود بھی ہو مدرك بحواس ظاہر نہ ہو چو کہ محسوسات اصل معقولات ہیں یعنی معقولات انہیں محسوسات سے منتزع ہوتے ہیں محسوس از روئے دلالت اقومی سمجھا جاتا ہے اور تشبیہ اگرچہ ادعا ہی کیوں نہو تشبیہ سے اکمل اور اقومی ہونا چاہیئے باین وجہ محسوس کو معقول کے ساتھ تشبیہ نہیں دیتے اگر کہیں اس قسم کی تشبیہ واقع ہوئی بھی ہے وہاں مشبہ بہ معقول بمنزلہ محسوس بنا لیا گیا ہے غرض تقسیم باعتبار حسی و عقلی کا بیان مجاہد یہ کہ تشبیہ مجموع اجزاء حسی

حسی سے ہماری  
یہاں کہا مراد ہے

تشبیہ وہی  
تفرقہ وہی خیالی

تشبیہ خیالی اور وہی  
سما بالاشیاء

خیالات کی طرح  
وہاں حسی ہیں

محسوس کو معقول  
کے ساتھ تشبیہ  
نہوئے کی وجہ

تشبیہ مجموع اجزاء  
حسی

تشبیہ مجموع اجزاء عقلی  
بعض اجزاء عقلی  
تشکیل و تفکیک  
مکمل و ناقص

حسی ہوگی جیسے حکمی عنی عنہ شعر و عارض جو خورشید اندر فروغ و یا بجمع اجزاء عقلی جیسے حکمی غفلہ و لوالدیہ شعر ز علم آدم برز و بر افلاک و کہ علم ہیچو حیات آمد و دراک و یا بعض حسی بعض عقلی حکمی غفلہ و لوالدیہ شعر لطیف و چو در بہار باران و سر سبز جهان ازو چوستان و یہاں مشبہ لطف ممدوح ہے وہ کیفیت خاص نفسانیہ یعنی امر عقلی ہے اور باران بہاری مشبہ بدو ایک امر محسوس یعنی مبصر شے ہے۔ جانتا چاہیے کہ جس تشبیہ میں کہ وجہ مشبہ چند امور سے منترع ہو یعنی وہ وصف مرکب ہو مطلقاً حسی ہو یا عقلی جمہور کے نزدیک اس تشبیہ کا تمثیل و ضرب المثل نام ہے اور امام فن شیخ الہدی شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہر مرکب تمثیل نہیں بنتا بلکہ ان کے نزدیک مرکب عقلی مطلقاً حقیقی ہو یا غیر حقیقی تمثیل کہلاتا ہے اور سکاکی رحمۃ اللہ کے نزدیک مرکب کا فقط عقلی ہونا بھی کفایت نہیں کرتا بلکہ اس مرکب کا غیر حقیقی ہونا یعنی وہ وصف نہ حسیاً مستحق ہونہ عقلی تمثیل کے لئے ان کے ان شرط ہے پس یہ اشعار نظامی و شعر بمشکین و کمال آتش لعل رنگ و در افتاد چون عکس گوہر سنگ و ولہ شعر بہ آتش بران شوشہ مشک سنخ و چو مار سیہ بر سر کان گنج عند الجمہور تمثیل ہیں۔ اور یہ قطعہ سعدی و کا قطعہ عالم اندر میانہ جہاں و شلے گفتہ اند صدیقان و شاہد در میان کو انست و مصحفی و کنشت زندیقان و سب کے نزدیک تمثیل ہے اسی قبیل سے ہیں یہ اشعار شعر پر تو نیکان نگیر و ہر کہ بنیادش بدست و تربیت نا اہل را چو گردگان برگنبدست و ولہ شعر ابرگر آب زندگی بار و ہرگز از شاخ بید بر نخوری و با فرومایہ روزگار مہر و کزنے بویا شکر نخوری و ولہ شعر نہ محقق بود نہ دانشمند و چارپاے بر دو کتابے چند و ولہ شعر نے فائدہ ہر کہ عمر در باخت و چیزے نخرید و زربینداخت و یہاں وجہ مشبہ المبلغ نافع کے انتفاع سے بے نصیب و محروم رہنا باوجود سخت تکلیف و تعب اٹھانے کے سو یہ وصف مرکب امر عقلی ہے اور چند امور سے منترع ہے چونکہ مرجع اس وصف کا جانب تو ہم ہے اسکو وصف حقیقی نہیں کہہ سکتے اور اگر وجہ مشبہ ایسی نہ ہو تو وہ تشبیہ غیر تمثیل کہلائیگی یعنی جمہور کے نزدیک تمثیل کے لئے وجہ مشبہ کا مطلقاً مرکب نہ ہونا چاہیے اور شیخ کے نزدیک مرکب عقلی مطلقاً نہ ہو اور سکاکی کے نزدیک وجہ مشبہ مرکب نہ ہو یا مرکب ہو تو وہی یا اعتباری نہ ہو بلکہ وصف حقیقی ہو۔

تقسیم باعتبار وجہ  
تشبیہ مجمل

باعتبار وجہ مشبہ اور طرح بھی تقسیم تشبیہ کی کیجاتی ہے کیا معنی کہ وجہ مشبہ یا تو مجمل ہوگی یا مفصل تشبیہ مجمل وہ ہے کہ جس میں وجہ مشبہ مذکور نہ ہو اداۃ مذکور ہوں یا نہ ہوں جیسے زید چون شیرست

وجہ کمال ظاہر

بہارِ شمعِ بخت

یازید شیرست۔ اور یہ اجمال کنی باتوں سے حاصل ہوتا ہے۔ ایک تو یہ کہ وجہ شبہ اس میں ایسی ظاہر ہو کہ ہر کسی کا ذہن اُسپر ٹکڑ کھائے جیسے روے چون آفتاب میں چمک و مک زید چون شیر میں شجاعت یہ ایسے امور ہیں بغیر ذکرِ بجز و تشبیہ سامع کا خیال اُسپر ہونچ جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ وجہ شبہ ایسی پوشیدہ ہو کہ بجز خواص بلحاظ دوسروں کی نظر وہاں تک نہ پہنچے جیسے حکمی غفرلہ و لوالدیہ شعر کے بارگاہے مثل آفتاب و دگر بارگی ہجو دریا سے آب و بہان خیمہ پادشاہ کو آفتاب سے تشبیہ دیکھی اور گھوڑے کو بحر سے اور وجہ تشبیہ اول میں بارگاہ کی وسعت میں مبالغہ کہ آفتاب کی طبع مشرق سے مغرب تک اسکی طنائیں کشیدہ چنانچہ نظامی در اس وجہ کا اظہار فرماتے ہیں شعر زہے بارگاہے کہ چون آفتاب و ز مشرق بمغرب کشیدہ طناب و فردوسی در بغیر تشبیہ بارگاہ کی توصیف کرتے ہیں شعر کے خیمہ داشت افراسیاب و ز مشرق بمغرب کشیدہ طناب و دوسرے مصرعہ میں گھوڑے کی سرعت میں مبالغہ کیا جاتا ہے کہ وہ گھوڑا اطراف عالم ہوتا ہے اور ٹھیکر ہوا بھی معلوم ہوتا ہے دریا کی طرح بحیثیت موج زنی روان بھی ہے اور بحیثیت احاطہ ارض یک جگہ قائم بھی۔ یہی کیفیت شعلہ جوالہ میں موجود ہے یہ کمال سرعت پر وال ہے۔ اسی قبیل سے ہے شیخ علی خزین کا نالہ کو مشکین پرند سے اور طالب آملی کا شبیدیز سے تشبیہ بنا شعر <sup>منقول فیہ</sup> شب بھران سیاہ در ورا شور خزین تو و درفش کاویان از نالہ مشکین پرند آرد و طالب آملی <sup>منقول بہ</sup> شعر کشش کرد آلفرد را پنچہ غم جانب ظلمت و کہ دل در زیر بار نالہ ام غرق سیاہی شد و صاحب شعر ہر خسے قیمت نداند نالہ شبنم را و مروے باید کہ داند قدر این شبیدیز را و یہ امور ایسے ہیں کہ بجز خواص اور کسی کا ذہن نہیں پہنچتا۔ تیسرے یہ کہ طرفین سے کسی کا وصف مذکور نہ ہو جیسے زید چون شیرست چوتھے فقط شبہ کا وصف مذکور ہو نظامی در شعر براق شتابندہ زیرش چو برق و ستامش چو خورشید و نور غرق و پانچویں فقط شبہ کا وصف جیسے حکمی عفی عنہ شعر چو خورشید روشن دور خسارگان و گیسو کند و بر و کمان و چھٹے یہ کہ وصف طرفین مذکور ہو جیسے نظامی در شعر بگل چیدن آمد عروسے بباغ و فرد زندہ روے چو روشن چراغ و یہ بھی واضح رہے کہ یہاں وصف سے وہ وصف خاص مراد ہے جس میں جانب وجہ شبہ ایسا لطیف ہو نہ وصف مطلق جیسے امثلہ بالا میں مذکور ہوا اب زید عالم چون شیر سیاہ است باوجود وصف طرفین محل قسم ثالث ہی رہیگا نظامی در شعر نشد کارگر تیغ بر درع شاہ و بجز زنگی چو ابر سیاہ و اسی قبیل سے ہے اسواسطے کہ یہاں غرض بیان

نالہ کو مشکین پرند  
اور شبیدیز سے  
تشبیہ بنا بھی  
اسی قبیل سے ہے

طرفین کے ایک  
وصف مذکور ہو  
طرفین کے ایک  
وصف مذکور ہو  
طرفین کے ایک  
وصف مذکور ہو  
طرفین کے ایک  
وصف مذکور ہو

یہاں وصف سے  
کونسا وصف مراد ہے

تشبیہ مفصل

کرتی ہے ایر کا متصف بسا ہونا وجہ مقصود کا افادہ نہیں کرتی تشبیہ مفصل وہ ہے کہ جس میں خود وجہ شبہ صراحتاً  
مذکور ہو یا بجای ذکر وجہ شبہ و دشواری مسامحہ ذکر کیا ہو جسکو وجہ شبہ لازم ہو یا وجہ شبہ کو یہ شے لازم ہو اول جیسے زید چون شیرت و رعیت  
و ہم جیسے کلام فصیح چون شہادت و شیرینی یہاں وجہ شبہ میلان طبع ہو جو شیرینی کو لازم ہے بندہ حکمی عفی عنہ شعر سخن از  
دولت و رطوبت چنانکہ ہر وقت مکر شکر پارہ و لہ صبر مانند صبر باشد تلخ ہر سوم نظامی ہر شعر سبق بردہ از  
آہوان و رشتاب ہر گرمی چو آتش بہ نری چو آب ہر یہاں وجہ شبہ سرعت ہے یہ اوصاف حرکت سے ہے  
اور حرکت کو گرمی لازم غرض یہاں مسامحہ وجہ شبہ گرمی بیان کی گئی ہے اور حقیقت میں سرعت وجہ  
شبہ ہے جو گرمی کا لازم ہے اسی طرح نرمی کو قیاس کیجئے۔

تشبیہ نوع ثالث  
تشبیہ اعتبار وجہ

تشبیہ مبتدل

تشبیہ غریب

باعتبار وجہ شبہ اور طرح بھی تشبیہ کو تقسیم کر سکتے ہیں کیا معنی کہ بعض تشبیہ ایسی ہوتی ہے کہ اس میں  
وجہ مشابہت بوجہ زیادہ ظاہر ہو نیکی جلد سمجھ میں آ جاتی ہے اسکی وجہ سے مشبہ سے مشبہ کی جانب  
انتقال کرنے میں ذہن و نظر کو کوئی وقت اٹھانی نہیں پڑتی اس حالت میں اسکو تشبیہ قریب مبتدل کہتے  
ہیں نظامی ہر شعر مہ روشن از تیرہ شب تافتہ ہر چو آئینہ روشنی یافتہ ہر مشبہ یعنی آئینہ ایسی شے  
ہے کہ ذہن میں اکثر اسکی صورت کا حضور رہتا ہے۔ اور بعض تشبیہ ایسی ہوتی ہے کہ اس میں بعد تدقیق  
نظر انتقال ذہن ہوتا ہے اور اسکو تشبیہ غریب بعید کہتے ہیں جیسے نظامی ہر شعر چارم علم بر بڑیا  
زون ہر چو خرشید لشکر بہ تنہا زون ہر مدوح کو خرشید کے ساتھ تشبیہ دی اور وجہ اس تشبیہ کی  
ایسی انتزاع کی کہ نظر ذرا وقت سے اس تک پہنچتی ہے یعنی جیسے آفتاب تنہا تمام لشکر ثوابت و سیا  
کو ایک دم میں ہلاک یعنی معدوم کر دیتا ہے مدوح بھی لشکر دشمن کے لئے تنہا کفایت کرتا ہے۔  
اور بعض وقت بوجہ تفصیل کے تشبیہ میں غرابت پیدا ہوتی ہے جیسے نظامی ہر شعر زجنہش نشد  
یکدم آرام گیر ہر چو سیما ببردست مفلوج پیر ہر یہاں وجہ تشبیہ ایک تفصیلی امر ہے جو بوجہ کثرت تفصیل  
بادی الہی میں سمجھ میں نہیں آتا۔ اور قاعدہ ہے جو شے بعد جد و طلب کے حاصل ہوگی لذیذ تر ہوگی  
اور اسکا حسن اور اس کی بلاغت بحسب لذت اور بقدر اس کے لطف خیزی کے ہوگی پس تشبیہ غریب  
بعید قریب و مبتدل سے احسن و ابلیغ ہوگی اسبطر ح ابتذال و غرابت کے بھی مدارج ہیں اس کے  
قدر و انداز و تشبیہ کے حسن و قبح میں تفاوت ہو کر تا ہے۔ کبھی تشبیہ قریب مبتدل کو ٹھوڑے سے  
تعارف سے بعید غریب بنا لیتے ہیں جس سے اس میں اور بھی حسن آ جاتا ہو اور بلاغت پیدا ہو جاتی ہو چنانچہ حکیم

وہ پیش کی مناسبت  
میں جب کمال پیدا  
ہوئے جب ہی  
پہلے بلاغت سے  
گزر جاتی ہے۔

تسبیحی و ضعیف ہو جاتی ہے۔  
آپ کا راز کائنات کی  
بانی کے لئے ہے۔

یہ دونوں قسمیں  
اقویٰ ہیں

تشیخ و تصنیف کردیم  
چهارمین کتاب که در کتابخانه  
باقی بین بین  
دوستان ضعیف و قوی

سبب ظاہر حصول تعمیم وجہ شبہ مع اختصار لفظ ہے سو یہ امر حذف وجہ ہی سے حاصل ہوتا ہے اور حقیقت کے اعتبار سے تعمیم نہیں ہو کر تکی کسوا سے کہ تشبیہ جو دیجاتی ہے مشبہ بہ کے خص واکمل و اشہر اوصاف میں دیجاتی ہے ورنہ شیرین گندہ دہنی چار پانوں اور دھم کار کھنا بھی وصف ہے یہ سب نہیں لئے جاتے اسی طرح ہر شے کے بیشمار اغراض ہیں بلکہ اُس کے مشہور اور خاص اور کمالیہ وصف جرأت و دلیری میں تشبیہ دیجاتی ہے لیکن فقط اس قاعدہ اور اصل کو (کہ حذف موضع ذکر میں مقتضی تعمیم ہے) نظر میں رکھ کر بیان بھی تسامحاً حکم لگا دیا گیا کہ یہ بیات ترکیب سبب مزید تقویت تشبیہ ہے ان علوم میں اتنا سہارا بس ہے علوم عقلیہ میں بال کی کمال کھینچی جاتی ہے ایسی سامعوتوں کا دامن دخل نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

اور کبھی انہیں ارکان کے مقید غیر مقید ہونیکے اعتبار سے جدی تقسیم کیجاتی ہے۔ ایک یہ کہ طرین اور وجہ مطلق ہوں ان میں کوئی قید نہ لگی ہو جیسے زید چون شیر و رخ چون گل۔ دوسرے یہ کہ دونو مقید ہوں جیسے مصرعہ تربیت نا اہل را چون گردگان برگنبد است کیا معنی کہ مشبہ مطلق تربیت نہیں بلکہ نا اہل کی تربیت اس طرح مشبہ مطلق گردگان نہیں بلکہ گنبد پر کا گردگان۔ تیسرے یہ کہ فقط مشبہ مقید ہو جیسے حکمی عفی عنہ دو چشم اند غضب ہ چون دوشعل و یہاں فقط مشبہ مقید ہو جی مطلق دو چشم نہیں بلکہ چشم غضبناک۔ چوتھے یہ کہ فقط مشبہ مقید ہو جیسے حکمی عفی عنہ مصرعہ خوش ہ چون خورشید و نیمروز فردوسی در شعر دور خسار زیباش مثل قمر و دو چشم ستارہ بوقت سحر و یہاں مشبہ مطلق ستارہ اور مطلق خورشید نہیں بلکہ موقت و نیمروز و مقید بوقت سحر ہے۔ اگر خورشید بھی مطلق و مقید دونو ہو سکتی ہے اول جیسے بندہ حکمی عفی عنہ چو خورشید ویش بر خندگی و دوسری یعنی وجہ شبہ مقید نظامی در شعر چو بوسیدہ چوبے کہ در کنج باغ و فروزندہ باشد لبشب چون چراغ و یہاں وجہ شبہ فروزندگی مطلق نہیں بلکہ وہ جو شب کے ساتھ موقت ہے پس اگر وجہ شبہ کے اطلاق و تفسیر کا لحاظ کیا جائے ان چار اور ان دو کے ضرب سے آٹھ قسمیں حاصل ہوتی ہیں پوشیدہ نہ ہے کہ یہ تفسیر اُس توصیف سے عام ہو جو تشبیہ محل میں بیان کی گئی ہے کیا معنی کہ اوصاف والہ علی وجہ شبہ پر بھی یہ تفسیر صادق آتی ہے اور غیر والہ پر بھی واللہ تعالیٰ اعلم۔

چونکہ ہر شے کی غرض علت فانی اُس شے کی ہو کرتی ہے اُس کا تحقق اور وجود خارجی اُس شے سے مؤخر ہوا کرتا ہے تو ہم نے بیان عرض تشبیہ کو نسبت اور اقسام تشبیہ کے مؤخر کر دیا پس

مشبہ بہ کے خاص واکمل و اشہر اوصاف میں دیجاتی ہے

مشبہ بہ کی نسبت اور وجہ مطلق

مشبہ بہ کی نسبت اور وجہ مطلق

مشبہ بہ کی نسبت اور وجہ مطلق

مشبہ بہ کی نسبت اور وجہ مطلق

مشبہ بہ کی نسبت اور وجہ مطلق



تفصیل کے لئے دیکھئے

یعنی خون ابو جی میں اور  
 نور نے کیا لکھا اگر کوئی  
 اس سے اللہ ہو گیا  
 اس میں حکم نہ پایا کا  
 لکھا مختلف شک کہ  
 حکم نفاذ کو اور افراد  
 کر دیکھتے ہیں اور افراد  
 ابوسیدہ رضی اللہ عنہ  
 تھے کہ وہ  
 جو اس کے  
 میں تھے  
 فقال هو  
 علیہ السلام  
 محمد بن عبد اللہ  
 بن عبد اللہ

غرض تشبیہ و تمثیل  
مستطوفہ بیان کرنا  
اور کس صفحہ تا  
تشیبہ کی کیفیت

مقداریان

یا کیت مشبہ کا بیان مقصود ہو آیا وہ مقدار میں کم ہے یا زیادہ قوی ہے یا ضعیف مثلاً بڑا پلے کے سفید بالوں کو برف اور کافور سے اور جوانی کے موے سیاہ کو پیرزاغ و مشک سے تشبیہ دینا نظامی شعر مرابرت بارید بر پیرزاغ و نشاید چو بلبل تماشاے باغ و حکمی شعر چو مشکین سر و نگاہ کافور زاوہ کفن آمد آ بچیم بیاد و اسی طرح ہے کمر باریک کو موے سے جیسے موے میان اور چہرہ سرخ کو خون سے تشبیہ دینا۔ فردوسی کنیزان روداہ کا زلال کی تعریف کرنا بیان کرتے ہیں شعر دو چشمش چو دو زگس آبگون لبانش چو پستہ رخانش چو خون و انوری شعر حدیث سرین میانش چو گویم کہ دیدہ است کو ہے معلق بکافور اس شعر میں سرین و میان اور کوہ و کاه مین باعتبار شدت فرہی دلا غری تشبیہ ضمنی ہے اس نوع کی تشبیہ میں چاہیے کہ مشبہ کا حال (اگرچہ ادعائی ہی کیوں نہ ہو) مقدار میں بلا کم و کاست مشبہ کے حال کے برابر ہو تاکہ مشبہ کے حال کی مساوات جیسی ہے ویسی ہی محین کیجائے۔ چوتھا یہ کہ تشبیہ سے غرض یہ ہو کہ مشبہ کا حال بخوبی سننے والے کے دل نشین ہو جائے مثلاً ایسے کام میں سعی کرنے کو جس سے کوئی نتیجہ نہ نکلے وہ تمام سعی اور کوشش عبث اور بے فائدہ ہو باد و رشت پیمودن سے تشبیہ دیجاتی ہے سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں شعر پرتو نیکان نگیر و ہر کہ بنیادش بدست پزیت نا اہل را چون گردگان برگنبد است و تربیت ایسے شخص کے کرنے کو جس پر اثر اس تربیت کا کچھ بھی نہ ہو ایک گول شے کے گنبد پر ٹھیرنے سے تشبیہ دی ہے جس سے بخوبی ذہن نشین ہو گیا کہ جیسے اسکا ٹھیرنا متعذر ہے ویسے ہی نا اہل کا تربیت پانا عاۃً محال ہے۔

یہ تشبیہ کا حال ہے  
کہ تشبیہ کی بنیاد  
میں تشبیہ کی بنیاد

اس نوع کی تشبیہ میں چاہیے کہ معقول کو محسوس سے تشبیہ دین اگر مشبہ معقول بھی ہو اس کو بمنزلہ محسوس کیا جائیے کہ سوا سطلے کہ نفس انسانی بہ نسبت معقولات کے محسوسات سے بالطبع زیادہ مالون ہے اور نیز اس قسم میں وجہ مشبہ کا زیادہ کامل اور بہت مشہور ہونا بھی مشروط ہے اور یہ شعر پرتو نیکان نگیر و ہر کہ بنیادش بدست پزیت نا اہل را چون گردگان برگنبد است کی بھی ہو سکتی ہے اس میں کوئی تناقض نہیں تمثیل باعتبار ترکیب حال و جہ مشبہ ہے اور یہاں باعتبار غرض تشبیہ فلا منافات پانچواں سامع کی نظر میں مشبہ کی خوبیوں کا مزین کر کے دکھلا دینا یا اس کی برائیوں کا مستحکم کر دینا مقصود ہو اور واقع میں مشبہ کے اندر وہ برائیاں اور بھلائیاں ہوں یا نہ ہوں اول جیسے چہرہ خوب زلف مرغوب کو گل و سنبل سے اور چہرہ سیاہ کو چشم آہو و شب قدر کے ساتھ تشبیہ دینا بندہ حکمی غفر لہ دلوالدیہ

غرض اس تشبیہ کا  
کی بنیاد میں تشبیہ  
کی نظر میں تشبیہ  
فہمی یا تشبیہ کی  
طرح سے تشبیہ  
مقصود ہو ۱۲

شعر چہ نامہ سواوش ہمہ مشک بود شب قدر را روشنائی فروزہ اور ثانی یعنی سامع کی نظر میں  
 مشبہ کی برائی کا جمادینا ہو جیسے بد ہیأت تبدیل کو شیطان اور دیوسے تشبیہ دین جیسے سعدی شعر  
 شخصے نہ چنان کر یہ منظر کہ زشتی او خبر توان داد گندہ غلبش نحوذ بانسد مردار بافتاب مراد نہ نظر  
 زراچہ کی ہیأت کا خاکہ اتار تے ہیں اشعار سیہ مارے افسون گر گے دروہ سر آماسی از سر زنگی دروہ  
 دمان فراخ وسیہ چون لویدہ کہ چشم بیتندہ گشتی سفیدہ خمے از خم آہن بر انگینختہ پنجم اسکا ہن بروختہ  
 چھٹا مشبہ کے طرفہ اور نادر ہونے کا ثبوت مقصود ہو کہ بحسب عادت ویسا ہونا ممکن نہ ہو اور پہرہ ندرت  
 واستطراف مشبہ بکا جسکی وجہ سے مشبہ میں ندرت آجاتی ہے فی نفسہ نادر ہو جیسے شراب کو یا قوت  
 مذاب سے تشبیہ دین از رو سے عادت یا قوت کا کھلکر مایات میں سے ہو جانا محال ہے اگرچہ عند الحقل  
 محال نہ ہو خاقانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت خضر کی تعریف میں لکھتے ہیں شعر آن شبیت روی ارغوان فش  
 چون برف تنیدہ گرد آتش از رو سے عادت آتش کے آس پاس برف کا جہنا نامکن ہے بعضی  
 کا شعر ہے شعر صبح را بنگر پس پروین بدان ماند درست کہ ز پس سیمین تدروے بسدین عنقا ست این  
 یہ اکثر تشبیہ بھی اور خیالی میں پایا جاتا ہے یہاں اس بات کو جان لینا چاہیے کہ مشبہ میں ندرت اور  
 طرفگی دو طرح سے پیدا ہوتی ہے ایک تو مشبہ بہ (جس سے مشبہ تحصیل کمال استفادہ ندرت کرتا ہے)  
 یا فی نفسہ نادر اور طرفہ ہو جیسے لعل مذاب اور برف تنیدہ گرد آتش وغیرہ چنانچہ ابھی بیان ہوا۔  
 یا فی نفسہ اُمین کوئی ندرت اور اعجوبگی نہیں مگر بوقت موجودگی و حضور شبہ طرفگی و ندرت متحقق  
 ہو جاتی ہے مثلاً کوئلے بعضے افروختہ اور بعضے غیر افروختہ کی ہیأت اعجوبہ اور اسکی خوشنائی بیان  
 کیجاتی ہے نظامی شعر آتش بران شوشہ مشک سنج چو مار سیہ بر سر کان گنج ولہ شعر خان  
 از بر شعلہ آذری چو بر سرخ گل برگ نیلوفر می کیا سغنی کہ مار سیاہ کا کان ز پر اور نیلوفر کا گل سنج  
 پر ہونا ایسا طرفہ اور نادر نہیں کہ آتش کے آس پاس برف کا جہنا اور بسدی عنقا کا سیمین تدروہ کا چھپا  
 کرنا نادر اور طرفہ بلکہ متنوع ہے لیکن مشبہ کے حضور اور موجودگی سے البتہ ایک ندرت اور اعجوبگی پیدا  
 ہو گئی ہے غرض ان دونوں حالتوں میں مشبہ مشبہ بہ سے جس طرح اکتساب کمال کرتا ہے تحصیل  
 ندرت بھی کرے گا اور ان اخیر شقوں میں مشبہ بہ کا اکل واشہر ہونا شرط نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم  
 یہاں تک بیان ان اقسام کا تھا کہ جن میں غرض تشبیہ مشبہ کے ساتھ تعلق رکھتی ہے

فصل دوم  
 چھٹی نظم یعنی مشبہ  
 طرفگی اور ندرت جو  
 بالکل غلاف غلوٹ ہو  
 ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے

مشبہ میں ندرت  
 اور طرفگی کیسے  
 حاصل ہوتی ہے

مشبہ خود نادر ہوتا ہے

مشبہ خود نادر نہیں  
 مگر بوقت وجود  
 حضور شبہ نادر  
 معلوم ہوتا ہے

آب ان اقسام کو بیان کرتا ہوں جن میں غرض تشبیہ مشبہ کی جانب راجح ہوتی ہے اسکی دو ہی  
 قسمیں ہیں۔ اول یہ کہ ایسی چیز کو مشبہ بہ بناوین کہ جس میں وجہ شبہ ناقص ہو اور اس سے اس امر کا  
 ادعا مقصود ہو کہ وہ ناقص کامل ہے حکیم ارسطی کا شعر ہے رباعی آتش بسنان دیو بندت ماندہ پچید  
 افی کمندت ماندہ اندیشہ برفتن سمندت ماندہ خورشید بہت بلندت ماندہ اسی طرح سعدی رح کا شعر ہے  
 شعر گل سرخش چو عارض خوبان و سنبلسل ہمجوزلف محبوبان و ادعائے محض ہے کہ رنگ و بو میں خرا  
 وزلف ایسے کامل ہیں کہ گل و سنبل کو اس سے تشبیہ دے سکتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ جبکی طرف اہتمام ہو  
 اسے مشبہ بہ کرین اور غرض تشبیہ کی یہاں اس اہتمام کا بیان کرنا ہے مثلاً ہلال عید کو پارہ نان سے  
 اور چناڑہ کو خوان سے تشبیہ دین سعدی رح کا شعر ہے اگر کلوخے بر سر آید ز شاوی بر جہد کاین استخوانیت  
 اگر لغشے و کس بر دوش دارندہ لیم الطبع پندارد کہ خوانیت و نعمت خان عالی شعر سپاہی ہم میدان  
 قناعت میکند جولان و زشمیر و سپر وارد دم آبی لب نانے و مخم رائشد غیر از فلاکت از فلک حاصل و  
 رضعہ جمع بیند قرص سر را گردہ نانے و طعرا می مشہدی شعر ہے شعر طغرا مکن این حدیث را نام  
 دروغ و کر فخطی نان نماذہ درویدہ فروغ و کے مردک است آنچہ کہ بینی در چشم و پران گسے فتاوہ  
 در کاسہ دوغ و اس نوع کا اظہار المطلوب نام ہے اور یہ بھی خیال رکھیں جہاں مشبہ بہ باعتبار  
 وجہ شبہ حقیقتہ ہو یا ادعا مشبہ سے کامل تر نہ ہو حقیقتہ تشبیہ میں متحقق ہوگی۔ اور جہاں طرفین میں  
 برابری اور مساوات مقصود ہو اور مشبہ بہ کی کمالات یعنی ایک کا کمال اور دوسرے کا نقصان مقصود  
 نہ ہو چاہے وہ کمال اور نقصان حقیقتہ پایا جائے یا نہ پایا جائے اس صورت میں تشبیہ کا ترک کرنا بہتر ہوگا کیونکہ  
 کہ تشبیہ ایک ایسا امر ہے کہ اس میں زیادت اور کمالات وہ ادعائی کیوں نہ ہو ہونی چاہیے پس  
 جہاں یہ بات نہ ہو صرف مساوات طرفین ہی مقصود ہو اسکا تشابہ نام ہے نہ تشبیہ اور اس میں  
 آواز تشبیہ صرف بقصد تشریک مجازاً استعمال کیے جاتے ہیں مان کسی اور غرض سے جیسے زیادہ  
 اہتمام وغیرہ باوجود قصد مساوات ایک کو دوسرے سے بلارعایت طرفین تشبیہ دے سکتے ہیں واللہ اعلم  
 اعلم بالصواب۔ اور نیز تشبیہ باعتبار غرض مقبول و مردود پر منقسم ہوتی ہے کیا معنی کہ اگر وہ تشبیہ افادہ غرض  
 کا پوری طرح کرتی ہے یعنی غرض اس سے اچھی طرح ظاہر ہوتی ہے چنانچہ مشبہ بہ وجہ شبہ کے مسا  
 اعرف ہو جس سے مشبہ کے حال پر بخوبی اطلاع ہو یا مشبہ بہ اتم و اکمل ہو جس سے الحاق ناقص کا

یہ ان اقسام کو بیان کرتا ہوں جن میں غرض تشبیہ مشبہ کی جانب راجح ہوتی ہے اسکی دو ہی قسمیں ہیں۔ اول یہ کہ ایسی چیز کو مشبہ بہ بناوین کہ جس میں وجہ شبہ ناقص ہو اور اس سے اس امر کا ادعا مقصود ہو کہ وہ ناقص کامل ہے حکیم ارسطی کا شعر ہے رباعی آتش بسنان دیو بندت ماندہ پچید افی کمندت ماندہ اندیشہ برفتن سمندت ماندہ خورشید بہت بلندت ماندہ اسی طرح سعدی رح کا شعر ہے شعر گل سرخش چو عارض خوبان و سنبلسل ہمجوزلف محبوبان و ادعائے محض ہے کہ رنگ و بو میں خرا وزلف ایسے کامل ہیں کہ گل و سنبل کو اس سے تشبیہ دے سکتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ جبکی طرف اہتمام ہو اسے مشبہ بہ کرین اور غرض تشبیہ کی یہاں اس اہتمام کا بیان کرنا ہے مثلاً ہلال عید کو پارہ نان سے اور چناڑہ کو خوان سے تشبیہ دین سعدی رح کا شعر ہے اگر کلوخے بر سر آید ز شاوی بر جہد کاین استخوانیت اگر لغشے و کس بر دوش دارندہ لیم الطبع پندارد کہ خوانیت و نعمت خان عالی شعر سپاہی ہم میدان قناعت میکند جولان و زشمیر و سپر وارد دم آبی لب نانے و مخم رائشد غیر از فلاکت از فلک حاصل و رضعہ جمع بیند قرص سر را گردہ نانے و طعرا می مشہدی شعر ہے شعر طغرا مکن این حدیث را نام دروغ و کر فخطی نان نماذہ درویدہ فروغ و کے مردک است آنچہ کہ بینی در چشم و پران گسے فتاوہ در کاسہ دوغ و اس نوع کا اظہار المطلوب نام ہے اور یہ بھی خیال رکھیں جہاں مشبہ بہ باعتبار وجہ شبہ حقیقتہ ہو یا ادعا مشبہ سے کامل تر نہ ہو حقیقتہ تشبیہ میں متحقق ہوگی۔ اور جہاں طرفین میں برابری اور مساوات مقصود ہو اور مشبہ بہ کی کمالات یعنی ایک کا کمال اور دوسرے کا نقصان مقصود نہ ہو چاہے وہ کمال اور نقصان حقیقتہ پایا جائے یا نہ پایا جائے اس صورت میں تشبیہ کا ترک کرنا بہتر ہوگا کیونکہ کہ تشبیہ ایک ایسا امر ہے کہ اس میں زیادت اور کمالات وہ ادعائی کیوں نہ ہو ہونی چاہیے پس جہاں یہ بات نہ ہو صرف مساوات طرفین ہی مقصود ہو اسکا تشابہ نام ہے نہ تشبیہ اور اس میں آواز تشبیہ صرف بقصد تشریک مجازاً استعمال کیے جاتے ہیں مان کسی اور غرض سے جیسے زیادہ اہتمام وغیرہ باوجود قصد مساوات ایک کو دوسرے سے بلارعایت طرفین تشبیہ دے سکتے ہیں واللہ اعلم اعلم بالصواب۔ اور نیز تشبیہ باعتبار غرض مقبول و مردود پر منقسم ہوتی ہے کیا معنی کہ اگر وہ تشبیہ افادہ غرض کا پوری طرح کرتی ہے یعنی غرض اس سے اچھی طرح ظاہر ہوتی ہے چنانچہ مشبہ بہ وجہ شبہ کے مسا اعرف ہو جس سے مشبہ کے حال پر بخوبی اطلاع ہو یا مشبہ بہ اتم و اکمل ہو جس سے الحاق ناقص کا

یہ ان اقسام کو بیان کرتا ہوں جن میں غرض تشبیہ مشبہ کی جانب راجح ہوتی ہے اسکی دو ہی قسمیں ہیں۔ اول یہ کہ ایسی چیز کو مشبہ بہ بناوین کہ جس میں وجہ شبہ ناقص ہو اور اس سے اس امر کا ادعا مقصود ہو کہ وہ ناقص کامل ہے حکیم ارسطی کا شعر ہے رباعی آتش بسنان دیو بندت ماندہ پچید افی کمندت ماندہ اندیشہ برفتن سمندت ماندہ خورشید بہت بلندت ماندہ اسی طرح سعدی رح کا شعر ہے شعر گل سرخش چو عارض خوبان و سنبلسل ہمجوزلف محبوبان و ادعائے محض ہے کہ رنگ و بو میں خرا وزلف ایسے کامل ہیں کہ گل و سنبل کو اس سے تشبیہ دے سکتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ جبکی طرف اہتمام ہو اسے مشبہ بہ کرین اور غرض تشبیہ کی یہاں اس اہتمام کا بیان کرنا ہے مثلاً ہلال عید کو پارہ نان سے اور چناڑہ کو خوان سے تشبیہ دین سعدی رح کا شعر ہے اگر کلوخے بر سر آید ز شاوی بر جہد کاین استخوانیت اگر لغشے و کس بر دوش دارندہ لیم الطبع پندارد کہ خوانیت و نعمت خان عالی شعر سپاہی ہم میدان قناعت میکند جولان و زشمیر و سپر وارد دم آبی لب نانے و مخم رائشد غیر از فلاکت از فلک حاصل و رضعہ جمع بیند قرص سر را گردہ نانے و طعرا می مشہدی شعر ہے شعر طغرا مکن این حدیث را نام دروغ و کر فخطی نان نماذہ درویدہ فروغ و کے مردک است آنچہ کہ بینی در چشم و پران گسے فتاوہ در کاسہ دوغ و اس نوع کا اظہار المطلوب نام ہے اور یہ بھی خیال رکھیں جہاں مشبہ بہ باعتبار وجہ شبہ حقیقتہ ہو یا ادعا مشبہ سے کامل تر نہ ہو حقیقتہ تشبیہ میں متحقق ہوگی۔ اور جہاں طرفین میں برابری اور مساوات مقصود ہو اور مشبہ بہ کی کمالات یعنی ایک کا کمال اور دوسرے کا نقصان مقصود نہ ہو چاہے وہ کمال اور نقصان حقیقتہ پایا جائے یا نہ پایا جائے اس صورت میں تشبیہ کا ترک کرنا بہتر ہوگا کیونکہ کہ تشبیہ ایک ایسا امر ہے کہ اس میں زیادت اور کمالات وہ ادعائی کیوں نہ ہو ہونی چاہیے پس جہاں یہ بات نہ ہو صرف مساوات طرفین ہی مقصود ہو اسکا تشابہ نام ہے نہ تشبیہ اور اس میں آواز تشبیہ صرف بقصد تشریک مجازاً استعمال کیے جاتے ہیں مان کسی اور غرض سے جیسے زیادہ اہتمام وغیرہ باوجود قصد مساوات ایک کو دوسرے سے بلارعایت طرفین تشبیہ دے سکتے ہیں واللہ اعلم اعلم بالصواب۔ اور نیز تشبیہ باعتبار غرض مقبول و مردود پر منقسم ہوتی ہے کیا معنی کہ اگر وہ تشبیہ افادہ غرض کا پوری طرح کرتی ہے یعنی غرض اس سے اچھی طرح ظاہر ہوتی ہے چنانچہ مشبہ بہ وجہ شبہ کے مسا اعرف ہو جس سے مشبہ کے حال پر بخوبی اطلاع ہو یا مشبہ بہ اتم و اکمل ہو جس سے الحاق ناقص کا

طرفین میں جب مساوات مقصود ہوئی چنانچہ تشابہ نام ہے نہ تشبیہ

تشابہ و تشبیہ میں فرق

بیان تشبیہ مقبول و مردود



واقفیت نہ ہو لطف اس کلام کا حاصل نہیں ہوتا اور طلبہ فارسی خوان کل تشبیہات کو ایک لاشعری ہانکتے ہیں اس لطف سے بے بہرہ رہ جاتے ہیں تو میں نے باوجود الزام تخطی یہاں مجملہ کچھ بیان تشبیہ کا دیا باقی تفصیل کو علم بیان کے حوالے کر دیا اگر کسی کو زیادہ تحقیق مطلوب ہو علم بیان کو مطالعہ کرے یا دہے کہ اداتہ تشبیہ حروف تشبیہ سے عام ہیں کس واسطے کہ اداتہ لغت میں الہ کو کہتے ہیں اور یہاں وہ شے مراد ہے جس کے وسیلہ سے ایک شے کو دوسری شے سے تشبیہ دیجاتی ہے خواہ وہ اسم ہو خواہ فعل خواہ حرف اسم جیسے مانا مانندہ و مانند و کردار و سان و مثال و عینہ سب ہوں مگر آخر آقا شاپور کا شعر ہے شعر گل بچشم عینہ پیر ابن یوسف نمودہ گلستان بیت الحزن گردید یعقوب مرا بہ فعل جیسے ماند وانی و پنداری و گوئی و گویا و غیرہ سعدی رحمۃ اللہ علیہ شعر اگر نقش کسے بر دوش داند بہ لیم الطبع پندار کہ خوانیست بہ ولہ شعر بزرگ زادہ نادان بشہر و ماند بہ کہ در دیار غریبش پہنچ نہ تماند بہ فردوسی شعر یکے دژ بر آرد و در کوہ سار بہ تو گفتی سپہر شش اندکنار بہ اور حرف جیسے آسا اور اسکا مخفف آسا و سا و سار و سان و دیس اور اسکا مبدل دیز جیسے شبذیر لے شبزنگ یعنی اسپ مشکلی ووش اور اسکا مبدل فش و وار و چون اور اسکا مخفف چو۔ ابو الفرج رونی شعر غم و خوش بجنیش و بسکون بہ آسمان وزین اسبا باشد بہ خاقانی ر شعر آن روح دوزخ نارین حور زبانی سارین بہ بحر نہنگ اوبارین آہنگ اعدا داشته بہ منقل مرلج کعبہ سان آشفہ دروے رویان بہ لبیک داران در میان تن محرم آسا داشته بہ سعدی ر شعر چہ قدر آرد بندہ حور دیس بہ کہ زیر قبا وارد اندام پیس شمس فخری شعر جہان را اگر شہ تو باشی یقین بہ شود در پناہت جہان خلوش اور لفظ وں مانا و مانند کی طرح اسم مستقل ہے جیسے کہ زرم مثل و کہ زرم دس بہ نظامی ر شعر نشست از بر بارہ کوہ وں بہ بدیل ہمایون بر رفتار خوش بہ فردوسی ر شعر گنجہاں اویا ہو کردہ کیش نشستہ بہ پیش اندرون شاہ فش بہ عرفی شعر کلام من کہ متاع ولایت سخت بہ بروے دست صبا میر و سلیمان واہ اور جیسے لفظ برائے استعلا حرف بھی ہے اور اسم بھی بمعنی فوق چنانچہ اسکا بیان گذر چکا اسی طرح لفظ سان تشبیہ کا حرف بھی ہو جیسے مثال مذکور میں اور اسم بھی بمعنی مانند و طور نظامی ر شعر کہ چون کردہ انداین دو صورت گذار بہ دوار زنگ را بر یکے سان نگار بہ فردوسی ر شعر تو این را دروغ و فسانہ مدان بہ بیکسان روش در زمانہ مدان بہ لیکن بلا استناد و استظهار حرف باسی موصوہ یا بر است

مثال بیان آن اداتہ تشبیہ  
مثال عینہ کی  
جوادہ تشبیہ میں  
اسم ہے  
جہاں تشبیہ  
اداء ہے  
مثال آن تشبیہ  
سا جو حرف ہیں

مثال اس کا مخفف  
بیان آسا بالمد  
وسار و سان

مثال دیس  
مثال دس  
مثال فش  
مثال وار

لفظ سان کی تحقیق  
کہ وہ بہ استعلا  
طرح اسم اور حرف  
دونوں ہے

اُس میں اتنا استقلال پیدا نہیں ہوتا جس سے اور اسموں کی طرح اُس کی اضافت کی جگہ جامی  
 شعر بسان مردک درویدہ بنشست و زفر زندان دیگر ویدہ بر بست و فروسی و شعر بر آشفست برسان  
 شیر زبان و یکے تیغ تیزش بزور برسیان و ولہ زرنے بود برسان گردے سوار و ہمیشہ بجنگ اندرون نامدا  
 اور یہ زیادتی کچھ اسی کے ساتھ مختص نہیں اسکے اور اخوات یعنی اُن اسموں پر جو متضمن معنی تشبیہ میں جائز  
 رکھی گئی ہے جیسے ہانند و بعینہ و بکردار و بسان و برسان و بمثال و بر مثال۔ ملا قاسم مشہدی شعر خلاف از  
 نسب مزن کہ ہانند آئینہ و آدم نمی شود کسے از روے دیگران و رضی تبریزی حدائق العشاق میں لکھتے  
 ہیں نشر و نگار خانہ تصویر چہمان آہو نگاہ باز روے کہ خامہ از مرثۃ ایشان ترتیب کند بر مثال مژگان  
 بتان در نظرش صف می کشند۔ مگر چونکہ لفظ سان میں حیثیت حرفی غالب ہو بوقت اضافت یہ استناد  
 واجب سمجھا جاتا ہے بخلاف اور اداۃ اسمیہ کے کہ وہاں کوئی واجب نہیں واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب  
 اور ان سب میں کثیر الاستعمال لفظ چون ہے اور اُس کا مخفف چواس کا استعمال تشبیہ مفرد میں حقیقی ہی  
 جسطرح تشبیہ مرکب کے لئے لفظ چنانکہ موضوع ہے جیسے زید چون شیرست و چو شیرست اور کبھی تشبیہ مرکب  
 میں مجازاً مستعمل ہوتا ہے نظامی و شعر بکبک درسی چون درآید عقاب و چگونہ جہد برز میں آفتاب  
 ازان تیز تر خسرو سلین و بہ تندی در آمد بران اہرمن سعید اشرف شعر چون نماید یک خیابان  
 باغ از آئینہ و ہست ملک و افرت در زیر گردون آنچنان و اے چنانچہ نماید۔ صائب شعر چون  
 لباس غنچہ تنگی میکند بردوش گل و بر فراز این عمارت پر بنیان آسمان و چنانچہ لباس غنچہ الخ ولہ  
 شعر رشیدشہ چون گذر رنگ می بگرم عنانی و رشیدہ خانہ عشرت بان شتاب گزشتہم و اے چنانچہ  
 گزد الخ نظامی و شعر فرو گفت لختے سخنہاے سخت و چو گوید خداوند شمشیر و تخت و اے چنانکہ گوید  
 فروسی و لوحید میں فرماتے ہیں شعر ستودن نداند کس اورا چو ہست و میان بندگی را باندیت  
 ولہ شعر یکے تیر باران بکردار سخت و چو باد خزان بر وزد بر درخت و یہاں مرکب سے مراد مصطلح علم  
 بیان نہیں بلکہ مرکب مصطلح علم نحو ہے۔ اور کبھی یہ حرف چون و چو تشبیہ تفہیم و تعظیم کے لئے بھی  
 آتا ہے۔ نظامی و فرماتے ہیں شعر بنا کر و شہری چو شہر ہری و کز انسان کند شہر کم و دیگری  
 اس واسطے کہ تشبیہ حقیقی کے لئے مغائر طرفین از روے حقیقت و از روے قصد واجبات سے ہے  
 جیسے زید چون شیرتین شیر سے عین ذات زید مراد نہیں اور یہاں تشبیہ تفہیم میں عین ذات مشبہ

حرف تشبیہ چون  
 اور اسکے مخفف  
 چو کا بیان

مراد ہے یعنی بنا کر د شہر ہے چو شہر ہری مین یہ مقصود متکلم نہیں ہے کہ اور کوئی شہر شہر ہر ہر جیسا بنا کرنے کو بتلادے بلکہ اُسے شہر ہرات کا بنا کر ناجسکی خوبیان اور عظمت اعرف و اشہر ہے بتلانا مقصود ہے الحاصل جب مشبہ بہ جسکی اشہریت و اعرفیت سے مشبہ میں کمال حاصل ہو سوائے اس مشبہ کے حاصل نہ ہو سکا تو معلوم ہوا کہ یہی مشبہ اعرف و اکمل و افخم ہے اور کبھی اس نوع میں مشبہ حذف بھی کیا جاتا ہے۔ انوری کا شعر ہے شعر مقدرے نہ بہ آلت بقدرت مطلق و کند شکل بخاری چو گنبد ارزق و اے گنبدے چو گنبد ارزق۔ لیکن صحت تشبیہ کے لیے (جو مغایرت طریقین شرط ہے) ایک کا مطلق ایک کا مقید ہونا پس ہے اور سوائے موضع تشبیہ کے ایک شے کی کیفیت و سبب کی طلب اخبار کے لیے بھی آتا ہے صاحب کا شعر ہے شعر آئینہ کے بچہ شبنم فشان رسد چوں آب ایستادہ بہ آب روان رسد اے چو نہ ہو لوی معنوی شعر گردن شمشیر مرالشکر نمود می نیارم گفت چون پر ہول بود اے چو نہ و بچہ کیفیت پر ہول بود۔ میر معزی شعر طبعم زبوں بہت تو تازہ چون شدت و گر بے بہت تو چو باد بہار نیست و جام بجاک در گہ تو شاد چون شدت و گر خاک در گہ تو چو زرعیا نیست و اے تازہ بچہ سبب شدہ است و شاد بچہ سبب شدہ است۔ اور بجائے چہ استفہامیہ بھی مستعمل ہوتا ہے عرفی کا شعر ہے شعر طے کم این نامہ را اگر نکم چوں کم و حوصلہ خامہ نیست تاب رقم داشتن و اے اگر طے نکم چہ کم۔ اور کبھی مضمین معنی شرط بھی ہوتا ہے سعدی شعر سگ بدریاے ہفت گانہ بشوے و چونکہ تر شد پلید تر باشد و اے ہر گہ کہ تر شد اور اگر کی طرح حرف شرط بھی ہے چنانچہ آگے آئے گئے۔

## الحروف المشبہة بالفعل

ہمانا اُسکا مخفف مانا و مکر و گویا و گویا و رنگ و بلکہ و لیکن اس کا مخفف ایک دو لے دکاش اُس کا مبطل کج اس کا مزید علیہ کاشکے دکاشی و آیا ہے۔ یہ سب حروف مشبہ بالفعل ہیں ان میں ہمانا تحقیق مضمون جملہ کے لئے آتا ہے جیسے عربی میں انّ مشدود۔ سعدی شعر ہمانا کہ در پال انشائے ن پوچو مشک است بے قیمت اندر ختن و نظامی شعر بروشاہ اگر یک شینون کند و زملکش ہمانا کہ بیرون کند و بعض مفسرین نے لفظ خود کو بھی حروف مشبہ بالفعل قرار دیا ہے نظامی شعر سکندر نہ خود گر بود کوہ قاف و کہ باشد کہ باماشود ہم مصاف و ولہ زمانہ جزا این خود

نظم چون کیفیت  
بجائے طلب  
نہ خواہی

چون بجا چہ استفہامیہ  
مستعمل ہوتا ہے

چون مضمین معنی شرط

چون شرطیہ

حرف مشبہ بالفعل

ہمانا کا بیان

لفظ خود کی تحقیق



نہ مینہ صواب ہے کہ این را کند خوب و آنرا خراب **پشعر** خود معطی توئی و سائل من و میش ازین عشوه شین **پش** شین و مگر میری سمجہ میں یہ بات نہیں آتی کیا معنی کہ یہ لفظ خود تاکید کے لئے لایا جاتا ہے تا مخاطب کے ذہن میں اس کا متبوع اس طرح متحقق ہو جائے کہ اُسکے سواے اور کسی کا وہم نہ جائے جیسے عربی میں لفظ نفس مگر عربی میں الحاق ضمائر کا اس کے ساتھ واجب ہے مثلاً غائب کے لئے نفس را و خطا کے لئے نفسک متکلم کے لئے نفسے اور فارسی میں واجب نہیں جو ان کے وجہ میں ہے جیسے خودش خود خودم اب اس خود کے بعد ضمائر کا لانا نہ لانا دونوں برابر ہے۔ یہ بھی سن لیجئے کہ لفظ خود بحسب اقتضا مقام و سیاق کلام اگر معنی ضمیر کو متضمن ہے (تا اپنے متبوع کے ساتھ ربط پیدا کرے) تو یہ ضمائر ملحقہ اس پر زائد سمجھی جائیں گی۔ اور اگر متضمن معنی ضمیر کو نہیں ہے یعنی صرف نفس کے معنی میں ہے تو الحاق ضمائر کا بھی واجب ہوگا لفظاً ہو یا تقدیراً کیا معنی کہ جہاں ضمیر میں خود کے ساتھ لفظاً ملحق ہیں ملحق ہیں جیسے خودش خودت خودم میں اور جہاں ملحق نہیں وہاں تقدیراً ماننا پڑیگا۔ غرض محاورہ عرب کی طرح یہاں بھی وجوب ثابت ہو گیا مگر وہاں ذکر ضمائر کا لفظاً واجب ہے اور فارسی میں عام ہے لفظاً ہو یا تقدیراً۔ الحاصل مسئلہ مذکورہ میں لفظ خود شعر اول میں کوہ قاف کی تاکید اور شعر ثانی میں زمانہ کی تاکید بخلاف ضمیر غائب اسی طرح تیسرے شعر میں منفصل خطابی تو کی تاکید کے لئے بخلاف ضمیر خطاب لایا گیا ہے۔ اور اس باب میں خصوصیت ضمائر متصلہ کی کچھ نہیں متصلہ و منفصلہ ہر دو ضمیر میں اس پر لاحق ہو سکتی ہیں جیسے خودش کہنا درست ہے خود او بھی کہہ سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ جاننا چاہئے کہ ہمارا جس طرح موضع تیقن و محقق میں مستعمل ہوتا ہے موقع ظن میں بھی مستعمل ہوتا ہے جامی **پشعر** ہمارا پیش چشم او کو نیست و ازان رو خاطرش را میل او نیست و سلطان ابراہیم ذرا جا ہی **پشعر** شنیدم کہ چشم تو دار و گردن دے و ہمارا کہ افتاد بر در و مندے و اسکا محف مانا اشیر الدین خسیکتی کا شعر ہے **پشعر** مانا کہ خلد پر وہ ز رخسار برگرفت و یا سادہ گشت ریشور و ہر را خدار و واضح ہو کہ ایک لفظ مانا بمعنی ماندہ اور ہے جو انشتن تشبہ سے مشتق ہے جس طرح دانستن سے دانا چونکہ وہ معنی تشبیہ کو متضمن ہے بجائے اداۃ تشبیہ کے مستعمل ہوتا ہے مگر اسکے صلہ میں باے موصدہ آیا کرتا ہے جیسے رخس مانا بخور رشید۔ اور ایک لفظ مانا اور ماندن سے مشتق ہے جو فارسی قدیم میں منجملہ اسمائے طلبیہ الہیہ ہے جس کو عربی میں باقی کے ساتھ ترجمہ کر سکتے ہیں مگر

لفظ خود متضمن معنی  
ضمیر ہذا ضمائر کا  
الحاق زائد ہوا

لفظ خود ضمائر متصلہ  
و منفصلہ ہر دو ملحق  
ہو سکتے ہیں

ہمارا کی تحقیق

مانا محف ہمارا  
مانا اداۃ تشبیہ ہمارا  
بمعنی باقی اس  
بجائے مانا

دوسرا حرف  
مشبہ میں سے گویا

تیسرا آرنک  
چوتھا غلبہ ظن  
پنجم مستعمل ہے

ششم

یہاں اس سے باین حیثیات ہم کو کچھ بحث نہیں واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب دوسرا کلمہ گویا گوئی یا  
جیسے شعر دبان تنگ تو گویا چون تنوین ست کہ در حدیث در آید ولیک پیدائیت و وصالی شعر  
دل من رفت سوے فرگانش و گویا سیخ را کباب نبود و تیسرا آرنک حکیم رودکی کا شعر ہے شعر ہرگز نکند  
سوئے من خستہ نگاہ ہے و آرنک نخواہد کہ شود نادول من و چوتھا بلکہ جو مقام غلبہ ظن میں مستعمل ہے طغرا  
شعر گر بطغر نظرے می کنی امروز کن و بلکہ از درد فراق تو بغیر از سر و فیاض لاجبی شعر در سر و و گل و  
یاسمن آن نور ندیدم و ہنگامہ مرغان چین بلکہ تو باشی و اسے شاید تو باشی۔ شاید و باشد و بود بھی ان  
معنوں میں مستعمل ہیں۔ پانچواں لیکن اصل میں یہ امالہ عربی کے لاکھت مشدود کا اور یہ استدر اک یعنی کلام سابق  
سے توہم ناشی کے دفع کرنے کے لئے متغائر بالمفہوم جلوئے در میان لایا جاتا ہے چونکہ اہل فارس کلمات  
عربیہ میں چندان غور و پرداخت نہیں کرتے نظر تسامح کو کام میں لاتے ہیں یہاں بھی اس لیکن اور اس  
مخففات لیک اور لے پروا و عاطفہ کو جو ہر کلمہ کی طرح ثابت رکھ کر وقت عطف ایک اور واؤ اسپر دخل  
کرتے ہیں جیسے لفظ حور باوجودیکہ جمع حور ہے اسپر الف و نون کے ساتھ بطریق فارسی جمع کر کے  
حوران کہتے ہیں میر معری کا شعر ہے شعر برز میں ست و ولیکن مرکب اقبال او و ہر زمان اندر عنان  
آسمان ساید عنان و النوری شعر خواجه اسفندیاری داند کہ بہ تنگم ز چرخ روئین تن و من نہ سہر بیم و  
ولے با من و رستمی میکند می و ہمن و مگر آن دونو مخفف کلموں میں اتسافرق ہے کہ جس میں ضر  
ایک حرف نون حذف ہو کر لیک رہ گیا ہے وہ لیکن کی طرح واو اور بلا واو دونو طرح مستعمل ہو  
جس میں سے نون اور کاف دونو حذف ہو گئے ہیں واو کے ساتھ اسکی تکمیل کیجاتی ہے یعنی  
بغیر واو اسکا استعمال یعنی لیک اور لیکن کی طرح صرف لے کہنا جائز نہیں واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب  
چھٹا کلمہ کاش اس میں کئی لغات آئے ہیں جن میں سے بعض مشہور اور بعض غیر مشہور جیسے عربی  
میں لعل کے گیارہ لغات آئے ہیں انہیں سے بعض مشہور ہیں جیسے لعل باقی غیر مشہور جیسے  
عَلَّ وُعْن و لَعْن و رُعْن و رُعْن و لَان و اُن و لَعَاء و لَعْت چنانچہ حضرت علامی  
قدس سرہ السامی نے شرح کافیہ میں اسکے تعدد کی جانب اشارہ فرمایا ہے و لغات لعل تبلغ  
مبلغ جمع الکثرۃ اسطر ح فارسی میں کاش اور اس کا مزید علیہ کاشکے اور اس مبدل کا ج مشہور  
لغات ہیں اور کاشی یا اے تھانی کی زیادت کے ساتھ غیر مشہور ہے غرض ان الفاظ کو جہاں کہیں

فرق کے اولیٰ کون

کاش

لغات کاش

بطریق آرزو و حسرت کسی چیز کا طلب کرنا منظور ہو استعمال کرتے ہیں۔ اور مطلوب خواہ ممکنات  
 ہو خواہ ممکنات سے اور وہ بھی عقلی ہو یا عادی جیسے عربی میں لیت۔ اور اسپر اپنی کمال آرزو و تمام  
 خواہش و تمنائے اظہار کے قصد سے حرف نہ بھی لایا کرتے ہیں جیسے عربی میں یا لیتنے کنت ترابا  
 شعرے کا ش گوش رغبتم احوال بدی چو چشم تاہر چہ گفتی از تو کمر شنیدی و نظامی در شعر مراے  
 کا شکے ماورنی زاد و اگرے زاد پس شیرم نے داد و سعدی در شعر کاج کا ناکہ عیب بن گفتند  
 رویت اے داستان بیدندی و حکیم نزاری تہستانی شعر ز خط گوہر بر افشانی تو باری و مراکشی کہ  
 بومی یادگاری و ولہ کنون در دست ماند از دوست یادے کہ کاشے ہرگز از ماورن زادے و سا توان  
 آیا و ایا بالمد و القصیر یہ لفظ جہان بطریق رجا و امید کسی چیز کا طلب کرنا مقصود ہو استعمال کیا جاتا ہے  
 جیسے عربی میں لعل شعر آنا کہ خاک را بنظر کیما کنند و آیا بود کہ گوشہ چشمے ہما کنند و اس لفظ کا صدر  
 جملہ میں لانا کوئی ضرورت نہیں جیسے شعر بود آیا کہ در میکد ہما بکشایند و گرہ از کار فردبشہ ہما بکشایند  
 یہ کلمہ کبھی استعجاب و استفہام کے لیے بھی آتا ہے جیسے شعر آنا کہ بصدر زبان سخن مے گفتند و آیا چہ  
 مے شنیدند کہ خاموش شدند و

کاش ممکنات و  
 تمنعات عقلی  
 و عادی ان چاروں  
 حال میں عقلی ہو  
 یا عادی ہو  
 ہر حرف نہ بھی لایا  
 کرتے ہیں

آیا و ایا۔

لیکے کے صندھ میں  
 واقع ہوا ضروری لایا

آیا استعجاب و  
 استفہام کے لیے

## نہ ونے مشبہ بہ نیست

بیان نہ ونے  
 مشبہ بہ نیست

نہ ونے نیست کے مشابہ ہو نیکی یہ معنی ہیں کہ جیسے نیست اسم و خبر کو چاہتا ہے یعنی جیسے نیست جملہ  
 اسمیہ پر داخل ہوتا ہے یہ نہ ونے بھی جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں جس طرح عربی میں ما و لا  
 مشبہ ہتان بلیس سعدی در شعر نہ پائے چو بہیندگان راست رو و نہ گوشے چو مردم نصیحت شنو  
 نظامی در شعر غمزدہ نسرین نہ ز باد صبا و آن اثر لطیف تو شد تو تیا و ولہ ہستی تو صورت و پیوند نے  
 تو کبس و کس تو ماتد نے و فیضی فیاضی شعر بر تر ز بنو و بود بودش و نے جوہر نے عرض وجودش  
 اے اور اپاے راست رو نیست و گوش نصیحت شنو نیست۔ غمزدہ نسرین از باد صبا نیست۔ وجودش  
 جوہر نیست و وجودش عرض نیست۔ کبھی اسکا اسم حذف بھی کیا جاتا ہے نظامی در شعر نہ آہو و لے  
 نافہ از شک پر و چو ندان آہو پر آمودہ در و لے نیست آن براق آہو و لیکن الخ

کبھی یہ کلمات  
 نفی محذوف الہم  
 بھی آتے ہیں

## نہ نفی جنس

نہ نفی جنس وہ ہے کہ اپنے اسم مدخل کی ماہیت یعنی جنس کی نفی کرتا ہے جامی در شعر نہ و رو

بیان نہ نفی جنس

نہی نفی جنس  
ہم نہی جنس  
میں نہی جنس  
نہی جنس

نہی نفی جنس  
نہی جنس

سایہ غیر از شب تار نہ دروے بسترے جز نشتر خار بہ نظامی در شعر نہ دولت نہ دنیا نہ دارا گزشت  
 و سنان از سر سنگ خارا گزشت و چونکہ نہ نفی جنس کے اسم کا نکرہ ہونا واجب مانا گیا ہے کیا معنی کہ  
 اعلام جزئیات ہو کر تے ہیں جنس کے لئے کلیت ضروری امر ہے تو نہ دارا گزشت متادل ہو گا یعنی  
 مانند دارا یا کوئی پادشاہ جو دارا کے وصف مشہور تکبیر تمکباری کے ساتھ متصف ہو مراد ہے یعنی سکندر  
 نے نہ دولت کو بغیر حاصل کیئے چھوڑا نہ دنیا کو بلا فتح کیئے نہ کسی بادشاہ متکبر کو بدون مغلوب کیئے  
 چھوڑا چنانچہ عزلی میں صحابہ کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کا قول مشہور جب کوئی قضیہ جس کا فیصلہ  
 دشوار ہو پیش ہوتا فرماتے قضیۃ لا ابا حسن لہا ای لا فیصل لہا بحکم ارشاد ہدایت بنیاد  
 نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اقصاکم علی حضرت خاتم الخلفاء علی کرم اللہ وجہہ فیصل فی الحکومات تھے  
 اور اس طرح دنیا سے اقالیم و ممالک مراد ہیں اور فرق نفی جنس اور مشبہ بنیت میں یہ ہے کہ نفی جنس  
 اپنے اسم کی ماہیت یعنی جنس کی نفی کرتا ہے اور مشبہ بنیت اس کے اسم کے وصف و حال مذکور کی  
 نفی کرتا ہے پس اگر کسی جگہ جنس اسم یعنی اسکے کسی فرد کا وجود نہ ہو وہاں نفی جنس مستعمل ہوتی ہو  
 جیسے مثلہ مذکور نہ دروے سایہ غیر از شب تار الخ میں مطلقاً جنس سایہ اور بستر کی نفی ہے اسی طرح  
 نہ دولت نہ دنیا نہ دارا الخ میں مطلقاً جنس دولت جنس ممالک جنس جبارہ کی نفی ہے اور جس جگہ  
 مطلقاً اس اسم کی نفی نہ ہو بلکہ اسکے وصف مذکور کی نفی ہو یعنی اس اسم کے ساتھ اس وصف کے  
 اتصاف کی نفی کیا ہے تو وہاں مشبہ بنیت استعمال کیا جاتا ہے جیسے مثلہ مذکور نہ پائے جو بیندگان  
 راست رو الخ میں مطلقاً پامی اور گوش کی نفی نہیں بلکہ اس وصف راست روی اور فصاحت مشنودگی  
 کے ساتھ متصف ہونے کی نفی ہے اسی طرح تیسرے شعر میں مطلق براق کی نفی  
 نہیں بلکہ اسکے جوہر و عرض ہونے کی نفی ہے اسی طرح تیسرے شعر میں مطلق براق کی نفی  
 نہیں بلکہ اسکے آہو ہونے کی نفی ہے کیا معنی کہ جب براق کے لئے مختصات آہو یعنی نانہ مشک  
 وغیرہ ثابت کیا گیا تو یہ تو ہم پیدا ہوتا تھا کہ شاید وہ آہو ہو تو یہ فرمایا نہ آہو الخ واللہ تعالیٰ اعلم یہ کلمہ  
 خواہ نفی جنس ہو خواہ مشبہ بنیت ماے مخفی کے ساتھ ہونا چاہیے مگر کبھی بالظہار ہاے ہوز متعل  
 ہو جاتا ہے حضرت امیر خسرو دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں شعر رقیب ارکث خسر و خستہ از زبان  
 دران رخصت نہ مدہ و ولہ چن خستہ جان ماے وای بران عاشق و کو از پئے جان چیزے

نہی جنس  
نہی جنس  
نہی جنس  
نہی جنس

بروے تو نہ کردہ + یہ دونوں شعران غزلون میں ہیں جنکا مدار قافیہ رہ وابلہ وغیرہ پر ہے واللہ

اعلم بالصواب

## تاوے نافیان

بیان ناوے  
نافیہ کا

ناکثران اسمون پر داخل ہوتا ہے جن کا محل اپنے موصوفات پر بطریق مواطات ہو سکتا یعنی مدخل اس  
ناکا صیغہاے صفات سے ہو جیسے ناہموار و نادرست کیا معنی کہ موصوف ان صیغون کا جنکا ناہموار  
و نادرست کے ساتھ وصف کیا گیا ہے اس پر اگر مدخل ناکا محل کیا جائے بلاتا دلیل صحیح ہو مثلاً  
کسی راہ کو ناہموارست کہنا بلاتا دلیل حل بالمواطات ہے اسی راہ کو ہموارست کہنا بلاتا دلیل بالمواطات  
حل صحیح ہو سکتا ہے خواہ اس میں اشتقاق کی راہ سے معنی صنفی حاصل کیے گئے ہوں جیسے تراشیدہ  
نا تراشیدہ میں اور روان ناروان میں سعدی رح شعر بیک نا تراشیدہ در مجلس + بر بخند دل ہوشمند  
بے + النوری شعر کا نجاسر سبز نے رخ سنج + چون سیم سیاہ ناروان است + اے نارنج است  
خواہ کسی اور ترکیب وغیرہ سے جن طرح صفت مشبہ کے بیان میں عرض کیا گیا معنی صنفی اس میں  
حاصل کیے جائیں جیسے تو ان بین و خدا ترس - ناتوان بین و نا خدا ترس میں اسم اور امر کی ترکیب سے  
اے کیکہ خدا را ترسد شخصے کہے را تو نا دیدن نمی تواند یعنی حاسد عبد العنی قبول شعر چشم او دید  
دست من بوسید + آن کہ مے گفت ناتوان بین ست + جو انمرد نا جو انمرد میں دوا سموں کی ترکیب سے  
سعدی رح شعر اگرین نا جو انمردم بکروار + تو بر من چون جو انمردان گزر کن + تو نا نا تو ان میں روانا  
روا میں صیغہ امر پر الف فاعلی کے لاحق کر نیسے جامی رح شعر تعالیٰ العزیز ہے قیوم و نا + تو نا فی وہ  
بیر نا تو نا + طاہر وحید شعر آب گہر گرچہ لبے با صفا ست + سکھ جوش نبود نا روا ست + بود مند نا بود  
او مفلس ہوشمند نا ہوشمند میں اہم پر کلمہ بہت مند کے الحاق سے صاحب ہماے ہایون کا شعر ہے شعر  
تو کو تاہ دستی و نا بود مند + مزین دست در شاخ سرو بلند + باقی رح شعر وزیران کج بین نا ہوشمند +  
رسانند در شاہ و ملکش گزند + سزاوار کلمہ نسب دار کے الحاق سے ناسزاوار میں میر غفری شعر تراست  
ملک و سزاوار آن توئی بییقین + خداے ملک بخشد بنا سزاواری + بسا مان مخفف یا بمعنی باسا مان  
(حرف با میں جس کا ذکر ہو گیا ہے) نا بسا مان میں یعنی کوئی شے جو سلمان و اسباب اپنے ساتھ  
نہ رکے اسکو نا بسا مان کہتے ہیں صائب شعر برگ کا ہے نیست کشت نا بسا مان ترا + خوش از

صیغہ صفت اشتقاق  
ناکا داخل ہونا

اسما وغیرہ مشتق پر  
کسی اور ترکیب سے  
معنی صنفی حاصل  
کر کے داخل کرنا

اشک پشیمانی است دہقان مرا پخواہ وہ اسم متضمن معنی صفت ہو جیسے تندرست ناتندرست مین  
 فردوسی شہر بشد شاہ بہرام ورنہ رابست پکران اژدہا بود ناتندرست پ اور بعض اسماء غیر صفت  
 کو بمعنی صفت لیکر داخل کیا جاتا ہے جیسے مردم کو مردمی یعنی انسانیت اور اہلیت رکھنے والے کے معنی  
 مین لیکر نام مردم کہتے ہیں۔ امیر خسرو شہر بزرگی بایت در مردی کوش پ کہ دولت گرد نام مردم نگرود پ  
 سعدی شہر چو نام مردم آواز مردم شنید پ میان خطر جاے برون ندید پ اے نالایق اسی طرح  
 ناکس سعدی شہر شمشیر نیک زاہن بد چون کند کس پ ناکس تبر بیت نشود اے حکیم کس پ یعنی  
 نالایق تربیت سے لایق نہیں ہوتا اگر اس سے معنی وصفی نہ لے جائیں اسکی نفی نے کے ساتھ  
 کرتے ہیں یعنی نے کس کہتے ہیں محمد قلی سلیم شہر نے کسی چون من نہیں باشد چہ می کر دم سلیم پ  
 چون شراب ہند اگر حاجت بکس می دہستم پ نظامی شہرے کس مانے کسی مابین پ قافلہ شد  
 واپسی مابین پ یہاں اسی یکس پر یاے مصدری لاحق ہوئی ہے۔ اور ناتوان ناخوان ناوار ناوان  
 یہ مرخم صنف ہیں بعد ترخم ان پر نا داخل کیا گیا چنانچہ بعض موضع مین ناتوانا بلا ترخم بھی مستعمل ہو جیسے  
 مذکور ہوا اور خوانا اور دارا اور دانا حالت افراد مین یعنی غیر منفی مستعمل ہیں۔ ظہوری شہر چنان خط  
 مغیش خوانا فتاد پ کہ ہر کو رہم ست روشن سواد پ مخلص کاشی شہر ولا بصرہ قدم نہ کہ در طریق محاش  
 سکندری خورد از فاقہ ہر کہ دار نیست پ خصوصاً توان غیر منفی مرخم مستعمل ہے فردوسی شہر اگر  
 چند بیشن توان ست نو پ بہر کار دار و خرد پیش رو پ محتمل ہے کہ از قبیل زید عدل یہاں  
 اسناد مجازی ہو مگر اس صورت مین دان اور دار کی طرح مشتق نہوگا بلکہ مستقل اسم بمعنی قوت ہوگا ان  
 ہر دو صیغوں ناتوان و ناتوانا پر یاے مصدری کے الحاق سے ناتوانی و ناتوانائی دونوں مستعمل مین  
 امیر خسرو شہر نیکس از کف جام نہد گرچہ از رنج خار پ سر فلندہ ماند و چندان ناتوانی میکشد پ درویش  
 والد ہروی شہر بعجز ماچہ بینی کار اگر افتد حمیت را پ تماشای توانائی کنی از ناتوانائی پ اسی طرح نابرید  
 بمعنی غیر مختون مخفف و مرخم نابریدہ اور ناپسند مخفف ناپسندہ چنانچہ پسندہ غیر منفی منفرد مستعمل ہے  
 مولانا کاہی شہر ہجر از ہلاک کاہی ام مژدہ داد و دوش پ پسند گرچہ این سخن آمد پسندہ ام پ اور ناخواست  
 مخفف ناخواستہ۔ اور بعض جگہ مقتضائے قیاس کے خلاف مستعمل ہے جیسے ناسید ناہن ناانصاف  
 ناہر و نا تراش نا داشت بمعنی مفلس نارس ناسپاس ناشکر ناشکیب نا صواب نا فرمان ناہر ہر وغیرہ

اسم غیر مشتق متضمن  
 صفت برنا کا  
 داخل ہونا  
 بعض صفت  
 اسماء غیر صفت  
 کو بمعنی صفت  
 لیکر داخل کیا جاتا ہے  
 جیسے مردم کو مردمی  
 یعنی انسانیت اور اہلیت  
 رکھنے والے کے معنی  
 مین لیکر نام مردم کہتے  
 ہیں۔ امیر خسرو شہر  
 بزرگی بایت در مردی  
 کوش پ کہ دولت گرد  
 نام مردم نگرود پ  
 سعدی شہر چو نام  
 مردم آواز مردم  
 شنید پ میان خطر  
 جاے برون ندید پ  
 اے نالایق اسی طرح  
 ناکس سعدی شہر  
 شمشیر نیک زاہن  
 بد چون کند کس پ  
 ناکس تبر بیت  
 نشود اے حکیم کس پ  
 یعنی نالایق تربیت  
 سے لایق نہیں ہوتا  
 اگر اس سے معنی  
 وصفی نہ لے جائیں  
 اسکی نفی نے کے  
 ساتھ کرتے ہیں  
 یعنی نے کس کہتے  
 ہیں محمد قلی  
 سلیم شہر نے کسی  
 چون من نہیں  
 باشد چہ می کر  
 دم سلیم پ  
 چون شراب ہند  
 اگر حاجت بکس  
 می دہستم پ  
 نظامی شہرے  
 کس مانے کسی  
 مابین پ قافلہ  
 شد واپسی  
 مابین پ یہاں  
 اسی یکس پر یاے  
 مصدری لاحق  
 ہوئی ہے۔ اور  
 ناتوان ناخوان  
 ناوار ناوان  
 یہ مرخم صنف  
 ہیں بعد ترخم  
 ان پر نا داخل  
 کیا گیا چنانچہ  
 بعض موضع  
 مین ناتوانا  
 بلا ترخم بھی  
 مستعمل ہو جیسے  
 مذکور ہوا اور  
 خوانا اور دارا  
 اور دانا حالت  
 افراد مین  
 یعنی غیر منفی  
 مستعمل ہیں۔  
 ظہوری شہر  
 چنان خط  
 مغیش خوانا  
 فتاد پ کہ ہر  
 کو رہم ست  
 روشن سواد پ  
 مخلص کاشی  
 شہر ولا بصرہ  
 قدم نہ کہ در  
 طریق محاش  
 سکندری خورد  
 از فاقہ ہر کہ  
 دار نیست پ  
 خصوصاً توان  
 غیر منفی  
 مرخم مستعمل  
 ہے فردوسی  
 شہر اگر چند  
 بیشن توان  
 ست نو پ بہر  
 کار دار و  
 خرد پیش رو  
 پ محتمل ہے  
 کہ از قبیل  
 زید عدل  
 یہاں اسناد  
 مجازی ہو مگر  
 اس صورت  
 مین دان اور  
 دار کی طرح  
 مشتق نہوگا  
 بلکہ مستقل  
 اسم بمعنی  
 قوت ہوگا ان  
 ہر دو صیغوں  
 ناتوان و  
 ناتوانا پر  
 یاے مصدری  
 کے الحاق سے  
 ناتوانی و  
 ناتوانائی  
 دونوں  
 مستعمل  
 مین امیر  
 خسرو شہر  
 نیکس از کف  
 جام نہد  
 گرچہ از رنج  
 خار پ سر  
 فلندہ ماند  
 و چندان  
 ناتوانی  
 میکشد پ  
 درویش والد  
 ہروی شہر  
 بعجز ماچہ  
 بینی کار  
 اگر افتد  
 حمیت را پ  
 تماشای  
 توانائی  
 کنی از  
 ناتوانائی  
 پ اسی طرح  
 نابرید  
 بمعنی غیر  
 مختون  
 مخفف و  
 مرخم  
 نابریدہ  
 اور ناپسند  
 مخفف  
 ناپسندہ  
 چنانچہ  
 پسندہ  
 غیر منفی  
 منفرد  
 مستعمل  
 ہے مولانا  
 کاہی شہر  
 ہجر از  
 ہلاک کاہی  
 ام مژدہ  
 داد و دوش  
 پ پسند  
 گرچہ این  
 سخن آمد  
 پسندہ  
 ام پ اور  
 ناخواست  
 مخفف  
 ناخواستہ۔  
 اور بعض  
 جگہ  
 مقتضائے  
 قیاس کے  
 خلاف  
 مستعمل  
 ہے جیسے  
 ناسید  
 ناہن  
 ناانصاف  
 ناہر و  
 نا تراش  
 نا داشت  
 بمعنی  
 مفلس  
 نارس  
 ناسپاس  
 ناشکر  
 ناشکیب  
 نا صواب  
 نا فرمان  
 ناہر ہر  
 وغیرہ

ناکا استعمال خلا  
 اقتضا و قیاس

نالا انصافیت  
یہاں نالا انصافیت  
یہاں نالا انصافیت  
یہاں نالا انصافیت  
یہاں نالا انصافیت

ناداشت مجازاً  
نہایت اور  
نہایت اور

ناساز و ناقبول  
ناساز و ناقبول  
ناساز و ناقبول  
ناساز و ناقبول  
ناساز و ناقبول

بفورت الف ناکا  
حذف بھی کیا جاتا

موقع استعمال

سعدی رح شعر ہنگام سختی مشونا امید کہ ابرسیہ بارد آب سفید و البوطالب کلیم شعر رود آرم  
بجہرے کہ ہجران گزرد و کاروان از رہ نامن شتابان گزرد و مرزا کافی غلطال شعر و دیارے کہ  
توئی بودم آنجا کافیت و آرزو مایے و گراخت نالا انصافیت و امیر لاجبی شعر ہر دے کو والہ  
و حیران حسن یار شد و از غم دنیا و دین آزاد و ناپروا بود و نظامی شعر ہماں خورد کان ناتراش و گر  
چنین چند را خاک خارید سر و البوطالب شعر دل نداشت پر ز خون باشد و ساغر عیش او نکلن بشد  
اے دل مفلس یہ لفظ مجازاً غیرت اور لہجہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسے ہندی میں ننگا کہتے  
ہیں نظامی رح شعر چنین آمدست از لقیبان پیر و کہ با ہیج نداشت کشتی گیر و ولہ سپاس خدا  
کن کہ بر ناسپاس و نگوید شامرو ایزد شناس و محمد جان قدسی شعر شب دل ناشکر سن آرام باخبر  
نداشت و سینہ صد پیکان چشید و دست از افغان نداشت و طاہر وحید شعر بسکہ بود از غم و شکایت  
غنجہ گل گشتہ دل عندلیب و سید حسن اشرفی شعر صواب ست باوشدن سوی گل و اگر چند گوید  
بسے ناصواب و مسیح کاشی شعر فلک نا حفاظ و نافرمان و یک نفس کے اطاعت کر دست و  
نا حفاظ بمعنی بیجا و نئے شرم و نظامی رح شعر وزان خشت زرین شداد و عادی چہ آمد مجرم دل نامراد  
با افغانی رح شعر صد بار تیغ تہر کشیدی و بچپان و می آید از پئے تو دل ناہر اس من و اے دل  
نئے پاک من و ناساز و ناقبول بھی اسی قبیل سے معلوم ہوتے ہیں مگر چونکہ خود لفظ ساز بمعنی سازگار و  
سازمند و قبول بمعنی مقبول استعمال ہے والہ ہر وی شعر بازی عیش مخور سخت تنک حوصلہ است و  
فکر بہرودہ مکن غم بطبیعت سازست و سی موافق است۔ میر حسن دہلوی رح شعر اے کز کمال حسن تو  
حیران شدہ حقول و در سینہ باغریزی و در دید ناقبول و اے مقبول۔ اور کبھی بضرورت الف ناکا  
حذف بھی کیا جاتا ہے جیسے ناسپاس بجائے ناسپاس فروسی رح شعر بدین بخشش کرو باید پسند و مکن  
جانت ناسپاس و دل رانزند و یہاں خلاف مقتضائے قیاس سے میری یہ مراد ہے کہ یہاں قیاس  
نے نافیہ کو مقتضی تھا نافیہ کا یہاں استعمال کرنا خلاف قیاس ہے۔

اور نے اس جگہ استعمال ہوتا ہے جہاں مدخل نے اپنے موصوف پر بلا تاویل بطریق مواطات محمول  
نہ ہوا اشتقاق یا اور کسی تاویل کے ساتھ حمل صحیح ہو مثلاً زید بے دانش عمرو بے عقل اب اگر دانش او  
عقل کا زید اور عمرو پر بلا تصرف اشتقاق حل کیا جائے درست نہوگا البتہ اشتقاق یا کسی تاویل کے ساتھ

(جیسے داندہ یاد اشنند یا دانشور یا صاحب دانش اور عاقل یا عقلمند یا صاحب عقل) گل درست ہوگا  
پیش حساب ہے اوب ہے اصل ہے انجام ہے انتہا ہے پایاں ہے باک ہے برگ ہے ساق  
ہے بصر ہے بہا ہے قیمت یعنی گران بہا ہے بہرہ ہے پایاب ہے پرکار یعنی بے قاعدہ ہے پرواہ ہے  
ہے رحم ہے تہ ہے جرأت ہے حساب ہے حضور ہے داد ہے رگ یعنی بے حیت ہے شرم ہے رو  
یعنی بے مروت ہے روزگار یعنی بے کسب ہے زہار یعنی امان نہ بندہ ہے سپاس یعنی ناشکر  
ہے شکوہ یعنی شکوہ کنندہ ہے شمار ہے طاقت ہے طراوت ہے فرمان ہے نور و غیرہ حسن بیگ  
رفیع شعر از عشق بے مشقت لذت نمی توان یافت <sup>مثال ہے</sup> مے رانکو ندانم ہے احتساب خوردن <sup>مثال ہے</sup> ابو طالب  
کلیہ شعر با ماکین سپہر زانچم پیدا است <sup>مثال ہے</sup> تلماسازی بخت ہے ترم پیدا است <sup>مثال ہے</sup> چون خشکی آشیانہ و گلین سبز  
ہے برگی مامیان مردم پیدا است <sup>مثال ہے</sup> مولوی معنوی قدس سرہ شعر گوہر کنی خرمہرہ رازہرہ درسی بندہ ہوا  
سلطان کنی ہے بہرہ رازا باس اے سلطان ما <sup>مثال ہے</sup> سعدی <sup>مثال ہے</sup> شعر وقتے در آہے تامیان دستی و پاس  
میزوم <sup>مثال ہے</sup> اکنون ہمان ہند آسم دریا سے ہے پایاب را <sup>مثال ہے</sup> فوٹی یزدی شعر فوٹی از گردون بر ریش  
خندہ زوارہ مرو <sup>مثال ہے</sup> عشرت او ہچو قول کون و مان ہے تہ بود <sup>مثال ہے</sup> اے بے اصل بود <sup>مثال ہے</sup> حساب معنی  
نئے شمار مشہور ہے اور چونکہ حساب و شمار بمعنی معاملہ بھی آیا ہے جیسے نظامی <sup>مثال ہے</sup> شعر  
گرند ہی داؤمن اے شہر یار <sup>مثال ہے</sup> با تو روز شمار این شمار <sup>مثال ہے</sup> ملا قاسم مشہدی شعر عشق آمد و شدم  
ز ثواب و عتاب پاک <sup>مثال ہے</sup> دل از دو کون شستم و کردم حساب پاک <sup>مثال ہے</sup> اور حساب و کتاب معاملہ کا حسن اور  
خوبی ہے اور اسکی نفی قبح تو ہے حساب بمعنی بد معاملہ یعنی بے حساب سے بیداد و ظلم کے معنی بھی  
لیئے جاتے ہیں (جیسے بے رگ و بدرگ بے غیرت و بد سرشت اور ناخوان و بد خوان ایسے خط کو کہتے ہیں  
جسکا پڑ بہنا دشوار ہو۔ باقر و اما و اشراق کا شعر ہے شعر بود بہ بندم فلک بدرگی <sup>مثال ہے</sup> حادثہ نگار شازان  
صدیکے <sup>مثال ہے</sup> محمد رفیع واعظ شعر جوہر از تیغ زبان شد ریخت تا دندان مرا <sup>مثال ہے</sup> گفتگو شد ہچو سطرے لفظ  
بدخوان مرا <sup>مثال ہے</sup>) یا یہ کہ حساب و کتاب داد و انصاف کے لئے لازم ہے جیسے روز حساب روز انصاف کو  
کہتے ہیں <sup>مثال ہے</sup> حساب معنی ہے داؤ یعنی ظلم کے لئے گئے مخلص کاشی شعر شاہ کہ بر رعیت خود ہے حساب  
سیلاب گشت و خانہ خور و خراب کر دہ ہے داؤ جیسے حکیم ناصر خسرو شعر را کن ظلم و عدل دواد گزین <sup>مثال ہے</sup> کہ  
باشد بیگان بے داد بیدین <sup>مثال ہے</sup> اے ظالم بیدین باشد۔ اس بے داؤ بمعنی ظالم اور اس پر یکا مصری

نئے حساب یعنی پیدا  
و ظلم کی تحقیق

بے داؤ یعنی ظلم  
و بمعنی ظالم ہر دو  
کی تحقیق



کے الحاق سے بے داوی کہنا موافق قیاس ہے کیا معنی کہ جس ظالم کا وصف یہ بے داوی واقع ہوا ہے اُس پر بغیر تاویل لفظ داوی محمول نہ ہوگا میر غفری شعر جہان از داوی پر گشت و خالی شد نہ بید اوی کہ داوی حقیقت گشت و بے داوی مجاز آمد ہاں بے داوی بمعنی ظلم البتہ حسب قیاس نہیں کیا معنی کہ اسکے موصوف پر یعنی وہ فعل و عمل جس پر بے داوی ظلم کا اطلاق کیا گیا ہے اگر محل داوی کا جو دخل بھی ہے کیا جائے تاویل کی ضرورت نہ ہوگی یہ شان کلمہ ناکہ ہے نہ بے کی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب میر غفری کا شعر ہے شعر بے داوی کنی برین دادم ندھی ہرگز بے داوی تو برجام ہر روز حشر آرد ہر روز سی شعر بغفری مرا گرچہ خون شد جگر نہ بیداد آن شاہ بیداد گرچہ اس بے داوی بمعنی ظلم پر کلمات نسبت فاعلی لفظ اگر بند کے الحاق سے بے داوی گرو بے داوی مند کہتے ہیں۔ نظامی مصرعہ تو باداوی سے اوہست بیداد گرچہ امیر خسرو شعر جفا بین زگردون بے داوی مند چو من خسروی در چنین تختہ بند بے زہار بمعنی پناہ نہ بندہ صائب شعر زیر پایہ چرخ کج رفتار چون خوابد کسے درو این سیل بے زہار چون خوابد کسے تشنہ خون ست تیغ آبدار کہکشان زیر این شمشیر بے زہار چون خوابد کسے بے سپاس نظامی شعر بجائے شامہر کے بے قیاس ہوا و شکار ہوا رو بے سپاس بعض موضع میں بے نافیہ خلاف مقتضای قیاس مستعمل ہے جیسے بے ہشنا بے فرزانہ بے کس بے یار بے عدل بے نظیر بے ہمتا کیا معنی کہ آشنا و فرزانہ و کس و عدیل و نظیر و یار کا اپنے موصوفات پر بلا تاویل حمل بالمواطات ہو سکتا ہے سو یہ شان کلمہ ناکہ ہے ابو طالب کلیم شعر سنم آن بکس و بے آشنائے گنج تنہائی کہ غیر از پر تو مہر از درم کس در نمی آید ہر سعدی شعر خلق میگویند جاہ و منصب از فرزانگی ست گو مباحث اینہا کہ مارندان بے فرزانہ ایم ہر نظامی شعر خداوند بے یار و یار ہمہ بخود زندہ و زندہ دار ہمہ بیہاں ناہویا بے سبب میں ایسی تاویل کر سکتے ہیں کہ موافق مقتضای قیاس کے ہو جائیں مگر یہ در دوسری اور کلفت محض ہے جب انہیں اسما پر جن پر نافیہ داخل ہوتا ہے بعض موضع میں بے کے ساتھ بھی مستعمل ہیں جیسے ناہیروا و بے پروا و ناہیاس و بے سپاس نا فرمان و بے فرمان ناکس و بے کس نا مراد و بے مراد چنانچہ انکے شواہد اور پر بیان کیے گئے ہیں اگرچہ اخیر تر یعنی ناکس و بے کس اور نا مراد و بے مراد میں فرق معنوی بھی کیا جاتا ہے یعنی جس شخص کو کہ باوجود طلب حصول مراد نہ ہونا مراد کے ساتھ متصف

بے داوی پر کلمات  
نسبت فاعلی کے  
الحاق سے بیداد  
و بے داوی مند  
کہنا جائز ہے

بعض موضع میں  
بے نافیہ خلاف  
مقتضای قیاس  
مستعمل ہے

ایک ہی اسم پر  
دو بے ہوتا ہے  
کبھی بے

نامراد و بے مراد  
میں فرق معنوی

کرتے ہیں اگر وہ کسی مراد کی طلب کسی بات کی آرزو ہی نہ رکھتا ہو اسکو بے مراد کہتے ہیں مولوی معنویؒ  
شعر عاشقان از بے مراد یہاں غلیش ۛ باخگرش تندر ز مولاے خویش ۛ غرض جسکو مرادوں نے ترک  
کر دیا ہو اس کم نصیب کو نامراد کہتے ہیں اور جس نے مرادوں پر لات مار دی ہو اس ولی خدا کو بے مراد کہتے  
ہیں اور ناکس و بے کس کے فرق کی جانب ہم نے اوپر اشارہ کر دیا ہے مگر یہ فرق قاعدہ اصلی حل مواعظ  
و حل اشتقاق میں تفرقہ نہیں پیدا کر سکتا پس مجبور سراج الحقیقین جناب آرزو کا قول اس موقع پر بہت پسند  
آتا ہے وہ فرماتے ہیں ”پس ہر قدر کہ بہ ثبوت رسد بر بہان اکتفا باید کرد ازین جہت لفظ ناقوت کہ مراد  
نا تولد است نزدیک فقیر بہ ثبوت نرسیدہ“ انتہی کلامہ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

لفظ نفی کا معنی  
ہی نہیں

نہ نزدیک  
یہ الفاظ بھی نفی  
مطلق کے لئے آئے  
ہیں

نہ نزدیک  
یہ الفاظ بھی نفی  
مطلق کے لئے آئے  
ہیں

اور حروف نفی میں سے الف بھی ہے یہ ہندی اور فارسی دونوں زبانوں میں مشترک ہے جیسے اخوتی  
بمعنی غیر ارادی اجنبان بمعنی غیر متحرک یعنی ساکن و امیر بمعنی نامیرندہ یعنی سخی ہندی میں جیسے  
اماں بمعنی بے ماہ اب نام شب نے ماہ کا ہو گیا۔ لجنس وقت لفظ کم و اندک و ہیج نفی مطلق اور معدوم  
محض کے موقع میں مستعمل ہوتے ہیں جیسے مصرعہ مجتنب یار کم یافتند ۛ نظامی شعر نحو خلق را  
کم شوم رہنماے ۛ ہمایون کم دیدن آمد ہماے ۛ ولہ خانہ بربلک ستمگاری است ۛ دولت باقی  
بکم آزاری ست ۛ ولہ شعر مرادل کیے بود و پیمان کیے ۛ درستی فراوان فریب اند کے ۛ کیانی  
کہ بیان مراد یہ نہیں ہے کہ ہا کبھی کبھی دیکھا جاتا ہے اور فہ الجملہ میرے اندر فریب بھی ہے بلکہ مطلق  
نفی مقصود ہے۔ مگر اس پیرایہ کے اختیار میں نکتہ یہ ہے کہ تا تمثیل متبائن نہ ہو مطابقت بحسب ظاہر  
ہی سہی ہاتھ سے نہ جائے اس واسطے کہ اپنی طرف خلق کی رہنمائی کی مطلق نفی منظور نہیں بلکہ مصرع  
اولے میں کم اپنے معنی حقیقی پر ہے اب اگر دوسرے مصرعہ میں ہمایون زنا دیدن آمد ہماے کہا جاتا  
مطابقت لفظاً رہتی نہ معنی صنعت استخرا میں ایک ہی لفظ ایک ہی لفظ سے دو معنی حاصل کرتے  
ہیں بیان تو دو لفظ ہیں نقص نہیں ایک بلاغت خیر صنعت ہے اسی طرح دوسرے جملہ میں  
فہ الجملہ اپنے اندر فریب کا ثبوت دینا مقصود نہیں مگر اس پیرایہ میں ادا کرنے میں یکتہ ہے کہ آدمی  
بمقتضای بشریت اس قسم کے قبائح سے بالکلیہ پاک نہیں رہ سکتا اگر نفی مطلق اور سلب کلی  
کھلم کھلا کیا جاتا محمول بر صدق خبر نہ ہوتا اسی طرح فردوسیؒ قصہ یوسف زلیخا میں فرماتے ہیں شعر  
زمن ہیج آزار شان بود ہیج ۛ گرفتہ کشتم را ہیج ۛ احوال جانب من ہیج آزار نبود واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

## الحروف نواصب الاسم

یہاں حروف نواصب سے وہ حروف مراد ہیں کہ بمقابلہ فارسی کے جب عربی میں انکے ہم معنی حروف مستقل ہوتے ہیں اپنے دخول کو نصب دیا کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک واو ہی اسکی دو قسم ہیں ایک تو معیت محصورہ کے لئے آتا ہے سعدی رح شعر اگر دعوتم رد کنی و قبول پڑ من دست و دامان آل رسول پڑ ولہ اگر جسم اندست این تیر زن پڑ من و موش و ویرانہ پیر زن پڑ ولہ شنیدم کہ میگفت و خوش میگفت پڑ کہ اے نفس خود کہ را چارہ چیست پڑ بلا جوے باشد گرفتار آرزو من و خانہ من بعد نان و پیاز پڑ دوسرے یہ کہ معطوف معطوف علیہ میں وہ ملازمت پیدا کرے اگرچہ ادعائی ہو جس سے ایک علت دوسرا معلول بن جائے ظہوری شعر از شخہ بیت نگاہے پڑ و زکوه بکاه در خریدن پڑ یا فقط ملازمہ بغیر علیت ہو اور یہ واو حذف بھی کیا جاتا ہے دونوں امر اس شعر سے واضح ہیں نظامی رح شعر زین جستن و رہ نمودن ز تو پڑ بجان آمدن جان فزودن ز تو پڑ اے بجان آمدن اژن و از تو جان فزودن وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ دوسرے حروف نواصب میں سے حروف استثناء ہیں جیسے مگر اور جزا کے ایراد سے اس امر کا اظہار مطلوب ہے کہ مابعد کے لئے حکم ماقبل کا نہیں ہے کیا معنی کہ استثناء اصطلاح نحو میں ایک شے ذمی تعدو میں سے بعض جزئیات یا بعض اجزا کے خارج کروینے کا نام ہے اور وہ متعدد کل ہو یا کلی جمیع سے اجزا یا جزئیات خارج کیے جاتے ہیں مستثنیٰ منہ کہلاتا ہے اور یہ جز یا جزئی جو اس سے خارج ہوئی ہو مستثنیٰ کہلاتی ہے پھر اس مستثنیٰ کی دو قسم ہیں اگر مستثنیٰ استثناء کرنے سے پہلے مستثنیٰ منہ میں (خواہ وہ کلی ہو یا کل اور وہ ملفوظ ہو یا مقدر) داخل تھا تو اسکو مستثنیٰ متصل کہتے ہیں ملفوظ جیسے اشلہ نذلیہ میں اور مقدر جیسے گلستان میں ہے شمر قدم برندارم مگر انگہ کہ سخن گفتم شود بجاوت مالوف و طریق معروف اے قدم برندارم در ہیچ گم و ہیچ حال مگر انگہ الخ نظامی رح شعر بکجہ کند بے علف جائے خویش پڑ نہ لیسد بگردست یا پائے خویش پڑ اے نہ لیسد چیزے از بدن خویش گدست یا پائے خویش اس مقدم کا مستثنیٰ مفرغ نام ہے اور مختص غیر موجب میں ہے اور موجب میں بہت ہی نادر ہے محاورہ عرب بھی ایسی طرح ہے چنانچہ علامہ استرآبادی نے شرح کافیہ میں تصریح کردی ہو و المفرغ

حروف نواصب

واو نسبت تصورہ کے لئے

واو جو معطوف و معطوف علیہ میں علاقہ علیت پیدا کرے

واو جو ملازمہ بغیر علاقہ علیت پیدا کرتا ہے

حروف استثناء

مستثنیٰ متصل

مستثنیٰ مفرغ

مستثنیٰ مفرغ کلام موجب میں نادر و نادر ہے

لا یجی فی الموجب الا نادراً۔ اول یعنی کلی جیسے گلستان میں ہے نشر بر ہر یک از سائر  
 بندگان و حواری خدمتی معین است مگر برین طائفہ درویشان الخ کس واسطے کہ بندگان کے افراد  
 درویش بھی ہیں۔ ثانی یعنی کل جیسے گلستان کی اول حکایت میں ہے نشر جملہ وجود اور یختہ بود  
 و خاک شدہ مگر چشمانش الخ بیان چشمان جملہ وجود کا جزو ہے اور اگر مستثنیٰ استثناء کرنے سے پہلے مستثنیٰ نہ  
 میں کسی طرح داخل ہی نہ تھا تو مستثنیٰ منقطع کہلاتا ہے جیسے گلستان کی اول حکایت میں نشر سائر حکما  
 از تاویل آن فروماند مگر درویش الخ اور مدار اس دخول و عدم دخول کا متکلم کے قصد و اعتبار پر ہے  
 صرف مستثنیٰ کا مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہونا اس امر میں کفایت نہیں کیا معنی کہ بعض مواضع میں مستثنیٰ  
 جنس مستثنیٰ سے ہوتا ہے مگر چونکہ متکلم کے نزدیک مستثنیٰ مستثنیٰ منہ میں داخل نہیں منقطع ہی ہوگا  
 جیسے مردمان آمدند مگر زید یہ اسی صورت میں درست ہوگا کہ زید سرے سے اس جماعت میں داخل نہ ہو  
 اگرچہ مردم جنس زید سے ہیں یہی حال عربی میں ہے بلکہ یہ قواعد تابع عرب کے طفیل فارسی میں  
 ضبط کیے گئے ہیں چنانچہ علامہ رضی شرح کافیہ میں فرماتے ہیں فال مستثنیٰ الذی لم یکن  
 داخلا فی المتعدد الاول قبل الاستثناء منقطع سواء کان من جنس المتعدد  
 کقولک جاء القوم الا زید امشیراً بالقوم الی جماعة خالیۃ عن زید اولہ لیکن نحو  
 جاء فی القوم الاحتمال افتدین ان المتصل لیس هو المستثنیٰ من الجنس کما ظن بعضہم  
 اگر غور سے دیکھا جائے حرف استثناء یعنی یہ لفظ مگر حالت انقطاع میں کلمہ استدراک یعنی لیکن کی طرح رفع  
 اس توہم کا کرتا ہے جو کلام سابق سے پیدا ہوتا ہے ورنہ جو چیز کہ اس متعدد میں سرے سے داخل ہی  
 نہیں پھرا سکنے کے کیا معنی ہونگے پس اب امثلہ مذکور میں یہ تاویل ہوگی کلام سابق یعنی سائر  
 حکماء از تاویل آن فروماند سے یہ توہم پیدا ہوتا تھا کہ جب حکما جیسے عقلمند اس کی تعبیر سے عاجز آگئے  
 پھر اور کوئی اس مقصد کو کیا پہنچ سکتا تو دفع اس توہم کا کر دیا مگر درویشی بجا آورد و گفت اے لیکن  
 درویش بجا آورد و گفت اسی وجہ سے فقہار رحمہم اللہ نے حقیقۃ متصل ہی کو استثناء فرمایا منقطع پر  
 استثناء کا اطلاق مجازی قرار دیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وعندہ علم الکتاب  
 اور یہ حرف استثناء مگر مجازاً کبھی موضع غلبہ ظن بلکہ مقام یتقن میں متعل ہوتا ہے نظامی شعر  
 مگر تیر ترکان بیجاے من و نخوردی کہ تمندی بغوغاے من و والہ ہر وی شعر نے نامہ زینب و

عبارتیں صحیح  
 کیا جو بھی لاریں ہیں  
 سائر الناس تمامہ مردم  
 بیان استثنائی منقطع  
 دخول عدم دخول  
 مستثنیٰ قصد  
 پر موقوف ہو

استثناء منقطع  
 حقیقت میں استثناء نہیں  
 جو اس میں لفظ مگر  
 لیکن کے متعلق  
 استثناء مجازی  
 حرف استثناء مگر موضع غلبہ ظن بلکہ مقام یتقن میں متعل ہوتا ہے نظامی شعر  
 اور یہ حروف استثناء مگر مجازاً کبھی موضع غلبہ ظن بلکہ مقام یتقن میں متعل ہوتا ہے نظامی شعر

نے کرو و دھم و قاصد ز تو آموخت مگر نامہ برے راہ اور کبھی موقع اسیدین یعنی جملہ مامول پر دخل  
 ہوتا ہے نظامی شعر مگر کاتے برفروزد لعل و آتش نہند از پے شاہ لعل و اسے اسید کہ آتش برفروزد  
 الخ سعدی شعر مگر صاحب دلے روزے رحمت و کنہ بر حال مسکینان و حلے و اسی اسید کہ صاحب دلے الخ  
 کبھی موقع استفہام میں مستعمل ہوتا ہے شعر غرور حسن اجازت مگر ندا و اے گل و کہ پرستے نکنی عند لیب  
 شیرازہ نظامی شعر مگر شہ ناند کہ در روز جنگ و چہ سرا بریدم باقصاے زنگ و مگر غلبہ بن سکوشال ہیگا  
 اور لفظ جز جیسے اس شعر میں نظامی شعر نشاید ترا جز تبویا فتن و عنان باید از ہر درے تافتن و اسے  
 نشاید ترا یافتن مگر تبویق توجہ ناچہ اس جز کو دوسری جگہ لگا کے ساتھ تعبیر فرماتے ہیں شعر بے منزل  
 آرز من تا بتو و نشاید ترا یافت الا بتو و اس کا حال بعینہ عربی کے لفظ غیر کا ہے یعنی یہ مضاف  
 بھی ہو جاتا ہے اور اسپر بانے زائدہ بھی لانا مطلقاً جائز ہے مگر یہ کلمہ ابداً منقطع الاضافت یعنی ہمیشہ  
 حذف کسرۃ اضافت کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے نظامی شعر نیاید زما جز نظر کردنی و اگر خفتنی باز  
 یا خورونی و اور بایے زائدہ کے ساتھ جیسے اس شعر میں نظامی دران بارگاہ رفیع و نیار و بجز  
 مصطفیٰ راشفیع و اسید طرح لفظ گزشت جو باعتبار اصل گزشتن سے ماضی کا صیغہ ہے تجوزاً استثناً  
 کے لئے بھی لایا جاتا ہے جس طرح عربی میں عدا و خلاہ مگر یہ ایسی جگہ مستعمل ہوتا ہے جہاں عربی  
 میں کلمہ استثنا، غیر و سوئی مستعمل ہوتے ہیں پیشوائے سخن سبحان عنصری کا شعر ہے شعر  
 گزشت چتر تو ہرگز کس آسمانے دید و حجاب کردہ و خرشید را ز یکد گیر و اے غیر چتر تو اے سوائے چتر  
 نظامی و خاقان چین کے سکندر کو مہمان کرنے کی داستان میں لکھتے ہیں شعر گزشت از خورشہاے چینی  
 سرشت و کہ رضوان ندید آنچنان در بہشت و ز شکر بے پختہ حلوائے نغز و بہادام و پتہ پر آگندہ مغز  
 یعنی سوائے خورشہاے چینی سرشت یعنی شعارف چینی کھانوں کے سوا بہت سے حلوائے اور عمدہ  
 شیرینیان مغزیات پڑے ہوئے بھی تھے واللہ تعالیٰ اعلم جاننا چاہیے کہ استثنا میں جیسے  
 ماقبل کے حکم سے مابعد الگ کر لیا جاتا ہے کبھی اس کلمہ استثنا کی بدولت بخلاف معنی استثنا کے  
 حکم ماقبل کا مابعد کے لئے مع ترقی ثابت رکھا جاتا ہے یعنی حکم ماقبل کو اور افزونی کے ساتھ مابعد کے  
 لئے بھی ثابت کیا جاتا ہے جیسے اردو میں اور بھی اور سوا کہا کرتے ہیں نظامی شعر بدو عرتا  
 شان نے گزند کہ تا بر کشد آن بنار بلند و برے عمارت بران رختگاہ و بے مال شان داو جز برگ راہ و

یہاں حرف استثنا ہے  
 ہوتا ہے اور اسپر بانے زائدہ بھی  
 لایا جاتا ہے

لفظی غیر لفظی کلمہ مضاف بھی  
 کلمہ جز ابداً منقطع  
 الاضافت مستعمل ہوتا ہے  
 زائدہ الحاق سے لگائی  
 کہل جاتا ہے  
 لفظ گزشت بھی  
 کلمہ استثنا ہے

کلمہ استثنا جہاں  
 سے جگہ جگہ  
 استثنا حکم ماقبل کا  
 مابعد کے لئے  
 ثابت رہتا ہے

اسے درائے ساز و برگ راہ یعنی مال بھی دیا اور سامان سفر بھی جدا کر دیا یعنی زاد راہ کے سوا مال بھی بہت سا دیا۔ اس معنی اخیر میں لفظ گوشت بھی مستعمل ہوتا ہے نظامی نہ نوشاہ اور اسکی سہیلیوں کی تعریف میں فرماتے ہیں شجر گزشت از پرستیدن کو گار پزیر خواب و خوردن ندارند کار پ یعنی عبادت الہی کے بغیر نائے و نوش خواب و خور کے دوسرا کوئی شہوانی مشغلہ وہ نہیں رکھتی یقین محقق فرزانہ صاحب بہار عجم نے معنی بعد کے لیے ہیں یہ حاصل معنی ہیں تحقیق لفظی نہیں غرض کلمہ استثناء لفظ مگر کو اتباعا میں نے حروف میں داخل کیا ہے ورنہ میرے نزدیک یہ اسماء افعال سے ہے معنی اسکے استثنائی کلم کے ہونے چنانچہ میرے اس قول کی تائید بعض سخا کے اس قول سے ہوتی ہے جس کو علامہ رضی نے شرح کافیہ میں نقل فرمایا ہے وقال بعضہ ہو منصوب بآستثنائے کما ان المنادی منصوب بانادئی خصوصاً فارسی میں چونکہ اعراب کا جھگڑا سرے سے نہیں مستثنائے کے رفع و نصب کے اختلاف پر کوئی شبہ بھی وارد نہیں بلا تکلف درست ہو جاتا ہے۔

کلمات استثناء  
اسما سے افعال سے  
میں سے استثناء  
ہے نہ حرف

حروف نواصب  
میں سے کلمات  
نہا بھی ہیں

تیسرے حروف نواصب اسم میں سے کلمات نہا ہیں جیسے لے بالکسر وغیرہ میں نے اتباعا سخا عرب کلمات نذا کو حروف میں شمار کیا ورنہ کلمہ استثناء کی طرح یہ اسماء افعال سے ہیں اس کا مفصل بیان بحث اسم میں گزر چکا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

## حروف الشرط

ایک مضمون جملہ کے حصول کو دوسرے مضمون جملہ کے حصول کے ساتھ معلق کرنے کا نام شرط مین شرط ہے اور اس تعلیق کے آلات کو حروف شرط کہتے ہیں حروف شرط مین سے ایک اگر ہے اور اس کے مخففات گروار۔ جاننا چاہیے کہ یہ حرف ماضی ناقص ناتمام پر لاحق ہوتا ہے تو افادہ معنی لو کا کرتا ہو یعنی بوجہ انتفاع شرط انتفاع جز کو مفید ہوتا ہے اور یہ معنی اسکے لازم موضوع لہ ہیں ورنہ دراصل معنی تعلیق حصول جزا بشرط حصول شرط کے لیے موضوع ہے پس جبکہ حصول شرط جو معلق علیہ ہے منتفی مانا گیا ہے تو حصول جزا کو بھی منتفی ماننا ہوگا اگرچہ بحسب نفس الامر منتفی ہو یا نہ ہو نظامی شجر گزشت بہ سخن کار میسر شدی پکار نظامی بفلک پر شدی پکار گزشتش دیر کے زیستی پکار ہر کہ بے خوردی بے زیستی پکار ان مثالوں میں انتفاء ثبوت کا ہے ولہ گزشت بہ سخن خوب تر از جان بدی پکار معجزہ عیسے فرقان بدی پکار اس مثال میں انتفاعی کا مانا گیا جو مستلزم اثبات ہے اور یہ لفظ اگر بمعنی اگرچہ بھی مستعمل ہے جیسے

بیان حروف شرط

حروف شرط مین  
سے اگر اور اس  
کی تعلیق

ان واصلہ ہوتی ہیں  
ان واصلہ ہوتی ہیں

وہیکہ بنانے کے لئے  
لفظ اگر پرہیز یا جہنم  
یا دواؤ بھی لائق  
کرتے ہیں

حرف شکر صنیعہ  
مضامین کے ساتھ  
کثرت ہنگام  
کئے جاتے ہیں

حرف شرط صیغہ  
ماضی کے ساتھ  
مستعمل ہوتا ہے،  
چونکہ شرط

نہ ہونا یقین ہو گیا تھا تو اس امر جزئی و یقینی کو صیغہ ماضی کے پیرایہ میں یعنی بجائے کشایم کشاوم بیان کیا اور کبھی ایک دوسرے کی جگہ مستعمل ہو جاتے ہیں ولہ شعر یکا یک در قہارے مازین درخت ۛ  
بزیرا وقت چون وز باد سخت ۛ

تأثر شرطیہ  
حرف شرطیہ  
جی

کبھی جزا بھی  
حذف کی جاتی ہے

بعض موصولات  
بعض متنی شرط  
ہو کر کہے ہیں

تیسرا حروف شرط میں سے تا ہے جس وقت شدت التزام میں الشرط والجز بیان کرنا منظور ہو یعنی ترتیب شرط پر ترتیب جزا فوری بلا توقف ہو جائے تو ایسے موقع میں تالافتے ہیں عرفی شعر تانیخ بکف یا بی نفس دوستی زن ۛ تاسک بدست آید بر شیشہ ہستی زن ۛ اسکی تفصیل بیان حروف میں گزر چکی ہے۔ اور کبھی حروف شرط بحکم ضرورت حذف کئے جاتے ہیں مولوی معنوی ۛ شعر پشم بگزینی شتر نبود ترا ۛ در بودا شتر چہ قیمت پشم را ۛ اے اگر پشم بگزینی نظامی ۛ شعر ز مردم کشی ترس باشد لبے ۛ ز مردم غری چون نرسد کسے اے چون از مردم کشی الخ اور کبھی بوجہ ظہور و وضاحت جزا کو محذوف کر دیتے ہیں نظامی ۛ شعر اگر نیک بشا ختم شاہ را ۛ شناسد لبش ہر کسے ماہ را ۛ اے اگر شاہ را بخوبی بشنا ختم عجب نیست ۛ بعض موصولات متضمن معنی شرط بغیر حروف شرط کے مستلزم مقتضی شرط و جزا کے ہوتے ہیں نظامی ۛ شعر کرادر خرد را ۛ باشد بلند ۛ نگوید سخنہاے ناسودمند ۛ مصرعہ اول شرط مصرعہ ثانی جزا۔ انوری ۛ شعر چہ باشد میسر نزد دم فرست ۛ کہ چون گریہ بر سفرہ اسادہ ام ۛ چہ باشد میسر شرط نزد دم فرست جزا شعر اول میں کہ موصولہ متضمن معنی شرط ہے شعر ثانی میں چہ موصولہ بمعنی ہر کہ دہر چہ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

## حروف التعجب

حروف تعجب  
کا بیان

شعر ہر فلک گفت آہن ملک گفت زہ  
میں آہن اور زہ کی تثنیہ

تعجب کا وقت

زہ و زہ اور ان کا مزید علیہ زہ ہے و زہے اور آہن اور آہن اور واہ اور اسکی تکرار کے ساتھ واہ واہ اور پڑ پڑ اور ٹیلی۔ یہ کلمات تعجب ہیں جو انشا و ایجا و تعجب کے لئے وضع کئے گئے ہیں مگر عربی میں انفعال تعجب کے لئے صیغہ مشتقات فعلیہ کے مَا أَفْعَلَهُ وَأَفْعِلَ بِهِ کی میزان کے ساتھ مخصوص ہیں بخلاف زبان فارسی کہ انکے لئے نہ مشتقات فعلیہ ہیں نہ کوئی میزان خاص فردوسی ۛ رستم و اشکبوس کی رزم میں فرماتے ہیں شعر بزوتیر بر سینہ اشکبوس ۛ سپہر آرتزان دست او داد بوس ۛ قضا گفت گیر و قدرت وہ ۛ فلک گفت آہن ملک گفت زہ ۛ یہاں أَحْسَنُ مَخْفُفٌ أَحْسَنُ بِهِ ہے کس العین فعل تعجب جسکی میزان أَفْعِلَ بِهِ ہے نہ کہ أَحْسَنُ وَأَحْسَنْتَ بفتح سین جیسے مشہور عوام ہے یہاں سے تعجب





اصوات کی قسم ہیں جو موقع تعجب میں استعمال ہوتے ہیں محسن تاثیر کا شعر ہے شعر خجل شدیم ز تحسین  
ہمدان تاثیر کہ واہ واہ نمی خواست شعر ابھی ماہ کمال سمعیل شعر روحانیان چو بیند اربکار فکر سن پیر پہ  
زنند دروے نام خدا بر بند مسیح کاشی شعر زندہ رود مرہ را دیدم خشک و چگفت گفت پیر پہ نبود  
تخت بدین شادابی پد صائب شعر از لباس خاک بیرون آمدم نقشہا بر آب بستم یلی پد این غزل را  
صائب از فیض سعید پد نکلف نقش بستم یلی پد تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جنگو بخویون نے اسمی  
اصوات قرار دیا ہے تین قسم کے ہیں ایک تو حکایت اُن آوازوں کی ہے جو غیر فیزی روح سے صادر ہوں  
جیسے پتھر سے پتھر کے ٹکرانے کی آواز کی حکایت عرب طاق و طق کے ساتھ اور قَب کے ساتھ  
تموار کے مار کی آواز کی حکایت کرتے ہیں علامہ رضی فرماتے ہیں طاق بکسر القاف و طق کلھا  
حکایۃ صوت وقع الحجارة بعضها علی بعض۔ وقب حکایۃ وقع السیف علی ضربہ  
اسی طرح طاق کوڑے کی مار کی آواز کی حکایت ہے نظامی شعر طراتے کہ از مقرعہ خاستہ پد برون  
رفت ازین طاق آراستہ پد اسی نوع میں باجون کی آواز توپ اور بندوق کی آواز رعد کی آواز کی  
حکایت داخل ہے۔ دوسری قسم حکایت اُن اصوات کی ہے جو جانوروں کے یا نہتے نہتے پھون کے  
منہ سے نکلتے ہیں جیسے ہرن کی آواز کی حکایت عرب ماء کے ساتھ کرتے ہیں رضی میں ہے  
مَاءٌ مِیْمٌ مَمَالَةٌ وَهَمْزَةٌ مَكْسُورَةٌ بَعْدَ الْفِ صَوْتِ الظَّبْيَةِ اِذَا دَعَتْ وَلَدَهَا اُورِیَطِیْ  
مری کو ہندی بکری کی آواز کی حکایت میں استعمال کرتے ہیں اسی طرح عُو عُو کے کی آواز کی حکا  
ہے مولوی معنوی شعر اے سگ طاعن چو عو عو میکنی پد طعن قرآن را برو نشو میکنی پد جانتا چاہیے  
کہ حکایت کے لئے شرط ہے کہ مطابق اور مماثل محلی عنہ کے ہو مگر یہ الفاظ جو درجہ حکایت میں ہیں جن کا  
اسامی اصوات نام ہے حروف و حرکات نصیہ سے مرکب ہیں اور خارج صیحہ انسانی سے نکلتے ہیں  
حالانکہ اصوات جمادات اور حیوانات کے یا وہ آوازین جو انسان کے مسکے باحداث طبیعت نکلتی ہیں  
اور اُن میں علاقہ وضع کا نہیں ہوتا جن کے یہ اسمی اصوات حکایت میں دراصل وہ اس قابل نہیں  
ہیں کہ اس فصاحت و خوبی مخارج کے ساتھ انکا تلفظ کیا جائے مگر طوطی اور مینا شاد و ناوہ ہیں جو کہ  
جانوروں میں الفاظ فصیح نکالتے ہیں وہ بھی بعد تعلیم جب اس شرط مطابقت و مماثلت حکایت  
و محلی عنہ کا پورا کرنا مستعد ہو چنانچہ کہتے ہیں هذه الاصوات من الكلمات كالنساس

واہ واہ کی مثال۔

پیر پہ کی مثال۔

یلی کی مثال۔

اسامی اصوات  
غیر فیزی روح  
سے صادر ہونےجانوروں اور نہتوں  
کی حکایت کے  
لئے الفاظجنگل کی آواز  
کی حکایت کے  
لئے الفاظ  
نہتوں کی  
حکایت کے  
لئے الفاظ  
یہ امر متغذیہ

من الناس صورتها صورتها وماهيتها غير ماهيتها اذ ليست موضوعه  
 في الاصل لمعنے کا لکلمات پس جہاں تک ممکن ہو انسان اپنے الفاظ فصیحہ اور مخارج صحیحہ کو  
 بتکلف مشابہ اُن اصوات غیر فصیحہ کے بناتا ہے تو اُن پر احکام کلمات کے جاری کیئے جاتے ہیں  
 بلکہ وہ خطاب اشرف الکلمات اسمیت سے مشرف ہوتے ہیں اور کلام کا جزو معتد بنائے جاتے ہیں  
 جیسے اشلہ سے ظاہر ہے لیکن ایک ہی نوع کی آواز کو بعض قوم کا ایک طرح حکایت کرنا اور بعض کا  
 دوسری طرح یہ اُس جگہ کے ارضی و سماوی تاثیرات سے ہے جو اُن کے مخارج پر اثر کرتے ہیں اسی  
 وجہ سے بعض حروف بعض قوم کے ساتھ مخصوص ہو گئے دوسری قوم بتکلف اُن کو ادا کر سکتی ہے جیسے  
 ضا و عجمہ عرب کے ساتھ اور ژا اعجام کے اور ٹ ڈ ژ اور حروف مخلوطہ بہ ماہند کے ساتھ مخصوص ہیں  
 کیا معنی کہ جس طرح تاثیرات ارضی و سماوی سے اُن کے امرجہ اور طبائع میں فرق ہوتا ہے جس پر  
 ان کا اختلاف لون و بشرہ و سمنہ و قوت و ضعف دال ہے اسی طرح اُن کے مخارج حروف میں اختلاف  
 جس سے اداے حروف خاص ایک کے لئے سہل اور دوسرے کے لئے دشوار ہوتا ہے چنانچہ بچوں کو  
 جو مولود علی الفطرۃ ہیں ملاحظہ فرمائیے جب وہ اول اول تتلا تے ہیں جس طرح انکو سہل ہوتا ہے  
 لفظ کو اُس مخرج سے نکالتے ہیں تو ہند کے بچوں کا تتلانا اور الفاظ میں ہوتا ہے اور عرب کے بچوں کا  
 اور ولایت کے بچوں کا اور تعرض اسی وجہ اور اسی علت کی بدولت ایک شے کی آواز کی حکایت میں  
 عرب و عجم و ہند کا اختلاف ہے جیسے عرب کوے کی آواز کو خاق کے ساتھ حکایت کرتے ہیں۔  
 عجم قا کے ساتھ اور ہندی کا کے ساتھ حکایت کرتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

ایک ہی شے کی  
 آواز کو بعض قوم  
 ایک طرح سے اور  
 بعض قوم ایک طرح  
 سے ادا کرتے ہیں

تیسری وہ آوازیں جو انسان کے منہ سے صادر ہوتی ہیں اور وہ نفس متکلم کے احوال کو بتلاتی  
 ہیں آیا وہ شلا سنج میں ہے یا خوشی میں تعجب میں ہے یا تنفر میں اُن میں علاقہ وضع واضح کا کچھ  
 نہیں ہوتا یا صرف انجبت احداث طبعیت ہوتی ہیں یعنی معنی فی نفسہ پر اُن کی دلالت طبعی ہوتی  
 ہے نہ وضعی جیسے آہ در دور سنج میں واہ اور واہ واہ اسی طرح خہ خہ تعجب کے ساتھ  
 کسی شے کی تحسین کرنے میں انسان کے منہ سے نکلتی ہیں چنانچہ حکیم انوری کا خہ خہ کو  
 سنج سنج کے ساتھ جمع کرنا جیسے اس شعر میں شجر سنج سنج اے یار خہ خہ اے دلدار ہم وفادارو  
 ہم جابر دار ہم اسی راے کا مؤید ہے کہ خہ اور خہ خہ واہ اور واہ واہ سنج اور سنج سنج کی طرح نہیں

اسامی اصوات سے ہے جو دالہ علی احوال نفس المتکلم ہیں بلکہ حالت الفرد و تکرار و دونوں میں بنخ اور بنخ واہ اور واہ واہ کے جیسا ہے چنانچہ علامہ رضی الاصوات دالہ علی احوال نفس المتکلم کے تحت میں فرماتے ہیں ومنہ بنج وھی کلمۃ یقال عند الاعجاب والرضی بالشیء و تکرار للمبالغة فیقال بنج بنج اور جس طرح بنج جب منفرد ہوتا ہے مع التوین والتشدید مکسور ہوتا ہے یعنی اس کے اخیر میں ایک حرف کی زیادتی ہوتی ہے اسی طرح خہ جب تنہا ہوتا ہے زیادتی یا تنجہ مستعمل ہوتا ہے اسی قسم میں ہے یلی جو استعجاب کے وقت کہا جاتا ہے یا انسان سے اسکی کسی حالت غبت یا کراہت میں بالطبع ایسی حرکت صادر ہوتی ہے جس سے یہ صوت پیدا ہوتی ہو جیسے کسی شے مستکرہ کے تھوکنے کے وقت منہ سے نف کی آواز نکلتی ہے اسی کو عرب نف کے ساتھ اور ہندی تھوک کے ساتھ اور اہل فارس تفواؤ نف کے ساتھ حکایت کرتے ہیں فردوسی رح کا مشہور شعر ہے جو سپہ سالار لشکر نیر و دروہ رستم ثانی کے قول کی حکایت ہے شعر کہ ملک کیان را کنند آرزوہ تفواؤ بر چرخ گردان تفوہ محسن تاثیر شعر آبر و ننگت بھر بکر دینار تختن ہ خصم مروست نف بر کیش این قطا کن ہ اسی طرح نف باضم چراغ کو منہ سے پھونکنے سے جو آواز پیدا ہوتی ہے اس کی حکایت ہے سعید اشرف شعر نے ہمیں راخوان عزیزان شکوہ چون یوسف کنند ہ شد چراغ ہر کہ روشن و زماش نف کنند ہ اسی قسم میں ہے پے پے یعنی جب انسان کسی شے کی خوبی کے ملاحظہ سے حیرت خیز تعجب میں پڑ کر اس کی تحمیں کرنا چاہتا ہے نے ساختہ اپنے ہاتھ کو منہ پر آہستہ آہستہ مارتا ہے جس سے پے پے کی آواز پیدا ہوتی ہے جیسے عرب بے بے کہتے ہیں چنانچہ رضی ابن السکیت سے حکایت کرتے ہیں بہ بہ معنی بنج بنج جیسے ہم لوگ بتصدیر ہمزہ مفتوحہ آ بے بے کہتے ہیں اسی وجہ سے یہ الفاظ یعنی خہ و پے پے و قہ قہ خلاف ضابطہ فارسی ہائے ظاہر مفتوح الماقبل مستعمل ہیں یا جاکو روئے اٹھانے بھلنے یا بلانے یا دانستن یعنی زجر یا بلانے یعنی تسکین و رام کرنے یا بھڑکانے یعنی تحریر و تحریش میں ان آواؤں کو انسان اپنے منہ سے نکالتا ہے جیسے بسبب بضم الباء و سکون السین عرب بکری کے بلانے کے لئے آواز دیتے ہیں اور اسی آواز کو بہ تبدیل با و موحہ با پائے مثلثہ فارسی بتکرار لفظ یعنی پس پس اہل ہند بلی کے بلانے میں استعمال کرتے ہیں اور قوس باضم کتے کے دیکارنے کے لئے عرب استعمال کرتے ہیں چنانچہ رضی میں ہے قوس نرجب للکلب بسکون السین وقس دعاء لہ جیسے

لفظ آب دال علی نونک  
کے معنی میں بھی آیا ہے  
نکھر فوج و اعظاف فردوسی  
شعر نیست دندان  
اینگیران از دمان  
ی افکنند نف بکر  
اصطلاح ہندی لفظ

ہندی دُت اور دُت دُت کہتے کے دُتکارنے کے لئے اور چھو چھو باجیم فارسی مخلوط بجا اسکی تحریر  
اور بھڑکانے کے لئے اور ننھے ننھے بچوں کو جو ہنوز تکلم پر قادر نہیں انکے زجر و تسکین وغیرہ کے لئے جو آوازیں  
دیجاتی ہیں وہ بھی اسی قسم میں داخل ہیں جیسے کوئی بچہ گندگی وغیرہ میں آلودہ ہونا چاہے عرب قعۃ برور  
شعۃ کہتے ہیں ہندی چھیا اسی طرح اسکے زجر کے لئے عرب کھ کھ اور ہندی آخ آخ کے ساتھ آواز  
کرتے ہیں اسی طرح بچوں کے کھلانے اور بلانے کے لئے اعجام قی قی کے ساتھ آواز کھتے ہیں ہولی  
معنوی شجر بہر طفل نوید قی قی کند گرچہ عیش ہند سہ گیتی کند خیر یہ تو اسی قسم کی آوازیں ہیں  
جو ترکیب حروف کے تحت میں داخل ہو سکتی ہیں مگر بعض الہی ہیں کہ صرف سنہ سے ادا کی جاسکتی  
ہیں قلبند ہو نہیں سکتیں یعنی حروف کے ساتھ ترکیب پذیر نہیں جیسے گھوڑے وغیرہ کے تسکین کے  
پانی پینے کے لئے صغیر یعنی نرم سیٹی دیتے ہیں۔

کلمات تنبیہ بھی  
اصوات زجرین

آلا و ہلا و ہان و ہا و ہین وہی دراصل انہیں اصوات زجر یہ سے ہیں جو موضع تنبیہ میں استعمال  
کیئے جاتے ہیں مگر آلا و ہلا وہی عربی الاصل ہیں جو اہل فارس نے اور الفاظ عربیہ کی طرح اپنے کلام  
میں استعمال کر لیا ہے اور یہ دو لفظ ہان اور ہین نون کے ساتھ البتہ فارسی ہیں علامہ رضی بیان  
اسامی اصوات میں فرماتے ہیں ہلا لہ زجر الخیل ای توسعی فی البحر انتہی الارب میں  
ای جواد لایقال لہا ہلا اور یہی بھی زجر خیل کے لئے مستعمل ہے جیسے ظہوری گھوڑے کی  
تعریف میں کہتے ہیں شجر دم دعویٰ از برق باوے زند و زکندش تند بروہی زند و طغر شجر ہیا  
تا بخش طرب ہی کنم و سمند غم دہر اپنے کنم و غرض یہ کلمات زجر یہ جواز قسم اصوات ہیں موقع تنبیہ میں  
استعمال کیئے گئے ہیں دراصل تنبیہ بھی ایک نوع کا زجر ہے مثلاً اور شواہد ان کے بیان کلمات تنبیہ کے  
ذیل میں عرض کیئے جائینگے ان شاء اللہ تعالیٰ شانہ اس تقریر سے یہ بات ثابت ہوئی کہ کلمات  
تنبیہ مطلقاً اسامی اصوات کی قسم ہیں جس کا کچھ بیان ان کلمات تعجب کے ضمن میں کیا گیا مگر کلمات  
مع و دم چونکہ خاص کلمات تعجب کے ساتھ لفظاً و معنیٰ مناسبت تامہ رکھتے ہیں لفظاً جیسے حالت تنبیہ و جمع  
و تانیث میں جس طرح افعال تعجب میں تصرف نہیں کیا جاتا یعنی احسنوا و احسنوا و احسن  
و احسن نہیں کہتے افعال مع و دم میں بھی نہیں کیا جاتا رضی میں ہے وہی غیر متصرفۃ  
لمتساہتھا بالانشاء للحروف وہی غیر متصرفۃ اور دوسری جگہ فرماتے ہیں

کلمات تعجب  
مع و دم  
لفظاً و معنیٰ  
مناسبت تامہ رکھتے ہیں

لانہا بجمودھا صارت کنعہ وبئس خیرہ مناسبت لفظی زبان عرب کے ساتھ مخصوص ہر  
 اے افعال تعجب<sup>۱۲</sup> یہ ہے کہ افعال تعجب مدح عام کے لئے موضوع ہیں جیسے اَحْسَنُ بَزید سے مقصود  
 یہ ہے یعنی کہا جاتا ہے کہ حسن زید کی تعریف جس طرح چاہو کرو کیا معنی کہ زید میں جس طرح کی خوبیاں کہو جو  
 ہیں چنانچہ کلمات تعجب کے اس مدح عام اور تحسین مطلق کے لئے ہونے پر محسن تاثیر کا واہ واہ کو تحسین قرار  
 دینا ایماے لطیف ہو سکتا ہے شعر نخل شمیم ز تحسین ہمدان تاثیر پڑ کہ واہ واہ نمی خواست شعرا ہی ماہ  
 بوجہ اسی مناسبت کے نحاۃ عرب افعال تعجب کے متصل افعال مدح و ذم کو بیان کرتے ہیں خیر یہ سنا تین  
 زبان فارسی کے ساتھ مخصوص ہوں یا نہ ہوں میں ان کلمات مدح و ذم کو اتباعاً لِنحَاۃ العرب کلمات تعجب کے  
 متصل ہی بیان کرتا ہوں پھر بعد اسکے کلمات تنبیہ کو بیان کرونگا انشاء اللہ تعالیٰ کس واسطے کہ یہ بھی  
 اسمی صوات و اسمی افعال کی نوع سے ہے جیسے کلمات تعجب و کلمات مدح و ذم انواع اسمی افعال  
 سے ہیں جس طرح اوپر مذکور ہوا وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْصَّوۡرِ

## کلمات المدح والذم

یہ وہ کلمات ہیں جو انشاء مدح و ذم کے لئے موضوع ہیں جیسے خوشا و بدآ جس طرح عربی میں نعم  
 وبئس خاقانی شعر خوشادرویشیا کو را بود عیش تن آسانی پد باسلطانیہ کو را بود رنج دل شوبی  
 یہ دونوں جملے مصدر بکاف انکی صفت ہیں جو قائم مقام اپنے موصوف مبتدا سے محذوف کے ہیں  
 پس تاویل اس کی یہ ہے کہ مخصوص بالمدح محذوف درویشی کہ آن را یاد روے عیش تن آسانی بود  
 مبتدا خوشادرویشیا اے خوش درویشے ست خبر۔ اسی طرح سلطانی کہ آن را یاد روے رنج دل شوبی  
 بود مخصوص بالذم مبتدا محذوف بدسلطانیہ اے بدسلطانے ست خبر ضمیر مفصل او کی ذوالعقول و  
 غیر ذوالعقول میں استعمال پانکی تحقیق بیان ضمائر میں گزرجکی اسی طرح عربی میں مبتدا می مخصوص وقت  
 قیام قرینہ حذف کیا جاتا ہے کما قال الامیر عز وجل نعم العبد اے ایوب بقرینہ قصہ حضرت ایوب علیہ  
 نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام اور فنعم الماھدون اے غن بقرینہ سابق قولہ تعالیٰ شانہ و لا ادخ  
 فرشناھا مگر عربی میں نعم وبئس فعل قرار دیئے گئے ہیں فارسی میں میرے نزدیک اسمی  
 افعال قرار دینا بہت مناسب ہے چنانچہ خود عربی میں انکی اسمیت پر (چونکہ وہ مبتدا واقع ہوتے ہیں

کلمات مدح و ذم

خوشا و بدآ  
 گشت سخن کردن زبانی  
 بلید صوبت انشاء

مخصوص بالمدح  
 محذوف بھی ہوتا ہے

فارسی میں کلمات مدح و ذم کو  
 اسمی افعال کہنا مناسب ہے



مثلاً شی ان مباحث کا ان کو اسی بحث میں تلاش کرے گا میں نے طالب کی سہولت اور آسانی کے خیال سے سماعتہ ان کلمات کو بحث حروف میں درج کر دیا۔

## حروف الایجاب

نعم و بے و آے یہ حروف ایجاب ہیں ان میں سے نعم عربی الاصل ہے جو فارسی میں بھی مستعمل ہے۔ اسی طرح بے بھی عربی الاصل بلی کا امالہ معلوم ہوتا ہے جیسے لاکن عربی کو اہل فارس امالہ کے ساتھ لیکن کہتے ہیں مگر فارسی میں بغیر امالہ الف کے ساتھ مستعمل نہیں بوجہ ان خاص تصرف کے آے کی طرح کلمہ فارسی کا شمار کیا جاتا ہے غرض یہ کلمات منجملہ حروف ایجاب ہیں یعنی یہ وہ حروف ہیں کہ جملہ ماسبق کے اثبات و تصدیق و تقریر و تحقیق کے لئے لائے جاتے ہیں اس کے دو حال ہیں یا تو وہ بلا تصرف اثبات قول ماسبق کرتا ہے یعنی جملہ ماسبق کو محقق و مقرر کر دیتا ہے اور جملہ ماسبق خواہ مثبت ہو خواہ منفی۔ مثبت جیسے جدال سعدی میں محاکمہ قاضی کا بیان کیا گیا ہو مثلاً کہ گفتی تو نگران مشتغل نہ بنا ہی دست ملا ہی نعم طائفہ ہستند برین صفت کہ بیان کردی الزامی <sup>مثال ہے</sup> نظم زخوابے بند با بر کارش افتاد و خیالے آمد آن بند بکشا و بے ہر جان شاطے یا ملا لے ست و بگیتی در زخوانے یا خیالے ست و <sup>مثال ہے</sup> شمع گویند لعل سنگ شود و مقام صبر و آے شود و لیک بخون جگر شود و یہ اشلہ جملہ ماسبق مثبتہ کی تحصین منفی کو اسی پر قیاس کر لے سکتے ہیں یا یہ اثبات و تحقیق ازالہ نفی ماسبق کو لازم آجائے سعدی نہ نشر گفت تو آن نیستی کہ پدرم ترا از قید فرنگ بدہ دینار خرید گفتم بے بدہ دینار خرید و بدہ دینار بدست تو گرفتار کرد۔ یہ بات عربی میں بلی کے ساتھ مخصوص سمجھی گئی ہے کما قال اللہ تعالیٰ و تبارک الکتبت بریکم قالوا بلی اسی وجہ سے اسکا استعمال تصدیق ایجاب یعنی غیر منفی میں جیسے اقامہ نریڈ جواب میں بے اقامہ زید کہا جائے اور جیسے بخاری شریف کی کتاب الایمان میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے قال بینما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مضیف ظہرہ الی قبة من ادم یکان اذ قال لا صحابہ اترضون ان تکلون اربع اهل الجنة قالوا بلی الحدیث چنانچہ یہی واقعہ کتاب الرقاق باب کیف المحشر میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے عن

۲۱  
اس کی معلوم ہو کہ  
ایجاب یعنی اثبات و  
تصدیق ہے

حروف الایجاب

بلی بے ہر جان شاطے

تصدیق حروف ایجاب  
حروف ایجاب تصدیق  
قول ماسبق کر دینے  
کے لئے لائے جاتے ہیں  
مثلاً کہ گفتی تو نگران  
مشتغل نہ بنا ہی دست  
ملا ہی نعم طائفہ  
ہستند برین صفت کہ  
بیان کردی الزامی

۲۲  
نظم زخوابے بند  
با بر کارش افتاد و  
خیالے آمد آن بند  
بکشا و بے ہر جان  
شاطے یا ملا لے ست و  
بگیتی در زخوانے  
یا خیالے ست و شمع  
گویند لعل سنگ  
شود و مقام صبر و  
آے شود و لیک  
بخون جگر شود

۲۳  
بے بدہ دینار خرید و  
بدہ دینار بدست تو  
گرفتار کرد۔ یہ بات  
عربی میں بلی کے  
ساتھ مخصوص  
سمجھی گئی ہے  
کما قال اللہ تعالیٰ  
و تبارک الکتبت  
بریکم قالوا بلی  
اسی وجہ سے اسکا  
استعمال تصدیق  
ایجاب میں شاذ ہے



فارسی میں نغم اور مل کے ان کو فی الجملہ تین تین  
حروف ایجاب و سطر  
کلام میں داخل  
ہوتے ہیں۔  
تین تین حروف ایجاب  
کی تکرار

حروف عاطفہ کا بیان

۱۔ واو و با و تا و ہم و نیز و پس و باز و کہ و نہ و یا و اگر و خواہ یہ حروف عاطفہ ہیں جو معطوف و معطوف علیہ کے درمیان واقع ہوتے ہیں اور انکو ایک حکم میں کر دیتے ہیں ان میں سے آٹھ حروف مطلق جمع کے لئے استعمال کیئے جاتے ہیں خواہ با ترتیب ہو خواہ بلا ترتیب یعنی چند اشیاء سے ایک شے کو لاعلیٰ التبعین بیان کرنے کے لئے نہ ہو۔ اور معطوف و معطوف علیہ کا تعلق اپنے فعل کے ساتھ خواہ ایک ہی زمانہ اور ایک ہی مکان میں ہو خواہ جدے جدے۔

عبد اللہ قال کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قبة فقال اترضون ان  
تکونوا رجع اهل الجنة قلنا نعم الحدیث اور اس مثال میں شعر وقد بعدت بالوصل  
بینی و بینھا ۛ بلی ان من مراد القبور لیجدا ۛ شاذ بتلایا جاتا ہے اور بعض ائمہ محتاج نے اس  
شعر میں بلی کو بل اضر یہ کامزید علیہ قرار دیا ہے جس طرح بعض جگہ نغم بلی کی طرح اثبات ماسبق  
بازالہ النفی میں مستعمل ہے شاعر کہتا ہے شعر الیس اللیل یجمع امّ عمرو ۛ وایا نافذاک بنا تذکران  
نعم وتری الهلال کما اراہ ۛ وعلوها الذہار کما علانی ۛ اے ان اللیل جمع ام عمرو  
ایا ناعم۔ فارسی میں یہ سب باریکیاں نہیں ہیں دونوں قسموں میں اسکا استعمال برابر ہے جس طرح  
اشک سے ہویدا ہے اور یہ کلمات جیسے صدر کلام میں آتے ہیں وسط میں بھی استعمال پاتے ہیں شعر  
زخم دندان خوش نما کرد ان لب پر خندہ را ۛ قیمت افزون می شود آرس عقیق کندہ را ۛ بقصد تاکید کر  
بھی لائے جاتے ہیں امیر خسرو شعر خلق می گوید کہ خسرو بت پرستی میکند ۛ آرس آرس می کنم با خلق و عالم  
کار نیست ۛ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

## الحروف العاطفہ

۱۔ واو و با و تا و ہم و نیز و پس و باز و کہ و نہ و یا و اگر و خواہ یہ حروف عاطفہ ہیں جو معطوف و معطوف علیہ کے درمیان واقع ہوتے ہیں اور انکو ایک حکم میں کر دیتے ہیں ان میں سے آٹھ حروف مطلق جمع کے لئے استعمال کیئے جاتے ہیں خواہ با ترتیب ہو خواہ بلا ترتیب یعنی چند اشیاء سے ایک شے کو لاعلیٰ التبعین بیان کرنے کے لئے نہ ہو۔ اور معطوف و معطوف علیہ کا تعلق اپنے فعل کے ساتھ خواہ ایک ہی زمانہ اور ایک ہی مکان میں ہو خواہ جدے جدے۔

ان میں سے واو مطلق جمع کے لئے بالاحاظ ترتیب استعمال کیا جاتا ہے۔ بلکہ جہاں ترتیب محال ہو مستعمل ہوتا ہے جیسے زید و عمرو و دونوں نے ملکر ایک غلام خریدا تو کہہ سکتے ہیں کہ این غلام زید و عمروست اسی طرح زید و عمرو و دونوں نے کسی مسئلہ میں بحث کی تو کہہ سکتے ہیں کہ زید و عمرو مباحثہ کردند یہاں ترتیب مستعمل ہے بلکہ کلام عرب میں اس قسم کی مثالیں بھی موجود ہیں جو کہ باعتبار ترتیب معطوف علیہ سے معطوف کا پہلے ہونا ضرور ہے جیسے کلام مجید میں سورہ آل عمران کے چوتھے رکوع میں یہ آیت شریف ہے یا مہم فتنی

لِرَبِّكَ وَاسْتَجِدْنِي وَارْكَعِي مَعَ السَّائِرِينَ۔ اور بخاری شریف کے باب الجنبتیوضا  
ثمّ ینام من عبد الله بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے انہ قال ذکر عمر بن الخطاب  
لرسول الله صلی اللہ علیہ وسلم انہ تصیب الجنابة من اللیل فقال له رسول الله  
صلی اللہ علیہ وسلم تَوَضَّأَ وَاغْتَسَلَ ذَكَرْتُ ثُمَّ نَمَّ حَالًا لَمْ يَكُنْ بِاَعْتَابِ رَتَبِ رُكُوعٍ پہلے اور  
سجدہ بعد میں اور اسطرح غسل ذکر پہلے اور وضو بعد ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

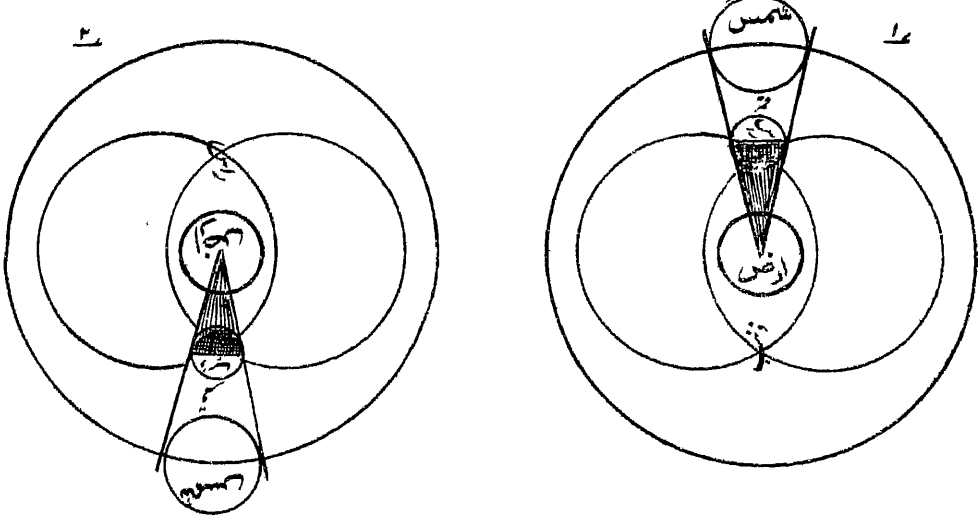
اسطرح معطوف و معطوف علیہ کے ساتھ جو انتساب و تعلق فعل کا ہے ایک زمانہ اور ایک مکان میں  
ہونا شرط نہیں یعنی انتساب و تعلق فعل کا معطوف علیہ کے ساتھ کسی زمانہ میں اور مکان میں ہوا و معطوف  
کے ساتھ کسی اور زمانہ و مکان میں ہوا یہ موقع میں وادعاطف استعمال کر سکتے ہیں جیسے شعر مہر و  
چون فرو برد تین دست بر جزکہ خیر نازے ہیں : اسواسطے کہ مہر و یک وقت ایک ساعت میں  
نہیں گھنٹے میرے مکرم آپ نے اس شعر میں چند امور دریافت فرمائے ہیں۔ اول یہ کہ چاند سورج کے  
گھٹنے کو اردور کے گھٹنے کے ساتھ تغیر کیا۔ دوسرا یہ کہ سوائے کارخیر کے ہر کام سے باز رہنے کو فرمایا حالانکہ کسوف  
و خسوف موضع خاص میں شمس و قمر کے اجتماع و تقابل سے پیدا ہوتا ہے پھر اس میں اثر ہے کا گھٹنا  
کیسا اور خوف کی کیا بات ہے اگرچہ یہ مسئلہ علم ہیأت سے تعلق رکھتا ہے اور نظم الفاظ شعر بھی فیصح  
ہیں مگر اس شعر کو حسن تقریب سے شاہد عابداے جلنے کو غنیمت سمجھ کر آپ کے شبہات کا جواب مختصراً  
عرض کرتا ہوں تا طلبہ فارسی خوان کو جو ان اعتراضوں کو لا جواب سمجھے ہوئے ہیں فی الجملہ اگہی ہو جا  
پہلے اس بات کو آپ جان لین کہ قمر فی نفسہ منظم ہے رنگ اسکا کیمہ اور ارنق ہے وہ کشف الجرم بھی  
ہے جسکی وجہ سے کوئی شے اس کے اوٹ میں آجائے یعنی کیسے درمیان وہ حائل ہو جائے وہ شے  
اسکی کثافت کی وجہ سے ہماری نظر سے چھپ جائیگی مگر ساتھ ہی اسکے وہ اس قابل بھی ہے کہ اگر کوئی  
چیز کشف الجرم اس کے اوٹ میں کے درمیان حائل نہ ہو تو وہ ضیائے شمس سے مستضیٰ ہو جاتا ہے  
اور مقدار اس استضا کی ہمیشہ نصف سے کچھ نکلتی ہوئی ہوگی اسواسطے کہ یہ بات اپنے محل و موضع  
میں دلیل سے ثابت ہے کہ ایک بڑا کرہ روشن اپنے سے خرد کرہ غیر روشن پر بتقدیر محاذات روشنی ڈا  
یہ روشنی اس چھوٹے کرہ پر نصف سے زیادہ میں پھیلے گی باقی حصہ کرہ خرد کا منظم اور تاریک ہی رہیگا  
پس حالت اجتماع شمس و قمر میں قمر کا رخ منظم ہماری جانب ہوگا یہی محاق اور اماس ہے اور جب

فارسی صنف ہی حاضر  
آرا منت

مالک امیر اکبر  
اور خسوف و کسوف

قمر شمس کے ساتھ کی اجتماعی حالت کو چھوڑتا جاوے یعنی شمس سے ہٹتا جاوے یہاں تک کہ باؤبجز  
 یا کچھ کم زیادہ شمس سے قمر بنگیا تو اس قمر کا رخ مستیتر جو ہم سے چھپا ہوا تھا ہماری جانب ایک معتد بہ میل  
 کھائیگا تو اسی قدر کنارہ ہموک چکتا ہوا نظر آئیگا بس یہی ہلال ہے اور جیسے جیسے آفتاب سے ماہ کو دوری  
 ہوتی جائیگی یہ میل بھی بڑھتا جائیگا اس کا حصہ نورانی بھی بڑھتا جائیگا یعنی اسکی تنویر بھی بڑھتی جائیگی ....  
 یہاں تک کہ جب پورا مقابل یعنی کمال بعید شمس سے ہو جاوے یعنی ہم ایک طرف اُفق شرقی پر قمر کو اور ایک طرف  
 اُفق غربی پر شمس کو دیکھیں اسکا کمال تنزید تمام میل انتہا کا بعید ہی ہوگا قمر کی اس حالت کو بدر کہتے ہیں  
 اور بدر باعتبار اشتقاق لفظی مبادرت کو بتلاتا ہے کیا معنی کہ اس دن قمر بخلاف اور دن کے غروب  
 آفتاب سے پہلے طلوع کرنے میں مبادرت کرتا ہے یہاں تک کہ آفتاب ادھر غروب ہوا نہیں کہ یہ نکل  
 کھڑا ہوتا ہے پھر بعد اس مقابلہ کے جیسے جیسے تدریجی تنزید حاصل کرتا بدر بھٹتا ویسے ہی منحرف اور  
 آفتاب کے قریب ہونے لگتا ہے تو برعکس صورت اولیٰ اسکا احقاق نور بھی ہوتا جاتا ہے ظلام تاریکی  
 بھی بڑھتی جاتی ہے یہاں تک کہ پھر اجتماع واقع ہوتا ہے اسطرح قیامت تک یہ سلسلہ قائم رہیگا  
 اور ایک اجتماع سے دوسرے اجتماع تک انتیس دن بارہ گھنٹے چوالیس منٹ تین سکنڈ کی مدت  
 صرف ہوتی ہے اور اسی اجتماع اور تقابل میں خسوف اور کسوف ہوتا ہے یعنی چاند اور سورج گھٹتے ہیں چونکہ منطقہ البروج  
 اور منطقہ فلک اُبل قمر ہم سطح نہیں ہیں ہر مقابلہ میں خسوف اور ہر اجتماع میں کسوف نیزین کا نہیں ہوتا ورنہ  
 ہر مہینے چاند سورج گھٹتے رہتے بلکہ اکثر ان کے درمیان چھ مہینوں کا فرق پڑتا ہے مان ہر کسوف کیلئے اجتماع  
 شرط ہے اور ہر خسوف کیلئے تقابل ضروری ہو مگر یہ اجتماع نیزین اکبر نیزین یعنی شمس و قمر اس یا ذنب میں  
 اس وضع پر واقع ہو کہ قمر ضیائے شمس کا بالکلیہ حائل ہو جاوے

ہکذا

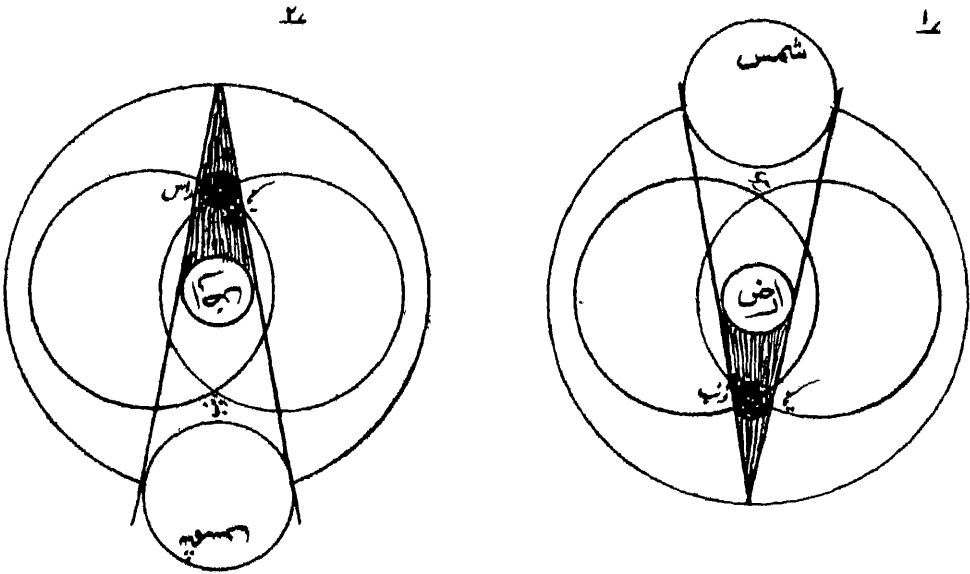


ملاحظہ فرمائیے شکل ۱ میں اجتماع عین راس میں واقع ہوا ہے اور شکل ۲ میں عین ذنب میں اور اس کو بھی ملاحظہ فرمائیے کہ سورج گرہن میں زمین پر سے آپکی نظر قرص قمر پر پڑتی ہے اور جو نگین انہوں یا پانی وغیرہ کے وسیلے جو حصہ غیر مستفیضی مرئی ہوتا ہے وہ قمر ہے نہ شمس غرض اس صورت میں کہ قمر عین راس یا ذنب میں ہوا اسکے ساتھ یہ بھی ہو کہ قمر اپنے کمال حسیض میں ہو تو اس وقت قطر سایہ قمر کا جہاں آفتاب بکل الاجزا استوار چھپا ہوا ہے ایک سو اسی میل ہوتا ہے اور قمر بوجہ اپنے کمال سرعت بریدی کے اس مسافت کو جو ایک سو اسی میل ہے ساڑھے چار منٹ میں طے کر جاتا ہے تو کمال کسوف زمین کے سطح پر کسی جگہ ساڑھے چار منٹ سے زیادہ نہیں رہ سکتا یا بکل الاجزا یعنی تمام و کمال حائل نہو یعنی پورا پورا نہو کچھ حصہ آفتاب کا کھلا بھی رہ جائے تو اس قدر کھلا ہوا حصہ آفتاب کا رانی کو مبصر و مرئی ہوگا۔ کمال اور نقصان اس گرہن کا شمس و قمر کے مرکزوں کے ایک خط ایک سیدہ میں واقع ہونے سے ہوتا ہے یعنی شمس و قمر اس طرح جمع پڑیں کہ خط نظر چشم ناظر سے سیدھا آن دونوں کے درمیان سے نفوذ کرتا چلا جائے اور ان کے قطر بحسب رویت برابر بھی ہوں یعنی قطر قمر کا شمس سے بحسب رویت کم بھی نہ کیا معنی کہ ایک خط مستقیم آفتاب اور ماہتاب کے مشرقی کناروں سے مس کرتا زمین تک اور اسی طرح ان کے غربی کناروں سے ملا ہوا زمین تک پہنچ سکے پس ان دونوں خطوں کے درمیان قمر کا تاریک سایہ لے لے مخروط کی شکل میں زمین پر پڑیگا اس جگہ کے رہنے والوں کے لئے چاند آفتاب کا حجاب بناؤگا اگر چاند زمین سے بہت دور ہوتا اور آفتاب اسی جگہ تو زمین اس مخروط و دائرہ سایہ کے قاعدہ سے دور تر راس مخروط کے قریب ہوتی تو سایہ تاریک قمر کا زمین پر پہنچنے سے پہلے ختم ہو جاتا پھر تمام روئے زمین پر کہیں سے بھی کسوف تمام مرئی نہ ہوتا اور جو لوگ اس راس مخروط کے نیچے ہوتے آفتاب کے کنارہ کا ایک حلقہ نورانی دیکھتے اور اگر زیادہ قریب ہوتا زمین قاعدہ مخروط کے قریب ہوتی تو زمین کا بہت بڑا حصہ قمر کے تاریک مخروطی سایہ میں چھپ جاتا اور جہاں تک یہ تاریک سایہ ہوتا وہاں تک کسوف کامل اس جگہ کے باشندوں کو نمایاں ہوتا۔

۱  
۲  
۳  
۴  
۵  
۶  
۷  
۸  
۹  
۱۰  
۱۱  
۱۲  
۱۳  
۱۴  
۱۵  
۱۶  
۱۷  
۱۸  
۱۹  
۲۰  
۲۱  
۲۲  
۲۳  
۲۴  
۲۵  
۲۶  
۲۷  
۲۸  
۲۹  
۳۰  
۳۱  
۳۲  
۳۳  
۳۴  
۳۵  
۳۶  
۳۷  
۳۸  
۳۹  
۴۰  
۴۱  
۴۲  
۴۳  
۴۴  
۴۵  
۴۶  
۴۷  
۴۸  
۴۹  
۵۰  
۵۱  
۵۲  
۵۳  
۵۴  
۵۵  
۵۶  
۵۷  
۵۸  
۵۹  
۶۰  
۶۱  
۶۲  
۶۳  
۶۴  
۶۵  
۶۶  
۶۷  
۶۸  
۶۹  
۷۰  
۷۱  
۷۲  
۷۳  
۷۴  
۷۵  
۷۶  
۷۷  
۷۸  
۷۹  
۸۰  
۸۱  
۸۲  
۸۳  
۸۴  
۸۵  
۸۶  
۸۷  
۸۸  
۸۹  
۹۰  
۹۱  
۹۲  
۹۳  
۹۴  
۹۵  
۹۶  
۹۷  
۹۸  
۹۹  
۱۰۰

ایسے ہی تقابل راس یا ذنب میں بتماہ ہو کیا معنی کہ جب چاند آفتاب کے کمال بعد پر ہوگا اس کو آفتاب سے پورا پورا تقابل نہیں ہوگا اور یہ پورا تقابل اگر عین راس یا ذنب میں واقع ہو زمین ان نیز زمین کے درمیان ایسی حائل ہوگی کہ جرم قمر اسکے سیدھے مخروطی سایہ میں بالکل چھپ جائیگا اسلئے شمس

اس تک کسی حال میں پہنچ نہ سکیں گی۔۔۔ ہکذا



شکل اول میں تقابل راس میں ہوا ہے اور شکل ثانی میں تقابل ذنب میں غرض ہر حال میں زمین کے مخروطی سایہ کے اندر چاند آجانے سے آفتاب کے شعہ اُس تک نہیں پہنچیں وہ بے نور کائے نور رہ گیا جو اس کی اصلی حالت ہے یا تقابل عین راس و ذنب میں نہ ہو تو صرف قدر حیل و ملت نامرئی رہیگا یعنی اتنا ہی حصہ چاند کائے نور رہیگا۔ اور ذرا واضح طور پر عرض کرتا ہوں آپ جانتے ہیں قمری گردش اجتماعی میں قدر انحاق صرف مستضی نہیں ہوتا اپنی ذاتی اصلی حالت پر فقط بے نور رہ جاتا ہے یہ نہیں کہ جتنا حصہ عظیم النور رہتا ہی معدوم الذات بھی ہوتا ہے کیا معنی کہ عدم تنویر کو عدم ذات لازم ہیں ورنہ یہ بات لازم آئیگی کہ چاند ہر ماہ میں عدم سے وجود میں آتا ہے یعنی ہر ماہ ایک نیا قمر خلق ہوتا ہے یہ شاید اور معائنہ کے خلاف ہے تو ظاہر البطلان ہے پس معلوم ہوا کہ جب چاند آفتاب کے ساتھ اس طرح مجتمع ہو کہ ہماری نگاہ کے رخ چاند آفتاب کے شعہ منعکس کے اقبال سے قاصر ہو تو ہماری آنکھوں کے سامنے چاند کی بے نور مسلوب الضیاء تکلیف صرف اپنی اصلی کمودت پر رہ جائیگی یہ اجتماع راس یا ذنب میں واقع ہوگا اسی کو کسوف یعنی سورج گراہن کہتے ہیں اور یہ بات کہ چاند اپنی کمودت و ظلام اصلی کی وجہ سے بے نور ہو کر مرئی نہ ہونا چاہیے تھا اس واسطے کہ اس قدر رویت کیلئے بھی فائدہ روشنی کی ضرورت ہے کیا معنی کہ یہ لم علم مناظرہ میں مبرہن ہے کہ رویت میں نور داخل یعنی بینائی اور نور خارجی یعنی روشنی خواہ نوری ہو خواہ ناری واسطہ اور سفیر ہیں تو صریح ناظر ورائی کو بلا نور چشم (یعنی بینائی) منظورات مدک نہیں ہوتے اس طرح بغیر روشنی اور اجالے کے بھی

مبصرات دریافت ہونہیں سکتے غرض دونوں نور داخل و خارج ملکہ غیر رویت اور واسطہ النظر فی المنظورات ہوتے ہیں ورنہ اندھا بھی بینا کی طرح ہر چیز کو جو روشن ہو دیکھ لیتا اور بنیا ظلمات میں بھی اور اک جمیع مبصرات کرتا یہ خلاف مشاہدہ ہے اس کا بطلان محتاج برہان نہیں پس کسوف شمس میں قمر کو اگرچہ تاریک و مظلم ہے بدولت اُن اشعہ مزلقہ شمس کے جو قمر کے اس حصہ پر پڑتے ہیں جو شمس کے محاذی ہے اور پھر چونکہ قمر کر دی شکل صیقلی الجرم ہے وہ پھلتی ہوئی شعاعیں قمر کے اُس حصہ پر (جو ہمارے محاذات میں ہے) پھیل جاتی ہیں تو فقط اتنے اُجالے کی بدولت یہ سیاہ ٹکبہ بھی ایک رنگ مرنی ہوتی ہے جیسے دل میں دھوا جب مکان کے صحن میں ہوتی ہے مگر اس سے اچھٹی ہوئی روشنی کی بدولت آپ کے کمرے میں بھی اُجالا رہتا ہے شب تاریک کی طرح کمرہ تاریک نہیں رہتا اسی طرح قرص قمر کا اپنے خسوف تام میں مرنی ہونا اس وجہ سے ہوتا ہے کہ ہوا کرہ زمین کے گرد اگر دس تالیس میل کے دل میں زمین کو گھیر ہوئے ہے جب اشعہ شمس اس ہوا سی محیط پر پڑتی ہیں وہیں سے کج ہو کر جانب بالا اُچھٹے ہوئے سایہ زمین کے ساتھ ملکہ قمر منخسف پر پڑتی ہیں اسی سبب سے اگرچہ خسوف تام ہوا منخسف تا نبیہ کی شکل دکھائی دیتا ہے غرض اس سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ اجتماع میں قمر کا ایک حصہ نصف سے کچھ زیادہ روشن رہتا ہے تو کسوف کا کسی جگہ ہونا اور کہیں نہ ہونا ممکن ہے اور زمین کا مخروطی سایہ تمام قمر کو اپنی تاریکی میں گھیر لیتا ہے یعنی نہ نور کر دیتا ہے تو اس زمین کے کسی موضع میں خسوف کا واقع ہونا اور کہیں نہ ہونا ممکن نہیں خیر یہ بات تو طے ہو گئی دوسرے آپ کے شبہات کے جواب باقی رہے ایک شبہ تو یہ کہ کسوف و خسوف کی یہ حقیقت تھی جو مجھ لا مذکور ہوئی پھر اسکو فز و برون تین یعنی اڑھ ہے کے نکلنے کے ساتھ تعبیر کی گئی وجہ یہ ہے کہ منطقہ فلک مائل قمر اور منطقہ فلک مثل کے موضع تقاطع کو جو شمالی ہے راس اور جنوبی کو ذنب کہتے ہیں یعنی سر و دم تین کیا معنی کہ دونوں منطقوں کے دو نصف حصوں کے درمیان قمر کے جانب سے عند الوہم ایک اڑھ ہے کی شکل مشکل ہوتی ہے یہ دونوں موضع تقاطع کے اسکے سر اور دم متصور ہوتے ہیں چنانچہ شام چینی فرماتے ہیں لا نھم شبھو الشکل الحادث بین نصفی المائل والمثل من الجانب الاقرب بالتین فیکون احدی العقدین راسا والاخری ذنباً غرض قمر کے عقدہ راس میں آنے کو تین کے نکلنے کی اول حالت سمجھنی چاہیے اور عقدہ ذنب میں ہونے کو آخر حالت جیسے غذا اسفل معدہ میں منخر ہونے کے ہوتی ہے تصور کرنی چاہیے غرض جیسے تین کی

۵۱  
چونکہ منطقہ فلک مثل  
منطقہ البرج کے سطح  
مستوی ہوا اور سطح  
ان دونوں کے ساتھ  
چونکہ سطح فلک  
میں جانب منطقہ فلک  
مثل منطقہ البرج میں  
اس جگہ کہتے ہیں  
اس سے شمس میں  
موجزات فلک مثل کی  
خداوند خلافت حرکت  
فلک البرج ہے

کسوف و خسوف حقیقت  
میں جو بیان ہوئی پھر  
اڑھ ہے کے نکلنے  
کے ساتھ کیوں  
تعبیر کئے ہیں

شکل واہمہ نے گھڑی ہے اسی طرح ان عقدوں میں سیارہ کے داخل ہونے کو اسکے ٹھکنے کا تصور بانہ  
لے سکتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

دوسرا وہ شبہ کہ جب کسوف و خسوف کی یہ حقیقت ہے تو خواہ مخواہ ان اوقات سے ڈرنا معظمت اور  
مہمت سے تصور کرنا چنانچہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نماز و عبادت کے لئے ارشاد فرمانا کس لئے  
ہے تو مختصر عرض کرتا ہوں ملاحظہ فرمائیں ہر فاعل کے لئے مفعول پر شرف دیا گیا ہے سبب شرف و عزت  
وہی فاعلیت ہے یعنی ذات فاعل میں شرف و عزت و صف فاعلیت کی بدولت ہوا کرتا ہے اسی کی کوئی  
خصوصیت نہیں ہر موصوف ذی شرف میں وصف ہی سے شرف ہے تو مدار عزت و شرف صفت کو کہنا  
چاہیئے مثلاً سلطان اور حاکم کا اپنی رعیت اور محکوم پر شرف ہیں ہے وہ اس وجہ سے نہیں کہ وہ ایک شخص  
من الاشخاص ہے بلکہ اسکی وصف حکومت اور سلطنت یعنی غلبہ اسکو سب پر شرف دے رکھا ہے اگر  
کسی جگہ اسکے غلبہ میں فتور اسکے احکام کے انفاذ میں قصور پڑ جائے اور اس کی سلطنت کی دست درازی  
حکومت کی قادر اندازی کسی عائق و مانع کی وجہ سے کہیں پڑک جائے جتنی دیر کے لئے اور جن جہتوں  
کے لئے مصلوب الوصف ہے مصلوب الشرف والعزۃ بھی ہوگا کس واسطے کہ حاکم کے شرف و عزت کا سبب  
حکومت یعنی اسکا انفاذ حکم ہی ہے اگر پادشاہ تخت حکومت پر جلوں فرما ہو حسب دستور اپنے فرامین کا اجرا  
وانفاذ طلب کرے ایسے وقت کوئی امر اسکے حکم کو نفوذ و جریان سے روک دے اور اس حاکم کو مجبور اس  
عائق سے الٹا اثر پذیر ہونا بھی پڑے تو اسوقت اس حاکم کو مصلوب الحکم نہ کہیئے تو اور کیا کہیئے گا معذایہ  
اوبار اگر کسی بڑے سے بڑے مقبل پر آ پڑے تو بہت بڑے خوف اور عبرت کا مقام ہوگا مارے ہشت  
کے اپنی اپنی خیر منائی پڑ جائیگی اس سے جو کوئی بڑا پادشاہ اعلیٰ حاکم ہوگا اسکی پناہ ڈھونڈھی  
جائیگی پس اب آپ خیال فرمائیے مثلاً پادشاہ اختران نیر خاوان عین اجلاس میں یعنی دن کے  
وقت جو اس کے اجلاس کا زمانہ ہے اپنے محکوم و رعیت یعنی زمین و زمانوں پر اجرا سی حکم و انفاذ  
فرمان جیسے تنویر عالم تلوین فلزات تجلیہ معر نیات تصویر مافی الارحام سے (جن امور پر حکم الخائن  
سے اس کو قدرت ملی ہے) کسی وجہ سے تھوڑی ہی دیر کے لئے سہی وہ عاجز آئے یعنی اس سے  
یہ اقتدارات چھن جائیں العظمتہ اللہ کیسے خوف اور دہشت کا وقت ہے اسی وجہ سے اس وقت  
حاملہ عورت کے خور و نوش میں احتیاط اور عام طور پر کھانے پینے کا پرہیز کیا جاتا ہے انسان ہی کی

کوفہ و خسوف ایک  
نوری اجتماع و تقابل  
شکل سے ہوتا ہے  
پھر شارع علیہ السلام  
و الصلوٰۃ اس سے  
کیون خوف و دلتہ میں  
ان اوقات میں کار فرما  
و عبادت کی کس پناہ  
بدلت فرماتے ہیں

کوئی خصوصیت نہیں لکڑی پتھر ناج میوہ جس جس پر اسکا حکم اور اسکی اصلاح تھی سو تدبیر سے ہٹا کر  
 پڑتا ہے یہ بات کچھ خلاف توحید نہیں آپ دیکھتے ہیں آگ کی مارت سے گرمی بڑھ گئی اور بانی کی مجاورت  
 سردی بخش ہوگی اور جس جگہ مثلاً گرمی کی ضرورت تھی بروقت وہ گرمی وہاں نہ پہنچی فراج اس شے کا فائدہ  
 ہوگا اور ان میں صفت گرمی و سردی کی ذاتی نہیں مستعار ہے موثر حقیقی حکم یا ناکو فی برد او سلا مائل  
 امر احکم الحاکمین ہے ہاں اگر کسی نے انہیں کو موثر حقیقی بتلایا البتہ خلاف توحید ہوگا۔ اس طرح جب سلطان انجم  
 کا تسلط اسکی زمین اور زمینوں پر سے اٹھ جاوے بہت سی قباحتیں اور کئی قسم کے فسادات ہی دیر میں  
 اسکے لشکر نے سر میں پیدا ہو جائے کیا بعید ہے اب بجز اسکے کہ ہم اپنی اپنی خیر منائیں اس احکم الحاکمین  
 الملک المقدر کو (جس نے اسکو بہت قلیل عرصہ کے لئے سہی عزل کر دیا ہے) دعا و صدقات سے  
 راضی کریں اور کیا کیا جائے۔ ایک معمولی ضروری بات سمجھ کر نے خوف ہو جانے و قونی ہے شقاوت  
 اعاد اللہ تعالیٰ شانہ یعنی ایسی بڑی مخلوق باری عز اسمہ جس سے ایک عالم فیض یاب ہے  
 جب ان پر صورت عتاب ہے تو ان کے پرستش کنندگان وغیرہم کو نہایت عبرت کی جگہ ہے واللہ  
 تعالیٰ اعلم بالصواب

واضح ہو کہ یہ اجتماع و اشتراک (جو واو عاطفہ کی وجہ سے ہوتا ہے) کبھی چند اسموں کا کسی ایک فعل میں  
 ہوگا جیسے احمد و محمود و حامد آمدنی حصول صرف محبت کا ان تین شخصوں سے ہوا۔ کبھی چند فعلوں کا  
 ایک اسم میں جیسے زید آمد و نان خورد و برفت یعنی حصول آنے اور روٹی کھانے اور جانے کا صرف  
 زید سے ہوا۔ کبھی حصول چند جملوں کو مضمون کا (خواہ اسمیہ ہوں خواہ فعلیہ) جمع کیا جاتا ہے جیسے احمد آمد و  
 محمود نشست و حامد برفت یعنی آمدن احمد و نشستن محمود و رفتن حامد کا حصول بذریعہ واو عاطفہ کے جمع  
 کیا گیا ہے۔ اور یہ واو زائد بھی ہوتا ہے یہاں زائد سے میری یہ مراد ہے کہ اگر وہ لفظ حذف کر دیا جائے  
 معنی ویسے کے ویسے بنے رہیں۔ بلکہ اسکے لئے معطوف علیہ تکلف تاویل حاصل کیا جاتا ہے خواجہ  
 جمال الدین سلمان کا شعر ہے شہر مجاڑن در شاہ است و اللہ الحمد کہ مرا بخت بدین بلجا و او آورو  
 اور یہ اکثر دوسری نوع کے حروف عاطفہ اور لیکن اور اس کے مخففات کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے  
 فروسی شہر بہ بنیم تا سپ اسفندیار سوے خانہ آید ہی بے سوار پد ویا بارہ رستم جنگ جو پد  
 باخر نہد بے خداوند روے نظامی شہر و گردشت شاہ راد و خورست پد مرا ہم خداوند ہم خواہرست پد  
 یہاں واو عاطفہ کے ساتھ ہے ۱۲

کبھی واو سے چند اسم ایک  
 فعل میں شریک ہوتے ہیں  
 کبھی چند فعل ایک  
 اسم میں جمع ہوتے  
 ہیں  
 کبھی مضمون چند جملوں کا

کبھی واو عاطفہ زائد



ولہ نکلے کہ آن در ازل راندہ + نگر دو قلم زانچہ گرداندہ + ولکن بخوابش من حکم کش + گنم زین سخنها  
 دل خوش خوش + اور محاورہ عرب بھی اسطرح ہے چنانچہ اس آیت شریف میں **فَلَمَّا اسْلَمْنَا وَلَمَّا اسْلَمْنَا**  
**لِلْعَبْدِیْنَ وَنَادَیْنَاہُ اَنْ یَا اِبْرٰہِیْمُ سَبِّحْ مَعْلَقَہٗ** کے پہلے قصیدہ میں یعنی امر القیس کے اس شعر میں  
**سَعْرٌ فَلَمَّا اَجَزْنَا سَلَحَہٗ الْحِیِّ وَانْتَحٰی** + **یٰنَا بَطْنُ خَبْتٍ ذِی حِقَاقٍ عَقَنْقَلٍ** + خوش یعنی آمنہ  
 کو فہ کے نزدیک ان اشلہ میں واو ناندہ ہے کیا معنی کہ وہ خواہ خواہ کے تکلفات کو پسند نہیں کرتے۔  
 آیہ مجید میں **وَنَادَیْنَاہُ** کو جواب **فَلَمَّا اسْلَمْنَا** الخ کا قرار دیتے ہیں اور شعر امر القیس میں **وَانْتَحٰی** بنا  
 کو جواب **فَلَمَّا اَجَزْنَا** الخ کا اور یہ بات مسلمات سے ہے کہ کما کے جواب میں داو کا کچھ کام نہیں ہے  
 خواہی خواہی اس کو بجز ناندہ کہنے کے گزیر نہ ہوگا۔ مگر بصریہ کے نزدیک حرف کو مشاور زائد قرار دینا پسند  
 نہیں جہا تک ممکن ہو تاویل کرتے ہیں چنانچہ اشلہ مذکورہ میں جواب **کما** کا محذوف مانتے ہیں یعنی آیت  
 کریم میں **اَسْمَعِدْ جَانْتِہِیْنَ** **فَلَمَّا اسْلَمْنَا** **وَلَمَّا اسْلَمْنَا** **لِلْعَبْدِیْنَ** **وَنَادَیْنَاہُ** **اَنْ یَا اِبْرٰہِیْمُ** **کَلَامَہٗ** **کَانَ** **مَا**  
**کَانَ** **مِمَّا یَنْطِقُ بِہِ** **لِحَالٍ** **وَلَا یَحِیْطُ بِہِ** **الْوَصْفُ** **مِنْ** **اِسْتِیْثَارِہَا** **وَاعْتِبَارِہَا** **وَمَعْدَاہَا**  
**لِللّٰہِ** **رَبِّ** **الْعٰلَمِیْنَ** اور شعر مذکور میں جواب **لَمَّا اَجَزْنَا** اسکے بعد کا شعر **ہَصْرَتُہٗ** **بِفِدْوٰی** **رَاسِہَا**  
**فَتَمَّ اِلٰیہِ** **عَلٰی** **ہِیْضَمٍ** **اَلْکَشْمِ** **رِیَا** **الْمَخْلَعِلِ** + قرار دیتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب  
 اور کبھی یہ واو عاطفہ حذف بھی کیا جاتا ہے **سودی** **شعر** **اسیر بند شکم** **راو** **شب** **نگیر** **و خواب** + شبے بوندہ  
 سنگی شبے زولنگی + اے شبے زولنگی۔ اسی طرح یہ شعر **قربان** **شوم** **ترکہ** **ندان** **شہ ہنوز** + خلاص  
 من محبت من اعتقاد من + حافظہ شعر **جوریکہ** **از تو دیدم** **دوریکہ** **از تو بروم** + گشتہ بدانی شاید کہ رحبت آری  
 اے دوریکہ از تو بروم۔ اس بات کو یاد رکھنا چاہیے کہ یہاں مراد ہماری حذف سے حذف لفظ ہے نہ معنی  
 یعنی یہاں عاطفہ اگرچہ لفظوں میں نہیں ہے مگر معنوں میں مقدر مانا جائیگا اور یہ اس صورت میں ہوتا  
 کہ معطوف علیہ اور معطوف میں کوئی وجہ جامع یعنی ان میں کچھ مناسبت اور علاقہ ایسا ہو جس سے معطوف  
 معطوف علیہ کے ساتھ ایک حکم میں شریک کر دیا جائے اگر ان میں یہ وجہ جامع نہ پائی جائے یا صورت  
 عطف ایہام خلاف مقصود کا ہو تو واو عاطفہ تقدیر ابھی مانا نہ جائیگا جیسے اس مصرع میں **امیر خسرو** **ع** **بوسہ**  
 گرفتہ از لبش + یک دوسہ چار پنج شش + اگر یہاں عطف کے ساتھ یک و دو و سہ و چار و پنج و  
 شش کہا جاتا تو موہم جمع کا ہوتا اس سے تعین عدد یعنی بست و یک مراد ہوتی سو یہ خلاف مقصود قابل ہر

فلمَّا اسْلَمْنَا  
 اَنْ یَا اِبْرٰہِیْمُ  
 سَبِّحْ مَعْلَقَہٗ  
 کَلَامَہٗ  
 کَانَ  
 مَا  
 کَانَ  
 مِمَّا  
 یَنْطِقُ  
 بِہِ  
 لِحَالٍ  
 وَلَا  
 یَحِیْطُ  
 بِہِ  
 الْوَصْفُ  
 مِنْ  
 اِسْتِیْثَارِہَا  
 وَاعْتِبَارِہَا  
 وَمَعْدَاہَا  
 لِللّٰہِ  
 رَبِّ  
 الْعٰلَمِیْنَ  
 اِسْمَعِدْ  
 جَانْتِہِیْنَ  
 فَمَّا  
 اسْلَمْنَا  
 وَلَمَّا  
 اسْلَمْنَا  
 لِلْعَبْدِیْنَ  
 وَنَادَیْنَاہُ  
 اَنْ  
 یَا  
 اِبْرٰہِیْمُ  
 کَلَامَہٗ  
 کَانَ  
 مَا  
 کَانَ  
 مِمَّا  
 یَنْطِقُ  
 بِہِ  
 لِحَالٍ  
 وَلَا  
 یَحِیْطُ  
 بِہِ  
 الْوَصْفُ  
 مِنْ  
 اِسْتِیْثَارِہَا  
 وَاعْتِبَارِہَا  
 وَمَعْدَاہَا  
 لِللّٰہِ  
 رَبِّ  
 الْعٰلَمِیْنَ

ہصرت  
 گیسو  
 اور  
 شہ  
 بوندہ  
 سنگی  
 شبے  
 زولنگی  
 اے  
 شبے  
 زولنگی  
 قربان  
 شوم  
 ترکہ  
 ندان  
 شہ  
 ہنوز  
 خلاص  
 من  
 محبت  
 من  
 اعتقاد  
 من  
 حافظہ  
 شعر  
 جوریکہ  
 از  
 تو  
 دیدم  
 دوریکہ  
 از  
 تو  
 بروم  
 گشتہ  
 بدانی  
 شاید  
 کہ  
 رحبت  
 آری  
 اے  
 دوریکہ  
 از  
 تو  
 بروم  
 اس  
 بات  
 کو  
 یاد  
 رکھنا  
 چاہیے  
 کہ  
 یہاں  
 مراد  
 ہماری  
 حذف  
 سے  
 حذف  
 لفظ  
 ہے  
 نہ  
 معنی  
 یعنی  
 یہاں  
 عاطفہ  
 اگرچہ  
 لفظوں  
 میں  
 نہیں  
 ہے  
 مگر  
 معنوں  
 میں  
 مقدر  
 مانا  
 جائیگا  
 اور  
 یہ  
 اس  
 صورت  
 میں  
 ہوتا  
 کہ  
 معطوف  
 علیہ  
 اور  
 معطوف  
 میں  
 کوئی  
 وجہ  
 جامع  
 یعنی  
 ان  
 میں  
 کچھ  
 مناسبت  
 اور  
 علاقہ  
 ایسا  
 ہو  
 جس  
 سے  
 معطوف  
 معطوف  
 علیہ  
 کے  
 ساتھ  
 ایک  
 حکم  
 میں  
 شریک  
 کر  
 دیا  
 جائے  
 اگر  
 ان  
 میں  
 یہ  
 وجہ  
 جامع  
 نہ  
 پائی  
 جائے  
 یا  
 صورت  
 عطف  
 ایہام  
 خلاف  
 مقصود  
 کا  
 ہو  
 تو  
 واو  
 عاطفہ  
 تقدیر  
 ابھی  
 مانا  
 نہ  
 جائیگا  
 جیسے  
 اس  
 مصرع  
 میں  
 امیر  
 خسرو  
 ع  
 بوسہ  
 گرفتہ  
 از  
 لبش  
 یک  
 دوسہ  
 چار  
 پنج  
 شش  
 اگر  
 یہاں  
 عطف  
 کے  
 ساتھ  
 یک  
 و  
 دو  
 و  
 سہ  
 و  
 چار  
 و  
 پنج  
 و  
 شش  
 کہا  
 جاتا  
 تو  
 موہم  
 جمع  
 کا  
 ہوتا  
 اس  
 سے  
 تعین  
 عدد  
 یعنی  
 بست  
 و  
 یک  
 مراد  
 ہوتی  
 سو  
 یہ  
 خلاف  
 مقصود  
 قابل  
 ہر

واو عاطفہ حذف  
 کیا جاتا ہے بیان  
 حذف سے صرف  
 لفظ حذف مراد ہے

واو عاطفہ کہ بیان  
 مانا جاتا ہے اور  
 جہت میں مانا جاتا ہے

بخلاف شعر مشہور "نادر نہ آمد سہ اندر چہار" میں واو عاطفہ مقدر ہے اسے نہ اندر نہ آمد و سہ اندر چہار کیا معنی کہ نہ در نہ و سہ در چہار ان دونوں کے حاصل ضرب کا مجموعہ یعنی نو و سہ مقصود ہے چنانچہ بیان دلالت میں مذکور ہوا اصطلاح علم معانی میں اس ترک عطف کو فصل اور عطف کرنے کو وصل کہتے ہیں اس کی زیادہ تفصیل فن بلاغت کا منصب ہے۔ اور یہ بھی سن لیجئے کہ اس واو عاطفہ کو اسی طرح ساکن رکھ کر اس کے حرف ماقبل کو بجاورت و مناسبت واؤ ضمہ دیا جاتا ہے اور اس ضمہ کو کبھی اشباع اور پُرسی کے ساتھ پڑھتے ہیں وہ حرف ماقبل سوائے ہائے مخفی کے خواہ حرف علت ہو یا غیر اول جیسے حافظ شعر غنیمت دان می و خور و گلستان <sup>۱۲</sup> کہ گل تا ہفتہ دیگر نباشد <sup>۱۱</sup> لے مثال حرف علت ثانی جیسے نظامی شعر چنان آفریدی زمین و زمان ہماں گردش انجم و آسمان ہر گاہی مخفی <sup>۱۲</sup> لے پیرزن علت چونکہ منظر حرکت حرف اخیر کلمہ ہے اور نیز وہ مخفی ہی ظاہر نہیں اُس پر ایک ہمزہ مضمومہ مان لیا جاتا لیکن اضافت و اتصاف میں جب طرح ملفوظ ہوتا ہے مکتوب بھی ہوتا ہے اور یہاں رسم الخط میں سوائے ملفوظ کے مکتوب نہیں ہوتا جیسے اس شعر میں حافظ شعر بنوش جام صبحی بنالہ و دف و چنگ ہر بیوس غنچ ساقی بنغمہ نے و رود ہ نظامی شعر تیغ نہ و زخم سے اندازہ چیت ہر کس نہ و این ہمہ آوازہ چیت ہر و گرنہ اسی ہائے مخفی کو حرکت دیجاتی تو وہ منظر و علامت نہ رہتی ایک مستقل حرف بنجاتی اور نیز وہ مخفی بھی نہ رہتی ہائے ظاہر بنجاتی اسی طرح جب الف کو ا کے اصلی سکون پر باقی رکھا جاتا ہے تو ایک ہمزہ مضمومہ اشباع کے ساتھ زیادہ کیا جاتا ہے نظامی <sup>۱۱</sup> شعر دو وارث شما از دوکان کہن ہر ترا در سخا و مراد سخن ہر دالله تعالی اعلمہ بالصواب اور کبھی بلا اشباع صرف ضمہ کے اظہار پر کفایت کرتے ہیں اس صورت میں یہ واو صرف مکتوب ہوتا ہے ملفوظ نہیں ہوتا حرف ماقبل سوائے ہائے مخفی اور حرف واجب السکون کے چاہے کوئی ہو۔ حافظ شعر سلطان بنکاشک و سوداے تاج و گنج ہر درویش و اسن خاطر و کنج قلندر می نظامی شعر برآر استہ بزمے از نای و نوش ہر بلطفے کہ بردمی زبندہ ہوش ہر اور و صورت ہائے مخفی و حرف واجب السکون وہی ہمزہ مضمومہ واو اشباعی کی طرح زیادہ کیا جائیگا۔ حکمی مصرعے خوشاکس کہ بود مرده و نامش زندہ ہ نظامی شعر توانا و دانا بہر بودنی ہر گنہ بخش و بسیار خوشدنی ہ در نہ بہان بھی وہی خرابی پیش آئیگی جو اشباع میں آئی۔ اور کبھی حرف ماقبل اسکی حالت و قفی پر

فصل وصل  
عطفی میں  
کے لئے  
واو عاطفہ  
کا بیان

واو عاطفہ  
غیر شین کا بیان

واو عاطفہ  
تحرک بجا  
نہیں بھی ہوتا ہے

چھوڑ دیا جاتا ہے اور اس واؤ کو اتنا جا لال عرب متحرک بجزکت فتح کر دیتے ہیں چاہے حرف ماقبل کوئی ہو۔ حافظہ شعر آرزو کی شہم و از تو چہ پنہان دارم و شیشہ بادہ و کنبے و رخ زیبائے و ولہ تکیہ بر تقوی و دانش و طریقت کا فریست و راہ روگر صد نہر وارد توکل بایش و ولہ رہ غلو نگہ خاصم ہنما تاپس ازین و می خورم باتو و دیگر غم دنیا نخورم و خواجہ جمال الدین سلمان شعر دار اسے عہد شیخ حسن آنکہ خدمتش و چرخ دو تا بچار و ناچار می کند و بعض مقننین نے بادہ و کنبے و رخ و تقوی و دانش اور تو و دیگر اس نوع کو غیر شیخ مضموم الماقبل میں درج کیا ہے پس اس صورت میں ایک ہمزہ ہا و مخفی اور واجب السکون والے کلمہ کی طرح اسکے ماقبل ماننا ہوگا۔ اور چار و ناچار میں سکون کے قائل ہوئے چونکہ یہ واؤ عربی و فارسی میں مشترک ہے میرے نزدیک اولیٰ یہی ہے کہ عربی کی طرح واؤ مفتوح رکھا جائے۔ چنانچہ کوئی کلمہ ترکیب عربی مذکور ہوتا ہے اسی طرح مفتوح رکھا جاتا ہے جیسے اس شعر میں نظامی شعر نام تو بر حاشیہ دل رقم و حکم تو فرمان دہ لون و القلم و خواجہ جمال الدین سلمان شعر لمجاہ من در شاہست و لید الحمد و کہ مرا بخت بدین لمجا و ما و آورد و اور وہ واؤ عاطفہ بھی مفتوح پڑھا جاتا ہے جو کسی شعر کے صدر یا مطلع میں واقع ہوتا ہے۔ اول جیسے فروغی شعر و دیگر کہ گیتی ندارد رنگ و سہرے پہنچی چہ پہن و چہ تنگ و حافظہ شعر و آنکہ پیشش بہند تاج تکبر خورشید و کبریا نیست کہ در حشمت درویشان است و ثانی جیسے حافظہ شعر سکین چون بعشق گلے گشتہ بتلا و و اندر چمن فگندہ بفریاد غلغلے و یہ بھی یاد رہے کہ جب اس واؤ عاطفہ کے بعد کوئی کلمہ مصدر بالف ہو اس الف کی حرکت نقل کر کے واؤ کو دینے میں اور الف کو کبھی تہ و تلفظاً حذت کر دیتے ہیں جیسے وگر و ووز و وان و وین اور کبھی صرف تلفظ سے گرا دیا جاتا ہے کتابتہ باقی رکھا جاتا ہے جیسے اوپر کے شعر میں و اندر چمن فگندہ بفریاد غلغلے۔ یہ امر رسم الخط کے ساتھ تعلق رکھتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب موضع اس واؤ عاطفہ کا وہ کہ معطوف کے سرے پر بلا فصل معطوف علیہ لایا جائے۔ مگر بعض وقت بحکم ضرورت ان میں فصل بھی واقع ہو جاتا ہے۔ امیر خسرو شعر نامہ کنید سوے وی و تابا و رسم و خاکستر کمیند و بران خطیرا گنیت اسے نامہ نوید سوئے وے و مرا خاکستر کنید و بران خطیرا گنید تابا و رسم شعر بین تا و گر بارہ چون تا ختم پسخن را کجا سر برافرا ختم و دوسرا حرف با جیسے نظامی شعر بلیناس با کار داران روم و

مستند کن اول معطل  
کہ کہتے ہیں "معطل  
مطلوع کن اول مصرعہ  
ثانی کہتے ہیں "معطل"

یہ شعر لمخر دی اس  
غزل کہتے ہیں میں  
بجائے دال ہوتا تھا  
الغرض لائی گئی ہے

بعد از اسے اگر کوئی کلمہ  
بافتہ ہوگی حرکت  
کے واؤ کو دینے  
اور اس الف کو تہ  
سبھی باقی رہے ہیں  
سبھی اسے دینے

واؤ عاطفہ اور معطوف  
کے درمیان  
بھی واقع ہو جاوے  
میں تابا و رسم اور خطیرا  
عاطفہ جو کہتے ہیں  
جولیا و رسم و خاکستر  
جو کہتے ہیں مقدم کر دے

سو کے کید رفتن زان مزبوم و لم پر پچھرہ با آن پری پیکر ان ۛ شدند از بے گنج و گوهر گران ۛ سودی  
 شعر رئیس دے با پس در رہے ۛ گذشتند بر قلب شاہنشہ ۛ رفتند و شدند و گذشتند بصیغہ جمع  
 بیان کرنا اسکے عاطفہ ہونے پر دلیل ہے۔ اگر بمعنی مع لیا جاتا (چونکہ بلیناس اور پچھرہ اور رئیس وہ  
 مفہوم ہیں) رفت اور شد اور گذشت کہا جاتا۔ سعدی شعر فرق ست میان آنکہ یارش دریر ۛ با آنکہ  
 دو چشم انتظارش بر در ۛ اے فرستیان آن و آن الز علی خراسانی شعر می دو و چون باد بر شیب و فرا  
 این جهان ۛ پیش عاشق و طریقت کوہ با صحرایکے ست ۛ تیسرا تاجیے نظامی شعر و گر باد است  
 راہم بہتست ۛ ہمہ روز تا شب پناہم بہتست ۛ اے ہمہ روز و ہمہ شب۔ کیا معنی بندہ خداوند تعالیٰ  
 عز اسمہ کی پناہ کا ہر دم ہر آن محتاج ہے۔ ظہوری شعر تفاوت کفر و دین آمد معنی ۛ میان عدل و  
 تا عدل کسری ۛ اے میان عدل او و عدل کسری۔ اور یہ تاج صطح عربی مین حتے جارہ کے  
 معنی مین مستعمل ہوتا ہے جس کا بیان حروف جارہ مین گزر چکا۔ حتے عاطفہ کے معنی مین بھی  
 مستعمل ہوتا ہے جیسے اَکَلْتُ السَّمَكَةَ حَتَّى رَأَيْتُهَا لَيْسَ بِهَا عَيْنٌ مِثْلِي اور اسکا سر بھی۔ نظامی  
 شعر سکندر بآن شاہ فرخ نژاد ۛ شبانگاہ بگریست تا بادادہ یعنی اسقدر غم کیا کہ رات بھر روئے  
 گزری اور صبح بھی تھک کر بیٹھ گیا روتا رہا و لم زبے آبیم سینہ سوزد درون ۛ قدم تاسم غرق  
 دریاے خون ۛ چوتھا ہم جیسے امیر خسرو شعر نیست پشیمانیش ارزد دہد ۛ ہم بود آن لحظہ  
 کہ کمتر دہد ۛ اے و بود پشیمانی آن وقت کہ الز بیدل شعر مردہ ہم فکر قیامت دارد ۛ آرمیدن  
 چہ قدر دشوارست ۛ اس لفظ کے خصوصیات سے ہے کہ معطوف و معطوف علیہ ہر دو پر داخل  
 ہوتا ہے نظامی شعر ہم اوراہ دان ہم فرس راہوار ۛ زبہ شاہ مرکب زبہ شہسوار ۛ اور کبھی  
 تعین و تاکید معنی عطفی کے لیے اُسکے ساتھ و او عاطفہ بھی لے آتے ہیں نظامی شعر و گر خدست  
 شاہ را در خورست ۛ مراہم خداوند ہم خواہرست ۛ بعض مقننین نے اسکے معطوف و معطوف علیہ  
 کا جملہ ہونا واجب جانا ہے سو یہ کوئی بات نہیں۔ مفرد اور جملہ ہر دو پر داخل ہوتا ہے مفرد جیسے  
 نظامی شعر اے بزین بر چو فلک نازنین ۛ ناز کشتم ہم فلک و ہم زمین ۛ جملہ جیسے اوپر کا شعر  
 ”ہم اوراہ دان ہم فرس راہوار“ اور اسکا معطوف کے اول و آخر ہر دو جملہ لانا جائز ہے اول جیسے اوپر  
 کے اشعار مین اور آخر نظامی شعر دان بیکے دانہ زراہ کرم ۛ حلہ بر انداختہ و حلب ہم ۛ

بیان تمام محظوظ

تمام محظوظ و معطوفات  
 دونوں پر داخل ہوتا ہے ہم عاطفہ کا بیان

ہم عاطفہ کے ساتھ  
 بنظر تاکید او عاطفہ  
 بھی لایا جاتا ہے

تمام محظوظ و معطوفات  
 دونوں پر داخل ہوتا ہے ہم عاطفہ کا بیان

ہم عاطفہ معطوف کے  
 اول و آخر ہر دو جملہ  
 لانا جائز ہے





ما قبل جملہ خبریہ موجبہ یا امر کا ہونا ضرور ہے اور اس کے بعد اسم مفرد (یعنی غیر خبر) کا ہونا واجب  
جیسے رفت زید نہ عمرو۔ سعدی شعر ترک دنیا و شہوت ست و ہوس و پارسائی نہ ترک جامہ بس  
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

بیان کلمات  
عاطفہ تردید

اور حروف عاطفہ میں سے یا و اگر و خواہ اور کہ و و او بمعنی یا ان کو حروف عناد و تردید بھی کہتے ہیں  
ان پانچ حرفوں میں سے کوئی حرف جن کلموں یا کلام کے درمیان واقع ہوتا ہے ان میں سے ایک امر  
غیر معین لا علی التعمین مراد ہوتا ہے۔

یا اور اگر و خواہ  
ان میں سے کوئی حرف  
معطوف و معطوف علیہ  
دونوں پر لا نا جائز ہے  
یا اور خواہ کے  
استعمال میں  
فرق ہو یا نہیں

جاننا چاہیے کہ یا اور اگر و اس کے مخففات گر و آر اور خواہ۔ ان تینوں کلموں کو معطوف و معطوف علیہ  
ہر دو پر لا نا بھی جائز ہے بخلاف کاف و و او عناد یہ کہ فقط معطوف کے سرے پر یعنی صرف معطوف  
اور معطوف کے درمیان میں لاتے ہیں امثلہ آتیہ اس و عمرے کے شاہد ہیں۔ اور یہ بیان  
بھی سن لیجئے کہ صاحب جواہر الحروف یا کے استعمال کو اس جگہ مخصوص رکھتے ہیں کہ جہاں  
معطوف و معطوف علیہ مختلف الکفیت ہوں یعنی ایک مثبت تو دوسرا منفی ہو اور استعمال  
مداخل خواہ کو متفق الکفیت میں مختص سمجھتے ہیں یعنی معطوف و معطوف علیہ ہر دو کا مثبت ہونا ضروری  
سمجھتے ہیں چنانچہ جواہر الحروف میں بیان کلمات عناد کے تحت میں فرماتے ہیں و فرق بینہما  
آنست کہ مداخل خواہ در ہر دو جا مثبت می باشد و مداخل یا در یک منفی و دیگر مثبت انتھی سیر  
نزدیک یہ شرط اختصاص ناصواب ہے اشعار مذیلہ استشہاد ما فی الباب ہے نظامی شعر

یا کا استعمال  
مختلف الکفیت میں

چنانش و ہم مالش از تیغ تیز کہ یا مرگ خواہی زمین یا اگر نیز کہ ولہ کسے کو بران اژدہا بگزرد ہماں  
ساعتش یا کشد یا خور و اسکا استعمال خبر و انشا ہر دو میں برابر جائز ہے خبر جیسے امثلہ مذکورہ میں  
انشا جیسے نظامی شعر یا علی در صنف میدان فرست و یا عمرے بر سر شیطان فرست و ولہ  
یا چو غریبان پئے رہ تو شد گھر و یا چو نظامی ز جہان گوشہ گیر و یہ امثلہ اتفاق کیفیت کی تھیں  
اور اختلاف فی الکفیت جیسے طالب آملی شعر ناز و کرشمہ بود در آئین حسن لیک و مہر و وفا دامنم  
یا بود یا نبود و سعدی شعر یا مکن با پیل بانان دوستی و یا بنا کن خانہ در خورد پیل و اور کبھی  
اس حرف تردید کو لفظاً حذف کر دیتے ہیں۔ مولوی معنوی رح شعر فتوت اینست اے بہ بریدہ  
دست و کا نذر آئی و نگوئی امر ہست و بو حنیفہ واد این فتویٰ ترا و شافعی گفت این امو ناسرا و

یا کا استعمال خبر  
اور انشا دونوں  
میں جائز ہے

یا کا استعمال مختلف  
کیفیت میں

کبھی حرف تردید  
لفظاً حذف  
کر دیتے ہیں

اے یا شافعی الخ زین خان کو کلمات ش شعر بیک شب چہ عشرت توان کرد با تو ہ تماشا کنم می خورم  
راز گویم ہ اے تماشا کنم یاے خورم یا راز گویم۔ اور کبھی اس حرف تردید کو صرف معطوف علیہ پر  
لے آتے ہیں صوفی کا شعر ہے شعر یا صوفی راز لعل خود کام دہید ہ در کام ندہید و شنام دہید  
اے یا صوفی را کام دہید یا د شنام دہید۔ اور ممکن ہے کہ یہاں یاے تردید یہ بجائے حرف شرط اگر  
کے مستعمل ہوا ہو جیسے اداۃ شرط موضع تردید میں مستعمل ہو جاتے ہیں۔ اب اس شعر میں یہ تاویل ہوگی  
اگر صوفی راز لب خود کام دہید فہا و اگر ندہید و شنام دہید اور ممکن ہے کہ یہاں (در کام ندہید میں)  
حرف شرط ارجح طرح اکثر بوقت تکرار معنی تردید کا افادہ کرتا ہے اس طرح بوجہ تقابل یاے تردید  
مفید معنی تردید ہو واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

دوسرے لفظ اگر۔ یہ بھی موضع تردید میں استعمال کیا جاتا ہے بعض مقنین نے اس استعمال کو اہل  
سرخس کے ساتھ مخصوص بتلایا ہے سو یہ کوئی بات نہیں اہل سرخس و خراسان سب کے ہاں اسکا  
استعمال برابر ہے خصوصاً قدما کے کلام میں یہ لفظ اکثر مستعمل ہے چنانچہ فراغانی علیہ الرحمۃ نے نوری  
کے اس شعر کو اس امر میں شاہد اپنے مدعا کا بنایا ہے اور فرمایا ہے شعر این طرفہ ترکہ ہست بر اعدا  
نیز تنگ ہ پس چاہ یوسف است اگر چاہ بیزن است ہ یعنی این جہاں چاہ بیزن است بواسطہ آنکہ  
بر دشمن تنگ است یا چاہ یوسف است بواسطہ آنکہ از کبریاے تو بر تو تنگ است۔ فردوسی رح شعر  
ستمگار خونیش اردا گر ہ ہنرمند و نمیش اربے ہنر ہ اور یہ بھی شن لیجئے کہ یاے تردید کی طرح لفظ اگر بھی  
معطوف و معطوف علیہ ہر دو پر لایا جاتا ہے اور اسی طرح مختلف الکلیف و متفق الکلیف دونوں  
موقعوں میں استعمال پاتا ہے۔ اول یعنی اتفاق کیفیت مع تکرار حرف تردید جیسے نظامی شعر  
اگر آسودہ ورنہ توان می زیم ہ چنانکہ آفریدی چنان می زیم ہ دوسرا یعنی اختلاف کیفیت  
مع تکرار حرف جیسے نظامی شعر ز غظیم تو پیش تو ہست و نیست ہ اگر باشد و گر نباشد یکمیت  
یہ بات بھی ذرا توجہ کے ساتھ ملاحظہ فرمائیے کہ میں نے یہاں یہ عرض کیا ہے کہ لفظ اگر موضع  
تردید میں استعمال کیا جاتا ہے کیا معنی کہ بجائے اس لفظ اگر کے یاے تردید لائی جائے  
معنی درست رہیں کوئی بگاڑ نہ آئے جیسے ”ستمگار خونیش اردا گر ہ“ میں ستمگار خونیش آباد اگر  
بھی کہہ سکتے ہیں اور اس کے یہ معنی نہیں کہ بجائے یاے تردید یعنی جہاں یاے تردید استعمال

یاے تردید پر  
معطوف علیہ  
راز ہی جائز ہے

جان اگر تردید  
اسکا اہل سرخس  
کے ساتھ خاص

اگر کیا یاے تردید کی طرح  
معطوف و معطوف علیہ  
ہر دو پر لایا جاتا ہے  
اتفاق و اختلاف  
کیفیت میں اس کا  
استعمال  
یاے تردید پر اور  
اگر تردید میں  
فرق



کیا جاتا ہو اس جگہ اس اگر استعمال کر سکیں جیسے اشعار مذکورہ میں "چنانچہ ہم بالمش از شیخ تیز"
 کہ یا مرگ خواہی زین یا گریز اور "یا مکن یا سیل بان دوستی" یا بنا کن خانہ در خورد پیل" میں اگر مرگ خواہی
 زین اگر گریز اور اگر مکن یا سیل بان دوستی اربنا کن الزہنین کہہ سکتے۔ آئین سر یہی ہے کہ دراصل یہ
 حرف شرط ہے اور اس کا مدخل جملہ شرطیہ ہے جس کا حاصل معنی مفہوم مردود پر پہنچ جاتا ہے اسی واسطے
 اس کا مدخل سوائے جملہ کے نہیں ہوتا۔ اگرچہ صورت میں مفرد کے ہو اور یہ حرف شرط مکر یعنی معطوف
 و معطوف علیہ دونوں جملوں کے سرے پر لایا جاتا ہے اور جہاں کہیں صرف معطوف پر ہوتا ہو وہاں
 بھی باعتبار حقیقت ایک حرف شرط جملہ معطوف علیہ کے سر پر لایا ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
 تیسرا کلمات تردید میں سے لفظ خواہی اور اس کا مخم خواہ ہے دراصل یہ خواستن سے مضارع حاضر
 کا صیغہ ہے اور خواہی خواہ کے مخم کرنے میں وہی نکتہ تخفیف مد نظر ہے جو توانا سے توان
 کی ترخیم کرنے میں تھا کیا معنی کہ لفظ توان کی تخفیف لفظی کو تخفیف معنی یعنی عدم ذکر فاعل لازم
 مگر مصرعہ ثانی اس شعر ثانی میں چوتوان شمر د کا فاعل پڑا ہوا ہے۔ نظامی شعر پڑو ہندہ دیگر
 آغاز کرد کہ دارانہ چندان سپہ ساز کرد کہ آنرا شمر دن توان در قیاس کہ سائیکہ ہستند لکن شناس
 الحاقی ہے میا بخون کی نے تو جی سے صبح اہل کتاب ہو گیا ورنہ در اصل مصرعہ ثانی یہ ہے
 شمارندہ را در دل آید ہر اس کہ اور یہ مصرعہ ثانی بتقدیر حرف علت مصرعہ اولیٰ کی علت ہے یعنی
 اس وجہ سے شمار نہیں کیا جاسکتا کہ شمارندہ خوف زدہ ہو جاتا تھا۔ خیر اسی طرح خواہ کی تخفیف لفظی کو حذف
 اداۃ شرط لازم اسی وجہ سے خواہی خواہی و خواہ خواہ بجاے طوعاً و کرہاً یعنی ناگزیر و ناچار کے معنوں
 میں اساتذہ کے کلام میں مستعمل ہے میر معز فطرت شعر ز کف می داد اگر نازش عنان کم نگاہی را
 نمی شد کس حریف غمزہ خواہی خواہی را بخشی شعر بخشی زوفی عجب چیز است کہ خواہ ناخواہ
 زربدست آید کہ اور اردو میں خواہ خواہ بھی بولتے ہیں کیا معنی کہ دل چاہتا کام طوعاً اور
 جس کام کو دل نچاہے کرنا کیا جاتا ہے اور جو کام اگر دل چاہے اور اگر دل نہ چاہے ہر حال
 کرنا ہو وہ ناگزیر اور ضروری ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ یہ شرطیہ جملے ہیں اداۃ شرط بیان سے مخدوف
 ہیں جبکہ حاصل معنی مفہوم مردود پر جا بھرتا ہے تو بلا لحاظ شرطیت اداۃ تردید یا کی طرح اتفاق
 و اختلاف کیفیت میں اور اسی طرح انشا و خبر ہر دو جگہ استعمال کیا جاتا ہے۔ اتفاق کیفیت

لفظ اگر کی حقیقت

خواہ تردید کا بیان

خواہی سے خواہ  
بنانے میں نکتہ  
کیا ہےخواہ اتفاق و اختلاف  
کیفیت اور انشا و خبر میں  
بالطرح برابر مستعمل ہے

جیسے سعدی شعر من انچه شرط بلاغت با تو میگویم : تو خواه از سنم پند گیر خواه ملال : نظامی شعر  
چون زین ولایت کشادم کمر : تو خواه افسر ازین ستان خواه سر : اور اختلاف کیفیت جیسے نظامی شعر  
تاج و تخت آلتست شاہی نہ : آلتی خواه باش خواہی نہ : یہ امثلہ انشا کے بھی ہو سکتے ہیں۔ اور  
خبر جیسے سعدی شعر رامی رامی تست خواہی جنگ خواہی آشتی : ماقلم بر سر کشیم اختیار خویش را :  
ولہ دست کوتاہ باید از دنیا : آستین خود دراز خود کوتاہ : اے خواہ جنگ باشد خواہ آشتی باشد آستین خواہ  
دراز باشد خواہ کوتاہ باشد۔ اور یہاں تاویل انشا کی بھی ہو سکتی ہے۔ اے خواہ جنگ کن خواہ  
آشتی کن۔ آستین خواہ دراز باش خواہ کوتاہ باش وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ۛ

چوتھا کلمات تردید میں سے کاف ہے یعنی بعض متقین نے کاف کو بھی اداء تردید میں شمار کیا ہے  
اور شاہد اپنے مدعا کا اس شعر کو بنایا ہے شعر حسن معشوق بہترست کہ آن : آن ازین بہترست  
این از آن : اے حسن معشوق بہترست یا اداے معشوق۔ یہ سوال ہے اسکا جواب مصرع ثانیہ  
اور کبھی یہ کاف یاے تردید کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے جیسے شعر بردش می گزرم یا کہ فراموشم کرد :  
اے محبت بسر دوست ترا سو گندست : اور صاحب جہاں التریب نے یہ مثال گھڑ دی ہے مع است  
تردید سے روم یارب کہ باشم در مقام : اور بعض سخن فہون نے سعدی کے اس شعر میں شعر دل  
دوستان جمع بہتر کہ گنج : خزینه تہی بہ کہ مردم بہ رنج : کاف کو تردید یہ فرمایا ہے اور بعض نے  
نافیہ بانی ہے۔ یعنی ”دل دوستان جمع بہتر نہ گنج“ میرے نزدیک یہ فضول کاف کی توزیع بڑھانا ہی  
دراصل یہ وہی کاف ہے جو بفضل علیہ پر از کی طرح داخل ہوتا ہے جیسے اس شعر میں شعر بہتکا  
گوشت مردن بہ : کہ تقاضاے زشت قصابان : وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ۛ  
پانچواں اداء تردید میں سے واو ہے جیسے سعدی شعر کا شعر ہے شعر گل ہمین  
ہنچ روز و شش باشد : دین گلستان ہمیشہ خوش باشد : ۛ ۛ ۛ ۛ ۛ ۛ ۛ ۛ

هَذَا خُرُمَاتِي سَرِّي مِنَ الْكَلَامِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى حُسْنِ الْخِتَامِ

وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْاَنَامِ مُمَكَّلَانَا

فَقَمَدِ الْمُصْطَفَىٰ وَآلِهِ الْعِظَامِ وَصَحْبِهِ الْكِرَامِ

اٰمِيْنَ يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۛ

ۛ  
ۛ غنفت خواہ درخت  
ۛ مصلحت مصلحتی درین  
ۛ بین خواہ کار کرد و غیر  
ۛ نوحہ خواہ آواز  
ۛ آستین چو دراز خود کوتاہ  
ۛ ماقلم بر سر کشیم

کاف تردید یہ

واو تردید یہ کاف

مصنف قبل ازین سال  
نہشت انتشار دہن  
نہشت است از ان بعد  
این رسالہ در کتب خانہ  
دربارہ پیر ذکر کردہ ۱۱۵۰

گھر جو سے راتیشہ برکان رسید	جگر خوردن دل بپایان رسید
بساطے کشیدم بہر تیب نو	برو کر دم اندیشہ را پیشرو
دگر بارہ برکان کشادم کمین	بر انداختم مفر گنج از زمین
بسے سالہا شد کہ گوہر پرست	نیساورد و زینگو نہ گوہر بدست
فروشدندہ جو ہر آمد پدید	ستاع از فروشدندہ باید خرید
بدعوبے دروغی نیاید نمود	ز رو آتش اینجا توان آزمود
شناسندہ گرنیت شوریدہ مفر	نہ بہرہ شناسد ز دینار نغر

ہنسرتا بد از مردم گوہری  
چونور از مہ و تابش از شتری

تقریظ چکیدہ کلک گہر سلک قدوۃ العارفین امام السالکین متیث الفضلا  
رحلۃ العلما۔ المحقق للتحائق والمعارف طود العلم والفضل۔ بحر التحقیق والتدقیق  
المفسر العارف۔ والمحدث الفقیہ۔ سیدی وسندی۔ وسیلتی فی الیوم واحد  
مولانا الاستاذ المولوی الحافظ ابو المحمود رشید احمد مدظلہم العالی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حامداً ومصلياً۔ بندہ کی دانست میں مولوی صاحب مؤلف نے بہت اچھا لکھا ہو قابل تحسین و حفظ  
کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

ایضاً از علام علوم فارسیہ فہام فنون عربیہ و دقیقہ رس سخن یک فنی در ہر فن نقاد  
جواہر حقایق صراف نقود و قایق جامع المعقول والمنقول حاوی الفروع والاصول  
چہیند الجہا بذہ استاذ الاساتذہ مولانا استاذی المجد المولوی ابو الخیرات سید احمد صاحب  
دہلوی مدرس اول مدرسہ اسلامیہ دیوبند ضلع سہانپور صانہا اللہ عن الفتن والشور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حامداً مثنیاً بالصلوٰۃ والتسلیم۔ اما بعد خادم سادات مفتقر الی الصمد ابو الخیرات سید احمد  
ناظرین با استعداد و طالبین خوش اعتقاد کی خدمت میں گزارش کرتا ہوں کہ یہ کتاب کچھ میسر

مولانا سے مدد  
دعوت فارسیہ از شیخ  
المفتی صاحبی رحمۃ اللہ  
و نیز اسد خان  
غالب تلمذ داشتند

دیکھنے میں کچھ سننے میں آئی اس طرز تحقیق سے مذاق مشتاق نے حلاوت پائی واقعی صاحب تصنیف  
 ادیب نبیف سلف حریف مولوی حسین شریف نے اس تاسیس قواعد و تمہید فوائد میں تحقیق کا بیڑا  
 اٹھایا ہے اور نظار گیان آفاق و طالبان باشتیاق کو تدقیق کا جلوہ دکھایا ہے کتاب لطیف قابل  
 تحسین ہے اور مصنف شریف لایق آفرین۔ بتدی و منتہی اس دستور نامہ کو دستور العمل بناوین تو امید ہے  
 کہ بہیڑیا چال سے رہائی پا کر تحقیق و تدقیق کی راہ پر آویں ومن اللہ التوفیق وبیدہ ازمہ التوثیق فقط  
 ابو الخیرات سید احمد عفی عنہ

ایضاً از عمدة الفضل ازبدة العلماء حلال شکلات علوم عربیہ کاشف معضلات فنون  
 ادبیہ مقبول بارگاہ لم نیلی مولانا الاستاذ المولوی محمد ذوالفقار علی صاحب ظلہ العالی

حاصداً و مثنیاً و مسلماً و مصلیاً۔ کتاب قواعد فارسی تصنیف فاضل نبیف مولوی حسین شریف  
 کے اکثر مقامات کترین کی نظر سے گزرے معلوم ہوا کہ مولوی صاحب نے فراہمی قواعد میں نہایت سعی  
 فرمائی ہے اور جو کچھ لکھا ہے محققانہ لکھا ہے اور اشعار مثالیہ خوب بہم پہنچائے ہیں میں امید کرتا ہوں  
 کہ یہ رسالہ بتدی اور منتہی دونوں کو نافع ہوگا فحراہ اللہ تعالیٰ عن مستفید بہ خیر اولاً یلحق بدضرراً و ضیراً فقط  
 کتبہ العبد المفتقر ذوالفقار علی الدیوبندی

هَذَا مَا كَتَبَ الْبَائِعُ السَّمِيدُ عْلَا رَبِّ الْفَاضِلِ نُحْرِيرُ الْأَدْبَاءِ الْمُخَاطَبِ  
 بِأَدْنَى الدَّوْلَةِ سَيَادُ الْمَلِكِ سُلْطَانِ الْعُلَمَاءِ أَقَا السَّيِّدِ عَلِيِّ بْنِ السَّيِّدِ  
 أَبُو الْحَسَنِ الشُّوسْتَرِي الْجَزَائِرِيِّ سَلَّمَ اللَّهُ تَعَالَى مُقَرَّطاً عَلَى هَذِهِ الرِّسَالَةِ

هُوَ الْمَعْنَى  
 اللَّهُ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ

حمد لمن اعرب بناء هذه السقف المرفوعة بلا عمد منصوبة موضوعه ولا طنب الى الارض  
 مجرورة۔ ولا اوتاد لها منجورة بل جزم علقتهما عما سواها ورفع سماكها فسواها۔ فبينان من  
 جلّت اسماءه وافعاله۔ وتزّهت عن وصمة الحروف كلماته واقواله۔ والصلوة والسلام على  
 الاصل الواحد الذي يشق منه الافعال المجموعة في كل باب۔ والمصدر الوجودي الذي صارت  
 اليه منه احكام السنّة والكتاب۔ نبينا المنعوت في الكتب السماوية من لسان الله الواحد  
 الصمد

الحقّی عنه بواسطه روح الامین عن روح القدس برسول یاقی من بعدی اسمہ احمد صلی اللہ علیہ  
 وعلی آلہ الامثلہ المختلفہ لمعان مؤتلفہ وھم مع الحروف النورانیۃ - والغرض الاصلی  
 من الاحرف الممزوۃ فی اوائل السور القرآنیۃ - فیصلی اللہ علیہم ما دام الکلام لما فی القواد  
 ظرف - وما دامت الکلمۃ اسم وفعل وحرف - وبعد فلما رايت قرائتہ علی ما املایہ قلم الخبر الما  
 بل البحر الذی ارباب الفارسیۃ وبن جلاھا وشیحھا وطلّاع ثنا یاھا الفطریف الطریف المولود  
 محمد حسین شریف فی اصول القواعد الفارسیۃ من نحوھا وصرفھا وبیانھا ومعانیھا  
 باستنباطات منہ انسیۃ بتحقیقات عللا بعد الوقوع - وقد قیقات ذللا للجانی عند النیوع  
 قطوفھا دانیر + تسقی من عین انیر + واستحسانات عمل فیھا فکرہ + وفرغ لھا راسد و اتعب  
 دماغہ وحک لھا صدرہ + حتی وضع کثایا ینفع طالب اللسان + اذا وقف علیہ فقد وقفت  
 بمالہ یطث من انس قبلہ ولا جان + ومن استعود کلماتہ وقلد عاداتہ ینفوق الاقران +  
 بشحا ذہ تحصل منہ للاذهان وعندی أنّ لھذا اللسان لسان حملۃ العرش کما ورد عن صاحب  
 الادوار والاکسن + وجنۃ قد ترخرفت و فیھا ما تشتهیہ الانفس وتلدّ الاعین + ولما  
 کان من بنی سام بن نوح علی نبینا وعلیہ السلام الانبیاء جمیعاً علیہم السلام وکان کل نبی  
 بمقتضی یومہ + علی لسان قومہ - وحلی الوحی السماوی ما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ  
 فما اظن ان احدا منہم تکلم بالفارسیۃ الا کلمات منها شرفھا تاج الانبیاء وخاتمہم و  
 شرف الرسل فاتحہم وخاتمہم + لمتا تکلم مع سلمان اذا کان یحمل فی المسجد بصحنہ من شدۃ  
 وجع بطنہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم یا سلمان اشکمت در د قم فصل وکما قال العجمی باکل  
 الغیب علی باب المسجد عند قہ عذقۃ یا خافارس کل الغیب دو تادوتانہ خوش خوشہ وقال  
 ما هو المشہور عند الفقہاء بالشہرۃ والزیادۃ انی اگرہ بیج دہ بد وازدہ فکفی الفارسی مدحانہ  
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تکلم بہ قاصدا واستبہج بہ حامدا ولما کان الاغلب فی ہذہ الملئۃ البیضاء  
 المحمّدیۃ کثر اللہ امثالہم فی البریۃ والبحرۃ ملوکا ودوہا اما من الترتک او الفارس من ولد  
 یافث بن نوح او الکرد والاکلیس لما اقتضت حکمتہ الالہیۃ بان تكون ہذہ الجرثومۃ  
 اصحاب سیف وسلطنتہ وکان کما قال المتنبی علی المملک ما تبنی علی الاسل + فکان

ع  
 عذقۃ بالکسر خوش  
 خوشہ بالکسر

كل د فائزهم و احكامهم بالفارسية و دساتيرهم و قوانينهم بها طول الا زمان حتى  
 الهند لهما حكم فيها المغولية الى التيمورية لم يتغير احكامهم و د فائزهم عما كانت عليها من  
 لسان دولتهم و قلدها المسمون في كل قطر فاتواخذهم حذو النعل بالنعل و القذة بالقذة  
 تقريرا شطرا بشطرا و تخريرا سطر بسطر فحصل الفارسية كل تركي و دروي و هندي و بنواد فائزهم  
 بهذا اللسان و لا سيما من زمن الدولة التيمورية الى هذا الزمان و كانت بالفارسية الى  
 الان فتبع المسلمين الهنود و حصلوا هذا اللسان المحمود و لانه كان لسان دولتهم و ان لم  
 يكن لسان ملتهم و لسان حكومتهم و ان لم يكن لسان طريقتهم و الى المائة الثالثة بعد  
 الالف من الهجرة النبوية - صلى عليه و الله رب البرية - فابتعت الناس لسان الانكليز  
 لما اخذت الدنيا بثلاث ارباعها بلا تفاوت في القياس و المقياس و مَسَّت الحاجة الى  
 تحصيل لغة الافرنج اشد مسيس و اللهم اننا نعوذ بك من تميم الامور و رغبات الجمهو  
 الا الاكمال الدين و انت خير الحاكمين و بيدك ازمة الامور و زمام قلوب الجمهور  
 فكما قيل <sup>١١</sup> اذا تم امر بذا نقصه و ترقب زوا الا اذا قيل تمه فقد تصرف الانكليز  
 في الربع المسكون و اخذت الثلثين منها على ما هو تخمين المساحين من ارباب الفنون  
 و قد قلت في دولتها لا تغرب الشمس بملكها و لا تحسب كلامي ذاك قولا مهمل و  
 فان امر بكانها رها بذا ليلة وجه الارض سل من وجها و ارجوز في هذه طويلة منها  
<sup>١٢</sup> صلح طارا طارا حسن صيتها و عندنا في هندها عفرتها يا تيك لو كنت بوسط  
 الصين من سببا بنيا يقين و كل من له الى هذا اللسان شوق اوله توق الى طعم  
 حلاوته لصادق الذوق و فلا احسن له من هذا الكتاب فان فيه ما قرأه و كل ضعيف  
 قرأه من اهل البلد و القرى و قد جمع ما يحتاج اليه في اللسان و يصدق عليه كل الصبي  
 في جوف الفري و لولا سوى تشييد الاذهان من نكاته و تحنيد الافكار من تحقيقاته  
 لكفى في الرغبة اليه عن غيره و من استطلاب خيرة و به الكفاية و من الله  
 الوقاية و كتب هذه الاحرف بقلمه و خطيده برقمه سلطان العلماء  
 سنا د الملك

## وقال فی الفارسیة بدیهة مضمینا

پژشک فارسی انخواستش درست و بجاست	چو او مزاج شناسی بیاسی ز کجاست
ز فرق تا قدش بر کجا نظر فگنی	کرشمه دامن دل میکشد که جا نیجاست

الحق حق تحقیقات پارسیه را ادا ننموده - و ابواب تدقیق بر روی طالبان این زبان کما ینبغی کشوده و محققانه گوے  
سبقت از محققین ربوده - هر ورقش را هزار دفتر ثنا در خورست - و هر سطرش را هزار شطر آفرین در برید

و ادعای مصنفش خوش داد	منته بر سر همه بنهاد	مبتدی منتهی به بهره آرد	متوسط از دوسر و نهاده
بر صنف ز غیب این شعرست	که ندانم تفش چنین در داد	آفرین خداے بر پدر	که تو آورد و مادرے که تو زارد

تقریظ نوک ریز کلاک گهر سلک سحر طراز بل همه اعجاب از سپهر کمال را  
مهر نجلی حاجی مولوی محمد ضیا علی صاحب سلمه الله القومی الولی +

حمد واجب واجب الوجود را الایق و سزااست - و تحائف صلوات و تحیات بر آن ممکن الوجود که لباس بیکان  
از قامت و جوی نبولش قصیر و نازیبامیز اقلع علیه الرحمة چه خوش گفته بلکه در سفته لباس و جوی از  
قامتش بلند تراست ؛ و لیک جامه امکان ز قدرا و ست قصیر ؛ و علی الله الطاهرین و احبابه الماجدین  
الواشدین پس برضا ترا ولی الالباب و البصائر مخفی و محجب مباد که این کتاب نادر البیان بطرز شگرف  
و نو بنظم رسیده و دامن خاطر از چستان آن ریاحین تازه بهار چید فی الواقع عجب کتابست که دیده نماند  
نظیرش ندیده و گوش اساتذہ سلف همچو نغمه جدیدش نشنیده و شنیده کے بو مانند دیده و چرخین نبود  
که مصنفش قائل بخیر و بر استخراج مضامین دقیقه ماسر و قدیر و این بجدتها و ابوابها کما قال هو اصدق فی المقال

دین نامه من هر چه کردم بیان	نیایش و صحف پیشینیان	بهر لفظ از چشم انصاف بین	ستاره بیاورده ام بر زمین
-----------------------------	----------------------	--------------------------	--------------------------

و هو الشاعر الماهر اللطیف و الادیب البلیغ العظیم اعنی جناب مولوی حسین شریف  
ادام الله تعالی و ابقاه و من حیاض فیضه القدیمر اسقاء و لا زال کتابه مقبول بین العام  
و الخاص و موهوبان الله سبحانه شرف الافادة بمنزلة الاختصاص و لا برحت مهجته  
محسودا و قیام بهذا الاستقامة محمودا - والسلام حرر فی سابع عشر من شهر الله اکبر یوم الربع

جوده الراجی عفوره به و الفقیر الی رحمة سمحه

محمد ضیا





۱۷۱۔ اے وزراء! حجِ عمرہ وہ ہے است و گوہر حق ہے شجرِ اخلاص ۱۲

تا زرنکین نکتہ ششم لعل گر  
نه از نکتہ که خورم من دست رنج  
رایگان بخشم چه گنج شایگان  
خوابناکیت بود خسران مگر  
نکتہ ام به پزیر و بر خور دار شو  
طالب انصافم از صاحب نظر  
تا درست زرد من بیند درخت  
ده دهنی ز راست و گوهر بشجر اغ  
زوبدر نگه نگارستان چین  
خاصه در برج حمل خرگه زده  
حرف حرفش یک زد دیگر نخر تر  
هم فصاحت بهر لفظش خانه زاد  
نکتہ اش را تیر گردون مشتری  
زهره بانا زاد ایش گشت پست  
نظم پر دین نشر آرا شد رین  
جوع شیرست و <sup>وین</sup> شستان شکر  
گوئی الا نهار تجری تحتها  
زهره در میزان سعادت راست گنج  
آشنا گردید در بحر خیال  
این عروس که زمه حسنش گزشت  
گفت "نادر است تبیان اصول"  
در قواعد شد کتاب بس مفید  
از سه الفاظ و طرز مرتبه

در جب اردن  
لے کمال شفت بران ۱۱  
لے اصل گر  
سینل اوسید اذاب  
گر او اصل گ آفتاب  
لے ناز آرد اصل  
یاد تو نم خواندہ تعلیم  
بدان تو کج صاحب دوش  
افضل مودودہ افرح فوس  
۱۲  
۱۳  
۱۴  
۱۵  
۱۶  
۱۷  
۱۸  
۱۹  
۲۰  
۲۱  
۲۲  
۲۳  
۲۴  
۲۵  
۲۶  
۲۷  
۲۸  
۲۹  
۳۰  
۳۱  
۳۲  
۳۳  
۳۴  
۳۵  
۳۶  
۳۷  
۳۸  
۳۹  
۴۰  
۴۱  
۴۲  
۴۳  
۴۴  
۴۵  
۴۶  
۴۷  
۴۸  
۴۹  
۵۰  
۵۱  
۵۲  
۵۳  
۵۴  
۵۵  
۵۶  
۵۷  
۵۸  
۵۹  
۶۰  
۶۱  
۶۲  
۶۳  
۶۴  
۶۵  
۶۶  
۶۷  
۶۸  
۶۹  
۷۰  
۷۱  
۷۲  
۷۳  
۷۴  
۷۵  
۷۶  
۷۷  
۷۸  
۷۹  
۸۰  
۸۱  
۸۲  
۸۳  
۸۴  
۸۵  
۸۶  
۸۷  
۸۸  
۸۹  
۹۰  
۹۱  
۹۲  
۹۳  
۹۴  
۹۵  
۹۶  
۹۷  
۹۸  
۹۹  
۱۰۰  
۱۰۱  
۱۰۲  
۱۰۳  
۱۰۴  
۱۰۵  
۱۰۶  
۱۰۷  
۱۰۸  
۱۰۹  
۱۱۰  
۱۱۱  
۱۱۲  
۱۱۳  
۱۱۴  
۱۱۵  
۱۱۶  
۱۱۷  
۱۱۸  
۱۱۹  
۱۲۰  
۱۲۱  
۱۲۲  
۱۲۳  
۱۲۴  
۱۲۵  
۱۲۶  
۱۲۷  
۱۲۸  
۱۲۹  
۱۳۰  
۱۳۱  
۱۳۲  
۱۳۳  
۱۳۴  
۱۳۵  
۱۳۶  
۱۳۷  
۱۳۸  
۱۳۹  
۱۴۰  
۱۴۱  
۱۴۲  
۱۴۳  
۱۴۴  
۱۴۵  
۱۴۶  
۱۴۷  
۱۴۸  
۱۴۹  
۱۵۰  
۱۵۱  
۱۵۲  
۱۵۳  
۱۵۴  
۱۵۵  
۱۵۶  
۱۵۷  
۱۵۸  
۱۵۹  
۱۶۰  
۱۶۱  
۱۶۲  
۱۶۳  
۱۶۴  
۱۶۵  
۱۶۶  
۱۶۷  
۱۶۸  
۱۶۹  
۱۷۰  
۱۷۱  
۱۷۲  
۱۷۳  
۱۷۴  
۱۷۵  
۱۷۶  
۱۷۷  
۱۷۸  
۱۷۹  
۱۸۰  
۱۸۱  
۱۸۲  
۱۸۳  
۱۸۴  
۱۸۵  
۱۸۶  
۱۸۷  
۱۸۸  
۱۸۹  
۱۹۰  
۱۹۱  
۱۹۲  
۱۹۳  
۱۹۴  
۱۹۵  
۱۹۶  
۱۹۷  
۱۹۸  
۱۹۹  
۲۰۰  
۲۰۱  
۲۰۲  
۲۰۳  
۲۰۴  
۲۰۵  
۲۰۶  
۲۰۷  
۲۰۸  
۲۰۹  
۲۱۰  
۲۱۱  
۲۱۲  
۲۱۳  
۲۱۴  
۲۱۵  
۲۱۶  
۲۱۷  
۲۱۸  
۲۱۹  
۲۲۰  
۲۲۱  
۲۲۲  
۲۲۳  
۲۲۴  
۲۲۵  
۲۲۶  
۲۲۷  
۲۲۸  
۲۲۹  
۲۳۰  
۲۳۱  
۲۳۲  
۲۳۳  
۲۳۴  
۲۳۵  
۲۳۶  
۲۳۷  
۲۳۸  
۲۳۹  
۲۴۰  
۲۴۱  
۲۴۲  
۲۴۳  
۲۴۴  
۲۴۵  
۲۴۶  
۲۴۷  
۲۴۸  
۲۴۹  
۲۵۰  
۲۵۱  
۲۵۲  
۲۵۳  
۲۵۴  
۲۵۵  
۲۵۶  
۲۵۷  
۲۵۸  
۲۵۹  
۲۶۰  
۲۶۱  
۲۶۲  
۲۶۳  
۲۶۴  
۲۶۵  
۲۶۶  
۲۶۷  
۲۶۸  
۲۶۹  
۲۷۰  
۲۷۱  
۲۷۲  
۲۷۳  
۲۷۴  
۲۷۵  
۲۷۶  
۲۷۷  
۲۷۸  
۲۷۹  
۲۸۰  
۲۸۱  
۲۸۲  
۲۸۳  
۲۸۴  
۲۸۵  
۲۸۶  
۲۸۷  
۲۸۸  
۲۸۹  
۲۹۰  
۲۹۱  
۲۹۲  
۲۹۳  
۲۹۴  
۲۹۵  
۲۹۶  
۲۹۷  
۲۹۸  
۲۹۹  
۳۰۰  
۳۰۱  
۳۰۲  
۳۰۳  
۳۰۴  
۳۰۵  
۳۰۶  
۳۰۷  
۳۰۸  
۳۰۹  
۳۱۰  
۳۱۱  
۳۱۲  
۳۱۳  
۳۱۴  
۳۱۵  
۳۱۶  
۳۱۷  
۳۱۸  
۳۱۹  
۳۲۰  
۳۲۱  
۳۲۲  
۳۲۳  
۳۲۴  
۳۲۵  
۳۲۶  
۳۲۷  
۳۲۸  
۳۲۹  
۳۳۰  
۳۳۱  
۳۳۲  
۳۳۳  
۳۳۴  
۳۳۵  
۳۳۶  
۳۳۷  
۳۳۸  
۳۳۹  
۳۴۰  
۳۴۱  
۳۴۲  
۳۴۳  
۳۴۴  
۳۴۵  
۳۴۶  
۳۴۷  
۳۴۸  
۳۴۹  
۳۵۰  
۳۵۱  
۳۵۲  
۳۵۳  
۳۵۴  
۳۵۵  
۳۵۶  
۳۵۷  
۳۵۸  
۳۵۹  
۳۶۰  
۳۶۱  
۳۶۲  
۳۶۳  
۳۶۴  
۳۶۵  
۳۶۶  
۳۶۷  
۳۶۸  
۳۶۹  
۳۷۰  
۳۷۱  
۳۷۲  
۳۷۳  
۳۷۴  
۳۷۵  
۳۷۶  
۳۷۷  
۳۷۸  
۳۷۹  
۳۸۰  
۳۸۱  
۳۸۲  
۳۸۳  
۳۸۴  
۳۸۵  
۳۸۶  
۳۸۷  
۳۸۸  
۳۸۹  
۳۹۰  
۳۹۱  
۳۹۲  
۳۹۳  
۳۹۴  
۳۹۵  
۳۹۶  
۳۹۷  
۳۹۸  
۳۹۹  
۴۰۰  
۴۰۱  
۴۰۲  
۴۰۳  
۴۰۴  
۴۰۵  
۴۰۶  
۴۰۷  
۴۰۸  
۴۰۹  
۴۱۰  
۴۱۱  
۴۱۲  
۴۱۳  
۴۱۴  
۴۱۵  
۴۱۶  
۴۱۷  
۴۱۸  
۴۱۹  
۴۲۰  
۴۲۱  
۴۲۲  
۴۲۳  
۴۲۴  
۴۲۵  
۴۲۶  
۴۲۷  
۴۲۸  
۴۲۹  
۴۳۰  
۴۳۱  
۴۳۲  
۴۳۳  
۴۳۴  
۴۳۵  
۴۳۶  
۴۳۷  
۴۳۸  
۴۳۹  
۴۴۰  
۴۴۱  
۴۴۲  
۴۴۳  
۴۴۴  
۴۴۵  
۴۴۶  
۴۴۷  
۴۴۸  
۴۴۹  
۴۵۰  
۴۵۱  
۴۵۲  
۴۵۳  
۴۵۴  
۴۵۵  
۴۵۶  
۴۵۷  
۴۵۸  
۴۵۹  
۴۶۰  
۴۶۱  
۴۶۲  
۴۶۳  
۴۶۴  
۴۶۵  
۴۶۶  
۴۶۷  
۴۶۸  
۴۶۹  
۴۷۰  
۴۷۱  
۴۷۲  
۴۷۳  
۴۷۴  
۴۷۵  
۴۷۶  
۴۷۷  
۴۷۸  
۴۷۹  
۴۸۰  
۴۸۱  
۴۸۲  
۴۸۳  
۴۸۴  
۴۸۵  
۴۸۶  
۴۸۷  
۴۸۸  
۴۸۹  
۴۹۰  
۴۹۱  
۴۹۲  
۴۹۳  
۴۹۴  
۴۹۵  
۴۹۶  
۴۹۷  
۴۹۸  
۴۹۹  
۵۰۰  
۵۰۱  
۵۰۲  
۵۰۳  
۵۰۴  
۵۰۵  
۵۰۶  
۵۰۷  
۵۰۸  
۵۰۹  
۵۱۰  
۵۱۱  
۵۱۲  
۵۱۳  
۵۱۴  
۵۱۵  
۵۱۶  
۵۱۷  
۵۱۸  
۵۱۹  
۵۲۰  
۵۲۱  
۵۲۲  
۵۲۳  
۵۲۴  
۵۲۵  
۵۲۶  
۵۲۷  
۵۲۸  
۵۲۹  
۵۳۰  
۵۳۱  
۵۳۲  
۵۳۳  
۵۳

فی التبدیل ہا تقم اندر نہفت  
حکمت آمد جملہ اسرار گفت

ولہ

دور ساش چہ نغز دیگر سفت در قواعد متین کتابے گفت

ولہ

فلکم بجفت دیگر کہ نہ شک در ونہیب کہ بجوئی سال طبعش ز قوائد غیبیہ

ولہ فی الہندیۃ

بحمد اللہ چھپا دستور نامہ  
لکھا حکمی نے سال طبع مطبوع  
زمانہ سے تھے سب طالب اسی کے  
ہوئے سہل ابضوابط فارسی کے

از نتایج طبع ارجند آسمان پیوند سحر پرداز جادو طراز در فن تاریخی کوئی ماسر بہدایع  
اسلوب آن قادر کیہ تاز مضار نکتہ دانی المولوی الحافظ حفیظ اللہ صفا فانی عظم گڑہی

حکیم حاذق و علامہ حسین شریف  
چو سال طبع ہمایوش خواستم فانی  
نوشت اصول قواعد رہے پسند طبع  
سر و ش گفت بگو شد متین کتابے طبع

ولہ

چھپی محبتائی مین با صد صفائی  
کہو مصرع سال مطبوع فانی  
یہ نادر کتاب افاقت شامہ  
چھپا ہے بہت عمدہ دستور نامہ

ولہ

فوائد نامہ چون در طبع آمد  
بگو اے فانی دلشاد تاریخ  
ندائے ہا تقم گردید مسموع  
شد دستور نامہ عمدہ مطبوع

ولہ

شدہ دستور نامہ چون مطبوع  
گفت تاریخ ہا تقم فانی  
کہ افاضات علم راست مآب  
گشتہ مطبوع لاجواب کتاب

تمت

عاجل جناب مولانا حافظ محمد عبداللہ صاحب مطبع مجتبیٰ دہلی

کیسی نادر کتاب طبع ہوئی ہے ہر شخص لوٹ ہو۔ غش ہے  
نکر تاریخ کی تو ہاتھ نہ کہہ دیا دلہند پرودہ لکھ ہے

صورتہ مکتبہ الکاتب العلمی مولانا لطیف صاحب مطبع مجتبیٰ دہلی

رَأَيْتُ الْكِتَابَ الَّذِي يُسْتَطَابُ  
لِتَحْقِيقِ لَفْظٍ عَمَّا رَكِبَتْهُ  
جَرَى مِنْهُ بَحْرُ الْقَوَائِنِ جَدًّا  
شَوَاهِدُهُ ثَابِتَاتٌ عَدُولُ  
فَلِلَّهِ دَرُّ الشَّرَافِ الظَّرِيفِ  
لَهُ فِي الْقَوَاعِدِ آيَاتٌ سَبْقُ  
لَوَانٍ شَتَّى عِلْمًا فَشَيْمٌ وَحِيدُ  
هُوَ الْبَحْرُ مِنْ شَأْنِهِ أَنْ يَرَوْنِي  
فَطَوَّنِي لِذَبَابِ عِلْمٍ وَفَضِلِ  
أَلَا أَيُّهَا الْفَارِسِيُّونَ قَوْمُوا  
أَمَا إِنَّ فِيهِ غَرَائِبَ دَهْرٍ  
تَحُلِّي بِحُلِيِّ أَنْطَبَاجٍ لَطِيفِ  
بِصْرِفٍ وَنَحْوِ الْيَدِ الْمَتَابِ  
لِتَوْجِيهِ مَعْنَى بَيَانِ صَوَابِ  
وَمِنْ ذَاكَ سَأَلْتُ عُمُومَ عَذَابِ  
دَلَائِلُ الْهَنْ جَوَابِ  
أَتَاكَ مِنْ قِبَلِهِ أَرْتِيَابِ  
لَهُ دِينَ فُجْرٍ حَرَابِ  
وَأَنْ حَلَّتْ فِي جُودَةِ الطَّبَعِ شَأْبِ  
هُوَ الْغَيْثُ مِنْ طَبْعِ الْأَنْسَابِ  
وَبُشْرَى لِيكَ زَانَةُ الْكِتَابِ  
خُذْ وَأَمَّا صَفَاوَدُ عَوَا مِيرَابِ  
أَلَا إِنَّ هَذَا الشَّيْءَ عَجَابِ  
تَجَلَّى كَبِيرٍ وَمَا فِيهِ عَابِ

فَقُلْتُ مَنْ أَوَّلِ الْأَمْرِ فِيهِ  
وَأَرْخَتْهُ نَعْمَ هَذَا الْكِتَابِ  
۱۳

از حاجز محمد بیگ عفی عنہ منیجر مطبع مجتبیٰ دہلی

وہ وہ چہ طیف و مضامین جدیدہ  
تاریخ نوشتہ سر الطاب بریدہ  
طرزے کہ نہا دست نہ دیدہ نہ شنیدہ  
نویا وہ اسحات شریفہ و مفیدہ  
۱۳

۱۵ سرمدی حکیم حسین شریف صاحب مصنف کتاب ہذا سلسلہ ۱۲ شہ عاب لغتیت و عیب ۱۲

تقریباً نوک ریز گلک گهر سلک مقدم الکملار بفضل اسطر از جادو کا  
 معجز بیان جناب محمد عبد الجبار خان صاحب دینی سر رشته دار دست  
 معتد پیشی قدر قدرت اعظم حضور نور و اطمینان

ازین نامه هوش بر خویبال  
 باوچ سخن بال بر تر کشا  
 نچیده کس دست  
 بسنجیدگی گنج گوهر کشا  
 گهر با حرف با هم رختند  
 که چیده حرف از دور شین  
 حرف ماندور بخش زیادی ز رفت

بدستور نامه نظر بر کش  
 سخن را با ندازه هوش بین  
 قوانین نگاران سنجیده رای  
 حرف ناگوهر بیا میختند  
 بنوده کس زبان میان حرف بین  
 زبان زار و نفس سحر حرف

بحکمی چو دور سخن در رسید  
 حرف از میان گهر بر کشید

با یوان گفتار نبود ثبات  
 رسانیده پشت قوانین بکوه  
 نکرده با بر از آن کوتهی  
 که نگذاشته نکته سر بسته هیچ  
 بر آید از دقصر فردیوار کج  
 ندیدند سوش دگر ابل فن  
 ویر آگهی بر رخ شان کشود

زستی اصل بنای لغات  
 بمعاری فکر کیوان شکوه  
 زاسرار هر نکته داد آگهی  
 ز تحقیق کرده بد انسان پیچ  
 چه خوش گفت دانای سنجیده  
 بجای که بهار کج  
 کجی مایه بود اندر سخن  
 چشم خرد آن کجی و نمود

باین ویرگی باز فرخ سرودش	بد انشور است دستور ہر ش
بچیدہ گہر با برآمودہ گنج	ہمایون گہر حکمی نکتہ سنج
ازین نامہ گرفت ساز نوی	زبان درمی یا بود پہلوی
بہر گوشہ بینی بہار بہشت	زتر دستی او درین کار و کشت
برائین ز گشتہ نشاندہ	رسانیدہ بہر سخن پروران
بناقص خیالان نشاندہ خود	زدانش سگالان رباید خود
بظلمت زدہ مہر تابان دروست	لب لب تشنہ آب حیوان دروست
بشاہکی ہائے انداز فن	برآراست زلف رسای سخن
سخن را بگیتی ردائی بود	خود را از وروشنائی بود



سخن را بود تا نشان در جهان  
بود حذر جان سخن پروران



تقریظ قابل جلیل و جبرئیل شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی ناظم علوم و فنون سرکار عالی  
نظام حیدر آباد کن و سابق پروفیسر مدرسہ العلوم علیگڑہ و فیلو نیورسی الہ آباد

مین نے جناب مولوی حسین شریف صاحب کی کتاب دستور نامہ فارسی اکثر جگہ سے بغور دیکھی۔

کوئی شبہ نہیں کہ یہ کتاب ایک معرکہ آرا کتاب ہی مصنف نے مشکل اور اہم مسائل کو

بڑی بسط اور تنقید سے لکھا ہے۔ بہت سے اصول اور قواعد خود بھی ایجاد کیے ہیں مصنفین

سابق سے جا بجا اختلاف بھی کیا ہے اور وہاں بہت طبع دکھلایا ہے اس قدر ہے کہ

یہ کتاب بوجہ وقت مضامین کے منتہیوں کے قابل ہے۔

تشبیہ کی بحث اس میں استطراداً موضوع سے خارج آگئی ہے۔ بہر حال یہ کتاب

شبلی نعمانی

بہر طرح قدردانی کے مستحق ہے۔



## اعلان

طالبان نکات علوم کو شارت و  
دعا اٹھان و قانون فنون کو مشورہ ہو کہ بافضل الہی بعد مرد و ہر راجھی دلی  
آرزو برآئی۔ اسی کتاب لاجواب و مستور نامہ فارسی سے حسن اتمام اور زور اختتام سے  
آرائش پائی۔ جو پیشہ فرائد و صری و نوری و حساب نکات غریب معنوی کو شامل ہے۔ اور جیت مضامین و  
مناجات قوانین کے لحاظ سے مرد جان جانے کے قابل ہے۔ چنانچہ بہت سے نازک خیال علماء و اہل لسان و فطرت کی نظر سے  
گری۔ اور سب نے اتفاق پسند فرما کر مصنف عم فیضہ کو داد دی۔ یہاں تک کہ علامہ فہامہ جناب مولانا المولوی محمد احسن صاحب مدنی  
ناوروی دہلی نے اسے سنے جو زبان فارسی کے مقنن اور استاد فن تھے اس کتاب کو دیکھ کر فرمایا۔ ولا عین سرات ولا  
اذن سمعت و لا نا و شیعینا المولوی رشید احمد صاحب گنگوہی دام افاضات نے تقریظ طغر برائے سرمانی۔ اور سنا و الملک سلطان العلماء  
ماہر فنون ادبیہ کا فہم علی شوستری جو آری سلا اللہ کمال نے اپنی تقریظ میں ان الفاظ کے ساتھ اس کے شفا گستر میں۔ کتابا ینفع  
طالب اللسان اذ ان قف علیہ فقد وقف منہ بہم اللہ یطہرہم اللہ قبلہ صر و لا جان اور دیگر علمی سخن شناس  
و فیض رس سے بھی علیحدہ علیحدہ تقریظیں لکھیں اور ان کی کئی کئی جہات پر کتاب پر آوروں و سہانی و گنج اسرار معانی سے  
اور اپنی سند میں لائے۔ گلستان کمال۔ و پرستان خیال۔ جدت طراز کی کا حصہ۔ مضامین نادرہ کا دفتر۔ اللہ شہد باللہ و اللہ علی ما  
اقول شہید ہیں اس فن میں جو کسی کتاب نایاب کسی کی زوید ہے نہ شہید۔ اور اس سہارک زمانہ میں اسے حسن باطنی کے مطابق مطبع  
مجتبائی دہلی میں آکر ایسٹن ظاہری سے علیہ انکشاف سے آہستہ ہو کر نور علی نور کا مصداق بن گئی ہے۔ کاغذ کی عمدگی چاہنے کی صفائی اور  
خوشنوی اور تصنیف میں سے لامکان پورا پورا اہتمام کیا گیا ہے۔ الف۔ جن میں کتاب بلحاظ قدرت مضامین و حسن طبع نایاب روزگار سے۔ اور  
زمانہ اس کا طلبگار ہے میں کیا اور سیدرا سند کیا کہ اس کی فضا و صفت کروں۔ یا دعا کی کا دم بھرون۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ جب کوئی سچے  
نئی نقشہ نادر و مخفیہ ہو تو خواست زبان سے واہ واہ نکل ہی آتی ہے۔ اندر نگاہ میں مدی یا وہ سرائی ہے۔ البتہ جو حضرات لغا و فن اور قفا  
طبع ہیں وہ خود پر کہہ سکتے اور سمجھ سکتے کہ یہ بیان تبرا از سلا لہ و اطراف ہے۔ بلکہ اس کی تقریظ مجھے جیسے ہے پایہ و کم مایہ شخص سے تکلیف مالا یطاق ہے  
کہ مصنف استاد الوقت و حید العصر و ذوالدہر نے کتاب کی تصنیف میں محنت شاد انکشافی سے اور اس کے طبع میں زر کثیر صرف ہوا ہے۔ نادرہ و جود ان محاسن و  
خفاست کے اس کو ہر پہ کی قیمت بنظر رفاه عام اس قدر کم رکھی ہے کہ کسی طبقہ کے آدمی کو بار خاطر نہ ہوگی۔

اس کتاب کی رجسٹری باضابطہ ہو چکی ہے کوئی صاحب بدون اجازت مصنف تصدیق نسخہ نہیں

## یہ کتاب حسب ذیل مقامات سے ملے گی

- (۱) مطبع مجتبائی دہلی۔ چار بولان۔ مولوی محمد عبدالاحد صاحب
- (۲) مولوی محمد صاحب گنگوہی ضلع سہارنپور
- (۳) مصنف کتاب مولوی حکیم حسین شریف صاحب گلزار حوض حیدر آباد دکن
- (۴) مولوی محمد عبدالقادر صاحب گلزار حوض حیدر آباد دکن

## المشہر

ملا محمد عبدالقیوم عفا اللہ عنہ

سنہ ۱۹۱۹ھ